لینن

دنیا کے مزدورو، ایک ہو!

لینن

منتخب تصانیف

حصۂ دوم

دارالاشاعت ترقی
ماسکو ۱۹۶۹ء

پبلشر کا نوٹ

اس ایڈیشن میں لینن کے پانچویں روسی مجموعۂ تصانیف سے مضامین ترجمہ کئے گئے ہیں اور ہمارے قارئین کی آسانی کے لئے اس ایڈیشن کو چار جلدوں میں شایع کیا جائے گا۔

В. И. ЛЕНИН
ИЗБРАННЫЕ ПРОИЗВЕДЕНИЯ
часть вторая
на языке урду

فہرست

صفحہ

سامراج — سرمایہ‌داری کی آخری منزل (عام فہم مضمون) ۹

پیش‌لفظ ۹

فرانسیسی اور جرمن ایڈیشنوں کے لئے پیش لفظ ۱۱

۱ ۱۱

۲ ۱۱

۳ ۱۳

۴ ۱۴

۵ ۱۵

۱ - پیداوار کا ارتکاز اور اجارے‌داریاں ۱۹

۲ - بینک اور ان کا نیا رول ۳۷

۳ - مالیاتی سرمایہ اور مالیاتی اولیگارشی ۵۷

۴ - سرمائے کی برآمد ۷۶

۵ - سرمایہ‌دار کمپنیوں کے درمیان دنیا کی تقسیم ۸۲

۶ - عظیم طاقتوں کے درمیان دنیا کا بٹوارہ ۹۳

۷ - سامراج — سرمایہ‌داری کے ایک خاص دور کی حیثیت سے ۱۰۹

۸ - سرمایہ‌داری کی مفت خوری اور بوسیدگی ۱۲۴

۹ - سامراج کی تنقید ۱۳۸

۱۰ - تاریخ میں سامراج کا مقام ۱۵۶

ریاست اور انقلاب۔ ریاست کا مارکسی نظریہ اور انقلاب میں پرولتاریہ کے فریضے ۱۶۳

پہلے ایڈیشن کا پیش لفظ ۱۶۳
دوسرے ایڈیشن کا پیش لفظ ۱۶۶

پہلا باب۔ طبقاتی سماج اور ریاست ۱۶۷

۱ - ریاست — ناقابل مصالحت طبقاتی تضادات کی پیداوار ۱۶۷
۲ - مسلح لوگوں کے مخصوص دستے اور جیل وغیرہ ۱۷۱
۳ - ریاست — مظلوم طبقے کے استحصال کا آلۂ کار ۱۷۵
۴ - ریاست کا ''رفتہ رفتہ مٹنا،، اور تشددآمیز انقلاب ۱۷۹

دوسرا باب۔ ریاست اور انقلاب۔ ۵۱ — ۱۸۴۸ء کا تجربہ ۱۸۷

۱ - انقلاب سے ماقبل ۱۸۷
۲ - انقلاب کے نتائج ۱۹۲
۳-مارکس نے ۱۸۵۲ء میں اس سوال کو کیسے پیش کیا ۱۹۹

تیسرا باب۔ ریاست اور انقلاب۔ ۱۸۷۱ء کے پیرس کمیون کا تجربہ۔ مارکس کا تجزیہ ۲۰۱

۱ - کمیون والوں کی ہیروازم کس بات میں ہے؟ ۲۰۱
۲ - توڑی ہوئی ریاستی مشینری کی جگہ کیا چیز لائی جائے؟ ۲۰۶
۳ - پارلیمانیت کا خاتمہ ۲۱۲
۴ - قومی اتحاد کی تنظیم ۲۱۸
۵ - طفیل خور ریاست کی تباہی ۲۲۲

چوتھا باب۔ سلسلےوار - اینگلس کی مزید وضاحتیں ۲۲۵

۱ -'' رہائشی مکانوں کا سوال،، ۲۲۵
۲ - انارکسٹوں سے بحث‌مباحثہ ۲۲۸
۳ - بیبل کے نام خط ۲۳۳
۴ - ایرفورٹ پروگرام کے مسودے پر تنقید ۲۳۶

۵ - مارکس کی کتاب ''فرانس میں خانہ‌جنگی،، کا ۱۸۹۱ء کا پیش لفظ ۲۴۳
۶ - جمہوریت پر قابو پانے کے بارے میں اینگلس کی رائے ۲۵۱
پانچواں باب - ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے کی معاشی بنیادیں ۲۵۴
۱ - مارکس نے سوال یوں پیش کیا ۲۵۴
۲ - سرمایہ‌داری سے کمیونزم میں عبور کا مرحلہ ۲۵۷
۳ - کمیونسٹ سماج کا پہلا مرحلہ ۲۶۵
۴ - کمیونسٹ سماج کا اعلیٰ مرحلہ ۲۷۰
چھٹا باب - موقع پرستوں کے ہاتھوں مارکس‌ازم کی تخریب ۲۷۹
۱ - انارکسٹوں کے ساتھ پلیخانوف کا بحث مباحثہ ۲۸۰
۲ - موقع پرستوں کے ساتھ کاؤتسکی کا بحث مباحثہ ۲۸۱
۳ - پانے کوک کے ساتھ کاؤتسکی کا بحث مباحثہ ۲۸۹
پہلے ایڈیشن کے لئے پس لفظ ۳۰۰
تشریحی نوٹ ۳۰۱
ناموں کا اشاریہ ۳۲۳

سامراج ۔ سرمایہ داری کی آخری منزل

(عام فہم مضمون) (۱)

پیش لفظ

یہ پمفلٹ جو قارئین کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے ۱۹۱۶ء کی بہار میں زوریخ میں لکھا گیا تھا ۔ جن حالات میں وہاں میں کام کر رہا تھا ان میں قدرتی طور پر میرے لئے فرانسیسی اور انگریزی کتابوں کی کمی تھی اور روسی کتابوں کی تو شدید قلت تھی ۔ بہرحال میں نے سامراج (امپیریلزم) پر انگریزی کی خاص تصنیف ج ۔ ا ۔ ہوبسن کی کتاب سے اس تمام توجہ کے ساتھ فائدہ اٹھایا جو میرے خیال میں اس تصنیف کے لئے مناسب تھی ۔

پمفلٹ زارشاہی سنسرشپ کو پیش نظر رکھ کر لکھا گیا تھا ۔ اس لئے میں نے نہ صرف اپنے کو سختی کے ساتھ واقعات کے محض نظریاتی اور خاص کر معاشی تجزیہ تک محدود رکھنے پر مجبور کیا بلکہ سیاست پر چند ضروری مشاہدات کو بڑی احتیاط سے، اشاروں سے، تمثیلی زبان — کمبخت یوسوپی قصوں کی زبان میں — پیش کرنے پر مجبور ہوا، جس کے اختیار کرنے پر زارشاہی تمام انقلابیوں کو مجبور کرتی تھی جب بھی وہ کسی ''جائز،، تصنیف کےلئے اپنا قلم اٹھاتے تھے ۔

آج کے آزادی کے زمانے میں پمفلٹ کے ان حصوں کو پڑھکر افسوس ہوتا ہے جن کو زارشاہی کے سنسر کی وجہ سے توڑ مروڑ کر، فولادی شکنجوں میں کسا گیا ہے ۔ سامراج سوشلسٹ انقلاب کی چوکھٹ ہے، سوشل شاونزم (زبانی طور پر سوشلزم اور عملی طور پر شاونزم)

سوشلزم کے ساتھ انتہائی غداری ہے، بورژوازی سے قطعی طور پر مل جانا ہے اور مزدور تحریک میں یہ پھوٹ سراسر سامراجیت کے معروضی حالات سے منسلک ہے وغیرہ — ان تمام معاملات پر مجھے ''غلامانہ،، زبان میں باتیں کرنی پڑیں - میں اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے قاری کو ان مضامین کا حوالہ دونگا جو میں نے بیرون ملک ۱۷—۱۹۱۴ء میں لکھے ہیں جن کا ایک نیا ایڈیشن جلد ہی شائع ہو رہا ہے - صفحات ۱۲۰ — ۱۱۹* پر ایک حصے کی طرف خاص توجہ کرنی چاہئے- سنسر کے لئے قابل قبول روپ میں قاری کو یہ دکھانے کےلئے کہ سرمایہدار اور غداری کرکے ان سے مل جانےوالے سوشل شاونسٹ (جن کی مخالفت کاؤتسکی اتنے غیر مستقل طریقے سے کرتا ہے) الحاقات کے معاملے میں کتنے بے شرم جھوٹے ہیں یہ دکھانے کے لئے کہ وہ اپنے سرمایہداروں کے الحاقات کی کس بےشرمی سے پردہ پوشی کرتے ہیں، میں مثال کے طور پر جاپان کو پیش کرنے پر مجبور ہوا! غور سے پڑھنےوالا قاری آسانی سے جاپان کی جگہ پر روس کو اور کوریا کی جگہ پر فن لینڈ ، پولینڈ، کورلینڈ، یوکرین، خیوا، بخارا، استونیا اور غیرروسیوں سے آباد دوسرے علاقوں کو رکھےگا-

مجھے امید ہے کہ میرا پمفلٹ قاری کو بنیادی معاشی سوال، سامراج کے معاشی مافیہ کے سوال کو سمجھنے میں مدد دیگا، کیونکہ جب تک اس کا مطالعہ نہ کیا جائے اس وقت تک موجودہ جنگ اور موجودہ سیاست کو سمجھنا اور اس کا اندازہ لگانا ممکن نہ ہوگا-

مصنف

پیٹروگراد- ۲۶ اپریل ۱۹۱۷ء-

---

* اس ایڈیشن میں صفحہ ۱۰۵ دیکھئے - (ایڈیٹر)

فرانسیسی اور جرمن
ایڈیشنوں کے لئے پیش لفظ

۱

جیسا کہ روسی ایڈیشن کے پیش لفظ میں بتایا جا چکا ہے یہ پمفلٹ ۱۹۱۶ء میں زارشاہی سنسرشپ کو پیش‌نظر رکھ کر لکھا گیا ہے۔ فی‌الحال میں سارے مسودے میں تبدیلیاں نہیں کر سکتا اور نہ شاید یہ مناسب ہوگا کیونکہ کتاب کا خاص مقصد یہ تھا اور ہے کہ مسلمہ بورژوا اعداد و شمار کی بنیاد پر اور تمام ملکوں کے بورژوا عالموں کے اعتراف کے مطابق ۲۰ ویں صدی کی ابتدا میں یعنی پہلی عالمی سامراجی جنگ سے قبل اپنے بین‌اقوامی تعلقات کے لحاظ سے عالمی سرمایہ‌دار نظام کی مختتم تصویر پیش کی جائے۔

یہ پمفلٹ، جو زارشاہی سنسر کے نقطۂ نگاہ سے قانونی تھا، ترقی‌یافتہ ملکوں کے بہت سے کمیونسٹوں کے لئے اس بات کے امکان اور ضرورت میں یقین کرنے کے لئے ایک حد تک مفید ہوگا کہ مثلاً موجودہ امریکہ یا فرانس میں کمیونسٹوں کی تقریباً مجموعی طور پر حالیہ گرفتاری کے بعد بھی کمیونسٹوں کے پاس جائز ہونے کا جو ہلکا سا امکان باقی رہ گیا ہے اس کو استعمال کیا جائے تاکہ سوشل پیسی‌فسٹ خیالات اور ''عالمی جمہوریت،، کی امیدوں کے انتہائی جھوٹ کی وضاحت کی جا سکے۔ اس سنسرشدہ پمفلٹ میں جو کچھ بھی اضافہ کرنا بہت ضروری ہے اس کو میں اس پیش لفظ میں دینے کی کوشش کرونگا۔

۲

اس پمفلٹ میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ۱۸ — ۱۹۱۴ء کی جنگ دونوں فریقوں کی طرف سے سامراجی (یعنی قبضہ‌گیر، سفاکانہ اور لوٹ

مار) کی جنگ تھی۔ یہ جنگ تھی دنیا کی تقسیم، نوآبادیوں اور مالیاتی سرمائے کے ''حلقہ ہائے اثر،، وغیرہ کی تقسیم اور ازسرنو تقسیم کی۔

اس بات کا ثبوت کہ جنگ کا حقیقی سماجی، یا یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ اسکا طبقاتی کردار کیا ہے قدرتی طور پر جنگ کی مدبرانہ تاریخ میں نہیں بلکہ جنگ میں حصہ لینےوالے تمام ملکوں کے حکمراں طبقوں کی معروضی پوزیشن کے تجزئے میں ملےگا۔ اس معروضی پوزیشن کی ترجمانی کے لئے مثالیں اور الگ الگ معلومات نہ لینی چاہئے (سماجی زندگی کے مظہروں کی انتہائی پیچیدگی کی وجہ سے یہ ہمیشہ ممکن ہے کہ ہر دعوے کو ثابت کرنے کے لئے متعدد مثالیں یا الگ الگ معلومات منتخب کر لی جائیں) بلکہ جنگ میں شریک تمام ملکوں اور ساری دنیا کی معاشی زندگی کی بنیادوں کے بارے میں معلومات کے مجموعے کو لینا چاہئے۔

ٹھیک اسی قسم کی ناقابل تردید مجموعی معلومات کا حوالہ میں نے ۱۸۷۶ء اور ۱۹۱۴ء میں دنیا کی تقسیم کا (باب ۶ میں) اور ۱۸۹۰ء اور ۱۹۱۳ء میں ساری دنیا کی ریلوے کی تقسیم کا (باب ۷ میں) حال بیان کرتے ہوئے دیا ہے۔ ریلوے لائنیں بنیادی سرمایہدارانہ صنعتوں، کوئلے، لوہے اور فولاد کی صنعتوں کا نتیجہ ہیں، عالمی تجارت اور بورژوا جمہوری تہذیب کے ارتقا کا انتہائی نمایاں نتیجہ اور اشاریہ ہیں۔ ریلوے لائنیں کس طرح بڑے پیمانے کی صنعت، اجارےداریوں، سینڈیکیٹوں، کارٹیلوں، ٹرسٹوں، بینکوں اور مالیاتی اولیگارشی (financial oligarchy) سے مربوط ہیں، یہ کتاب کے پہلے ابواب میں دکھایا گیا ہے۔ ریلوے لائنوں کی غیرمساوی تقسیم، ان کی ناہموار ترقی عالمی پیمانے پر موجودہ اجارےدارانہ سرمایہداری کے نتیجے ہیں۔ اور یہ نتیجے ثابت کرتے ہیں کہ ایسے معاشی نظام کے تحت، جب تک ذرائع پیداوار کی نجی ملکیت کا وجود ہے سامراجی جنگیں قطعی ناگزیر ہیں۔

ریلوے لائنوں کی تعمیر ایک سادہ، فطری، جمہوری، تمدنی اور تہذیبی کام معلوم ہوتا ہے وہ ان بورژوا پروفیسروں کی رائے میں یہی ہے جن کو سرمایہداری غلامی کو چمکیلے رنگوں میں پیش کرنے کےلئے پیسے ملتے ہیں اور پیٹی بورژوا تنگ نظروں کی بھی یہی رائے

ہے ۔ لیکن واقعتاً ان سرمایہ‌دار رشتوں نے جنھوں نے ہزاروں مختلف پھندوں کے ذریعہ ان اداروں کو عام طور پر ذرائع پیداوار کی نجی‌ملکیت میں جکڑ لیا ہے، ریلوے لائنوں کی تعمیر کو ایک ارب لوگوں (نوآبادیوں اور نیم آبادیوں میں) پر ظلم کے آلے میں تبدیل کر دیا ہے یعنی کرۂ ارض کی آدھی سے زیادہ آبادی پر جو ماتحت ملکوں میں آباد ہے اور ''مہذب،، ملکوں میں سرمائے کے اجرت کے غلاموں پر بھی۔

چھوٹے مالکوں کی محنت پر مبنی نجی ملکیت، آزاد مقابلہ اور جمہوریت — یہ سب دلکش الفاظ، جن سے سرمایہ‌دار اور ان کا پریس مزدوروں اور کسانوں کو دھوکا دیتے ہیں، ماضی بعید کی چیزیں ہیں ۔ سرمایہ‌داری مٹھی بھر ''ترقی یافتہ،، ملکوں کے ہاتھوں دنیا کی آبادی کی غالب اکثریت پر نوآبادیاتی ظلم اور مالیاتی طور پر گلا گھونٹنے کا عالمی نظام بن چکی ہے۔ اور اس ''مال غنیمت،، کی تقسیم میں دو تین طاقتور عالمی لٹیرے (امریکہ، برطانیہ اور جاپان) حصہ‌دار ہیں جو سرتاپا مسلح ہیں اور اپنے مال غنیمت کی تقسیم کے لئے ساری دنیا کو اپنی جنگ میں کھینچ رہے ہیں ۔

۳

شاہ‌پرست جرمنی کے حکم پر کئے ہوئے معاہدۂ بریست لیتوفسک نے (۲) اور اس کے بعد اس سے کہیں زیادہ وحشیانہ اور کمینہ معاہدۂ وارسائی (۳) نے جو امریکہ اور فرانس کی ''جمہوری،، ریپبلکوں اور ''آزاد،، برطانیہ کے حکم سے کیا گیا، انسانیت کے لئے یہ انتہائی مفید خدمت انجام دی ہے کہ سامراج کے کرائے کے ٹٹو قلم چلانےوالوں اور ان پیٹی‌بورژوا رجعت پرستوں دونوں کا پردہ‌چاک کر دیا، حالانکہ وہ اپنے کو پیسی‌فسٹس (pacifists) اور سوشلسٹ کہتے ہیں، جنھوں نے ''ویلسن‌ازم،، ''(۴) کے قصیدے پڑھے اور اس بات پر اصرار کیا کہ سامراجی نظام کے تحت امن اور اصلاحات ممکن ہیں ۔

جنگ میں کام آئے ہوئے اور لولے اپاہج کروڑوں لوگ (اس جنگ میں جو یہ فیصلہ کرنے کے لئے تھی کہ آیا مالیاتی لٹیروں کا برطانوی گروہ یا جرمن گروہ زیادہ‌تر لوٹ لے) اور پھر یہ دو ''امن کے معاہدے،،

بےمثال تیزی سے ان کروڑھا لوگوں کی آنکھیں کھول رھے ھیں جو بورژوازی کے کچلے ھوئے، مظلوم، فریب‌زدہ اور بیوقوف بنائے ھوئے ھیں۔ اس طرح جنگ نے جو عالمی کھنڈر بنایا ھے اس کی بنیاد پر ساری دنیا میں ایک نازک انقلابی حالت پیدا ھو رھی ھے، جس کی منزلیں چاھے جتنی طویل اور سخت کیوں نہ ھوں، پرولتاری انقلاب اور اس کی فتح کے سوا کسی اور طرح نہیں ختم ھو سکتی۔

دوسری انٹرنیشنل کا بازیل مینی‌فسٹو (٥) جس نے ١٩١٢ء میں اسی جنگ کا اندازہ پیش کیا جو ١٩١٤ء میں چھڑی اور عام طور پر جنگ کا اندازہ نہیں دیا (جنگیں مختلف قسم کی ھوتی ھیں، جن میں انقلابی جنگیں بھی شامل ھیں)، اب یہ مینی‌فسٹو ایسی یادگار بن گیا ھے جو دوسری انٹرنیشنل کے ھیروؤں کے شرمناک دیوالیہ‌پن اور غداری کا پردہ پوری طرح چاک کرتی ھے۔

اسی لئے میں اس مینی‌فسٹو کو موجودہ ایڈیشن کے ضمیمے کی حیثیت سے پیش کر رھا ھوں* اور میں قاری سے باصرار اس طرف توجہ کرنے کے لئے کہتا ھوں کہ دوسری انٹرنیشنل کے ھیرو مینی‌فیسٹو کے ان حصوں سے جن میں اسی آنےوالی جنگ اور پرولتاری انقلاب کے درمیان تعلق کا بالکل ٹھیک، صفائی اور وضاحت کے ساتھ ذکر کیا گیا اس طرح بڑی احتیاط کے ساتھ کترا جاتے ھیں جیسے چور اپنے جرم کی جگہ سے کتراتا ھے۔

۴

دنیا کے تمام ملکوں میں ''انتہائی نمایاں نظریہ‌دانوں،، ، دوسری انٹرنیشنل (٦) کے لیڈروں (اوٹو باؤیر اینڈ کمپنی آسٹریا میں، ریمزے میکڈانلڈ اور دوسرے برطانیہ میں، آلبیر ٹومس فرانس میں وغیرہ وغیرہ) اور کثیر تعداد سوشلسٹوں، اصلاح‌پسندوں، پیسی‌فسٹوں، بورژوا ڈیموکریٹوں اور پادریوں کے پیش کردہ بین‌اقوامی نظریاتی رجحان یعنی ''کاؤتسکی‌ازم،، کی تنقید کی طرف اس پمفلٹ میں خاص توجہ دی گئی ھے۔

یہ نظریاتی رجحان، ایک طرف دوسری انٹرنیشنل کے انتشار اور

---

* اس ایڈیشن میں مینی‌فسٹو شایع نہیں کیا جائیگا۔ (ایڈیٹر)

بوسیدگی کی پیداوار ہے اور دوسری طرف پیٹی بورژوازی کے نظریات کا لازمی نتیجہ ہے جس کو پورا طریقہ' زندگی بورژوا اور جمہوری تعصبات کا غلام بناتا ہے۔

کاؤتسکی اور اس کی طرح کے لوگوں کے ایسے خیالات مارکس‌ازم کے انھیں انقلابی اصولوں کی مکمل تردید ہیں جن کا یہ ادیب دسیوں برسوں تک علمبردار رہا خصوصاً سوشلسٹ موقع پرستی (برنشٹائن، میلران، ہائنڈمان اور گومپیرس وغیرہ کی موقع پرستی) کے خلاف اپنی جدوجہد میں۔ اس لئے یہ کوئی اتفاقی بات نہیں ہے کہ اب ساری دنیا میں ''کاؤتسکی کے پیرو،، عملی اور سیاسی طور پر انتہائی موقع پرستوں کے ساتھ (دوسری یا پیلی انٹرنیشنل (۷) کے ذریعہ) اور بورژوا حکومتوں کے ساتھ (بورژوا مخلوط حکومتوں کے ذریعہ جن میں سوشلسٹ شریک ہوتے ہیں) متحد ہو گئے ہیں۔

ترقی پذیر عالمی پرولتاری انقلابی تحریک عام طور پر اور کمیونسٹ تحریک خاص طور پر ''کاؤتسکی‌ازم،، کی نظریاتی غلطیوں کا تجزیہ کئے بغیر اور ان کو فاش کئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ یہ اور زیادہ ضروری ہو گیا ہے کیونکہ پیسی‌فزم اور ''جمہوریت،، عام طور پر، جو مارکس‌ازم پر کسی طرح کا دعوی نہیں رکھتے لیکن جو کاؤتسکی اینڈ کمپنی کی طرح سامراج کے تضادات کی گہرائی اور اس ناگزیر انقلابی نازک حالت کو چھپا رہے ہیں جو سامراج کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے — یہ رجحانات ساری دنیا میں ابھی تک بہت پھیلے ہوئے ہیں۔ ان رجحانات کے خلاف لڑنا پرولتاریہ کی پارٹی کا فرض ہے جس کے لئے بورژوازی سے ان چھوٹے ملکیت والوں کو جیتنا ضروری ہے جن کو بورژوازی بیوقوف بناتی ہے اور ان کروڑوں محنت کشوں کو بھی جیتنا ہے جو کم و بیش پیٹی بورژوا جیسی زندگی بسر کرتے ہیں۔

۵

چند الفاظ باب ہشتم ''سرمایہ‌داری کی مفت خوری اور بوسیدگی،، کے بارے میں بھی کہنا چاہئے۔ جیسا کہ کتاب میں کہا گیا ہے سابق ''مارکسی،، ہیلفرڈنگ، جو اب کاؤتسکی کے رفیق اور ''جرمنی

کی انڈپنڈنٹ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی،، (۸) میں بورژوا، اصلاح پرست پالیسی کے خاص علمبردار ھیں، اس سوال پر بمقابلہ انگریز ھوبسن کے ایک قدم پیچھے ھٹ گئے ھیں جو کھلے ھوئے پیسی‌فسٹ اور اصلاح پرست ھیں - اب پوری مزدور تحریک میں بین اقوامی تفریق بالکل عیاں ھے (دوسری اور تیسری انٹرنیشنل (۹)) - یہ بات بھی صاف ھوگئی کہ دو رجحانوں کے درمیان اس وقت مسلح جدوجہد اور خانہ جنگی زوروں پر ھے — روس میں بالشویکوں کے خلاف کولچاک اور دنیکن کے لئے منشویکوں (۱۰) اور ''سوشلسٹ انقلابیوں،، (۱۱) حمایت، جرمنی میں ''اسپارٹاک،، والوں (۱۲) کے خلاف بورژوازی کے ساتھ ملکر شیئدمان والوں اور نوسکے اینڈ کمپنی کی لڑائی - یہی صورت فن‌لینڈ، پولینڈ اور ھنگری وغیرہ میں ھے - اس عالمی تاریخی مظہر کی معاشی بنیاد کیا ھے؟

یہ سرمایہ‌داری کی مفت‌خوری اور بوسیدگی ھے جو اس کے ارتقا کی اعلی ترین تاریخی منزل یعنی سامراج کا کردار ھے - جیسا کہ یہ پمفلٹ دکھاتا ھے، سرمایہ‌داری نے اب مٹھی بھر (دنیا کی آبادی کے دسویں حصے سے کم، انتہائی ''فیاضانہ،، اور مبالغہ‌آمیز حساب سے پانچویں حصے سے کم) غیر معمولی طور پر امیر اور طاقتور ریاستوں کو چن لیا ھے جو ساری دنیا کو محض ''چک کاٹ کر،، لوٹ رھی ھیں - جنگ سے قبل کی قیمتوں پر اور جنگ سے قبل کے بورژوا اعداد وشمار کے مطابق سرمائے کی برآمدوں سے سالانہ ۸ سے ۱۰ ارب فرانک تک کی آمدنی ھوتی ھے - اب ضرور ان کی آمدنی کہیں زیادہ ھو گئی -

ظاھر ھے کہ ایسے زبردست نفع در نفع سے (کیونکہ یہ اس نفع کے بھی اوپر حاصل کیا جاتا ھے جو سرمایہ‌دار ''اپنے،، ملک کے مزدور کو نچوڑ کر حاصل کرتے ھیں) مزدور لیڈروں اور مزدور اشرافیہ کی اوپری تہہ کو رشوت دینا ممکن ھے - اور ''ترقی یافتہ،، ملکوں کے سرمایہ‌دار یہی کر رھے ھیں - وہ ان لوگوں کو ھزاروں مختلف طریقوں سے خریدتے ھیں، براہ راست اور بالواسطہ، کھل کر اور چھپ کر -

بورژوازی جیسی مزدور یا ''مزدور اشرافیہ،، کی یہ تہہ، جو اپنے طریقۂ زندگی میں، اپنی کمائی کی مقدار میں اور اپنے سارے خیالات میں بہت تنگ‌نظر ھوتی ھے، دوسری انٹرنیشنل کا خاص سہارا

ہے اور ہمارے زمانے میں بورژوازی کا خاص سماجی (فوجی نہیں) سہارا ہے۔ کیونکہ وہ مزدور تحریک میں بورژوازی کے اصلی ایجنٹ ہیں، سرمایہ‌دار طبقے کے مزدور خادم (labour lieutenants of the capitalist class) اور اصلاح‌پرستی اور شاونزم کی حقیقی آلۂ‌کار ہیں۔ پرولتاریہ اور بورژوازی کے درمیان خانہ جنگی میں وہ لازمی طور پر، بڑی تعداد میں، بورژوازی کی، ''کمیوناروں،، کے خلاف ''وارسائی والوں،، (۱۳) کی طرفداری کرتے ہیں۔

جب تک اس مظہر کی معاشی جڑوں کو نہ سمجھا جائے اور اس کی سیاسی اور سماجی اہمیت کا اندازہ نہ لگایا جائے کمیونسٹ تحریک اور ہونےوالے سماجی انقلاب کے عملی مسئلوں کے حل کی طرف ایک قدم بھی نہیں اٹھایا جا سکتا۔

سامراج، پرولتاریہ کے سماجی انقلاب کی چوکھٹ ہے۔ اس کی تصدیق ۱۹۱۷ء سے عالمی پیمانے پر ہو رہی ہے۔

ن۔ لینن

۶ جولائی ۱۹۲۰ء

پچھلے پندرہ بیس سال میں خصوصاً ہسپانوی — امریکی جنگ (۱۸۹۸ء) اور برطانوی — بوئیر جنگ (۱۹۰۲ء — ۱۸۹۹ء) (۱۴) کے بعد دنیا کے دونوں نیم کرہ‌ہائے‌ارض کے معاشی اور سیاسی ادب میں بھی موجودہ دور کو بیان کرنے کے لئے اکثر ''امپیریلزم،، (سامراج) کا لفظ استعمال ہونے لگا ہے۔ ۱۹۰۲ء میں انگریز ماہر معیشت ج۔ ا۔ ہوبسن کی کتاب ''امپیریلزم،، لندن اور نیویارک میں شائع ہوئی۔ یہ مصنف جس کا نقطۂ نظر بورژوا سماجی اصلاح پرستی اور پیسی‌فزم ہے جو اپنے مافیہ کے لحاظ سے سابق مارکس‌وادی کارل کاؤتسکی کے موجودہ نقطۂ نظر سے مطابقت رکھتا ہے، سامراج کی نمایاں معاشی اور سیاسی خصوصیات کو بہت اچھے اور مفصل طریقے سے بیان کرتا ہے۔ ۱۹۱۰ء میں آسٹریائی مارکس‌وادی روڈولف ہیلفرڈنگ کی کتاب ''مالیاتی سرمایہ،، وی‌آنا میں شائع ہوئی (روسی ایڈیشن: ماسکو، ۱۹۱۲ء)۔ اس غلطی کے باوجود جو مصنف نے پیسے کی تھیوری کے بارے میں کی ہے اور اس کے اس رجحان کے باوجود کہ مارکس‌ازم کا موقع پرستی سے سمجھوتہ ہو جائے اس تصنیف میں ''سرمایہ‌داری کے ارتقا کے جدیدترین دور،، (جیسا کہ ہیلفرڈنگ کی کتاب کا تحتی عنوان ہے) کا بہت ہی قیمتی نظریاتی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ درحقیقت سامراج کے بارے میں پچھلے چند سال میں جو کچھ کہا گیا ہے — خصوصاً اس سوال پر کثیر تعداد رسالوں اور اخباروں کے مضامین میں اور قراردادوں میں بھی مثلاً خیمنیتس (۱۵) اور بازیل کانگرسوں میں جو ۱۹۱۲ء کی خزاں میں ہوئیں — وہ مشکل سے ان خیالات کے دائرے سے آگے گیا ہے جو متذکرہ بالا دو ادیبوں نے پیش کئے یا یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ اخذ کئے ہیں۔

ہم بعد میں مختصر اور امکانی طور پر سادہ طریقے سے سامراج کی خاص معاشی خصوصیتوں کے درمیان رابطہ اور باہمی تعلقات دکھانے کی کوشش کرینگے۔ ہم اس سوال کے غیرمعاشی پہلو کو نہیں دکھا سکینگے حالانکہ وہ ہمارے لئے بہت کارآمد ہوتا۔ کتابوں کے حوالے اور دوسرے نوٹ جو شاید تمام قارئین کے لئے دلچسپی کا باعث نہ ہوں پمفلٹ کے آخر میں دئے گئے ہیں۔

۱۔ پیداوار کا ارتکاز اور اجارے داریاں

صنعت کی زبردست نشو و نما اور برابر بڑھتے ہوئے بڑے بڑے کارخانوں میں پیداوار کا نمایاں اور تیز ارتکاز سرمایہ‌داری کی ایک بہت اہم خصوصیت ہے۔ موجودہ پیداوار کے اعداد و شمار اس عمل کے بارے میں انتہائی مکمل اور صحیح معلومات فراہم کرتے ہیں۔

مثلاً جرمنی میں ہر ایک ہزار صنعتی کارخانوں میں، بڑے کارخانوں کی تعداد یعنی جہاں ۵۰ سے زیادہ اجرتی مزدور کام کرتے تھے، ۱۸۸۲ء میں تین، ۱۸۹۵ء میں ۶ اور ۱۹۰۷ء میں ۹ تھی اور ہر ۱۰۰ مزدوروں میں سے اس قسم کے کارخانوں میں باترتیب ۲۲، ۳۰ اور ۳۷ مزدور کام کرتے تھے۔ بہرحال پیداوار کا ارتکاز مزدوروں کے ارتکاز سے کہیں زیادہ شدید ہوتا ہے کیونکہ بڑے کارخانوں میں محنت زیادہ پیداوار دیتی ہے۔ یہ بات دخانی انجنوں اور برقی موٹروں کے اعداد سے ظاہر ہوتی ہے۔ اگر ہم اس بات کو لیں جو جرمنی میں وسیع معنوں میں صنعت کہلاتی ہے یعنی تجارت اور ٹرانسپورٹ وغیرہ کو ملاکر تو ہمیں یہ تصویر ملتی ہے۔ بڑے کارخانے ۳۰۵۸۸، کل ۳۲۶۵۶۲۳ میں سے یعنی ۰۹ ۔ فیصدی۔ کل ایک کروڑ ۴۴ لاکھ مزدوروں میں سے یہ کارخانے ۵۷ لاکھ مزدور رکھتے ہیں یعنی ۳۹٫۴ فیصدی۔ یہ کل ۸۸ لاکھ دخانی ہارس پاور میں سے ۶۶ لاکھ دخانی ہارس پاور استعمال کرتے ہیں یعنی ۷۵۰۳ فیصدی اور کل ۱۵ لاکھ کلوواٹ بجلی میں سے ۱۲ لاکھ کلوواٹ بجلی استعمال کرتے ہیں یعنی ۷۷٫۲ فیصدی۔

کل کارخانوں کے سویں حصے سے بھی کم کارخانے، بھاپ اور برقی قوت کی مجموعی طاقت کا تین چوتھائی سے زیادہ حصہ استعمال کرتے

ہیں! ۲۹ لاکھ ۷۰ ہزار چھوٹے کارخانے جن میں پانچ تک اجرتی مزدور کام کرتے ہیں اور جو کل کارخانوں کے ۹۱ فیصدی ہیں وہ ساری بھاپ اور بجلی کی طاقت کا صرف ۷ فیصدی استعمال کرتے ہیں! ہزاروں بڑے کارخانے سب کچھ ہیں اور لاکھوں چھوٹے کارخانے کچھ بھی نہیں ہیں۔

۱۹۰۷ء میں جرمنی میں ۵۸۶ ادارے ایسے تھے جن میں ایک ہزار اور اس سے زیادہ مزدور کام کرتے تھے۔ ان میں مجموعی طور پر کام کرنےوالے مزدوروں کا تقریباً دسواں حصہ (۱۳ لاکھ ۸۰ ہزار) تھا اور وہ بھاپ اور بجلی کی مجموعی طاقت کا تقریباً ایک تہائی (۳۲ فیصدی) استعمال کرتے تھے۔* جیسا کہ ہم دیکھیں گے پیسے والا سرمایہ اور بینک سب سے بڑے مٹھی‌بھر کارخانوں کی اس برتری کو اور بھی زبردست بنا دیتے ہیں، واقعی لفظی معنی میں زبردست یعنی لاکھوں چھوٹے، متوسط اور بعض بڑے ''کارخانےدار،، بھی واقعتاً چند سو سرمایہ فراہم کرنےوالے کروڑ پتیوں کے غلام ہو جاتے ہیں۔

موجودہ سرمایہ‌داری کے ایک اور ترقی‌یافتہ ملک ریاستہائے متحدہ امریکہ میں پیداوار کے ارتکاز میں اضافہ اور بھی زیادہ ہے۔ یہاں اعداد و شمار صنعت کو اس لفظ کے محدود معنی میں الگ الگ لیتے ہیں اور کارخانوں کی سالانہ پیداوار کی قدر کے مطابق ان کی درجہ‌بندی کرتے ہیں۔ ۱۹۰۴ء میں بڑے پیمانے کے کارخانوں کی تعداد (ہر کارخانے کی پیداوار کی قدر دس لاکھ ڈالر یا اس سے زیادہ تھی) ۱۹۰۰ تھی (کل ۲۱۶۱۸۰ میں سے، یعنی ۹ء۰ فیصدی)۔ ان میں ۱۴ لاکھ مزدور کام کرتے تھے (۵۵ لاکھ میں سے، یعنی ۶ء ۲۵ فیصدی) اور ان کی پیداوار کی قدر ۵ ارب ۶۰ کروڑ ڈالر تھی (کل ۱۴ ارب ۸۰ کروڑ ڈالر میں سے، یعنی ۳۸ فیصدی)۔ پانچ سال بعد ۱۹۰۹ء میں یہی اعدادوشمار باترتیب یہ تھے: ۳۰۶۰ کارخانے (۲۶۸۴۹۱ میں سے، یعنی ۱ء۱ فیصدی) جن میں ۲۰ لاکھ مزدور کام کرتے تھے (۶۶ لاکھ

---

* یہ اعداد و شمار جرمن ریاست کے سالانہ وقائع سے لئے گئے ہیں (Annalen des deutschen Reichs, 1911, Zahn.)۔

میں سے، یعنی ۳۰.۵ فیصدی) اور جن کی پیداوار کی قدر ۹ ارب ڈالر تھی (۲۰ ارب ۷۰ کروڑ ڈالر میں سے، یعنی ۴۳.۸ فیصدی)۔*

ملک کے تمام کارخانوں کی تقریباً نصف مجموعی پیداوار ان کارخانوں کا سوواں حصہ دیتا تھا۔ یہ تین ہزار زبردست کارخانے صنعت کی ۲۵۸ شاخوں میں پھیلے تھے۔ اس سے دیکھا جا سکتا ہے کہ اپنی ارتقا کی ایک معین منزل پر ارتکاز خود براہ راست اجارےداری کی طرف لے جاتا ہے کیونکہ چند درجن بڑے بڑے کارخانے آسانی سے سمجھوتہ کر سکتے ہیں۔ اور دوسری طرف مقابلے میں رکاوٹ، اجارےداری کی طرف رجحان، کارخانوں کے بہت بڑے ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ مقابلے کی اجارےداری میں یہ تبدیلی اگر انتہائی اہم نہیں تو موجودہ سرمایہدارانہ معیشت کا ایک انتہائی اہم مظہر ضرور ہے اور ہمیں اس پر مفصل بحث کرنا چاہئے۔ لیکن پہلے ہمیں ایک امکانی غلطفہمی کی صفائی کر دینا چاہئے۔

امریکی اعدادوشمار صنعت کی ۲۵۰ شاخوں میں تین ہزار زبردست کارخانوں کا ذکر کرتے ہیں جیسے صنعت کی ہر شاخ میں انتہائی بڑے پیمانے کے صرف ایک درجن کارخانے ہوں۔

لیکن صورت حال یہ نہیں ہے۔ صنعت کی ہر شاخ میں بڑے پیمانے کے کارخانے نہیں ہیں اور اس کے علاوہ سرمایہداری کا اپنے ارتقا کی اعلی منزل میں ایک بہت ہی اہم کردار نامنہاد اتحاد ہے یعنی صنعت کی مختلف شاخوں کی ایک کارخانے میں گروپبندی جو یا تو خام اشیاء کی تیاری کی مسلسل منزلوں کی نمائندگی کرتی ہیں (مثلاً دھات کو پگھلا کر کچا لوہا تیار کرنا اور کچے لوہے کو فولاد میں تبدیل کرنا اور پھر شائد فولاد کی چیزیں تیار کرنا) یا ایک دوسرے کی معاون ہوتی ہیں (مثلاً فضلہ یا ضمنی پیداوار کا کارآمد استعمال، پیک کرنے کے سامان کی تیاری وغیرہ)۔

ہیلفرڈنگ نے لکھا ہے کہ ''اتحاد تجارت کے اتار چڑھاؤ کو ہموار کرتا ہے اور اس لئے متحدہ کارخانوں کو زیادہ مستقل

---

* Statistical Abstract of the United States 1912, p. 202.
(ریاستہائے متحدہ امریکہ کے اعدادوشمار، ۱۹۱۲ء، صفحہ ۲۰۲ - ایڈیٹر)

شرح منافع کی ضمانت دیتا ہے ۔ دوسرے، اتحاد تجارت کو ختم کر دیتا ہے ۔ تیسرے، یہ ٹکنیکی ترقی کا امکان فراہم کرتا ہے اور اس لئے نفع در نفع کے حصول کا جو ''خالص،، (یعنی غیر متحد) کارخانوں کے نفع سے زیادہ ہوتا ہے ۔ چوتھے، یہ ''خالص،، کارخانوں کی بہ‌نسبت متحدہ کارخانوں کی پوزیشن کو مضبوط کرتا ہے، سنگین معاشی سردبازاری (کاروبار میں سردبازاری، بحران) کے دوران مقابلتی جد و جہد میں ان کو مضبوط کرتا ہے جب کہ خام اشیاء کی قیمتوں کی گراوٹ تیار شدہ سامان کی قیمتوں کی گراوٹ کے مقابلے میں زیادہ سست ہوتی ہے ۔ ،،*

جرمن بورژوا ماہر معاشیات ہیئمان' جس نے جرمن لوہے کی صنعت میں ''مخلوط'' یعنی متحدہ کارخانوں پر ایک خاص کتاب لکھی ہے' کہتا ہے : ''خالص کارخانے تباہ ہو جاتے ہیں، وہ خام اشیاء کی اونچی قیمتوں اور تیار شدہ سامان کی نیچی قیمتوں کی وجہ سے کچل جاتے ہیں،، ۔ اس طرح ہمیں ذیل کی تصویر ملتی ہے :

''ایک طرف بڑی بڑی کوئلے کی کمپنیاں باقی رہ گئی ہیں جو سالانہ لاکھوں ٹن کوئلہ نکالتی ہیں اور اپنے کوئلے کے سینڈیکیٹوں میں مضبوطی سے منظم ہوتی ہیں اور دوسری طرف بڑے فولاد کے کارخانے ہیں جو کوئلے کی کمپنیوں سے اچھی طرح متحد ہیں اور جن کے اپنے فولاد کے سینڈیکیٹ ہیں ۔ یہ دیوپیکر کارخانے جو سالانہ چار لاکھ ٹن فولاد بناتے ہیں، خام دھات اور کوئلہ زبردست مقدار میں نکالتے ہیں اور فولاد کی چیزیں تیار کرتے ہیں، جن میں ۱۰ ہزار مزدور کام کرتے ہیں اور کمپنی کے مکانوں میں رہتے ہیں، جن کی کبھی کبھی اپنی ریلوے اور بندرگاہیں ہوتی ہیں ، جرمن لوہے اور فولاد کی صنعت کے مثالی نمائندے ہیں ۔ اور ارتکاز بڑھتا جاتا ہے ۔ انفرادی کارخانے اور بڑے ہوتے جاتے ہیں ۔ کارخانوں کی برابر بڑھتی ہوئی تعداد کسی ایک یا کئی مختلف صنعتوں میں ایک دوسرے سے ملکر دیوپیکر کارخانے بناتی ہے، جن کی حمائت و ہدائت برلن کے آدھے درجن بڑے بینک کرتے ہیں ۔ جرمن کان کنی کی صنعت میں ارتکاز

---

* ہیلفرڈنگ ''مالیاتی سرمایہ،، ۔ روسی ایڈیشن، صفحات ۲۸۷ — ۲۸۶ ۔

کے بارے میں کارل مارکس کی تعلیم کی تصدیق ہوتی ہے ۔ یہ سچ ہے کہ یہ اس ملک کے لئے ہے جہاں حفاظتی محصولوں اور بار برداری کے کرائے سے صنعت کا بچاؤ کیا جاتا ہے ۔ جرمن کان کنی کی صنعت اس کے لئے بالکل پختہ ہو چکی ہے کہ اس کو ضبط کرلیا جائے ۔ ،،*

یہ ہے وہ نتیجہ جو ایک بورژوا ماہر معاشیات کو اخذ کرنا چاہئے تھا جو ایماندار ہونے کے لحاظ سے ایک استثنا ہے ۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ وہ جرمنی کو ایک خاص درجے میں رکھتا ہے کیونکہ اس کی صنعتوں کا بچاؤ اونچے حفاظتی محصولوں سے کیا جاتا ہے ۔ لیکن یہ ایسی صورت ہے جو صرف ارتکاز اور کارخانےوالوں کی اجارےدار انجمنوں، کارٹیلوں اور سینڈیکیٹوں وغیرہ کی تشکیل کو تیز کرسکتی تھی ۔ اس بات کی طرف توجہ کرنا بھی بہت اہم ہے کہ آزاد تجارتوالے برطانیہ میں بھی ارتکاز اجارےداری کی طرف لے جاتا ہے، حالانکہ ذرا دیر میں اور شائد دوسری صورت میں ۔ پروفیسر گیرمان لیوی نے اپنی مخصوص تحقیقاتی تصنیف میں جس کا نام ''اجارےداریاں، کارٹیل اور ٹرسٹ،، ہے اور جو برطانوی معاشی ترقی کی معلومات پر مبنی ہے، یہ لکھا ہے :

''برطانیہ میں کارخانوں کا بڑا سائز اور ان کی اعلی ٹکنیکی سطح اجارہدارانہ رجحان رکھتے ہیں ۔ ایک طرف ارتکاز کا یہ نتیجہ ہے کہ ہر کارخانے میں زبردست سرمایہ لگانا پڑتا ہے جو نئے کارخانوں کے لئے ضروری سرمائے کی مقداد کا برابر بڑھتا ہوا مطالبہ پیدا کرتا ہے اور اس طرح ان کے قیام کو زیادہ مشکل بناتا ہے ۔ اور دوسری طرف (ہمیں یہ بات زیادہ اہم معلوم ہوتی ہے) ہر اس نئے کارخانے کو جو ان دیوپیکر کارخانوں کے برابر معیار رکھنا چاہتا ہے جن کی تشکیل ارتکاز سے ہوئی ہے فاضل سامان کی ایسی زبردست مقدار پیدا کرنا چاہئے کہ وہ اس کو مانگ کے زبردست اضافے کے نتیجے میں ہی منافع کے ساتھ فروخت

---

* Hans Gideon Heymann. «Die gemischten Werke im deutschen Großeisengewerbe». Stuttgart, 1904 (SS. 256, 278—279).

(ہانس گدیون ہیئمان ''جرمن فولاد کی بڑی صنعت میں مخلوط کارخانے،، ۔ اشٹوٹگارٹ، ۱۹۰۴ء، (صفحات ۲۵۶، ۲۷۹—۲۷۸) ۔ ایڈیٹر)

کر سکے ورنہ یہ فاضل سامان قیمتوں کو ایسی سطح تک گرادیگا جو نئے کارخانے اور اجارےدارانہ اتحادوں دونوں کے لئے غیر نفع بخش ہوگی ،،۔ برطانیہ ان ملکوں سے اس طرح مختلف ہے، جہاں حفاظتی محصول کارٹیل بنانے میں آسانی پیدا کرتے ہیں، کہ اس میں کارخانےوالوں کی اجارےدار انجمنیں، کارٹیل اور ٹرسٹ اکثر صرف ان صورتوں میں پیدا ہوتے ہیں جب کہ مقابلہ کرنے والے بڑے کارخانوں کی تعداد گھٹ کر ''ایک یا دو درجن رہ جاتی ہے،،۔ ''بڑی صنعت میں اجارےداریوں کی تشکیل پر ارتکاز کا اثر بہت ہی صاف نظر آتا ہے۔،،*

نصف صدی ہوئے جب مارکس ''سرمایہ،، لکھ رہے تھے ماہرین معاشیات کی غالب اکثریت کے لئے آزاد مقابلہ ایک ''قدرتی قانون،، معلوم ہوتا تھا۔ سرکاری سائنس نے خاموش سازش کے ذریعہ مارکس کی اس تصنیف کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی جنھوں نے سرمایہداری کا نظریاتی اور تاریخی تجزیہ کرکے یہ ثابت کیا تھا کہ آزاد مقابلہ پیداوار کا ارتکاز پیدا کرتا ہے جو اپنے ارتقا کی ایک معین منزل پر اجارےداری کی طرف لے جاتا ہے۔ آج اجارےداری واقعہ بن چکی ہے۔ ماہرین معاشیات نے کتابوں کے ڈھیر لگا دئے ہیں جن میں انھوں نے اجارےداری کے مختلف مظاہر کا اعلان کیا ہے اور کورس میں یہ اعلان کر رہے ہیں کہ ''مارکسازم کی تردید ہو چکی ہے،،۔ لیکن واقعات تو بہت اٹل ہوتے ہیں جیسی کہ انگریزی کہاوت ہے اور ان کا سامنا کرنا پڑتا ہے خواہ ہم اسے پسند کریں یا نہ کریں۔ واقعات دکھاتے ہیں کہ انفرادی طور پر سرمایہدار ملکوں کے درمیان فرق مثلاً حفاظتی محصولوں یا آزاد تجارت کی پالیسی میں فرق کی وجہ سے اجارےداریوں کی صورتوں یا ان کے ظہور کے وقت میں صرف بہت ہی معمولی سا فرق ہوتا ہے اور یہ کہ عام طور پر پیداوار کے ارتکاز کے نتیجے میں اجارےداریوں کا پیدا ہونا سرمایہدارانہ نظام کی موجودہ منزلارتقا میں ایک عام اور بنیادی قانون ہے۔

---

* Hermann Levy. «Monopole, Kartelle und Trusts». Jena, 1909, SS. 286, 290, 298.

(گیرمن لیوی ''اجارےداریاں، کارٹیل اور ٹرسٹ،،۔ ائی‌نا، ۱۹۰۹ء، صفحات ۲۸۶، ۲۹۰، ۲۹۸۔ ایڈیٹر)

یورپ کےلئے اس وقت کا تعین کافی ٹھیک ٹھیک کیا جا سکتا ہے جب نئے سرمایہ‌دار نظام نے مختتم طور پر پرانے پر قبضہ جمایا۔ یہ بیسویں صدی کی ابتدا میں ہوا۔ ہم ''اجارےداریوں کی تشکیل،، کی تاریخ کے ایک تازہ ترین مجموعے میں پڑھتے ہیں :

''۱۸۶۰ء سے قبل کے دور میں سرمایہ‌دارنہ اجارےداریوں کی یکادکا مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ ان میں ان صورتوں کا بیج دیکھا جا سکتا ہے جو آجکل عام ہیں۔ لیکن یہ سب بلاشبہ کارٹیلوں سے قبل کی تاریخ کی نمائندگی کرتا ہے۔ موجودہ اجارےداریوں کی ابتداء سب سے پہلے انیسویں صدی کی ساتویں دہائی میں ملتی ہے۔ اجارےداری کے ارتقا کا پہلا اہم دور آٹھویں دہائی کے بین‌الاقوامی صنعتی بحران سے شروع ہوا اور دسویں دہائی کی ابتدا تک رہا،،۔ ''اگر اس سوال کا جائزہ یورپی پیمانے پر لیں تو ہم دیکھیں گے کہ آزاد مقابلہ ساتویں اور آٹھویں دہائی میں اپنے عروج پر پہنچ گیا۔ اسی وقت برطانیہ نے اپنی پرانی اسٹائل کی سرمایہ‌دار تنظیم کی تعمیر مکمل کی۔ جرمنی میں اس تنظیم نے دستکاری اور گھریلو صنعت سے سخت جدوجہد کی اور اپنے وجود کی صورتیں خود بنانا شروع کیں،،۔

''عظیم انقلاب ۱۸۷۳ء کی تباہی یا اس سردبازاری سے شروع ہوا جو اس کے بعد آئی اور جو ۹ ویں دہائی کی ابتدا میں مشکل سے نظر آنےوالے وقفے کے ساتھ اور تقریباً ۱۸۸۹ء میں غیرمعمولی طور پر شدید لیکن مختصر ابھار کے ساتھ یورپ کی معاشی تاریخ کے ۲۲ برسوں کی نشان دھی کرتی ہے،،۔ ''۹۰ — ۱۸۸۹ء کے مختصر ابھار کے دوران سازگار کاروباری حالات سے فائدہ اٹھانے کے لئے کارٹیلوں کے نظام کو وسیع پیمانے پر اختیار کیا گیا۔ ایک نامعقول پالیسی کی وجہ سے قیمتیں کارٹیل نہ ہونے کی صورت کے مقابلے میں زیادہ تیزی سے اور زیادہ اونچی چڑھ گئیں اور تقریباً یہ سب کارٹیل بری طرح تباہی کا شکار ہو گئے۔ اس کے بعد خراب کاروبار اور نیچی قیمتوں کا ایک اور پنجسالہ دور آیا۔ لیکن صنعت میں ایک نئی جان آئی۔ سردبازاری کو اب مسلمہ نہیں خیال کیا جانے لگا، اس کو دوسرے ابھار سے پہلے وقفے کے سوا اور کچھ نہیں سمجھا گیا۔

''کارٹیل کی تحریک اپنے دوسرے دور میں داخل ہوئی۔ ایک

عبوری مظہر ہونے کے بجائے کارٹیل پوری معاشی زندگی کی ایک بنیاد بن گئے ہیں۔ وہ صنعت کے میدان یکے بعد دیگرے جیت رہے ہیں اور سب سے پہلے خام اشیاء کی تیاری کی صنعت کو۔ دسویں دھائی کی ابتدا میں کارٹیل سسٹم (کوک سینڈیکیٹوں کی تنظیم میں جس کے نمونے پر بعد کو کوئلے کے سینڈیکیٹ کی تشکیل ہوئی) ایسی کارٹیل ٹکنیک حاصل کرچکا تھا جس کو ابھی تک مشکل سے بہتر بنایا جا سکا ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۹ ویں صدی کے آخر میں عظیم ابھار اور ۱۹۰۳ — ۱۹۰۰ء میں بحران مکمل طور پر (کم از کم کان کنی اور لوہے کی صنعتوں میں) کارٹیلوں کے تحت آیا۔ اور جب کہ اس وقت یہ بات کچھ انوکھی سی معلوم ہوئی اب عام پبلک اس کو مسلمہ بات سمجھتی ہے کہ معاشی زندگی کے بڑے حلقے، عام طور پر آزاد مقابلے کے دائرے سے نکال لئے گئے ہیں۔''*

اس طرح اجارےداریوں کی تاریخ کی خاص منازل یہ ہیں: (۱) ۱۹۷۰ء — ۱۸۶۰ء — آزاد مقابلے کی ترقی کا سب سے زیادہ عروج اور اعلی ترین منزل۔ اجارےداری مشکل سے نظروالی ابتدائی منزل میں۔ (۲) ۱۸۷۳ء کے بحران کے بعد کارٹیلوں کے ارتقا کا طویل دور، لیکن وہ اس وقت تک استثنا ہیں اور پائدار نہیں ہیں۔ وہ اب تک ایک عبوری مظہر ہیں۔ (۳) ۱۹ ویں صدی کے آخر میں صنعتی ابھار اور ۱۹۰۳ء — ۱۹۰۰ء

---

* Th. Vogelstein. «Die finanzielle Organisation der kapitalistishen Industrie und die Monopolbildungen» «Grundriß der Sozialökonomik» میں .VI Abt., Tüb., 1914.

(فوگیل‌شٹیئن ''سرمایہ‌دار صنعت کی مالیاتی تنظیم اور اجارےداریوں کی تشکیل،، جو ''سماجی معاشیات کی بنیادوں،، میں شایع کیا گیا تھا۔ حصہ ششم، تیوبینگین، ۱۹۱۴ء۔ ایڈیٹر) ۔ اسی مصنف کی مندرجہ ذیل کتاب دیکھئے:

«Organisationsformen der Eisenindustrie und Textilindustrie in England und Amerika». Bd. 1, Lpz., 1910.

(''برطانیہ اور امریکہ میں فولاد اور ٹکسٹائل کی صنعتوں کی انتظامی شکلیں،،۔ جلد ۱، لائپزگ، ۱۹۱۰ء۔ ایڈیٹر)

کا بحران - کارٹیل پوری معاشی زندگی کی ایک بنیاد بن گئے - سرمایہ‌دار نظام سامراجی نظام میں تبدیل ہو گیا۔

کارٹیل فروخت کی شرائط اور ادائیگی کی تاریخوں وغیرہ کے بارے میں سمجھوتہ کرتے ہیں - وہ منڈیوں کو اپنے درمیان تقسیم کرلیتے ہیں - وہ تیار کرنے والے سامان کی مقدار مقرر کرتے ہیں - وہ قیمتیں مقرر کرتے ہیں - وہ مختلف کارخانوں کے درمیان نفع تقسیم کر لیتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

جرمنی میں کارٹیلوں کی تعداد کا اندازہ ۱۸۹۶ء میں ۲۵۰ اور ۱۹۰۵ء میں ۳۸۵ تھا جن میں تقریباً ۱۲ ہزار فرمیں شریک تھیں۔ * لیکن یہ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس تعداد کا اندازہ کم تھا - ۱۹۰۷ء کی جرمن صنعت کےلئے جن اعداد و شمار کا ہم حوالہ دے چکے ہیں ان سے واضح ہے کہ یہ ۱۲ ہزار بڑے بڑے کارخانے ہی غالباً ملک کی آدھی سے زیادہ دخانی اور برقی طاقت اپنے‌ہاتھ میں رکھتے ہیں - ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ۱۹۰۰ء میں ٹرسٹوں کی تعداد کا اندازہ ۱۸۵ اور ۱۹۰۷ء میں ۲۵۰ تھا - امریکی اعداد و شمار تمام صنعتی کارخانوں کو انفرادی، فرموں اور کارپوریشنوں کے کارخانوں میں تقسیم کرتے ہیں - موخرالذکر کے تحت ۱۹۰۴ء میں ۲۳٫۶ فیصدی اور ۱۹۰۹ء میں ۲۵٫۹ فیصدی کارخانے تھے یعنی ملک کے تمام صنعتی کارخانوں کی ایک چوتھائی سے زیادہ - ان میں ۱۹۰۴ء میں ۷۰٫۶ فیصدی اور ۱۹۰۹ء میں ۷۵٫۶ فیصدی مزدور کام کرتے

---

* Dr. Riesser. «Die deutschen Großbanken und ihre Konzentration im Zusammenhange mit der Entwicklung der Gesamtwirtschaft in Deutschland». 4. Aufl., 1912, S. 149. — R. Liefmann. «Kartelle und Trusts und die Weiterbildung der volkswirtschaftlichen Organisation». 2. Aufl., 1910, S. 25.

(ڈاکٹر ریسر ''جرمنی میں معیشت کے عام ارتقاکے سلسلے میں بڑے جرمن بینک اور ان کا ارتکاز،،- چوتھا ایڈیشن، ۱۹۱۲ء، صفحہ ۱۴۹ - ر - لیفمان ''کارٹیل اور ٹرسٹ اور عوامی معیشت کی تنظیم کا مزید ارتقا،،- دوسرا ایڈیشن، ۱۹۱۰ء، صفحہ ۲۵ - ایڈیٹر)

تھے یعنی مزدوروں کی کل تعداد کی تین چوتھائی سے زیادہ۔ ان کی پیداوار باترتیب دس ارب ۹۰ کروڑ ڈالر اور ۱۶ ارب ۳۰ کروڑ ڈالر تھی یعنی کل رقم کی ۳۷ء۷ فیصدی اور ۹۷ فیصدی۔

اکثر، کارٹیلوں اور ٹرسٹوں کے ہاتھ میں صنعت کی کسی شاخ کی مجموعی پیداوار کی ۸۰-۷۰ فیصدی آ جاتی ہے۔ کوئلے کے رائن ویسٹ فالین سینڈیکیٹ نے ۱۸۹۳ء میں اپنی تشکیل کے وقت اس علاقے کی کوئلے کی مجموعی پیداوار کی ۸۶ء۷ فیصدی سمیٹ لیا تھا اور ۱۹۱۰ء میں وہ اس کی ۹۵ء۴ فیصدی سمیٹ چکا تھا۔* اس طرح سے پیدا ہونے والی اجارےداری زبردست منافع کی ضمانت دیتی ہے اور بہت ہی بڑے بڑے ٹکنیکی پیداواری یونٹوں کی تشکیل میں مدد دیتی ہے۔ مشہور ''اسٹینڈرڈ آئیل کمپنی،، (Standard Oil Company) کی بنیاد ۱۹۰۰ء میں ریاستہائے متحدہ امریکہ میں رکھی گئی تھی۔ ''اس کا سرمایہ ۱۰ کروڑ ڈالر تھا۔ اس نے دس کروڑ ڈالر کے عام حصے اور دس کروڑ ۶۰ لاکھ ڈالر کے ترجیحی حصے جاری کئے۔ ۱۹۰۰ء سے ۱۹۰۷ء تک موخرالذکر پر ذیل کا نفع تقسیم کیا گیا: ۴۸، ۴۸، ۴۵، ۴۴، ۳۶، ۴۰، ۴۰، ۴۰ فیصدی باترتیب برسوں میں یعنی مجموعی طور پر ۳۶ کروڑ ۷۰ لاکھ ڈالر۔ ۱۸۸۲ء سے ۱۹۰۷ء تک، مجموعی خالص نفع میں سے جو ۸۸ کروڑ ۹۰ لاکھ ڈالر تھا ۶۰ کروڑ ۶۰ لاکھ ڈالر بطور نفع تقسیم کئے گئے اور باقی محفوظ سرمائے میں چلے گئے۔،، ** ''۱۹۰۷ء میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کے

---

* Dr. Fritz Kestner. «Der Organisationszwang. Eine Untersuchung über die Kämpfe zwischen Kartellen und Außenseitern». Brl., 1912, S. 11.
(ڈاکٹر فریتس کیسٹنیر ,, تنظیم میں آنے کی مجبوری۔ کارٹیلوں اور باہروالوں کے درمیان جدوجہد کا مطالعہ،،۔ برلن، ۱۹۱۲ء، صفحہ ۱۱۔ ایڈیٹر)

** R. Liefmann. «Beteiligungs- und Finanzierungsgesellschaften. Eine Studie über den modernen Kapitalismus und das Effektenwesen». 1. Aufl., Jena, 1909, S. 212.
(ر۔ لیفمان ''شرکت اور سرمایہ فراہم کرنےوالی انجمنیں۔ جدید سرمایہداری اور کاغذاتزر کی نوعیت کا مطالعہ،،۔ پہلا ایڈیشن، ائی نا، صفحہ ۲۱۲۔ ایڈیٹر)

فولاد کارپوریشن (United States Steel Corporation) کے سب کارخانوں میں ۲۱۰۱۸۰ مزدوروں اور ملازموں سے کم نہیں کام کرتے تھے - جرمنی کی کان کنی کی صنعت کے سب سے بڑے کارخانے یعنی ہیلزین کیرھین کی کان کنی کی انجمن (Gelsenkirchener Bergwerksgesellschaft) میں ۱۹۰۸ء میں مزدوروں اور دفتری ملازموں کا عملہ ۴۶۰۴۸ افراد پر مشتمل تھا -،،* ۱۹۰۲ء میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کے فولاد کارپوریشن نے ۹۰ لاکھ ٹن فولاد پیدا کیا تھا - ** ۱۹۰۱ء میں اس کی پیداوار ریاستہائے متحدہ امریکہ کی فولاد کی مجموعی پیداوار کی ۶۶٫۳ فیصدی اور ۱۹۰۸ء میں ۵۶٫۱ فیصدی تھی - *** اور ان برسوں کے لئے خام دھات کی پیداوار باترتیب ۴۳٫۹ فیصدی اور ۴۶٫۳ فیصدی تھی-

ٹرسٹوں سے متعلق امریکی سرکاری کمیشن کی رپورٹ میں کہا گیا ہے : ''مقابلہ کرنےوالوں پر ان کی برتری کی وجہ ان کے کارخانوں کی زبردست وسعت اور ان کا بہترین مشینی سازوسامان ہے - اپنی ابتدا سے ہی تمباکو ٹرسٹ کی تمام تر کوششیں یہ رہی ہیں کہ جسمانی محنت کی جگہ ہمہ گیر مشینی محنت لے - اس مقصد سے اس نے وہ تمام پیٹنٹ خرید لئے جن کا کوئی بھی تعلق تمباکو بنانے سے ہو سکتا تھا اور اس مقصد کے لئے بڑی رقمیں خرچ کیں - ان میں کے بہت سے پیٹنٹ تو ابتدا میں بےکار ثابت ہوئے اور ٹرسٹ کے انجنیروں کو ان میں تبدیلیاں کرنی پڑیں - ۱۹۰۶ء کے آخر میں محض پیٹنٹ کے حصول کے لئے دو تحتی کمپنیاں بنائی گئیں - اسی مقصد کے پیش نظر ٹرسٹ نے ڈھلائی، مشینوں اور مرمت کے اپنے شاپ قائم کئے - ان میں کا ایک ادارہ جو بروک‌لین میں ہے اوسطاً ۳۰۰ مزدور کام کےلئے لیتا ہے - یہاں سگریٹ ، چھوٹے سگار، نسوار، پیک کرنے کے لئے ٹین کے ورق اور بکس وغیرہ بنانے سے متعلق ایجادوں کے تجربے کئے جاتے ہیں - یہاں

---

* ایضاً، صفحہ ۲۱۸ -

** Dr. S. Tschierschky. «Kartell und Trust». Gött., 1903, str. 13.
(ڈاکٹر س - چیرشکی ''کارٹیل اور ٹرسٹ،، گوتینگین - ایڈیٹر)

*** Th. Vogelstein. «Organisationsformen», S. 275.

ایجادوں کو مکمل بھی کیا جاتا ہے ۔ ،،* ''دوسرے ٹرسٹ بھی ایسے لوگ ملازم رکھتے ہیں جو developping engineers (ترقیاتی انجنیر) کہلاتے ہیں اور جن کا کام پیداوار کے نئے نئے طریقے نکالنا اور ٹکنیکی ترقی کی جانچ کرنا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کا فولاد کارپوریشن اپنے انجنیروں اور مزدوروں کو ان ایجادوں کے لئے بڑے بڑے بونس دیتا ہے جو ٹکنیکی کارکردگی بڑھاتی ہیں یا پیداوار کی لاگت میں کمی کرتی ہیں ۔ ''**

بڑے پیمانے کی جرمن صنعت میں، مثلاً کیمیائی صنعت میں، جس نے ان پچھلے چند دھائی برسوں میں اتنی زبردست ترقی کی ہے، ٹکنیکی ترقی کو بھی اسی طرح منظم کیا جاتا ہے۔ ۱۹۰۸ء میں ہی پیداوار کے ارتکاز سے اس صنعت میں دو خاص ''گروپ،، پیدا ہوئے ہیں جو اپنے طریقے پر اجارےداریوں کی نوعیت رکھتے تھے ۔ ابتدا میں یہ گروپ بڑے فیکٹریوں کے دو جوڑوں کے ''دوھرے اتحادوں،، پر مشتمل تھے جن میں سے ہر ایک فیکٹری کا سرمایہ دو کروڑ مارک سے دو کروڑ دس لاکھ مارک تک تھا — ایک طرف ہوحست میں سابق میئسٹیر فیکٹری اور فرینک فورٹ برمائین میں کاسیلے فیکٹری اور دوسری طرف لیودویگسھافین میں انیلین اور سوڈا فیکٹری اور ایلبیرفیلڈ میں سابق بائیر فیکٹری ۔ پھر ۱۹۰۵ء میں ان میں سے ایک گروپ نے اور ۱۹۰۸ء میں دوسرے گروپ نے الگ الگ کسی بڑی فیکٹری سے معاھدے کئے ۔ اس کا نتیجہ دو ''اتحاد ثلاثہ،، ہوئے جن میں سے ہر ایک کا سرمایہ

---

* Report of the Commissioner of Corporations on the Tobacco Industry. Washington, 1909, S. 266.

(تمباکو کی صنعت میں کارپوریشنوں کے متعلق ایک کمشنر کی رپورٹ ۔ واشنگٹن ۔ ایڈیٹر) یہ اقتباس مندرجہ ذیل کتاب سے لیا گیا ہے :

Dr. Paul Tafel. «Die nordamerikanischen Trusts und ihre Wirkungen auf den Fortschritt der Technik». Stuttgart, 1913, S.48.

(ڈاکٹر پاول ٹافیل ''شمالی امریکہ کے ٹرسٹ اور ٹکنیک کی ترقی پر ان کا اثر،، ۔ اشٹوٹگارٹ، ۱۹۱۳ء، صفحہ ۴۸ ۔ ایڈیٹر)

** ایضاً، صفحات ۴۹ — ۴۸ ۔

چار سے پانچ کروڑ مارک تک تھا۔ اور ان ''اتحادوں،، نے ایک دوسرے کے ''قریب،، ہونا شروع کر دیا ہے تاکہ قیمتوں وغیرہ کے بارے میں وہ کوئی ''سمجھوتہ،، کر سکیں۔*

مقابلہ اجارےداری میں بدل جاتا ہے۔ اس سے پیداوار کی سماج کاری (socialization) میں زبردست ترقی ہوتی ہے۔ خصوصاً ٹکنیکی ایجادوں اور ترقیوں کا عمل سماجی بن جاتا ہے۔

یہ کارخانےداروں کے درمیان پرانے آزاد مقابلے سے بالکل مختلف ہوتا ہے جو بکھرے ہوئے اور ایک دوسرے سے بے تعلق ہوتے اور ایک انجانی منڈی کے لئے مصنوعات تیار کرتے ہیں۔ ارتکاز ایسے نقطے پر پہنچ گیا ہے جس پر کسی ملک کی اور جیسا کہ ہم دیکھیں گے کئی ملکوں کی یا ساری دنیا کی خام اشیاء کے تمام وسائل کا تقریباً تخمینہ لگانا ممکن ہے (مثلاً خام لوہے کے ذخیروں کا)۔ نہ صرف ایسے تخمینے کئے جاتے ہیں بلکہ ان وسائل پر زبردست اجارہ‌دار کمپنیاں قبضہ جما رہی ہیں۔ منڈیوں کی صلاحیت کا بھی تقریباً تخمینہ بنایا جاتا ہے اور پھر کمپنیاں ان کو معاہدے کے ذریعہ آپس میں ''تقسیم،، کر لیتی ہیں۔ باہنر محنت کی اجارےداری کی جاتی ہے، بہترین انجنیر ملازم رکھے جاتے ہیں، ٹرانسپورٹ کے ذرائع پر قابو حاصل کیا جاتا ہے — امریکہ میں ریلوے، یورپ اور امریکہ میں جہازراں کمپنیاں۔ سرمایہ‌داری اپنی سامراجی منزل میں پیداوار کی انتہائی ہمہ گیر سماج کاری کی طرف براہ راست جاتی ہے۔ یہ کہنا چاہئے کہ وہ سرمایہ‌داروں کو ان کی مرضی اور شعور کے خلاف کسی قسم کے نئے سماجی نظام کی طرف کھینچتی ہے جو مکمل آزاد مقابلے سے مکمل سماج کاری تک عبوری ہوتا ہے۔

پیداوار کا عمل سماجی ہو جاتا ہے لیکن ملکیت نجی رہتی ہے۔ پیداوار کے سماجی ذرائع چند لوگوں کی نجی ملکیت رہتے ہیں۔ رسمی طور پر تسلیم شدہ آزاد مقابلے کا عام ڈھانچہ باقی رہتا ہے اور چند

---

* Riesser، متذکرہ کتاب، تیسرا ایڈیشن، صفحہ ۵۰۷۔ اخباروں (جون ۱۹۱۶ء) نے ایک نئے بہت زبردست ٹرسٹ کی تشکیل کی اطلاع دی ہے جو جرمنی کی کیمیائی صنعت کو متحد کرتا ہے۔

اجارےداروں کا باقی آبادی پر جوا سو گنا زیادہ بھاری، نمایاں اور ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔

جرمن ماہر معاشیات کیسٹنیر نے ایک کتاب لکھی ہے جو خاص طور سے ''کارٹیلوں اور باہروالوں کے درمیان کشمکش،، کے موضوع پر ہے۔ ''باہر والے،، وہ کارخانےدار ہیں جو کارٹیلوں کے باہر ہیں۔ کیسٹنیر نے اپنی کتاب کا نام ''تنظیم میں آنے کی مجبوری،، رکھا ہے حالانکہ سرمایہدارانہ نظام کو اپنی اصلی صورت میں پیش کرنے کے لئے ان کو اجارےدار کمپنیوں کی لازمی اطاعت کے بارے میں لکھنا چاہئے تھا۔ کم سے کم ان طریقوں کی فہرست پر ایک نظر ڈالنا بہت کارآمد ہوگا جو اجارےدار کمپنیاں ''تنظیم،، کے لئے جدید، تازہ ترین، مہذب کشمکش میں اختیار کرتی ہیں: (۱) خام اشیاء کی سپلائی روک دینا (''کارٹیل میں شامل ہونے پر مجبور کرنے کے لئے ایک بہت ہی اہم طریقہ،،) ۔(۲) ''اتحادوں،، کے ذریعہ مزدوروں کی سپلائی روک دینا (یعنی سرمایہداروں اور ٹریڈ یونینوں کے درمیان معاہدوں کے ذریعہ جن کے مطابق ٹریڈ یونینیں اپنے ممبروں کو صرف کارٹیل والے کارخانوں میں کام کرنے کی اجازت دیتی ہیں) ۔(۳) مصنوعات کی سپلائی روکنا۔ (۴) فروخت روکنا۔ (۵) خریداروں سے سمجھوتے جن کے مطابق خریدار صرف کارٹیلوں سے ہی کاروبار کرتے ہیں۔(۶) باقاعدگی سے قیمتوں میں کمی کرنا (''باہروالی،، فرموں کو تباہ کرنے کے لئے یعنی ان کو جو اجارےداریوں کی اطاعت سے انکار کرتی ہیں۔ کروڑوں اس پر خرچ کر دئے جاتے ہیں کہ کچھ وقت تک سامان لاگت سے بھی کم قیمت پر فروخت کیا جائے۔ ایسی مثالیں بھی ہیں جب پٹرول کی قیمت اس طرح ۴۰ مارک سے گراکر ۲۲ مارک تک کر دی گئی یعنی تقریباً نصف!) ۔(۷) قرضوں کو روکنا۔(۸) بائیکاٹ کا اعلان۔

ہمارے سامنے چھوٹے اور بڑے، مشینوں کے لحاظ سے ترقی یافتہ یا پسماندہ کارخانوں کا مقابلہ نہیں ہے۔ ہمارے سامنے اجارےدار ہیں جو اپنے سامنے نہ جھکنے والوں، اپنا جوا اور اپنے احکام نہ قبول کرنےوالوں کا گلا گھونٹ رہے ہیں۔ ایک بورژوا ماہر معاشیات کے ذہن میں اس عمل کی عکاسی اس طرح ہوتی ہے:

''خالص معاشی شعبے میں بھی،، کیسٹنیر لکھتا ہے ''پرانے معنی میں کاروباری سرگرمی سے تنظیمی سٹہ بازانہ سرگرمی کی طرف ایک معین تبدیلی ہو رہی ہے۔ اب سب سے زیادہ کامیابی اس تاجر کو نہیں ہوتی جو اپنے ٹکنیکی اور کاروباری تجربے کی بنا پر بہترین طریقے سے خریدار کی ضرورتوں کا اندازہ لگاسکتا ہے اور جو ایک پنہاں مانگ کو معلوم کرنے یا یوں کہئے ''دریافت،، کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کامیابی اس شاطر سٹے باز (؟!) کو ہوتی ہے جو یہ جانتا ہے کہ تنظیمی ارتقا کا اور انفرادی کارخانوں اور بینکوں کے درمیان معین تعلقات کے امکانات کا تخمینہ پہلے سے کس طرح لگانا چاہئے یا محسوس ہی کرنا چاہئے...،،

معمولی انسانی زبان میں اس کا مطلب یہ ہے کہ سرمایہ‌دار نظام کا ارتقا ایسی منزل پر پہنچ گیا ہے جب حالانکہ اشیاٗ تبادلہ کی پیداوار کی اب بھی ''حکمرانی،، ہے اور اس کو معاشی زندگی کی بنیاد سمجھا جا رہا ہے لیکن درحقیقت اس میں دراڑ پڑ چکی ہے اور زیادہ تر منافع مالیاتی چالوں‌والے ''شاطر،، لوگوں کو ملتا ہے۔ ان چالوں اور دھوکےبازیوں کی بنیاد پیداوار کی سماج کاری ہے۔ لیکن انسانیت کی یہ زبردست ترقی جس نےپیداوار کی سماج‌کاری کا یہ کارنامہ کیا ہے سٹہ‌بازوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ہم بعد کو دیکھیں گے کہ کس طرح ''اس بنیاد پر،، سرمایہ‌دار سامراجیت کی تنگ نظر رجعت پرستانہ نکتہ چینی ''آزاد،، ، ''پرامن،، اور ''ایماندارانہ،، مقابلے کی طرف واپس جانے کا خواب دیکھتی ہے۔

''طویل مدت تک قیمتوں میں اضافہ جو کارٹیلوں کی تشکیل کا نتیجہ تھا،، کیسٹنیر لکھتا ہے ''ابھی تک انتہائی اہم ذرائع پیداوار میں ہی نظر آتا تھا، خصوصاً کوئلے، لوہے اور پوٹاشیم میں لیکن تیار شدہ سامان کے سلسلے میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔ قیمتوں میں اس اضافے سے تعلق رکھنے والے منافع میں اضافہ صرف ان صنعتوں تک محدود رہا ہے جو ذرائع پیداوار تیار کرتی ہیں۔ اس مشاہدے میں ہمیں یہ اضافہ کرنا چاہئے کہ وہ صنعتیں جو خام اشیاٗ کو صاف کرتی ہیں (نیم تیارسامان نہیں) نہ صرف کارٹیلوں کی تشکیل سے، نیم‌تیار سامان کی صنعت کے گھاٹے پر، بڑا نفع کماتی ہیں بلکہ اس صنعت کے تعلق سے انھوں نے

تسلط کی معین صورت اختیار کر لی ہے جو آزاد مقابلے میں نہیں تھی۔''*

خط کشیدہ الفاظ معاملے کے اس نچوڑ کا اظہار کرتے ہیں جس کابورژوا ماہرین معاشیات بہت ہچکچاتے ہوئے اور شاذ و نادر اعتراف کرتے ہیں اور جس سے کاؤتسکی کی قیادت میں موقع پرستی کے موجودہ وکالت کرنےوالے بڑے جوش کے ساتھ کترانے اور اس کو الگ ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تسلط اور اس سے وابستہ تشدد — یہ ''سرمایہ‌داری کے ارتقا کے جدید ترین دور'' کی علامتی باتیں ہیں۔ ہمہ گیر طاقت رکھنےوالی معاشی اجارےداریوں کی تشکیل کا یہی لازمی نتیجہ ہونا تھا اور ہوا ہے۔

ہم ان طریقوں کی ایک اور مثال دینگے جو کارٹیل اختیار کرتے ہیں۔ جہاں خام اشیاٗ کے تمام یا خاص وسائل پر قبضہ جمانا ممکن ہے کارٹیلوں کا ابھرنا اور اجارےداریوں کی تشکیل خاص طور سے آسان ہے۔ بہرحال، یہ خیال کرنا غلط ہوگا کہ اجارےداریاں ان دوسری صنعتوں میں نہیں پیدا ہوتیں جہاں خام اشیاٗ کے وسائل پر قبضہ جمانا نا ممکن ہے۔ مثلاً سیمنٹ کی صنعت کو خام سامان ہر جگہ مل سکتا ہے۔ پھر بھی جرمنی میں اس صنعت کو بھی مضبوطی کے ساتھ کارٹیلوں میں کر لیا گیا ہے۔ سیمنٹ بنانے والوں نے علاقائی سینڈیکیٹ بنا لئے ہیں: جنوبی جرمن، رائن ویسٹ فالین وغیرہ۔ جو قیمتیں مقرر کی گئی ہیں وہ اجارےدارانہ ہیں: ۲۳۰ سے ۲۸۰ مارک تک ایک ویگن کےلئے جبکہ لاگت کی قیمت ۱۸۰ مارک ہے! یہ کارخانے ۱۲ سے ۱۶ فیصدی تک منافع حصہ‌داروں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اور یہ نہ بھولنا چاہئے کہ جدید سٹہ‌بازی کے ''شاطروں'' کو جو کچھ حصوں کے نفع کی حیثیت سے ملتا ہے اس کے علاوہ وہ بڑے بڑے نفع اپنی جیب میں داخل کر سکتے ہیں۔ ایسی نفع‌بخش صنعت میں مقابلے سے بچنے کےلئے، اجارےدار طرح طرح کی چالیں بھی چلتے ہیں — وہ اپنی صنعت میں بری حالت کی افواہیں پھیلاتے ہیں، اخباروں میں مندرجہ‌ذیل جیسے گمنام انتباہ چھپتے ہیں: ''سرمایہ‌دارو، اپنا سرمایہ سیمنٹ کی صنعت میں مت لگاؤ!'' آخر میں وہ ''باہروالوں'' کے کارخانوں کو (جو سینڈیکیٹوں

---

* کیسٹنیر، متذکرہ کتاب، صفحہ ۲۵۴۔

سے باہر ہیں) خرید لیتے ہیں اور ان کو ۶۰، ۸۰ ہزار اور ڈیڑھ لاکھ مارک تک معاوضہ دیتے ہیں۔* اجارےداری ہر جگہ اور ہر ذریعہ سے اپنا راستہ بنا لیتی ہے، مقابلہ کرنےوالوں کو خریدنے کے لئے ''معقول،، معاوضہ دینے سے لیکر ان کے خلاف آتشگیر مادے ''استعمال کرنے،، کے امریکی طریقے تک۔

یہ کہنا کہ کارٹیل بحرانوں کو ختم کر سکتے ہیں بورژوا ماہرین معاشیات کی پھیلائی ہوئی داستان ہے جو سرمایہدار نظام کو ایسے رنگ میں پیش کرنا چاہتے ہیں جو وہ نہیں رکھتا۔ اس کے برعکس اجارےداری جو صنعت کی بعض شاخوں میں پیدا ہو گئی ہے ساری سرمایہدارانہ پیداوار میں موجود تراجیت کو بڑھاتی اور تیز کرتی ہے۔ زراعت اور صنعت کی ترقی کے درمیان نابرابری جو عام طور پر سرمایہدار نظام کا کردار ہے بڑھ جاتی ہے۔ کارٹیلوں میں انتہائی مربوط، نام نہاد بھاری صنعت، خصوصاً کوئلے اور لوہے کی صنعت کی خصوصی حقوق رکھنےوالی پوزیشن، صنعت کی دوسری شاخوں میں ''منصوبہ بندی کی اور بھی زیادہ کمی،، کا باعث ہوتی ہے جیسا کہ یئڈیلس تسلیم کرتے ہیں، جو ''بڑے جرمن بینکوں کے صنعت سے تعلقات،، پر ایک بہترین کتاب کے مصنف ہیں۔**

سرمایہدار نظام کا ایک بےشرم حامی لیفمان لکھتا ہے ''کوئی عوامی معیشت جتنی زیادہ ترقی یافتہ ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ وہ جوکھم‌والے یا غیرملکی کاروباروں کی طرف جھکتی ہے، ان کی طرف جن کی ترقی کےلئے بہت وقت کی ضرورت ہوتی ہے، یا آخر میں ان کی

---

* «Zement» von L. Eschwege. «Die Bank» (۱۹۰۹), 1909, I, S. 115 et seq.
(''سیمنٹ،، از ل۔ ایشویگے۔ ''بینک،، صفحہ ۱۱۵ اور آگے۔ ایڈیٹر)

** Jeidels. «Das Verhältnis der deutschen Großbanken zur Industrie mit besonderer Berücksichtigung der Eisenindustrie». Lpz., 1905, S.271.
(یئڈیلس ''بڑے جرمن بینکوں کے صنعت سے خاص کر دھاتساز صنعت سے تعلقات،،۔ لائپزگ۔ ایڈیٹر)

طرف جو صرف مقامی اہمیت رکھتے ہیں۔''* بڑھتے ہوئے جوکھم کا تعلق بالآخر سرمائے میں بہت بڑے اضافے سے ہے جو، یوں کہنا چاہئے، لبالب ہوکر باہر بہنے لگتا ہے وغیرہ۔ ساتھ ہی ٹکنیکی ترقی کی انتہائی تیزرفتاری قومی معیشت کے مختلف شعبوں کے درمیان نابرابری کے بڑھتے ہوئے عناصر پیدا کرتی ہے، نراجیت اور بحرانوں کو جنم دیتی ہے۔ لیفمان یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوتا ہے: ''غالباً انسانیت مستقبل قریب میں مزید اہم ٹکنیکی انقلابوں سے دوچار ہوگی جو قومی معیشت کی تنظیم پر بھی اثرانداز ہوں گے ...'' بجلی اور ہوابازی... ''عام طور پر اور عام قاعدے کے مطابق ایسی بنیادی معاشی تبدیلیوں کے ادوار میں، سٹےبازی بڑے پیمانے پر فروغ پاتی ہے...''**

ہر طرح کے بحران — سب سے اکثر معاشی بحران لیکن صرف یہی نہیں — اپنی باری میں ارتکاز اور اجارےداری کی طرف رجحان کو کافی بڑھاتے ہیں۔ اس سلسلے میں یئڈیلس کے مندرجہذیل خیالات ۱۹۰۰ء کے بحران کی اہمیت کے بارے میں کافی سبقآموز ہیں جس نے جیسا کہ ہم جانتے ہیں، جدیدترین اجارےداریوں کی تاریخ میں موڑ کا رول ادا کیا ہے:

''اس وقت جب ۱۹۰۰ء کا بحران آیا بنیادی صنعتوں میں زبردست کارخانوں کے ساتھ ساتھ ایسے بہت سے کارخانے ان لائنوں پر منظم تھے جن کو آج فرسودہ سمجھا جاتا، وہ ''خالص'' (غیرمتحد) کارخانے جو صنعتی ابھار کے عروج میں ابھرے تھے۔ قیمتوں میں گراوٹ اور گرتی ہوئی مانگ نے ان ''خالص'' کارخانوں کی حالت نازک کردی جس نے زبردست متحد کارخانوں پر بالکل اثر نہیں کیا یا صرف بہت مختصر وقت کے لئے ان پر اثرانداز ہوئی۔ اس کے نتیجے میں ۱۹۰۰ء کے بحران کے بعد بمقابلہ ۱۸۷۳ء کے بحران کے صنعت کا کہیں زیادہ ارتکاز ہوا۔ مؤخرالذکر بحران نے ایک طرح سے بہترین کارخانوں کا انتخاب بھی پیدا کیا، لیکن اس وقت کے ٹکنیکی معیار کی وجہ سے یہ انتخاب ان کارخانوں کو جو بحران سے کامیاب ہوکر نکلے تھے اجارےداری کی پوزیشن میں نہ لا سکا۔ ایسی پائدار اجارےداری اور وہ بھی اعلی درجے میں موجودہ لوہے، فولاد اور بجلی کی صنعتوں کے بڑے بڑے کارخانوں میں اپنی

---

* Liefmann. «Beteiligungs - etc. Ges.», S. 434.

** Liefmann. «Beteiligungs - etc. Ges.», SS. 465—466.

بہت پیچیدہ ٹکنیک، دوررس تنظیم، اور زبردست سرمائے کی وجہ سے موجود ہے اور اس سے کم درجے میں انجنیرنگ کی صنعت کے کارخانوں میں، دھاتساز صنعت کی بعض شاخوں اور ٹرانسپورٹ وغیرہ میں ہے۔''*

اجارےداری — ''سرمایہداری کے ارتقا کے جدید ترین دور'' میں آخری لفظ ہے۔ لیکن اگر ہم اس رول کی طرف توجہ نہ کریں جو بینک ادا کرتے ہیں تو ہمیں جدید اجارےداریوں کی حقیقی طاقت اور اہمیت کا تصور بہت ہی ناکافی، نامکمل اور کم ہوگا۔

۲۔ بینک اور ان کا نیا رول

بینکوں کا خاص اور پہلا کام یہ ہے کہ وہ رقوم کی ادائیگی میں بچوانی کا کام کریں۔ ایسا کرنے میں وہ بیکار سرمائے کو باکار سرمائے میں بدل دیتے ہیں یعنی اس سرمائے میں جو نفع بخش ہوتا ہے۔ وہ ہر طرح کی نقد آمدنیاں جمع کرکے ان کو سرمایہدار طبقے کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔

بینکوں کا کاروبار جتنا ترقی کرتا جاتا ہے اور قلیل تعداد اداروں میں اس کا ارتکاز ہوتا جاتا ہے اتنا ہی زیادہ بینک معمولی بچوانیوں سے بڑھکر طاقتور اجارےدار بنتے جاتے ہیں جن کے اختیار میں تمام سرمایہداروں اور چھوٹے کاروباریوں کا سارا نقد سرمایہ اور کسی ایک ملک میں اور متعدد ملکوں میں ذرائع پیداوار اور خام اشیاء کے وسائل کا بھی زیادہ بڑا حصہ ہوتا ہے۔ بہت سے معمولی بچوانیوں کی مٹھی بھر اجارےداروں میں یہ تبدیلی سرمایہداری کے سرمایہدار سامراجی نظام تک ارتقا کرنے میں ایک بنیادی عمل ہے۔ اسی سبب سے ہمیں سب سے پہلے بینک کے کاروبار کے ارتکاز کا جائزہ لینا چاہئے۔

۸ — ۱۹۰۷ء میں جرمن جوائنٹ اسٹاک بینکوں میں، جن میں سے ہر ایک کا سرمایہ دس لاکھ مارک سے زیادہ تھا، امانت کی مجموعی رقم سات ارب مارک تھی۔ ۱۳ — ۱۹۱۲ء میں یہ امانتی رقوم نو ارب ۸۰ کروڑ مارک تک پہنچ گئیں یعنی ۵ سال میں ۳۰ فیصدی کا اضافہ ہوا۔ اور دو ارب ۸۰ کروڑ مارک کے اضافے میں سے دو ارب

---

* Jeidels، صفحہ ۱۰۸۔

۷۵ کروڑ مارک ۵۷ بینکوں میں تقسیم کئے گئے جن میں سے ہر ایک کا سرمایہ ایک کروڑ مارک سے زیادہ تھا۔ بڑے اور چھوٹے بینکوں کے درمیان امانتوں کی تقسیم مندرجہ‌ذیل تھی*:

مجموعی امانتوں کی فیصدی

	برلن کے ۹ بڑے بینکوں میں	دوسرے ۴۸ بینکوں میں جن کا سرمایہ ایک کروڑ مارک سے زیادہ تھا	۱۱۵ بینکوں میں جن کا سرمایہ دس لاکھ سے ایک کروڑ مارک تک تھا	چھوٹے بینکوں میں جن کا سرمایہ دس لاکھ مارک سے کم تھا
۱۹۰۷ء — ۸	۴۷	۳۲٫۵	۱۶٫۵	۴
۱۹۱۲ء — ۱۳	۴۹	۳۶	۱۲	۳

چھوٹے بینکوں کو بڑے بینک دبا رہے ہیں جن میں سے محض نو بینکوں کے ہاتھ میں مجموعی امانتوں کا تقریباً نصف سمٹ کر آ گیا ہے۔ لیکن ہم نے بہت سی تفصیلات چھوڑ دی ہیں۔ مثلاً بہت سے چھوٹے چھوٹے بینکوں کا بڑے بینکوں کی واقعی شاخوں میں تبدیل ہونا وغیرہ، جس کے بارے میں بعد کو بتایا جائیگا۔

۱۹۱۳ء کے آخر میں شولتسے گےویرنیتس نے برلن کے نو بڑے بینکوں کی امانتوں کا تخمینہ تقریباً کل دس ارب مارک کی امانتوں میں سے ۹ ارب دس کروڑ مارک لگایا۔ صرف امانتوں کو ہی نہیں بلکہ سارے بینک سرمائے کو پیش نظر رکھ کر مصنف نے لکھا: ''۱۹۰۹ء کے آخر میں، برلن کے نو بڑے بینک، اپنے منسلکہ بینکوں کے ساتھ، گیارہ ارب ۳۰ کروڑ مارک کنٹرول کر رہے تھے یعنی جرمن بینکوں کے مجموعی سرمائے کی ۸۳ فیصدی۔ ''جرمن بینک،، («Deutsche Bank»)

* Alfred Lansburgh. «Fünf Jahre d. Bankwesen», «Die Bank», 1913, № 8, S. 728.
(الفریڈ لانسبرگ ''جرمن بینکوں کی سرگرمیوں کے پانچ سال،، ''بینک،،۔ ایڈیٹر)

اپنے منسلکہ بینکوں کے ساتھ تقریباً تین ارب مارک کنٹرول کرتا ہے جو پروشیائی ریاستی ریلوے محکمے کے برابر پرانی دنیا میں سب سے بڑا اور انتہائی غیر مرکوز جمع شدہ سرمایہ ہے۔،، *

ہم نے ''منسلکہ'' بینکوں کے حوالے پر زور دیا ہے کیونکہ یہ جدید سرمایہ‌دارانہ ارتکاز کی ایک اہم‌ترین خصوصیتوں میں سے ہے۔ بڑے ادارے، خصوصاً بینک، نہ صرف چھوٹے بینکوں کو بالکل ہڑپ کر لیتے ہیں بلکہ ان کا ''الحاق،، بھی کر لیتے ہیں، ان کو ماتحت بناتے ہیں، ان کو ''اپنے،، گروپ یا اپنے ''کنسرن،، میں (ٹکنیکی اصطلاح کے مطابق) لاتے ہیں، ان کے سرمائے میں ''شرکت،، حاصل کرکے، حصوں کو خرید کر یا ان کا تبادلہ کرکے، کریڈیٹوں کے سسٹم وغیرہ وغیرہ کے ذریعہ۔ پروفیسر لیفمان کی ایک ضخیم ''تخلیق،، تقریباً ۵۰۰ صفحات کی ہے جس میں انہوں‌نے نئی ''حصے‌دار اور مالیاتی کمپنیوں،،** کے بارے میں بتایا ہے۔ بدقسمتی سے انہوں نے زیادہ‌تر ناپختہ اور خام مواد میں بہت سی گھٹیا ''نظریاتی،، دلیلوں کا اضافہ کیا ہے۔ ارتکاز کے لحاظ سے ''شرکت‌داری،، کا سسٹم کن نتائج کی طرف لے جاتا ہے اس کو بہترین طریقے سے اس کتاب میں دکھایا گیا ہے جو ریسر نے بڑے جرمن بینکوں کے بارے میں لکھی ہے۔ ریسر خود بھی بینکر ہیں۔ لیکن ان کی معلومات کا جائزہ لینے سے پہلے ہم ''شرکت‌داری،، کے سسٹم کی ایک ٹھوس مثال دینگے۔

''جرمن بینک،، کا ''گروپ،، اگر سب سے بڑا نہیں تو سب سے بڑے بینک گروپوں میں سے ضرور ہے۔ ان خاص رشتوں کو تلاش کرنے کے لئے جو اس گروپ کے بینکوں کو منسلک کرتے ہیں پہلے،

---

* Schulze - Gaevernitz. «Die deutsche Kreditbank» «Grundriß der Sozialökonomik» میں. Tüb., 1915, S. 12 und 137.
(شولتسے گےویرنیتس کا مضمون ''جرمن کریڈیٹ بینک،، ''سماجی معاشیات کی بنیادیں،، میں دیکھئے۔ تیوبینگین، ۱۹۱۵ء، صفحات ۱۲ اور ۱۳۷۔ ایڈیٹر)

** R. Liefmann. «Beteiligungs- und Finanzierungsgesellschaften. Eine Studie über den modernen Kapitalismus und das Effektenwesen». 1. Aufl., Jena , 1909, S. 212.

دوسرے اور تیسرے درجے کی ''شرکت‌داریوں،، کے درمیان امتیاز کرنا چاہئے یا، بالکل اسی طرح کی بات، پہلے ، دوسرے اور تیسرے درجے کے چھوٹے بینکوں کے ''جرمن بینک،، کے دست نگر ہونے کا امتیاز۔ مندرجہ ذیل خاکہ اس طرح ہمارے سامنے آتا ہے* :

''جرمن بینک،، شرکت داریاں

	پہلے درجے کی دست نگری	دوسرے درجے کی دست نگری	تیسرے درجے کی دست نگری
مستقل طور پر	۱۷ بینکوں میں	جن میں سے ۹ دوسرے ۳۴ بینکوں میں شرکت داریاں رکھتے ہیں	جن میں سے ۴ دوسرے ۷ بینکوں میں شرکت داریاں رکھتے ہیں
ایک غیرمعین مدت کے لئے	۵ بینکوں میں	—	—
کبھی کبھی	۸ بینکوں میں	جن میں سے ۵ دوسرے ۱۴ بینکوں میں شرکت‌داریاں رکھتے ہیں	جن میں سے ۲ دوسرے ۲ بینکوں میں شرکت داریاں رکھتے ہیں
میزان —	۳۰ بینکوں میں	جن میں سے ۱۴ دوسرے ۴۸ بینکوں میں شرکت‌داریاں رکھتے ہیں	جن میں سے ۶ دوسرے ۹ بینکوں میں شرکت داریاں رکھتے ہیں

* Alfred Lansburgh. «Das Beteiligungssystem im deutschen Bankwesen», «Die Bank», 1910, 1, S. 500.

(الفریڈ لانسبرگ ''جرمن بینک کاروبار میں شرکت‌داری کا نظام،، رسالہ ''بینک،، - ۱۹۱۰ء، شمارہ ۱، صفحہ ۵۰۰ - ایڈیٹر)

''کبھی کبھی'' والے ۸ بینکوں میں جو ''جرمن بینک'' کے ''پہلے درجے'' میں دست‌نگر ہیں تین غیرملکی بینک بھی شامل ہیں: ایک آسٹریائی (وی‌آنا ''بینک کمپنی'' — «Bankverein») اور دو روسی بینک (''سائبیریائی کمرشیل بینک'' اور ''غیر ملکی تجارت کے‌لئے روسی بینک'') ۔ مجموعی طور پر ''جرمن بینک'' گروپ براہ‌راست اور بالواسطہ، جزوی اور مجموعی طور پر ۸۷ بینکوں پر مشتمل ہے اور مجموعی سرمایہ کا تخمینہ — اس کا اپنا اور ان دوسرے بینکوں کا سرمایہ جس کو وہ کنٹرول کرتا ہے — دو اور تین ارب مارک کے درمیان ہے ۔

یہ بات صاف ظاہر ہے کہ جو بینک ایسے گروپ کا سربراہ ہے اور جو آدھے درجن ایسے دوسرے بینکوں سے، جو اس سے کچھ ہی چھوٹے ہیں، سمجھوتہ کرتا ہے، تاکہ خاص طور پر بڑے اور نفع بخش مالیاتی کاروبار کئے جائیں جیسے سرکاری قرضوں کا جاری کرنا، اس کے لئے ''بچوانی'' کا رول فرسودہ ہو جاتا ہے اور وہ مٹھی بھر اجارےداروں کی انجمن بن جاتا ہے ۔

انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کی ابتدا میں جس تیزی سے جرمنی میں بینک کے کاروبار کا ارتکاز ہوا ہے وہ ذیل کے خاکے سے ظاہر ہوتا ہے جو ہمیں مختصر صورت میں ریسر سے ملا ہے:

برلن کے چھ بڑے بینک

سال	جرمنی میں شاخیں	امانتی بینک اور دفاتر مبادلہ	جرمن جوائنٹ اسٹاک بینکوں میں مستقل حصے داری	کل ادارے
۱۸۹۵ء	۱۶	۱۳	۱	۳۲
۱۹۰۰ء	۲۱	۳۰	۸	۸۰
۱۹۱۱ء	۱۰۳	۲۷۶	۶۳	۴۵۰

ہم دیکھتے ہیں کہ کس تیزرفتاری سے شاخوں کا ایک گھنا جال سارے ملک میں پھیل رہا ہے جو تمام سرمائے اور آمدنیوں کو مرکوز

کرتا ہے، ہزارہا منتشر معاشی اداروں کو واحد قومی سرمایہ‌دار معیشت میں اور پھر عالمی سرمایہ‌دار معیشت میں تبدیل کرتا ہے۔ جس ''غیر مرکزیت،، کا ذکر شولتسے گےویرنیتس نے موجودہ بورژوا سیاسی معاشیات کی طرف سے پہلے دئے ہوئے حوالے میں کیا ہے اس کا دراصل مطلب یہ ہے کہ بڑھتی ہوئی تعداد میں ایسے معاشی یونٹ واحد مرکز کی ماتحتی میں آتے جائیں جو پہلے نسبتاً ''خود مختار،، تھے یا یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا مقامی محدود معاشی یونٹ تھے۔ درحقیقت یہ مرکزیت ہے، زبردست اجارےداروں کا رول، اہمیت اور طاقت میں اضافہ۔

زیادہ پرانے سرمایہ‌دار ملکوں میں یہ ''بینکوں کا جال،، اور بھی گھنا ہے۔ برطانیہ اور آئرلینڈ میں ۱۹۱۰ء میں تمام بینکوں کی ۷۱۵۱ شاخیں تھیں۔ چار بڑے بینکوں میں سے ہر ایک کی ۴۰۰ سے زیادہ شاخیں تھیں (۴۴۷ سے لیکر ۶۸۹ تک)۔ ان کے علاوہ اور چار بینکوں میں سے ہر ایک کی ۲۰۰ سے زیادہ اور گیارہ بینکوں میں سے ہر ایک کی ۱۰۰ سے زیادہ شاخیں تھیں۔

فرانس میں تین بہت بڑے بینکوں «Crédit Lyonnais», «Comptoir National», «Société Générale» * نے اپنا کاروبار اور اپنی شاخوں کا جال مندرجہ‌ذیل طریقے سے بڑھایا: **

	شاخوں اور دفتروں کی تعداد			سرمایہ (دس لاکھ فرانک میں)	
	صوبوں میں	پیرس میں	میزان	اپنا سرمایہ	امانت بطور سرمایہ
۱۸۷۰ء	۴۷	۱۷	۶۴	۲۰۰	۴۲۷
۱۸۹۰ء	۱۹۲	۶۶	۲۵۸	۲۶۵	۱۲۴۵
۱۹۰۹ء	۱۰۳۳	۱۹۶	۱۲۲۹	۸۸۷	۴۳۶۳

* ''کریڈیٹ لیونے،، ''کومپٹوئر نیشنال،، ''سوسائٹے جنرال،،۔
** Eugen Kaufmann. «Das französische Bankwesen». Tüb., 1911, S. 356 und 362.
(یوگینئی کاؤفمان ''فرانس میں بینکوں کا کاروبار،،۔ تیوبینگین، ۱۹۱۱ء، صفحات ۳۵۶ اور ۳۶۲۔ ایڈیٹر)

موجودہ زمانے کے کسی بڑے بینک کے ''تعلقات،، کی نوعیت دکھانے کے لئے ریسر نے ذیل میں ان خطوں کی تعداد دی ہے جو جرمنی اور دنیا بھر کے ایک سب سے بڑے بینک ''دیسکونتو گیسیل شافٹ'' («Disconto - Gesellschaft») نے بھیجے اور موصول کئے ہیں (اس بینک کا سرمایہ ۱۹۱۴ء میں ۳۰ کروڑ مارک تک پہنچ گیا):

	موصول شدہ خطوط	روانہ کئے ہوئے خطوط
۱۸۵۲ء	۶۱۳۵	۶۲۹۲
۱۸۷۰ء	۸۵۸۰۰	۸۷۵۱۳
۱۹۰۰ء	۵۳۳۱۰۲	۶۲۶۰۴۳

پیرس کے بڑے بینک ''کریڈیٹ لیونے،، میں اکاؤنٹوں کی تعداد جو ۱۸۷۰ء میں ۲۸۵۳۵ تھی بڑھکر ۱۹۱۲ء میں ۶۳۳۵۳۹ ہو گئی۔*

یہ معمولی اعداد وشمار کسی طویل بحث مباحثے سے زیادہ بہتر دکھاتے ہیں کہ کس طرح سرمائے کے ارتکاز اور بینک کے سرمائے کی گردش میں اضافہ کے ساتھ ساتھ بنیادی طور پر بینکوں کی اہمیت بدل رہی ہے۔ منتشر سرمایہ‌دار ملکر واحد اجتماعی سرمایہ‌دار بن جاتے ہیں۔ جب بینک چند سرمایہ‌داروں کے کرنٹ اکاؤنٹ رکھتا ہے تو ایک طرح سے خالص ٹکنیکی اور محض ضمنی کام کرتا ہے۔ بہرحال جب یہ کام زبردست پیمانے تک پہنچ جاتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ مٹھی بھر اجارے‌دار سارے سرمایہ‌دار سماج کے تمام تجارتی اور صنعتی کاموں کو اپنے تحت کر لیتے ہیں کیونکہ وہ اپنے بینک کے کاروبار کے تعلقات، اپنے کرنٹ اکاؤنٹوں اور دوسرے مالیاتی کاروباروں کے ذریعہ سے اس قابل ہوتے ہیں کہ اول وہ مختلف سرمایہ‌داروں کی مالیاتی حالت

---

* Jean Lescure. «L'épargne en France». P., 1914, S.52.
(ژان لیسکیور ''فرانس میں امانتی رقمیں۔،، پیرس، ۱۹۱۴ء، صفحہ ۵۲۔ ایڈیٹر)

ٹھیک ٹھیک معلوم کر سکیں، اس کے بعد ان کو کنٹرول کر سکیں، کریڈیٹوں کو محدود یا وسیع بنا کر، ان کی آسانی دیکر یا اس میں رکاوٹ ڈالکر ان پر اثرانداز ہو سکیں اور آخرکار ان کی قسمت کا پوری طرح فیصلہ کر سکیں، ان کی آمدنی معین کر سکیں، ان کو سرمائے سے محروم کر سکیں یا ان کو اپنا سرمایہ تیزی سے زبردست پیمانے تک بڑھانے کی اجازت دے سکیں وغیرہ۔

ابھی ہم برلن کے ''دیسکونتو گیسیل‌شافٹ،، کے ۳۰ کروڑ مارک کا ذکر کر چکے ہیں۔ اس بینک کے سرمائے میں اضافہ برلن کے دو سب سے بڑے بینکوں، ''جرمن بینک،، اور ''دیسکونتو گیسیل شافٹ،، کے درمیان قیادت کی کشمکش کا ایک واقعہ ہے۔ ۱۸۷۰ء میں اول الذکر ابھی نیا تھا اور اس کے پاس صرف ایک کروڑ ۵۰ لاکھ کا سرمایہ تھا جب کہ دوسرے بینک کے پاس تین کروڑ مارک کا سرمایہ تھا۔ ۱۹۰۸ء میں پہلے کا سرمایہ ۲۰ کروڑ مارک ہو گیا اور دوسرے کا ۱۷ کروڑ۔ ۱۹۱۴ء میں پہلے نے اپنا سرمایہ بڑھا کر ۲۵ کروڑ مارک کر لیا اور دوسرے نے ایک اور اول درجے کے بڑے بینک «Shaaffhausenscher Bankverein» (''شاف‌ھاؤزین شیر بینک ویرین،،) کے ساتھ ملکر اپنا سرمایہ ۳۰ کروڑ تک بڑھا لیا اور قدرتی بات ہے کہ قیادت کی اس کشمکش کے ساتھ ساتھ دونوں بینکوں کے درمیان زیادہ اکثر اور زیادہ پائدار ''سمجھوتے،، بھی ہوتے رہے۔ بینک کے کاروبار کے ماہرین نے اس طرح کے ارتقا سے مندرجہ‌ذیل نتائج اخذ کئے ہیں جو معاشی سوالات کو ایسے نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں جو انتہائی معقول اور محتاط بورژوا اصلاح‌پرستی کے حدود سے ذرا بھی تجاوز نہیں کرتا:

''دیسکونتو گیسیل شافٹ،، کا سرمایہ ۳۰ کروڑ مارک تک بڑھ جانے پر رائےزنی کرتے ہوئے جرمن رسالے ''بینک،، نے لکھا ''دوسرے بینک بھی اسی راستے کی پیروی کریں گے اور وقت کے ساتھ وہ ۳۰۰ آدمی جو جرمنی پر اس وقت معاشی لحاظ سے حکمران ہیں، پچاس، پچیس یا اس سے بھی کم رہ جائیں گے۔ اس بات کی توقع نہ کرنا چاہئے کہ ارتکاز کی تازہ ترین تحریک صرف بینک کے کاروبار تک محدود رہے گی۔ الگ الگ بینکوں کے درمیان جو گہرے تعلقات ہیں وہ قدرتی

طور پر ان صنعتی سینڈیکیٹوں کو بھی یکجا کر دینگے جن کی یہ بینک سر پرستی کرتے ھیں... کسی حسین صبح جب ھم اٹھیں گے تو ھماری حیرت زدہ آنکھوں کے سامنے بس ٹرسٹ ھی ٹرسٹ ھوں گے اور ھمیں اسکی ضرورت ھوگی کہ نجی اجارےداریوں کی جگہ ریاستی اجارےداریاں لائیں - بہرصورت ھمیں اس کے سوا اپنے اوپر اور کوئی ملامت نہیں کرنا ھے کہ ھم نے حالات کے ارتقا کو آزادی سے چلنے دیا جو حصوں کی وجہ سے ذرا تیز ھو گیا -،،*

یہ ھے بورژوا صحافت کے ناکارہپن کی مثال جو بورژوا سائنس سے صرف اس بات میں مختلف ھے کہ مؤخرالذکر کم پرخلوص ھے اور وہ سارے معاملے کے نچوڑ پر ھی پردہ ڈالنا چاھتی ھے، جنگل کو درختوں کے پیچھے چھپانا چاھتی ھے - ارتکاز کے نتیجوں پر ''متحیر،، ھونا، سرمایہدار جرمنی کی حکومت کو یا سرمایہدار ''سماج،، (''ھم،،) کو ''ملامت،، کرنا، یہ ڈرنا کہ اسٹاک اور حصوں کا رواج ارتکاز کو اسی طرح ''تیز،، کر دے گا جیسے ''کارٹیلوں،، کا جرمن ماھر چیرشکی امریکی ٹرسٹوں سے ڈرتا ھے اور اس بنیاد پر جرمن کارٹیلوں کو ''ترجیح دیتا ھے،، کیونکہ ''ممکن ھے وہ ٹرسٹوں کی طرح ٹکنیکی اور معاشی ترقی کو اتنے غیر معمولی طورپر تیز نہ کریں،، **— کیا یہ سب ناکارہپن کی علامت نہیں ھے؟

پھربھی واقعات تو واقعات ھی رھتے ھیں - جرمنی میں ٹرسٹ نہیں ھیں - وھاں ''صرف،، کارٹیل ھیں - لیکن جرمنی پر سرمایہدار سیٹھوں کی حکمرانی ھے جن کی تعداد ۳۰۰ سے زیادہ نہیں ھے اور یہ تعداد متواتر گھٹ رھی ھے - ھر صورت میں، تمام سرمایہدار ملکوں میں، بینکوں کے کاروبار کے قوانین میں تمام فرق کے باوجود بینک سرمائے کے ارتکاز اور اجارےداریوں کی تشکیل کے عمل کو بہت زیادہ مضبوط اور تیز کرتے ھیں -

---

* A. Lansburgh. «Die Bank mit den 300 Millionen», «Die Bank», 1914, 1, S. 426.

(لانسبرگ '' ۳۰۰ کروڑ والا بینک،، ، ''بینک،، صفحہ ۴۲۶ - ایڈیٹر)

** S. Tschierschky، متذکرہ کتاب، صفحہ ۱۲۸ -

''بینک سماجی پیمانے پر صورت کی تخلیق کرتے ہیں ، لیکن محض عام حساب کتاب اور ذرائع پیداوار کی عام تقسیم کی صورت کی تخلیق کرتے ہیں،، مارکس نے اپنی کتاب ''سرمایہ،، میں نصف صدی پہلے لکھا ہے (روسی ترجمہ، جلد ۳، حصہ ۲، صفحہ ۱۴۴) ۔ بینک‌والے سرمائے میں اضافے، سب سے بڑے بینکوں کی شاخوں اور دفتروں کی تعداد میں اضافے، ان کے اکاؤنٹوں کے اضافے وغیرہ کے بارے میں جن اعداد وشمار کا حوالہ ہم نے دیا ہے وہ پورے سرمایہ‌دار طبقے کے اس ''عام حساب کتاب،، کی ٹھوس تصویر پیش کرتے ہیں اور صرف سرمایہ‌داروں کی ہی نہیں کیونکہ بینک، چاہے وہ عارضی ہی کیوں نہ ہوں ہر قسم کی نقد آمدنیاں جمع کرتے ہیں -- چھوٹے کاروباریوں، دفتری کارکوں اور مزدور طبقے کی بہت چھوٹی اوپری پرت کی آمدنی ۔ ''ذرائع پیداوار کی عام تقسیم،، وہ ہے جو رسمی لحاظ سے جدید بینکوں سے پیدا ہوتی ہے جو اربہا ارب کی رقمیں کنٹرول کرتے ہیں (جن کی تعداد فرانس میں سب سے بڑے بینک تین سے چھ تک اور جرمنی میں چھ سے آٹھ تک ہے) ۔ بہرحال مافیہ میں ذرائع پیداوار کی یہ تقسیم قطعی ''عام،، نہیں بلکہ نجی ہے یعنی وہ بڑے سرمائے کے اور سب سے پہلے زبردست، اجارہ‌دارانہ سرمائے کے مفادات سے مطابقت رکھتی ہے جو ایسے حالات میں کارفرما ہے جن میں کثیر تعداد آبادی نیم بھوکی رہتی ہے، جن میں زراعت کی ترقی صنعت کی ترقی سے کہیں زیادہ پسماندہ ہے، جب کہ صنعت کے اندر خود ''بھاری صنعتیں ،، صنعت کی تمام دوسری شاخوں سے خراج وصول کرتی ہیں ۔

سرمایہ‌دار معیشت کی سماج کاری کے معاملے میں سیونگ بینک اور ڈاک‌خانے بینکوں سے مقابلہ کرنے لگے ہیں ۔ وہ زیادہ ''غیر مرکوز،، ہیں یعنی ان کے دائرۂ اثر میں مختلف مقاموں کی زیادہ بڑی تعداد ہے، زیادہ دوردراز جگہوں کی، آبادی کے زیادہ وسیع حصوں کی ۔ یہ ہیں وہ معلومات جو بینکوں اور سیونگ بینکوں کی امانتوں کے تناسبی اضافے سے متعلق ایک امریکی کمیشن نے جمع کی ہیں : *

---

* امریکی قومی مالیاتی کمیشن (National Monetary Commission) کے اعداد و شمار جن کا حوالہ رسالۂ ''بینک،، (۱۹۱۰ء، شمارہ ۲، صفحہ ۱۲۰۰) میں دیا گیا ہے ۔

امانتیں (ارب مارک کے اعداد میں)

	برطانیہ		فرانس		جرمنی		
	بینکوں میں	سیونگ بینکوں میں	بینکوں میں	سیونگ بینکوں میں	بینکوں میں	کریڈیٹ سوسائٹیوں میں	سیونگ بینکوں میں
۱۸۸۰ء	۸۰۴	۱۰۶	؟	۰۰۹	۰۰۵	۰۰۴	۲۰۶
۱۸۸۸ء	۱۲۰۴	۲۰۰	۱۰۵	۲۰۱	۱۰۱	۰۰۴	۳۰۵
۱۹۰۸ء	۲۳۰۲	۴۰۲	۳۰۷	۴۰۲	۷۰۱	۲۰۲	۱۳۰۹

چونکہ وہ امانت پر ۴ فیصدی اور ۴۰۲۵ فیصدی سود دیتے ہیں اس لئے سیونگ بینکوں کو اپنا سرمایہ لگانے کے لئے ''نفع بخش،، کام تلاش کرنا پڑتا ہے۔ ان کو ہنڈیوں اور تمسکوں وغیرہ کا کاروبار کرنا پڑتا ہے۔ بینکوں اور سیونگ بینکوں کے درمیان سرحدیں ''زیادہ سے زیادہ دھندلی ہو جاتی ہیں،،۔ مثلاً بوحوم اور ایرفورت کے ایوان ہائے تجارت مطالبہ کرتے ہیں کہ سیونگ بینکوں کے لئے ''خالص،، بینک کے کاروبار ''ممنوع،، قرار دئے جائیں مثلاً ہنڈیوں کا حساب کتاب کرنا۔ وہ ڈاک خانوں کے ''بینک کے کاروبار،، کو محدود کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔* بینکوں کے سیٹھ جیسے اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کسی غیرمتوقع سمت سے آکر ریاستی اجارےداری ان کو دبوچ لے گی۔ بہرحال یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ خوف ایک ہی دفتر کے دو شعبہجاتی منیجروں کے درمیان رقابت کے اظہار سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ ایک طرف وہ اربوں کی رقم جو سیونگ بینکوں میں ہوتی ہے آخری تجزئے میں یہی بینک کے سرمایہدار سیٹھ کنٹرول کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف سرمایہدار سماج میں ریاستی اجارےداری

* امریکی National Monetary Commission کے اعداد و شمار جن کا حوالہ رسالہ «Die Bank» (۱۹۱۳ء، صفحات ۸۱۱، ۱۰۲۲؛ ۱۹۱۴ء، صفحہ ۷۱۳) میں دیا گیا ہے۔

صنعت کی کسی بھی شاخ میں دیوالیہ ہونے کی نوبت کو پہنچنے والے ارب‌پتیوں کی آمدنی بڑھانے اور اس آمدنی کی ضمانت کا ذریعہ ہے۔

پرانی قسم کی سرمایہ‌داری سے، جس میں آزاد مقابلے کا زور تھا، نئی سرمایہ‌داری میں تبدیلی، جس میں اجارے‌داری کی حکمرانی ہے، دوسری چیزوں کے علاوہ اسٹاک اکس‌چینج کے زوال سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ رسالہ ''بینک،، لکھتا ہے ''مدت ہوئے اسٹاک اکس‌چینج گردش کا لازمی ذریعہ نہیں رہا ہے جیسا کہ وہ پہلے تھا جبکہ بینک اس قابل نہیں تھے کہ وہ اپنے گاہکوں میں قابل اجرا کاغذات‌زر کا بڑا حصہ تقسیم کر سکیں۔،، *

'' ''ہر بینک اسٹاک اکس‌چینج ہے،، — یہ جدید کہاوت اتنی ہی زیادہ سچی ثابت ہوتی ہے جتنا زیادہ بڑا بینک ہوتا ہے اور جتنا زیادہ کامیاب بینک کے کاروبار کا ارتکاز ہوتا ہے،، **۔ ''جبکہ پہلے، آٹھویں دہائی میں، جوانی کے ولولے سے لبریز اسٹاک اکس‌چینج نے،، (۱۸۷۳ء میں اسٹاک اکس‌چینج کے دیوالیہ‌پن کی طرف ''نازک،، کنایہ، گریونڈیر کے شرمناک واقعات (۱۷) کی طرف وغیرہ) ''جرمنی کی صنعت‌کاری کے دور کی ابتدا کی تھی‌تو آجکل بینک اور صنعت ''تنہا اس کا انتظام کر سکتے ہیں،،۔ ہمارے بڑے بینکوں کا اسٹاک اکس‌چینج پر تسلط مکمل طور پر منظم جرمن صنعتی ریاست کے اظہار کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اگر خودکارانہ عمل میں آنےوالے معاشی قوانین کا دائرہ کارکردگی اس طرح محدود ہوتا ہے اور اگر بینکوں کے باشعور کنٹرول کا دائرہ کافی وسیع ہوتا ہے تو چند رہنما اشخاص کی قومی معاشی ذمےداری بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے،، — یہ لکھا ہے جرمن پروفیسر شولتسے گےویرنیتس*** نے جو جرمن سامراج کا وکیل ہے، جس کو تمام ملکوں کے سامراجی مستند مانتے ہیں اور جو اس ''حقیر

---

* «Die Bank»، ۱۹۱۴ء، ۱، صفحہ ۳۱۶۔

** Dr. Oscar Stillich. «Geld-und Bankwesen». Berlin, 1907, S. 169.
(ڈاکٹر اوسکر شتیلخ ''پیسہ اور بینک کا کاروبار،، برلن۔ ایڈیٹر)

*** Schulze-Gaevernitz. «Die deutsche Kreditbank» «Grundriß der Sozialökonomik» میں. Tüb., 1915, S. 101.

بات،، کی پردہ‌پوشی کی کوشش کرتا ہے کہ بینکوں کے ذریعہ معاشی زندگی کا ''باشعور کنٹرول،، مشتمل ہے اس بات پر کہ ''مکمل طور پر منظم،، مٹھی بھر اجارےدار پبلک کو مونڈیں۔ کسی بورژوا پروفیسر کا فریضہ یہ نہیں ہے کہ وہ پوری مشینری کو عریاں کردے یا بینک کے اجارےداروں کی ساری شرارتوں کو طشت از بام کرے بلکہ اس کا کام ان کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا ہے۔

اسی طرح ریسر جو اور بھی زیادہ مستند ماہر معاشیات اور خود بھی بینکر ہے بے معنی الفاظ کو گھماتا رہتا ہے تاکہ ناقابل تردید واقعات کی توجیہہ کر سکے: ''اسٹاک اکس‌چینج متواتر وہ خوبی کھو رہا ہے جو مجموعی طور پر ساری معیشت کےلئے اور خاص طور سے کاغذات‌زر کی گردش کے لئے قطعی ضروری ہے یعنی نہ صرف ٹھیک طور پر ناپنے کا آلہ ہونے کی خوبی بلکہ ان معاشی تحریکوں کا تقریباً خود کار کنٹرول کرنےوالا ہونے کی جو اس پر ہجوم کرتی ہیں۔،،*

دوسرے الفاظ میں، پرانی سرمایہ‌داری، آزاد مقابلے کی سرمایہ‌داری معہ اپنےقطعی ضروری کنٹرول کرنےوالے، اسٹاک اکس‌چینج کے ماضی کی بات ہوتی جا رہی ہے۔ اس کی جگہ لینے کےلئے ایک نئی سرمایہ‌داری آئی ہے جس کے نمایاں خطوخال کچھ عبوری ہیں، آزاد مقابلے اور اجارےداری کا کوئی مرکب۔ قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تازہ‌ترین سرمایہ‌داری ''عبور،، کرکے کیا چیز بن رہی ہے؟ لیکن بورژوا عالم یہ سوال اٹھانے سے ڈرتے ہیں۔

''تیس سال پہلے، بزنس‌مین جو ایک دوسرے سے آزادی کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے اپنے کاروبار سے متعلق وہ ۹۰ فیصدی کام خود کرتے تھے جو ''مزدوروں،، کی جسمانی محنت کے دائرے میں نہیں آتا تھا۔ آجکل یہ ۹۰ فیصدی کاروباری دماغی کام ملازمین کرتے ہیں۔بینک کا کام اس ارتقا میں سربراہ ہوتا ہے۔،، ** شولستے گےویرنیتس کا یہ اعتراف پھر ہمیں اس سوال کی طرف لے آتا ہے کہ تازہ‌ترین

---

* ریسر کی متذکرہ کتاب سے حوالہ۔ چوتھا ایڈیشن، صفحہ ۶۲۹۔

** Schulze-Gaevernitz. «Die deutsche Kreditbank» «Grundriß der Sozialökonomik» میں .Tüb., 1915, S. 151.

سرمایہ‌داری، یعنی سرمایہ‌داری اپنی سامراجی منزل میں عبور کرکے کس چیز کی طرف جا رہی ہے؟

ارتکازی عمل کے نتیجے میں سرمایہ‌دار معیشت میں جو چند بینک چوٹی پر باقی رہ گئے ہیں ان میں قدرتی طور پر اجارہ‌دارانہ سمجھوتے کی طرف، بینکوں کے ٹرسٹ کی طرف بڑھتا ہوا نمایاں رجحان دیکھا جاتا ہے۔ امریکہ میں ۹ نہیں بلکہ دو سب سے بڑے بینک، ارب پتیوں راک‌فیلر اور مورگن کے بینک گیارہ ارب مارک کا سرمایہ کنٹرول کرتے ہیں۔* جرمنی میں ''دیسکونتو گیسیل شافٹ،، میں ''شاف‌ہاؤزین‌شیر بینک ویرین،، کے ضم ہونے پر جس کا حوالہ ہم اوپر دے چکے ہیں اسٹاک اکس‌چینج کے مفادات کے ترجمان اخبار ''فرینکفورٹر تسیتونگ،، نے اس طرح رائےزنی کی ہے:

''بینکوں کی ارتکازی تحریک ان اداروں کے دائرے کو تنگ بنا رہی ہے جن سے قرضے حاصل کرنا ممکن ہے اور اس کے نتیجے میں بینک کے گروپوں کی ایک چھوٹی تعداد پر بڑی صنعت کا انحصار بڑھ رہا ہے۔ صنعت اور مالیاتی دنیا کے درمیان قریبی رابطے کی وجہ سے صنعتی کمپنیوں کی جن کو بینک کے سرمایہ کی ضرورت ہے آزاد نقل وحرکت محدود ہو جاتی ہے۔ اسی سبب سے بڑی صنعت بینکوں کی بڑھتی ہوئی ٹرسٹ‌کاری کو (اتحاد یا ٹرسٹ میں تبدیلی کو) مخلوط احساس کے ساتھ دیکھ رہی ہے۔ دراصل، ہم بڑے بینکوں کے الگ الگ اتحادوں کے درمیان بعض سمجھوتوں کی ابتدا دیکھ رہے ہیں جن کا مقصد مقابلے کو محدود کرنا ہے۔،، **

ہر بار بینک کے کاروبار کے ارتقا میں آخری لفظ اجارےداری ہے۔

جہاں تک بینکوں اور صنعت کے درمیان قریبی رابطے کا سوال ہے تو یہی وہ شعبہ ہے جہاں بینکوں کا نیا رول بہت نمایاں طور پر محسوس کیا جا رہا ہے۔ جب کوئی بینک کسی فرم کے لئے ہنڈیوں کا حساب کتاب کرتا ہے، اس کا کرنٹ اکاؤنٹ کھولتا ہے وغیرہ تو

---

* «Die Bank»، ۱۹۱۲ء، ۱، صفحہ ۴۳۵۔

** «Grdr. d. S. - Oek» میں شولتسے گےویرنیتس کا پیش کیا ہوا حوالہ۔ صفحہ ۱۰۵۔

یہ کارروائیاں، اگر الگ الگ لی جائیں، اس کی آزادی کو کم نہیں کرتیں اور بینک بچوانی کے معتدل رول سے تجاوز نہیں کرتا۔ لیکن جب یہ کارروائیاں کافی زیادہ ہو جاتی ہیں اور مستحکم بن جاتی ہیں، جب بینک اپنے ہاتھ میں سرمائے کی بڑی بڑی رقمیں ''جمع کر لیتا،، ہے، جب کسی فرم کا کرنٹ اکاؤنٹ رکھنے سے بینک اس قابل ہو جاتا ہے (اور یہی ہوتا ہے) کہ وہ اپنے مؤکل کی معاشی پوزیشن کے بارے میں زیادہ تفصیلی اور پوری معلومات حاصل کر سکے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صنعتی سرمایہ‌دار اور زیادہ مکمل طور پر بینک کا محتاج ہو جاتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی بینکوں اور سب سے بڑے صنعتی اور تجارتی اداروں کے درمیان نجی تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں، حصوں کے حصول کے ذریعہ، صنعتی اور تجارتی اداروں کے نگراں بورڈوں (یا ڈائرکٹروں کے بورڈوں) میں بینک ڈائرکٹروں کے تقرر (اور اس کے برعکس) کے ذریعہ بینک اور یہ ادارے ایک دوسرے میں ضم ہو جاتے ہیں۔ جرمن ماہر معاشیات یئڈیلس نے سرمائے اور کارخانوں کے ارتکاز کی اس صورت کے بارے میں تفصیلی معلومات جمع کی ہیں۔ برلن کے چھ سب سے بڑے بینکوں کی نمائندگی اپنے ڈائرکٹروں کے ذریعہ ۳۴۴ صنعتی کمپنیوں میں اور بورڈوں کے اپنے ممبروں کے ذریعہ ۳۰۷ دوسری کمپنیوں میں یعنی مجموعی طور پر ۵۱۷ کمپنیوں میں تھی۔ ان میں سے ۲۸۹ کمپنیوں میں یا تو ہر ایک کے نگراں بورڈوں میں ان بینکوں کے دو نمائندے تھے یا وہ صدر کے عہدے پر تھے۔ ہمیں یہ صنعتی اور تجارتی کمپنیاں صنعت کی انتہائی نوع بنوع شاخوں میں ملتی ہیں — بیمہ، ٹرانسپورٹ، ریستوراں، تھیٹر، آرٹ کی صنعت وغیرہ۔ دوسری طرف ان چھ بینکوں کے نگراں بورڈوں میں (۱۹۱۰ء میں) ۵۱ سب سے بڑے صنعت‌کار تھے جن میں فرم کروپ، طاقتور اسٹیمر کمپنی ''ہاپاگ،، (ہیمبرگ—امریکہ لائن) وغیرہ وغیرہ کے ڈائرکٹر شامل تھے۔ ۱۸۹۵ء سے ۱۹۱۰ء تک ان چھ بینکوں میں سے ہر ایک نے سیکڑوں صنعتی کمپنیوں کے لئے (جن کی تعداد ۲۸۱ سے ۴۱۹ تک تھی) حصے اور بانڈ جاری کرنے میں شرکت کی۔*

---

* یئڈیلس اور ریسر کی متذکرہ کتابوں کا حوالہ۔

بینکوں اور صنعت کے درمیان ''نجی تعلقات،، میں ان دونوں اور حکومت کے درمیان ''نجی تعلقات،، کا اضافہ ہوتا ہے۔ یئڈیلس لکھتا ہے: ''نگراں بورڈوں کی نشستیں آزادی کے ساتھ خطاب‌یافتہ لوگوں، سابق سرکاری ملازموں کو پیش کی جاتی ہیں جو صاحبان اقتدار سے تعلقات پیدا کرنے میں آسانیاں (!!) فراہم کرسکتے ہیں،،... ''عام طور پر کسی بڑے بینک کے نگراں بورڈ میں پارلیمنٹ کا کوئی ممبر یا برلن کی شہری کونسل کا ممبر ہوتا ہے۔،،

یوں کہنا چاہئے کہ اس کے نتیجے میں بڑی سرمایہ‌دار اجارے‌داریوں کی تعمیر و ترقی پورے زوروں کے ساتھ ''فطری،، اور ''مافوق الفطری،، طریقوں سے ہوتی جا رہی ہے۔ ان کئی سو مالیات کے بادشاہوں کے درمیان جو موجودہ سرمایہ‌دار سماج پر حکمران ہیں باقاعدگی کے ساتھ ایک طرح کی تقسیم محنت قائم ہو رہی ہے:

''بعض بڑے صنعت‌کاروں کی سرگرمیوں کے دائرے کی توسیع،، (جو بینک کے بورڈوں میں شامل ہوتے ہیں وغیرہ) ''اور صوبائی بینکوں کے منیجروں کے لئے ایک خاص صنعتی علاقہ مقرر کرنے کے ساتھ بڑے بینک ڈائرکٹروں کے درمیان تخصیص بڑھتی جاتی ہے۔ عام طور پر یہ تخصیص صرف اسی وقت دیکھی جاتی ہے جب بینک کا کاروبار بڑے پیمانے پر ہوتا ہے اور خصوصاً جب صنعت کے ساتھ اس‌کا تعلق کافی وسیع ہوتا ہے۔ یہ تقسیم محنت دو لائنوں پر چلتی ہے: ایک طرف تو مجموعی طور پر صنعت کے ساتھ تعلقات ایک ڈائرکٹر کو اس کے مخصوص فریضے کی حیثیت سے سونپ دئے جاتے ہیں اور دوسری طرف ہر ڈائرکٹر کئی الگ الگ کارخانوں یا صنعت کی ایک ہی شاخ میں یا ایک ہی طرح کے مفادات رکھنےوالے کارخانوں کے ایک گروپ کی نگرانی اپنے ذمے لیتا ہے،،... (سرمایہ‌داری انفرادی کارخانوں کی منظم نگرانی کی منزل تک پہنچ چکی ہے)... ''کوئی جرمن صنعت میں اور کبھی کبھی صرف مغربی جرمنی کی صنعت میں ہی،، (مغربی حصہ جرمنی کا سب سے زیادہ صنعت‌بند حصہ ہے) ''خصوصی مہارت پیدا کرتا ہے تو دوسرے غیر ملکی ریاستوں اور غیر ملکی صنعت میں، صنعت‌کاروں اور دوسروں کے کرداروں کی معلومات میں اور اسٹاک اکس‌چینج کے سوالات وغیرہ میں۔ اس کے علاوہ، اکثر بینک کے ہر

ڈائرکٹر کو ایک خاص جگہ یا صنعت کی کوئی خاص شاخ سونپی جاتی ہے۔ کوئی خاص طور سے بجلی کی کمپنیوں کے نگراں بورڈوں میں کام کرتا ہے تو دوسرا کیمیائی فیکٹریوں، پیٹر بنانے یا شکر تیار کرنےوالے کارخانوں میں اور تیسرا چند دور افتادہ صنعتی کارخانوں میں لیکن ساتھ ہی بیمہ کمپنیوں کے نگراں بورڈوں میں بھی کام کرتا ہے... مختصر یہ کہ اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ بڑے بینکوں کی کارروائیوں کی وسعت اور گوناگونی میں اضافے کے ساتھ ساتھ ان کے ڈائرکٹروں کے درمیان تقسیم محنت میں بھی اضافہ ہوتا ہے جس کا مقصد (اور نتیجہ) ان کو بینک کے خالص کاروبار سے اوپر اٹھانا، صنعت کے عام مسائل اور صنعت کی ہر شاخ کے خاص مسائل کا بہتر جج اور بہتر ماہر بنانا ہوتا ہے اور اس طرح سے ان کو متعلقہ بینک کے صنعتی حلقۂ اثر میں زیادہ کارکردہ بنانا ہے۔ بینک اپنے نگراں بورڈوں میں ان لوگوں کو منتخب کرنے کی کوشش کرکے اس سسٹم میں اضافہ کرتا ہے جو صنعتی معاملات کے ماہر ہیں مثلاً صنعت‌کار، سابق افسر، خصوصاً ایسے لوگ جو پہلے ریلوے یا معدنیات کے محکمے وغیرہ میں تھے۔،، *

ہم یہی سسٹم فرانس کے بینک کے کاروبار میں ہلکے فرق کے ساتھ پاتے ہیں۔ مثلاً فرانس کے تین سب سے بڑے بینکوں میں سے ایک ''کریڈیٹ لیونے،، نے ایک خاص ''مالیاتی تحقیقاتی سروس،، (service des études financières) منظم کی ہے جس میں مستقل طور سے ۵۰ سے زیادہ انجنیر، ماہرین اعداد و شمار، ماہرین معاشیات اور قانون‌داں وغیرہ کام کرتے ہیں۔ اس پر سالانہ چھ سات لاکھ فرانک خرچ ہوتے ہیں۔ پھر یہ سروس آٹھ شعبوں میں تقسیم ہے۔ ایک صنعتی اداروں کے بارے میں خاص طور پر معلومات حاصل کرتا ہے، دوسرا عام اعداد و شمار کا مطالعہ کرتا ہے، تیسرا ریلوے اور اسٹیمر کمپنیوں کا، چوتھا کاغذات‌زر کا اور پانچواں مالیاتی رپورٹوں وغیرہ کا۔ **

---

* ہیڈیلس، متذکرہ کتاب، صفحات ۱۵۸ — ۱۵۷۔

** فرانسیسی بینکوں کے بارے میں Eug. Kaufmann کے مضمون کو رسالہ «Die Bank» میں دیکھئے، ۱۹۰۹ء، شمارہ ۲، صفحہ ۸۵۱۔

اس کا نتیجہ ایک طرف تو برابر بڑھتا ہوا میل ہوتا ہے یا جیسا کہ ن۔ ای۔ بوخارین نے اس کو بجا طور پر کہا ہے کہ بینک اور صنعتی سرمائے کا انضمام ہوتا ہے۔ دوسری طرف بینک بڑھکر واقعی ''ہمہ گیر نوعیت،، کے ادارے بن جاتے ہیں۔ اس سوال پر ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ان ٹھیک اصطلاحات کا حوالہ دیں جو یئڈیلس نے استعمال کی ہیں جس نے اس مضمون کا بہترین طریقے سے مطالعہ کیا ہے:

''صنعتی تعلقات کے مجموعی نچوڑ کا جائزہ لینے سے صنعت کے لئے کام کرنےوالے مالیاتی اداروں کی ہمہ گیر نوعیت کا پتہ چلتا ہے۔ دوسرے قسم کے بینکوں کے برعکس اور اس مطالبے کے برخلاف، جو اکثر تحریروں میں کیا جاتا ہے کہ بینکوں کو ایک قسم کے کاروبار میں یا صنعت کی ایک شاخ میں خصوصی مہارت پیدا کرنا چاہئے تاکہ ان کے پیروں تلے زمین نہ نکل سکے، بڑے بینک صنعتی کارخانوں سے اپنے تعلقات پیداوار کی جائے وقوع اور اس کی قسموں کے لحاظ سے امکانی طور پر نوع بنوع قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور وہ مختلف جگہوں اور صنعت کی شاخوں میں سرمائے کی ناہموار تقسیم کو دور کرنے کے لئے کوشاں ہیں جو نجی کارخانوں کے تاریخی ارتقا کا نتیجہ ہے،،۔ ''ایک رجحان صنعت سے عام تعلقات قائم کرنے کا ہے اور دوسرا رجحان ان کو پائدار اور قریبی بنانے کا ہے۔ چھ بڑے بینکوں میں دونوں رجحانوں کی تکمیل پوری طرح نہیں ہوئی لیکن کافی ہوئی اور مساوی درجے تک۔،،

اکثر صنعتی اور تجارتی حلقے بینکوں کی ''دہشت پسندی،، کی شکایت کرتے ہیں۔ اور ایسی شکایتوں کا ہونا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کیونکہ بڑے بینک ''حکم دیتے،، ہیں جیسا کہ ذیل کی مثال سے دیکھا جا سکتا ہے۔ ۱۹ نومبر ۱۹۰۱ء کو برلن کے ''ڈ،، نامی ایک بڑے بینک نے (چار سب سے بڑے بینکوں کے نام ''ڈ،، سے شروع ہوتے ہیں) جرمن وسطی شمال مغربی سیمنٹ سینڈیکیٹ کو یہ خط لکھا: ''جیسا کہ ہمیں ایک اخبار کے ۱۸ تاریخ کے شمارے میں شائع شدہ آپ کی نوٹس سے معلوم ہوا ہمیں اس کا امکان سمجھنا چاہئے کہ آپ کے سینڈیکیٹ کا اگلا عام

جلسه اس مہینے کی ۳۰ تاریخ ہوگا اور ایسے اقدامات کا فیصلہ کریگا جو آپ کے کارخانے میں ایسی تبدیلیاں کر سکتا ہے جو ہمارے لئے ناقابل قبول ہونگی۔ ہمیں بہت افسوس ہے کہ ان وجوہ سے ہم اس وقت سے وہ قرض بند کرنے پر مجبور ہیں جو ابھی تک آپ کو دیا جا رہا تھا... لیکن اگر یہ عام جلسہ ایسے اقدامات کا فیصلہ نہیں کرتا جو ہمارے لئے ناقابل قبول ہیں اور اگر مستقبل کے لئے اس معاملے میں ہمیں مناسب ضمانت ملتی ہے تو ہم نئے قرض کی منظوری پر گفتگو شروع کرنے کےلئے بخوشی تیار ہوں گے۔،، *

درحقیقت چھوٹے سرمائے کی یہ شکایت پرانی ہے کہ بڑا سرمایہ اس کو دباتا ہے۔ لیکن یہاں تو پورا سینڈیکیٹ اس ''چھوٹے،، سرمائے کے زمرے میں آگیا! چھوٹے اور بڑے سرمائے کے درمیان پرانی کشمکش اب ایک نئی اور ارتقا کی بہت ہی بلند منزل پر جاری ہو گئی ہے۔ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بڑے بینکوں‌والے ارب‌پتی کارخانے ایسے ذرائع سے ٹکنیکی ترقی کو تیزی سے آگے بڑھا سکتے ہیں جن کا مقابلہ ماضی کے ذرائع سے نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً بینک مخصوص ٹکنیکی تحقیقاتی سوسائٹیاں قائم کرتے ہیں اور واقعی صرف ''دوست،، صنعتی کارخانے ان کے کام سے مستفید ہوتے ہیں۔ اس زمرے میں ''برقی ریلوے تحقیقاتی انجمن،، اور ''سائنسی اور ٹکنیکی تحقیقات کا مرکزی بیورو،، وغیرہ آتے ہیں۔

بڑے بینکوں کے ڈائرکٹر خود بھی یہ دیکھے بغیر نہیں رہ سکتے کہ قومی معیشت کے نئے حالات پیدا ہو رہے ہیں لیکن وہ ان مظاہر کے سامنے بےبس ہیں۔

یئڈیلس لکھتا ہے: ''جس نے بھی حالیہ برسوں میں ڈائرکٹروں اور بڑے بینکوں کے نگراں بورڈوں کے ممبروں میں تبدیلی کا مطالعہ کیا ہے اس نے یہ ضرور دیکھا ہوگا کہ رفتہ رفتہ اختیارات ان لوگوں کے ہاتھ میں جا رہے ہیں جو صنعت کی عام ترقی میں بڑے بینکوں کی عملی مداخلت کو ضروری اور بڑھتی ہوئی اہمیت کا حامل سمجھتے ہیں۔ ان نئے لوگوں اور پرانے بینک ڈائرکٹروں کے درمیان اس موضوع

Dr. Oscar Stillich. «Geld-und Bankwesen». Berlin, 1907, S. 147. *

پر کاروباری اور اکثر ذاتی نوعیت کے اختلافات بڑھ رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا بینک، قرض دینےوالے اداروں کی حیثیت سے، صنعت میں اس مداخلت سے گھاٹے میں رہیں گے یا نہیں، آیا وہ اہم اصول اور یقینی نفع کو قربان کر رہے ہیں تاکہ سرگرمیوں کے ایسے نئے میدان میں داخل ہوں جو قرض فراہم کرنے میں ان کے بچوانی کے رول سے ذرا بھی نہیں مشابہت رکھتا اور بینکوں کو ایسی جگہ لئے جا رہا ہے جہاں وہ تجارتی اتار چڑھاؤ کی اندھی طاقتوں کے رحم و کرم پر پہلے سے زیادہ ہوں گے۔ یہ رائے بہت سے پرانے بینکڈائرکٹروں کی ہے جبکہ زیادہتر نوجوان لوگ صنعت کے سوالات میں سرگرم مداخلت اتنی ہی بڑی ضرورت سمجھتے ہیں جس نے، موجودہ بڑی صنعت کے ساتھ، بڑے بینکوں اور جدید صنعتی بینک کے کاروبار کو جنم دیا ہے۔ دونوں فریق صرف ایک بات پر متفق ہیں کہ بڑے بینکوں کی نئی سرگرمیوں میں نہ تو کوئی پختہ اصول ہیں اور نہ ٹھوس مقصد۔''*

پرانی سرمایہداری کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ نئی سرمایہداری کسی چیز کی طرف عبور ہے۔ یہ یقیناً عبث بات ہے کہ اجارےداری کا آزاد مقابلے سے ''ملاپ'' کرانے کے لئے ''پختہ اصول اور ٹھوس مقصد'' تلاش کئے جائیں۔ عملی لوگوں کا اعتراف بالکل ایسا نہیں ہے جیسی کہ وہ سرکاری تعریفیں جو ''منظم'' سرمایہداری کی دلکشی کے بارے میں اس کے وکیل شولتسے گےویرنیتس، لیفمان اور اسی طرح کے ''نظریہداں'' کرتے ہیں۔

بڑے بینکوں کی ''نئی سرگرمیاں'' مختتم طور پر ٹھیک کس وقت چالو ہوئیں؟ ہلفرڈنگ نے اس اہم سوال کا کافی ٹھیک جواب دیا ہے:

''صنعتی اداروں کے درمیان تعلقات معہ اپنے نئے مواد، اپنی نئی شکلوں اور اپنے نئے اداروں کے یعنی بڑے بینکوں کے جو مرکوز اور غیرمرکوز دونوں بنیادوں پر منظم کئے گئے ہیں، مشکل سے دسویں دھائی سے پہلے ایک خاص قومی معاشی مظہر کی حیثیت سے قائم ہوئے ہیں۔ ایک معنی میں یہ ابتدائی تاریخ ۱۸۹۷ء تک ضرور لے جائی جا سکتی ہے جب کارخانوں کے اہم ''انضمام'' ہوئے اور جب پہلی مرتبہ غیر

---

* ہلفرڈنگ، متذکرہ کتاب، صفحات ۱۸۴ — ۱۸۳۔

مرکوز تنظیموں کی نئی شکل بینکوں کی صنعتی پالیسی کے مطابق رائج کی گئی۔ یہ ابتدائی نقطہ اس سے بھی بعد کی تاریخ تک لے جایا جا سکتا ہے کیونکہ صرف ۱۹۰۰ء کے بحران نے صنعت اور بینک کے کاروبار کے ارتکاز کے عمل کو بڑی حد تک آگے بڑھایا اور تیز کیا، اس عمل کو مضبوط بنایا، پہلی مرتبہ صنعت کے ساتھ تعلق کو بڑے بینکوں کی اصلی اجارےداری میں تبدیل کیا اور اس تعلق کو زیادہ قریبی اور سرگرم عمل بنایا۔''*

اس طرح بیسویں صدی، پرانی سے نئی سرمایہداری میں داخل ہونے کا، عام طور پر سرمایہ کے تسلط سے مالیاتی سرمایہ کے تسلط میں داخلے کا موڑ بن گئی۔

۳۔ مالیاتی سرمایہ اور مالیاتی اولیگارشی

ہیلفرڈنگ لکھتا ہے: ''صنعتی سرمائے کے بڑھتے ہوئے حصے پر سے ان صنعتکاروں کی ملکیت ختم ہوتی جاتی ہے جو اس کو استعمال کرتے ہیں۔ وہ اس کو صرف بینک کے ذریعہ استعمال کر سکتے ہیں جو ان صنعتکاروں کے تعلق سے اس سرمائے کے مالکوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ دوسری طرف، بینک اس بات پر مجبور ہے کہ وہ اپنا زیادہ سے زیادہ سرمایہ صنعت میں لگائے۔ اس وجہ سے بینکر زیادہ سے زیادہ صنعتی سرمایہدار بنتا جاتا ہے۔ بینک کے اس سرمائے کو یعنی نقد پیسے کی شکل میں سرمائے کو جو اسی طرح عملی طور پر صنعتی سرمائے میں تبدیل کیا جاتا ہے میں مالیاتی سرمایہ کہتا ہوں''۔ ''مالیاتی سرمایہ وہ سرمایہ ہے جس کو بینک کنٹرول کرتے ہیں اور صنعتکار استعمال کرتے ہیں۔''**

اس تعریف میں یہ کمی ہے کہ وہ ایک بہت ہی اہم بات نہیں دکھاتی یعنی پیداوار اور سرمایہ کے ارتکاز میں اس شدید حد تک

---

* یئڈیلس، متذکرہ کتاب، صفحہ ۱۸۱۔

** ہیلفرڈنگ ''مالیاتی سرمایہ''۔ ماسکو، ۱۹۱۲ء، صفحات ۳۳۸ — ۳۳۹۔

اضافہ، جب ارتکاز اجارےداری تک پہنچ جاتا ہے اور پہنچ گیا ہے۔ لیکن اپنی ساری کتاب میں اور خصوصاً ان دو ابواب میں جو اس باب سے پہلے ہیں جس سے یہ تعریف لی گئی ہے ہیلفرڈنگ نے سرمایہدار اجارےداریوں کے رول پر زور دیا ہے۔

پیداوار کا ارتکاز ، اس سے پیدا ہونےوالی اجارےداری، بینکوں کا صنعت کے ساتھ انضمام یا ارتباط — یہ ہے مالیاتی سرمائے کے نمودار ہونے کی تاریخ اور اس اصطلاح کا مافیہ۔

اب ہمیں یہ بتانا ہے کہ اشیاء تبادلہ کی پیداوار اور نجی ملکیت کے عام حالات میں سرمایہدار اجارےداریوں کی ''کاروباری کارروائیاں،، لازمی طور پر مالیاتی اولیگارشی (financial oligarchy) کے تسلط کی طرف لے جاتی ہیں۔ اس کی طرف دھیان دینا چاہئے کہ جرمن بورژوا عالم (اور صرف جرمن ہی نہیں) جیسے ریسر، شولتسے گےویرنیتس اور لیفمان وغیرہ سب کے سب سامراج اور مالیاتی سرمائے کی وکالت کرنےوالے ہیں۔ اولیگارشی کی تشکیل کی ''مشینری،، ، اس کے طریقوں، اس کی ''جائز اور ناجائز،، آمدنیوں کی حد، پارلیمنٹ سےاس کے تعلقات وغیرہ وغیرہ کا راز فاش کرنے کے بجائے وہ یا تو ان پر پردہ ڈالتے ہیں یا پھر نمک مرچ لگا کر ان کو بیان کرتے ہیں۔ وہ ان ''منحوس سوالوں،، سے بلند بانگ اور مبہم جملوں، بینک ڈائرکٹروں سے ''احساس ذمےداری،، کی اپیلوں، پروشیائی افسروں کے ''احساس فرض،، کی تعریف کے ذریعہ کتراتے ہیں اور اجارےداریوں کی ''نگرانی،، اور ''باضابطگی،، کے لئے انتہائی مضحکہ انگیز پارلیمانی قانونی مسودوں کی معمولی تفصیلات کا سنجیدگی سے مطالعہ کرتے ہیں اور نظریوں کے ساتھ گلی ڈنڈا کھیلتے ہیں جیسے مثال کےلئے پروفیسر لیفمان کی مندرجہ ذیل ''عالمانہ،، تعریف ہے: ''...تجارت وہ صنعتی کار کردگی ہے جس کا مقصد سامان کا اکٹھا کرنا، ذخیرہ کرنا اور سپلائی کرنا ہے،،* (خط کشیدہ الفاظ پروفیسر کے ہیں)... اس کا یہ مطلب ہوا کہ قدیم آدمی کے دور میں بھی تجارت تھی جو اشیاٴتبادلہ کے بارے میں نہیں جانتا تھا اور سوشلسٹ سماج میں بھی ہوگی۔

---

* R. Liefmann، متذکرہ کتاب، صفحہ ۴۷۶۔

لیکن مالیاتی اولیگارشی کے زبردست تسلط سے متعلق زبردست واقعات نگاہوں کو ایسے خیرہ کرنےوالے ہیں کہ تمام سرمایہدار ملکوں میں، امریکہ میں، فرانس اور جرمنی میں ایسا ادب ظہور میں آیا جو بورژوا نقطۂ نظر سے لکھا گیا، پھربھی اس نے مالیاتی اولیگارشی کی تقریباً حقیقت آمیز تصویر پیش کی اور اس پر (ضرور پیٹی بورژوا) تنقید کی۔

اس ''شرکتداری کے سسٹم،، کو بہت اہمیت حاصل ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ جرمن ماہرمعاشیات، ہیئمان، جس نے غالباً اس معاملے کی طرف پہلی بار توجہ دلائی، اس کے مافیہ کو یوں پیش کرتا ہے:

''سربراہ بنیادی کمپنی کو کنٹرول کرتا ہے (لفظی معنی میں ''ماں کمپنی،، کو) اور پھر وہ اپنی ماتحت کمپنیوں (''دختر کمپنیوں،،) کو کنٹرول کرتی ہے جو اپنی باری میں اس سے زیادہ ماتحت کمپنیوں — ''نواسی کمپنیوں،، کو کنٹرول کرتی ہیں وغیرہ۔ اس طرح نسبتاً کم سرمائے سے پیداوار کے وسیع حلقوں کو کنٹرول کرنا ممکن ہے۔ دراصل، اگر ۵۰ فیصدی سرمائے کی ملکیت کسی جوائنٹ اسٹاک کمپنی کو کنٹرول کرنے کے لئے ہمیشہ کافی ہے تو سربراہ کو ''نواسی کمپنیوں،، کا ۸۰ لاکھ کا سرمایہ کنٹرول کرنے کے لئے دس لاکھ کا سرمایہ کافی ہے اور اگر اس ''جوڑ توڑ،، کو اور وسعت دی جائے تو اس دس لاکھ سے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ، تین کروڑ بیس لاکھ وغیرہ کا سرمایہ کنٹرول کرنا ممکن ہے۔،، *

درحقیقت تجربہ دکھاتا ہے کہ جوائنٹ اسٹاک کمپنی کے معاملات کا انتظام ہاتھ میں لینے کے لئے ۴۰ فیصدی حصوں کا مالک ہونا کافی ہے ** کیونکہ عملی طور پر چھوٹے، منتشر حصےداروں کی ایک تعداد کے لئے عام جلسوں وغیرہ میں حاضر ہونا ناممکن ہوتا ہے۔ حصوں کی ملکیت کی ''جمہورکاری،، جس سے بورژوا صوفی اور موقع پرست

---

* Hans Gideon Heymann. «Die gemischten Werke im deutschen Großeisengewerbe». St., 1904, SS. 268—269.

** Liefmann «Beteiligungs. etc.», S. 258 (پہلی ایڈیشن)

''نام‌نہاد سوشل ڈیموکریٹ،، یہ توقع رکھتے ہیں (یا یہ کہتے ہیں کہ وہ توقع رکھتے ہیں) کہ ''سرمائے کی جمہورکاری،، ہوگی اور چھوٹے پیمانے کی پیداوار کا رول اور اہمیت وغیرہ بڑھے گی دراصل مالیاتی اولیگارشی کی طاقت بڑھانے کا ایک طریقہ ہے۔ اسی لئے، برسبیل تذکرہ، زیادہ ترقی یافتہ یا زیادہ پرانے اور زیادہ ''تجربےکار،، سرمایہ‌دار ملکوں میں قانون اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ کم قیمت کے حصے جاری کئے جائیں۔ جرمنی میں قانون اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ایک ہزار مارک سے کم کے حصے جاری کئے جائیں اور جرمن مالیات کے سیٹھ برطانیہ کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جہاں ایک پونڈ (= ۲۰ مارک، تقریباً ۱۰ روبل) کے حصے جاری کرنے کی اجازت ہے۔ سیمینس نے، جو جرمنی کا ایک بہت ہی بڑا صنعت‌کار اور ''مالیاتی بادشاہوں،، میں سے ہے، ۷ جون ۱۹۰۰ء کو ریشتاغ میں اعلان کیا کہ ''ایک پونڈ کا حصہ برطانوی سامراج کی بنیاد ہے۔،،* یہ تاجر سامراج کے بارے میں بہت گہری اور زیادہ ''مارکسی،، سوجھ بوجھ رکھتا ہے بمقابلہ اس بےادب ادیب کے جو روسی مارکس‌ازم کا بانی (۱۸) سمجھا جاتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ سامراج کسی قوم کی بری عادت ہے...

لیکن ''شرکت‌داری کا سسٹم،، صرف اجارےداروں کی طاقت میں زبردست اضافے کی خدمت ہی نہیں انجام دیتا بلکہ ان کو اس قابل بھی بناتا ہے کہ وہ بےدھڑک پبلک کو مونڈنے کےلئے ہر طرح کی تاریک اور گندی چالیں چلیں کیونکہ باضابطہ طور پر، قانون کے مطابق ''ماں کمپنی،، کے ڈائرکٹر ''دختر کمپنی،، کے لئے ذمےدار نہیں ہیں جو ''خود اختیار،، سمجھی جاتی ہے اور جس کے ذریعہ سب کچھ ''کھینچا،، جا سکتا ہے۔ یہاں جرمن رسالے ''بینک،، کے مئی ۱۹۱۳ء کے کتابچے سے یہ مثال پیش کی جاتی ہے:

''کاسیل کی ''اسپرنگ اسٹیل کمپنی،، چند سال پہلے تک جرمنی میں ایک انتہائی نفع‌بخش کمپنی سمجھی جاتی تھی۔ بدانتظامی کی

---

* «Grdr. d. S.-Oek.» (V. 2. S. 110) میں شولتسے گےویرنیتس کا پیش کیا ہوا حوالہ۔

وجہ سے کمپنی کا منافع ۱۰ فیصدی سے گر کر صفر فیصدی تک پہنچ گیا۔ ایسا معلوم ہوا کہ بورڈ نے حصہ‌داروں سے مشورہ کئے بغیر ۶۰ لاکھ مارک اپنی ایک ''دختر کمپنی،، ، ''ہاسیا کمپنی،، کو قرض دے دئے جس کے پاس صرف چند لاکھ مارک کا معروفہ سرمایہ تھا۔ اس قرض کا، جس کی رقم ''ماں کمپنی،، کے سرمائے کی تقریباً ۳ گنی تھی، کھاتوں میں کوئی اندراج نہیں تھا۔ قانونی طور پر یہ خاموشی بالکل جائز تھی اور دو سال تک رہ سکتی تھی کیونکہ اس سے تجارتی قانون کی کسی دفعہ کی خلاف‌ورزی نہیں ہوتی تھی۔ نگراں بورڈ کا صدر، جس نے ذمے‌دار سربراہ کی حیثیت سے جھوٹے کھاتوں پر دستخط کئے تھے، کاسیل کے ایوان تجارت کا صدر تھا اور اب بھی ہے۔ حصہ‌داروں کو ''ہاسیا کمپنی،، کو اس قرض کے بارے میں بہت دنوں بعد معلوم ہوا جب یہ قرض غلطی ثابت ہوا...،، (مصنف کو چاہئے تھا کہ وہ لفظ غلطی کو واوین میں لکھے) ''اور جب ''اسپرنگ اسٹیل کمپنی،، کے حصوں کی قیمت تقریباً ۱۰۰ فیصدی گر گئی کیونکہ جن لوگوں کو علم تھا وہ ان سے چھٹکارا حاصل کر رہے تھے...

''کھاتوں میں مداری‌پن کی یہ نمونے کی مثال جو جوائنٹ اسٹاک کمپنیوں میں کافی عام ہے یہ وضاحت کرتی ہے کہ ان کے ڈائرکٹروں کے بورڈ نجی کاروباریوں کے مقابلے میں ایسی خطرناک لین‌دین بہت زیادہ ٹھنڈے دل سے کیوں کرتے ہیں۔ کھاتوں کو بنانے کے جدید طریقے صرف یہی امکان نہیں دیتے کہ مشتبہ کاروبار کو معمولی حصہ‌داروں سے چھپایا جا سکے بلکہ اس کی بھی اجازت دیتے ہیں کہ انتہائی متعلق لوگ بروقت اپنے حصے فروخت کرکے ناکامیاب سٹہ‌بازی کے نتائج سے بچ نکلیں جبکہ نجی کاروباری جو کچھ بھی کرتا ہے اپنے کو خطرے میں ڈال کر کرتا ہے...

''بہت سی جوائنٹ اسٹاک کمپنیوں کے کھاتے ہمیں قرون وسطی کی ان پالیمپسیسٹوں کی یاد دلاتے ہیں جن سے نظر آنےوالی تحریر پہلے مٹادی جاتی تھی تاکہ اس کے نیچے کی تحریر دریافت کی جائے جو دستاویز کے اصل معنی بتاتی تھی،، (پالیمپسیسٹس وہ روغنی جھلی کے کاغذ ہیں جن پر اصل تحریر کو ڈھک کر دوسری لکھ دی گئی ہو)۔

''کھاتوں کو ناقابل فہم بنانے کا سب سے زیادہ سادہ اور اسی لئے انتہائی عام طور پر استعمال ہونےوالا طریقہ یہ ہے کہ واحد کاروبار کو ''دختر کمپنیاں،، قائم کرکے یا ان کا الحاق کرکے کئی حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ مختلف قانونی اور غیرقانونی مقاصد کےلئے اس سسٹم کے فوائد اتنے صاف ہیں کہ بڑی کمپنیاں جو اس کو استعمال نہیں کرتیں وہ بالکل استثنا سمجھی جاتی ہیں۔،،*

ایک بڑی اور اجارہدار کمپنی کی مثال کی حیثیت سے جو بڑے پیمانے پر یہ سسٹم استعمال کرتی ہے مصنف نے مشہور ''جنرل الکٹرک کمپنی،، (اے۔ای۔جی، جس کے بارے میں بعد کو ہم ذکر کرینگے) کا نام پیش کیا ہے۔ ۱۹۱۲ء میں یہ حساب لگایا گیا تھا کہ اس کمپنی کے حصے دوسری ۱۷۵ سے لیکر ۲۰۰ تک کمپنیوں میں ہیں اور ظاہر ہے کہ ان پر اس کا تسلط ہے اور اس طرح وہ مجموعی طور پر ڈیڑھ ارب مارک کا سرمایہ کنٹرول کرتی ہے۔**

یہاں کنٹرول کے سب قاعدوں، بیلنس‌شیٹ کی اشاعت، ان کےلئے مقررہ اسکیم کی ترتیب، اکاؤنٹ کی جانچ پرتال وغیرہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے جن کی طرف نیک‌نیت پروفیسر اور افسران یعنی وہ لوگ جو سرمایہ‌داری کی وکالت اور تعریف کرنے کےلئے نیک‌نیت رکھتے ہیں پبلک کی توجہ دلاتے ہیں۔ کیونکہ نجی ملکیت مقدس ہے اور کسی کو بھی حصے خریدنے، بیچنے، ان کا تبادلہ کرنے یا رہن کرنے کی ممانعت وغیرہ نہیں کی جا سکتی۔

L. Eschwege. «Tochtergesellschaften», «Die Bank», 1914, 1, S. 545. *

(ل۔ ایشویگے ''دختر کمپنیاں،،۔ رسالہ ''بینک،، ۱۹۱۴ء، نمبر۱، صفحہ ۵۴۵۔ ایڈیٹر)

Kurt Heinig. «Der Weg des Elektrotrusts», «Neue Zeit», 1912, **
30. Jahrg., 2,S. 484.

(کورت ہیئنیگ ''الکٹرک ٹرسٹ کا راستہ،، ، رسالہ'' نیا زمانہ،، ۱۹۱۲ء، اشاعت کا ۳۰ واں سال۔ ایڈیٹر)

بڑے روسی بینکوں میں جس حد تک یہ ''شرکت‌داری کا سسٹم،، بڑھا ہے اس کا اندازہ اے۔ آگاد کے دئے ہوئے اعداد و شمار سے لگایا جا سکتا ہے جو پندرہ سال تک روسی چینی بینک کا افسر تھا اور جس نے مئی ۱۹۱۴ء میں ایک کتاب ذرا اس غلط عنوان سے شائع کی ''بڑے بینک اور عالمی منڈی،،۔ * مصنف نے بڑے روسی بینکوں کو دو بنیادی گروپوں میں تقسیم کر دیا ہے: (الف) وہ بینک جو ''شرکت‌داری کے سسٹم،، میں آتے ہیں اور (ب) ''خود اختیار،، بینک۔ بہرحال ''خود اختیار،، کے من مانے معنی یہ لے لئے گئے ہیں کہ وہ غیرملکی بینکوں سے خود اختیار ہیں۔ مصنف نے پہلے گروپ کو متعلقہ قوم کے بڑے غیرملکی بینکوں کی ''شرکت‌داری،، اور تسلط کو نظر میں رکھتے ہوئے تین تحتی گروپوں میں تقسیم کر دیا ہے: (۱) جرمن شرکت‌داری، (۲) برطانوی شرکت‌داری، (۳) فرانسیسی شرکت‌داری۔ مصنف نے بینکوں کے سرمائے کو لگے ہوئے ''پیداواری،، سرمائے (صنعت اور تجارت میں) اور ''سٹہ‌بازانہ،، لگے ہوئے سرمائے (اسٹاک اکس‌چینج اور مالیاتی کاروبار) میں تقسیم کیا ہے اور اپنے پیٹی‌بورژوا اصلاح‌پرست نقطۂ نظر سے یہ فرض کیا ہے کہ سرمایہ‌دار نظام کے تحت پہلی طرح کے لگے ہوئے سرمائے کو دوسری طرح کے سرمائے سے الگ کیا جا سکتا ہے اور دوسری شکل کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

یہاں مصنف کے اعداد و شمار پیش کئے گئے ہیں:

---

* E. Agahd. «Großbanken und Weltmarkt. Die wirtschaftliche und politische Bedeutung der Großbanken im Weltmarkt unter Berücksichtigung ihres Einflusses auf Rußlands Volkswirtschaft und die deutsch-russischen Beziehungen». Berl., 1914.

(آگاد ''بڑے بینک اور عالمی منڈی۔ عالمی منڈی میں بڑے بینکوں کی معاشی اور سیاسی اہمیت روسی عوامی معیشت اور جرمن — روسی تعلقات پر ان کے اثر کے نقطۂ‌نظر سے،، برلن۔ ایڈیٹر)

بینکوں کا اثاثہ

(اکتوبر — نومبر ۱۹۱۳ء کی رپورٹوں کے مطابق)

دس لاکھ روبل میں

روسی بینکوں کے گروپ	لگا ہوا سرمایہ		
	پیداواری	سٹہ‌بازانہ	کل میزان
الف (۱) چار بینک: سائبیریائی تجارتی، روسی، انٹرنیشنل اور ڈسکاؤنٹ بینک	۴۱۳٫۷	۸۵۹٫۱	۱۲۷۲٫۸
الف (۲) دو بینک: تجارتی—صنعتی اور روسی—برطانوی	۲۳۹٫۳	۱۶۹٫۱	۴۰۸٫۴
الف (۳) پانچ بینک: روسی — ایشیائی، سینٹ پیٹرس‌برگ پرائیوٹ، آزوف دون، یونین ماسکو، روسی—فرانسیسی تجارتی	۷۱۱٫۸	۶۶۱٫۲	۱۳۷۳٫۰
(۱۱ بینک) میزان: الف =	۱۳۶۴٫۸	۱۶۸۹٫۴	۳۰۵۴٫۲
ب ۔ آٹھ بینک: ماسکو کے تاجروں کا، والگا— کاما، یونکر اینڈ کمپنی، سینٹ پیٹرس‌برگ تجارتی (سابق واویل برگ)، ماسکو بینک (سابق ریابوشینسکی)، ماسکو ڈسکاؤنٹ، ماسکو تجارتی، ماسکو پرائیوٹ	۵۰۴٫۲	۳۹۱٫۱	۸۹۵٫۳
(۱۹ بینک) میزان	۱۸۶۹٫۰	۲۰۸۰٫۵	۳۹۴۹٫۵

ان اعداد وشمار کے مطابق تقریباً چار ارب روبل میں سے جو بڑے بینکوں کا ''سرگرم‌کار،، سرمایہ ہیں، تین چوتھائی سے زیادہ یعنی تین ارب سے زیادہ ان بینکوں کی ملکیت ہیں جو دراصل غیرملکی بینکوں

کی ''دختر کمپنیاں،، ہیں اور خصوصاً پیرس کے بینکوں کی (تین مشہور بینک: ''یونین پیرس،، '' پیرس اور نیدرلینڈ،، اور ''سوسائٹی جنرالے،،) اور برلن کے بینکوں کی (خاص طور پر ''جرمن بینک،، اور ''دیسکونتو گیسیل شافٹ،،) ۔ دو سب سے بڑے روسی بینکوں ''روسی،، (''غیر ملکی تجارت کے لئے روسی بینک،،) اور ''انٹرنیشنل،، (''سینٹ پیٹرس‌برگ انٹرنیشنل کمرشیل بینک) نے ۱۹۰۶ء اور ۱۹۱۲ء کے دوران اپنا سرمایہ چار کروڑ ۴۰ لاکھ روبل سے بڑھ کر ۹ کروڑ ۸۰ لاکھ روبل کر لیا اور اپنا محفوظ سرمایہ ڈیڑھ کروڑ سے بڑھا کر ۳ کروڑ ۹۰ لاکھ کر لیا، اپنے کام میں ''تین چوتھائی جرمن سرمایہ استعمال کرکے،، ۔ پہلا بینک برلن جرمن بینک ''کنسرن،، میں شرکت دار ہے اور دوسرا برلن ''دیسکونتو گیسیل شافٹ'' میں ۔ نیک آگاد اس بات سے بہت ناراض ہیں کہ حصوں کی اکثریت برلن بینکوں کے پاس ہے اور اسی وجہ سے روسی حصےدار بےبس ہیں ۔ ظاہر ہے کہ جو ملک سرمایہ برآمد کرتا ہے وہ بالائی اتار لیتا ہے ۔ مثال کے طور پر برلن ''جرمن بینک،، نے سائبیریائی تجارتی بینک کے حصے برلن مارکیٹ میں لانے سے پہلے ان کو پورے سال بھر تک اپنے بیگ میں رکھا اور پھر ان کو ۱۰۰ کے لئے ۱۹۳ کی شرح سے بیچ دیا یعنی تقریباً دگنے پر اور تقریباً ۶۰ لاکھ روبل کمایا جن کو ہیلفرڈنگ ''بانیوں کا نفع،، کہتا ہے ۔

ہمارا مصنف سینٹ پیٹرس‌برگ کے بڑے بینکوں کی ''طاقت،، ۸ ارب ۲۳ کروڑ ۵۰ لاکھ روبل، تقریباً سوا آٹھ ارب بتاتا ہے اور ''شرکت‌داریوں،، یا جس حد تک غیرملکی بینک ان پر تسلط رکھتے ہیں اس کے لئے یہ تخمینہ دیتا ہے: فرانسیسی بینک ۵۵ فیصدی، برطانوی ۱۰ فیصدی، جرمن ۳۵ فیصدی ۔ مصنف کے حساب کے مطابق کام میں لگے کل ۸ ارب ۲۳ کروڑ ۵۰ لاکھ روبل کے سرمائے میں سے تین ارب ۶۸ کروڑ ۷۰ لاکھ روبل یا ۴۰ فیصدی سے زیادہ پرواوگول اور پرودامیت (۱۹) سینڈیکیٹوں میں اور تیل، دھاتسازی اور سیمنٹ کی صنعتوں کی سینڈیکیٹوں میں آتے ہیں ۔ اس طرح سرمایہ‌دارانہ اجارہ‌داریوں کی تشکیل کی وجہ سے، روس میں بینکوں اور صنعت کے سرمائے کے انضمام نے بھی زبردست قدم بڑھائے ہیں ۔

مالیاتی سرمایہ، چند ہاتھوں میں مرکوز ہوکر اور عملی طور پر اجارےداری استعمال کرتے ہوئے کمپنیاں قائم کرکے، کاغذاتزر جاری کرکے اور ریاستی قرضوں وغیرہ سے زبردست اور برابر بڑھتا ہوا نفع کماکر مالیاتی اولیگارشی کے تسلط کو مضبوط کرتا ہے اور اجارےداروں کے نفع کے لئے پورے سماج پر خراج عائد کرتا ہے۔ امریکی ٹرسٹوں کے ''کاروباری،، طریقوں کی کثیر تعداد مثالوں میں سے یہاں ایک مثال پیش کی جاتی ہے جس کا حوالہ ہیلفرڈنگ نے دیا ہے۔ ۱۸۸۷ء میں ہاوےمیئر نے ۱۵ چھوٹی فرموں کو ملاکر جن کا مجموعی سرمایہ ۶۵ لاکھ ڈالر تھا شکر کا ٹرسٹ قائم کیا۔ امریکی محاورے کے مطابق مناسب طریقے سے ''سیراب،، ہوکر ٹرسٹ کے سرمائے کا اعلان ۵ کروڑ ڈالر کیا گیا۔ ''افراط سرمایہ،، (over capitalisation) نے مستقبل کے اجارہدارانہ نفع کا بھی تخمینہ اسی طرح لگا لیا جیسے ریاستہائے متحدہ امریکہ کا فولاد کا کارپوریشن امکانی طور پر زیادہ سے زیادہ لوہے کی کانیں خریدنے میں مستقبل کے اجارہدارانہ نفع کا تخمینہ لگا لیتا ہے۔ درحقیقت شکر کے ٹرسٹ نے اجارہدارانہ قیمتیں قائم کر دیں جن سے اس کو اتنا نفع ملا کہ وہحصوں پر ۱۰ فیصدی نفع، سات گنے ''سیراب،، سرمایہ پر یا ٹرسٹ کی تشکیل کے وقت لگائے ہوئے سرمائے پر تقریباً ۷۰ فیصدی نفع حصےداروں کو تقسیم کر سکتا! ۱۹۰۹ء میں شکر کے ٹرسٹ کا سرمایہ ۹ کروڑ ڈالر تھا۔ ۲۲ سال میں اس نے اپنا سرمایہ بڑھاکر ۱۰ گنے سے زیادہ کر لیا ہے۔

فرانس میں ''مالیاتی اولیگارشی،، کے تسلطنے (''فرانس میں مالیاتی اولیگارشی کے خلاف،، لیزس کی مشہور کتاب کا نام جس کا پانچواں ایڈیشن ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا) ایسی شکل اختیار کی جو ذرا مختلف تھی۔ چار انتہائی طاقتور بینک کاغذاتزر جاری کرنے میں محض نسبتی نہیں بلکہ ''قطعی اجارےداری،، رکھتے ہیں۔ حقیقت میں یہ ''بڑے بینکوں کا ٹرسٹ،، ہے۔ اور اجارےداری کاغذاتزر کے اجرا سے اجارہدارانہ نفع کی ضمانت دیتی ہے۔ عام طور پر قرض لینےوالا ملک قرض کی رقم کی ۹۰ فیصدی سے زیادہ نہیں پاتا، بقیہ ۱۰ فیصدی بینک اور دوسرے دلالوں کو مل جاتا ہے۔ روسی چینی قرض کی ۴۰ کروڑ فرانک کی رقم سے بینکوں نے ۸ فیصدی منافع کمایا۔ ۸۰ کروڑ

فرانک کے روسی قرض (۱۹۰۴ء) سے ۱۰ فیصدی کا نفع ہوا اور ۶ کروڑ ۲۵ لاکھ فرانک کے مراکشی قرض (۱۹۰۴ء) سے یہ نفع ۱۸٫۷۵ فیصدی تھا۔ سرمایہ‌داری جس نے اپنا ارتقا معمولی سود خور سرمائے سے شروع کیا تھا اب اپنے ارتقا کا خاتمہ زبردست سود خور سرمائے کے ساتھ کر رہی ہے۔ لیزس نے لکھا ہے ''فرانسیسی یورپ کے سودخور مہاجن ہیں''۔ سرمایہ‌داری کی اس تبدیلی کی وجہ سے معاشی زندگی کے تمام حالات میں گہری تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ آبادی میں ٹھہراؤ اور صنعت، تجارت اور جہازرانی میں جمود کی صورت میں ''ملک'' سودخوری سے امیر ہو سکتا ہے۔ ''پچاس اشخاص، ۸۰ لاکھ فرانک سرمائے کی نمائندگی کرتے ہوئے چار بینکوں میں جمع کئے ہوئے دو ارب فرانک کنٹرول کر سکتے ہیں۔'' ''شرکت داری کے'' سسٹم کا بھی جس سے ہم واقف ہو چکے ہیں، یہی نتیجہ ہوتا ہے: مثلاً ایک سب سے بڑا بینک ''سوسائٹی جنرالے'' (Société Générale) اپنی ''دختر کمپنی''، ''شکر کے مصری کارخانوں'' کے لئے ۶۴ ہزار بانڈ جاری کر دیتا ہے۔ یہ بانڈ ۱۵۰ فیصدی پر جاری کئے جاتے ہیں یعنی بینک کو ایک روبل میں ۵۰ کوپک کا نفع ہوتا ہے۔ نئی کمپنی کے نفع کے حصے جعلی نکلے اور ''پبلک'' کو ۹ کروڑ سے ۱۰ کروڑ فرانک تک کا نقصان ہوا۔ ''سوسائٹی جنرالے'' کا ایک ڈائرکٹر ''شکر کے کارخانوں'' کے ڈائرکٹروں کے بورڈ کا ممبر تھا''۔ یہ حیرت کی بات نہیں کہ مصنف اس نتیجے پر پہنچا: ''فرانسیسی ریپبلک ایک مالیاتی شاہی ہے''؛ ''یہ مالیاتی اولیگارشی کا مکمل تسلط ہے؛ موخرالذکر پریس اور حکومت پر حاوی ہے۔''*

کاغذات‌زر کے اجرا سے، جو مالیاتی سرمائے کا ایک خاص کام ہے، حاصل ہونے والے غیرمعمولی نفع کی شرح مالیاتی اولیگارشی کے ارتقا اور

---

* Lysis. «Contre l'oligarchie financière en France». 5 éd., P., 1908, pp. 11, 12, 26, 39, 40, 48.

(لیزس ''فرانس میں مالیاتی اولیگارشی کے خلاف''۔ پانچواں ایڈیشن، پیرس، ۱۹۰۸ء۔ صفحات: ۱۱، ۱۲، ۲۶، ۳۹، ۴۰، ۴۸۔ ایڈیٹر)

استواری میں اہم رول ادا کرتی ہے ۔ ''اس قسم کا واحد کاروبار ملک میں نہیں ہے جو غیرملکی قرضے جاری کرنے کی دلالی سے حاصل ہونے والے اتنے بڑے نفع کے تقریباً برابر بھی پہنچتا ہو،، جرمن رسالہ ''بینک،، کہتا ہے ۔ *

''بینک کے کاروبار میں کوئی بھی کام مقابلتاً اتنا نفع‌بخش نہیں ہوتا جتنا کاغذات‌زر کا اجرا،، ۔ ''جرمن ایکونومسٹ،، کے بیان کے مطابق صنعتی کاغذات‌زر جاری کرنے سے نفع کی سالانہ اوسط مندرجہ‌ذیل ہوتی تھی :

	فیصدی
۱۸۹۵ء	۳۸٫۶
۱۸۹۶ء	۳۶٫۱
۱۸۹۷ء	۶۶٫۷
۱۸۹۸ء	۶۷٫۷
۱۸۹۹ء	۶۶٫۹
۱۹۰۰ء	۵۵٫۲

''دس سال میں ۱۸۹۱ء سے ۱۹۰۰ء تک جرمن صنعتی کاغذات‌زر جاری کرنے سے ایک ارب سے زیادہ مارک ''کمائے،، گئے ۔،،**

صنعتی عروج کے ادوار میں مالیاتی سرمائے کے منافع بہت زیادہ ہو جاتے ہیں لیکن زوال کے ادوار میں چھوٹے اور غیر مضبوط کاروباروں کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور بڑے بڑے بینک ان کو بہت سستا خرید کر ''شرکت‌داری،، حاصل کر لیتے ہیں یا ان کی ''تعمیر نو،، اور ''تنظیم نو،، کی نفع‌بخش اسکیموں میں حصہ لیتے ہیں ۔ ان کاروباروں کی ''تعمیر نو،، میں، جو نقصان سے چل رہے ہیں، ''حصوں کا سرمایہ گھٹ جاتا

---

* «Die Bank», 1913, No. 7, S. 630.

** Stillich. «Geld-und Bankwesen». S. 143 and W. Sombart. «Die deutsche Volkswirtschaft im 19. Jahrhundert». 2. Aufl., 1909, S. 526, Anlage 8.

(زومبرٹ ''۱۹ویں صدی میں جرمن قومی معیشت،، ۔ دوسرا ایڈیشن، ۱۹۰۹ء ۔ صفحہ ۵۲۶، ضمیمہ ۸ ۔ ایڈیٹر)

ہے یعنی نفع کم سرمائے پر تقسیم ہوتا ہے اور اسی کم بنیاد پر اس کا حساب ہوتا رہتا ہے۔ یا اگر نفع‌مندی صفر تک گر جاتی ہے تو نیا سرمایہ لیا جاتا ہےجو پرانے اور کم نفع دینےوالے سرمائے کے ساتھ ملکر مناسب نفع دےگا۔ ہیلفرڈنگ اضافہ کرتا ہے ''برسبیل تذکرہ یہ تمام تعمیرنو اور تنظیم‌نو بینکوں کے لئے دوھری اھمیت رکھتے ھیں: اول نفع‌بخش لین‌دین کی حیثیت سے اور دوسرے مشکل حالات میں مبتلا کمپنیوں پر کنٹرول کے مواقع حاصل کرنے کےلئے۔'' *

یہاں ایک مثال ہے۔ دورٹمنڈ کی ''یونین'' مائننگ کمپنی ۱۸۷۲ء میں قائم کی گئی تھی۔ حصوں کا سرمایہ تقریباً ۴ کروڑ مارک کا جاری کیا گیا اور جب اس نے اپنے پہلے سال کے لئے ۱۲ فیصدی نفع بانٹا تو حصوں کی بازاری قیمت ۱۷۰ فیصدی تک اونچی ہو گئی۔ مالیاتی سرمائے نے بالائی اتار لی اور کوئی دو کروڑ ۸۰ لاکھ مارک کما لئے۔ اس کمپنی کا خاص بانی وھی بڑا جرمن ''دیسکونتو گیسیل شافٹ'' بینک تھا جو اتنی کامیابی سے ۳۰ کروڑ مارک کے سرمائے تک پہنچا تھا۔ بعد کو ''یونین'' کمپنی کے حصوں پر نفع گر کر صفر ہو گیا۔ حصہ‌داروں کو سرمایہ ''کم کرنے'' پر راضی ہونا پڑا یعنی اس کے کچھ حصے سے دست‌بردار ہونے پر تاکہ سارا سرمایہ نہ کھو بیٹھیں۔ ''تعمیرنو'' کے پورے سلسلوں سے تیس سال کے دوران ۷ کروڑ ۳۰ لاکھ سے زیادہ مارک ''یونین'' کمپنی کے کھاتوں سے نکال دئے گئے۔ ''فی‌الحال اس کمپنی کے اصل حصےدار اپنے حصوں کی ابتدائی قیمت کی صرف ۵ فیصدی کے مالک ھیں۔'' ** لیکن بینکوں نے ھر ''تعمیرنو'' سے ''کچھ نہ کچھ کمانا جاری رکھا''۔

تیزرفتاری سے بڑھتے ہوئے بڑے شہروں کے مضافات میں قطعات زمین کی سٹہ‌بازی مالیاتی سرمائے کےلئے خاص طور سے مفید ہے۔ یہاں بینکوں کی اجارےداری زمین کے لگان کی اجارےداری اور ذرائع رسل و رسائل کی اجارےداری کے ساتھ ضم ہو جاتی ہے کیونکہ زمین کی قیمت میں اضافہ اور اس کو الگ الگ قطعوں میں نفع کے ساتھ بیچنے کے

---

* ''مالیاتی سرمایہ''۔ صفحہ ۱۷۲۔

** Stillich، متذکرہ کتاب۔ صفحہ ۱۳۸ اور Liefmann، صفحہ ۵۱۔

امکانات وغیرہ کا زیادہ‌تر انحصار شہر کے مرکز کے ساتھ اچھے ذرائع رسل و رسائل پر ہے اور یہ ذرائع رسل ورسائل بڑی کمپنیوں کے ہاتھ میں ہیں جو انھیں بینکوں سے شرکت‌داری کے سسٹم اور بورڈوں میں نشستیں تقسیم کرنے کے ذریعہ مربوط ہیں ۔ اس کے نتیجے میں ہمیں وہ ملتا ہے جس کو رسالہ ''بینک،، کے کارکن، جرمن مصنف ل ۔ ایشویگے، جنھوں نے زمین کے قطعات کے کاروبار اور رہن وغیرہ کا خاص طور سے مطالعہ کیا ہے، ''دلدل،، کہتے ہیں — شہری مضافات کے عمارتی قطعات کےلئے بےتحاشا سٹہ‌بازی، تعمیراتی فرموں کی تباہی جیسے جرمن فرم ''بوسواؤ اور کناؤایر،، کی جس نے ''انتہائی ٹھوس اور بڑے،، ''جرمن بینک،، کی مدد سے ۱۰ کروڑ مارک حاصل کئے ۔ ظاہر ہے کہ "جرمن بینک'' نے ''شرکت‌داری ''کے سسٹم کے ذریعہ کام کیا یعنی خفیہ طور پر، پس پردہ اور اس سے ''صرف،، ایک کروڑ ۲۰ لاکھ مارک کا نقصان اٹھا کر نکل آیا ۔ اس کے بعد چھوٹے کارخانہ‌داروں اور مزدوروں کی تباہی آئی جن کو جعلی تعمیراتی فرموں سے کچھ نہیں ملتا، برلن کی ''ایماندار،، پولیس اور عمال کے ساتھ جعلی سمجھوتے کئے گئے تھے جن کا مقصد زمین کے قطعات کے بارے میں سرٹیفکٹوں کے اجرا اور شہری کونسل سے عمارتیں بنانے کی اجازت لینے کا کام وغیرہ اپنے ہاتھ میں لینا تھا ۔ *

''امریکی رسم و رواج،، جن کے خلاف یورپی پروفیسر اور نیک‌نیت بورژوا لوگ بہت مکاری سے اظہار ناراضگی کرتے ہیں، مالیاتی سرمائے کے دور میں ہر ملک میں قطعی طور پر ہر بڑے شہر کے رسم و رواج بن گئے ہیں ۔

۱۹۱۴ء کی ابتدا میں برلن میں ''ٹرانسپورٹ ٹرسٹ،، کی تشکیل یعنی برلن کے تینوں ٹرانسپورٹ کاروباروں : شہر کی برقی ریلوے، ٹراموے کمپنی اور بس کمپنی کے درمیان ''مشترکہ مفادات،، کے قیام کی بات چل رہی تھی ۔ ''بینک،، نے لکھا : ''ہمیں معلوم تھا کہ یہ منصوبہ اسی وقت سے موجود تھا جب یہ معلوم ہوا تھا کہ بس کمپنی کے زیادہ‌تر

---

* ''بینک،، ۱۹۱۳ء، صفحہ ۹۵۲، ایشویگے ''دلدل،، («Der Sumpf»).
''بینک،، ۱۹۱۲ء، صفحہ ۲۲۳ اور اگلے صفحے ۔

حصے دوسری دو ٹرانسپورٹ کمپنیوں نے حاصل کر لئے ہیں... جو لوگ اس مقصد سے کام کر رہے ہیں ہمیں ان کی اس بات پر پوری طرح یقین کرنا چاہئے کہ ٹرانسپورٹ سروسوں کو متحد کرکے وہ کفایت کی امید کرتے ہیں جو نتیجے میں پبلک کے لئے نفع‌بخش ہوگی۔ لیکن اس واقعہ سے بات الجھ جاتی ہے کہ تشکیل کئے جانےوالے ٹرانسپورٹ ٹرسٹ کے پیچھے بینک ہیں جو اگر چاہیں تو ذرائع ٹرانسپورٹ کو جن پر انھوں نے اجارےداری قائم کرلی ہے اپنے زمین کے قطعات کے کاروبار کے مفادات کے تحت لے سکتے ہیں۔ اس قیاس کے معقول ہونے کا یقین کر لینے کےلئے ہمیں صرف یہ یاد کرنے کی ضرورت ہے کہ اس بڑے بینک کے مفادات جس نے الکٹرک ریلوے کمپنی کی تشکیل کی ہمت‌افزائی کی تھی کمپنی کی تشکیل کے وقت اس میں شامل ہو چکے تھے یعنی ٹرانسپورٹ کے اس کاروبار کے مفادات زمین کے قطعات کے کاروبار کے مفادات سے مل جل چکے تھے۔ بات یہ ہے کہ اس ریلوے کی مشرقی لائن جس زمین پر نکلنے والی تھی وہ اس بینک نے اپنے لئے اور اس لین دین کے دوسرے حصہ‌داروں کےلئے اسی وقت زبردست نفع پر بیچ دی جب یہ بات یقینی ہو گئی کہ یہ لائن بنائی جائے گی...،، *

اجارےداری کی جب ایک بار تشکیل ہو جاتی ہے اور کروڑوں کی رقمیں کنٹرول کرنے لگتی ہے تو وہ قطعی طور پر عام زندگی کے ہر شعبے میں، سیاسی‌ڈھانچے یا تمام دوسری ''تفصیلات،، کا لحاظ کئے بغیر، گھس جاتی ہے۔ جرمن معاشی ادب میں عام طور پر پروشیائی نوکرشاہی کی ایمانداری کی خود اپنے منہ سے تعریف، فرانسیسی پناما اسکینڈل (۲۰) یا امریکہ میں سیاسی بدعنوانیوں کی طرف اشاروں کے ساتھ ملتی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ بورژوا ادب تک کو جو جرمنی کے بینک کے کاروبار سے گہرا تعلق رکھتا ہے، خالص بینک کے کاروبار کے میدان سے متواتر آگے جانا پڑتا ہے۔ مثلاً وہ ''بینکوں کی دلکشی،، کا ذکر اس سلسلے میں کرتے ہوئے کہ کس طرح سرکاری افسروں کی بڑھتی ہوئی تعداد بینکوں کی ملازمت میں جا رہی ہے، کہتا ہے:

---

* ''Verkehrstrust», «Die Bank», 1914, 1, S. 89.
(''ٹرانسپورٹ ٹرسٹ،، ، ''بینک،، ۔ ایڈیٹر)

''اس سرکاری افسر کی ایمانداری کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے جو دل ہی دل میں اس کی خواہش رکھتا ہے کہ اس کو بیرین‌اشتراسے میں (برلن کی وہ سڑک جہاں ''جرمن بینک،، کا صدر دفتر ہے) کوئی اچھی جگہ مل جائے؟،، * ۱۹۰۹ء میں ''بینک،، کے پبلشر الفریڈ لانسبرگ نے ایک مضمون ''بازنطین‌ازم کی معاشی اہمیت،، کے عنوان سے لکھا جس میں اس نے برسبیل تذکرہ ولہلم ثانی کے دورۂ فلسطین اور ''اس سفر کے فوری نتیجے، بغداد ریلوے کی تعمیر، '' جرمن کاروبار کی مہم جوئی کی اس عظیم مہلک پیداوار '' '' کے بارے میں لکھا ''جو ہماری تمام سیاسی غلطیوں کو ملا کر بھی ہمارے ''محاصرے،، کے لئے زیادہ ذمےدار ہے،، ** (یہاں محاصرے سے مطلب ایڈورڈ ہفتم کی پالیسی ہے جو جرمنی کو الگ کرکے اس کو سامراجی جرمن‌دشمن اتحاد سے گھیر لینے کی پالیسی تھی) - ۱۹۱۱ء میں اسی رسالے کے کارکن ایشویگے نے، جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں، ایک مضمون ''امیرحکمرانوں کا طبقہ (پلوٹوکریسی) اور نوکرشاہی،، لکھا جس میں اس نے مثال کے طور پر فیلکیرنامی جرمن افسر کے معاملے کو بےنقاب کیا جو ایک کارٹیل کمیشن کا سرگرم ممبر تھا اور بعد کو ایسا ہوا کہ اس نے سب سے بڑے کارٹیل، فولاد سینڈیکیٹ میں ایک اچھی آمدنی‌والی ملازمت حاصل کرلی - اس طرح کے دوسرے معاملوں نے جو کسی طرح بھی اتفاقی نہیں تھے اس بورژوا مصنف کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کیا کہ ''معاشی زندگی کے بہت سے شعبوں میں جس معاشی آزادی کی ضمانت جرمن دستور نے دی ہے بےمعنی بن گئی ہے،، اور موجودہ امیرحکمراں طبقے کے تحت ''وسیع‌ترین سیاسی آزادی بھی ہم کو غیرآزاد لوگوں کی قوم میں تبدیل ہونے سے نہیں بچا سکتی - ،، ***

جہاں تک روس کا سوال ہے ہم اپنے کو صرف ایک مثال تک محدود رکھینگے - کچھ سال ہوئے تمام اخباروں نے اعلان کیا کہ خزانے

---

* «Der Zug zur Bank», «Die Bank», 1909, 1, S.79.
(''بینک کی دلکشی،، ، رسالہ ''بینک،، - ایڈیٹر)

** «Der Zug zur Bank», «Die Bank», 1909,1, S. 301.

*** «Der Zug zur Bank», «Die Bank», 1911, 2, S. 825; 1913, 2, S. 962

کے کریڈیٹ شعبے کے ڈائرکٹر داویدوف نے استعفا دیدیا ہے تاکہ وہ ایک بڑے بینک کی ملازمت ایسی تنخواہ پر اختیار کر سکیں جو سمجھوتے کے مطابق کئی سال کے دوران دس لاکھ روبل سے زیادہ ہوگی۔ کریڈیٹ شعبہ ایک ایسا ادارہ ہے جس کا کام ''ملک کے تمام کریڈیٹ اداروں کی سرگرمیوں میں تال میل پیدا کرنا ہے،، اور جو سینٹ پیٹرسبرگ اور ماسکو کے بینکوں کو ۸۰ کروڑ سے ایک ارب روبل تک کی امدادی رقمیں دیتا ہے۔*

یہ عام طور پر سرمایہ‌داری کی خصوصیت ہے کہ سرمائے کی ملکیت کو پیداوار کےلئے سرمائے کے استعمال سے علحدہ رکھا جاتا ہے، کہ نقد سرمائے کو صنعتی اور پیداواری سرمائے سے علحدہ رکھا جاتا ہے اور یہ کہ منافع‌خور کو جو بالکل نقد سرمائے سے حاصل کی ہوئی آمدنی پر رہتا ہے کاروبار کے منتظم سے اور ان تمام لوگوں سے علحدہ رکھا جاتا ہے جن کا سرمائے کے انتظام سے براہ راست تعلق ہے۔ سامراج یا مالیاتی سرمائے کا تسلط سرمایہ‌داری کی وہ اعلیٰ‌ترین منزل ہے جس میں یہ علحدگی وسیع حدود اختیار کرلیتی ہے۔ سرمائے کی تمام دوسری صورتوں پر مالیاتی سرمائے کی برتری کے معنی منافع‌خور اور مالیاتی اولیگارشی کا تسلط ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ مالی طور پر ''طاقتور'' چند ریاستیں باقی ریاستوں سے نمایاں ہو جاتی ہیں۔ کس پیمانے پر یہ عمل ہو رہا ہے اس کا اندازہ ہر قسم کے کاغذات‌زر کے اجرا کے اعداد و شمار سے کیا جا سکتا ہے۔

''اعداد و شمار کے بین‌اقوامی انسٹی‌ٹیوٹ کے اعلانئے،، میں ا۔ نیٹمارک نے ** بہت ہی تفصیلی، مکمل اور موازنےوالے اعداد و

---

* E. Agahd، صفحہ ۲۰۲۔

** Bulletin de l'institut international de statistique, t. XIX, livr. II. La Haye, 1912.

(اعداد و شمار کے بین اقوامی انسٹی‌ٹیوٹ کا اعلانیہ، جلد ۱۹، حصہ‌دوم، شہر ہیگ۔ ایڈیٹر) چھوٹی ریاستوں کے بارے میں معلومات (دوسرا کالم) کا اندازہ ۱۹۰۲ء کے اعداد وشمار میں ۲۰ فیصدی کا اضافہ کرکے لگایا گیا ہے۔

شمار شائع کئے ھیں جو ساری دنیا میں کاغذات‌زر کے اجرا کو لیتے ھیں جن کا معاشی ادب میں جزوی طور پر بار بار حوالہ دیا گیا ھے۔ اس نے چار دھائیوں کے لئے جو میزان دئے ھیں وہ یہاں پیش کئے جاتے ھیں :

کاغذات‌زر کے اجرا کی مجموعی رقم دس سال میں
(ارب فرانک میں)

۱۸۸۰ء — ۱۸۷۱ء	۷۶۰۱
۱۸۹۰ء — ۱۸۸۱ء	۶۳۰۵
۱۹۰۰ء — ۱۸۹۱ء	۱۰۰۰۳
۱۹۱۰ء — ۱۹۰۱ء	۱۹۷۰۸

۱۹ویں صدی کی آٹھویں دھائی میں ساری دنیا میں کاغذات‌زر کے اجرا کی کل رقم اونچی ھو گئی خصوصاً ان قرضوں کی وجہ سے جو فرانسیسی پروشیائی جنگ کے سلسلے میں جاری کئے گئے تھے اور اسکے بعد جرمنی میں جوائنٹ اسٹاک کمپنیوں کے قیام کے زور کے دور کی وجہ سے۔ مجموعی طور پر یہ اضافہ ۱۹ ویں صدی کی آخری تین دھائیوں میں نسبتاً زیادہ تیز نہ تھا اور صرف بیسویں صدی کے پہلے دس سال میں ۱۰۰ فیصدی کا زبردست اضافہ دیکھا گیا۔ اس طرح ۲۰ویں صدی کی ابتدا نہ صرف اجارہ‌داریوں (کارٹیلوں، سینڈیکیٹوں اور ٹرسٹوں) کی ترقی میں ایک موڑ تھی جس کے بارے میں ھم پہلے کہہ چکے ھیں بلکہ مالیاتی سرمائے کی ترقی میں بھی۔

نیئمارک کا تخمینہ ھے کہ ۱۹۱۰ء میں ساری دنیا میں اجرا شدہ کاغذات‌زر کی مجموعی رقم تقریباً ۸ کھرب ۱۵ ارب فرانک تھی۔ ان رقوم کو ان میں سے گھٹاتے ھوئے جن کے دھرائے جانے کا امکان ھے یہ میزان پانچ کھرب ۷۵ ارب — ۶ کھرب رہ جاتا ھے جو مختلف ملکوں میں مندرجہ‌ذیل طریقے پر تقسیم ھے (ھم چھ کھرب لیتے ھیں) :

۱۹۱۰ء میں کاغذات‌زر کی رقم

(ارب فرانک میں)

برطانیہ	۱۴۲	
امریکہ	۱۳۲	
فرانس	۱۱۰	۴۷۹
جرمنی	۹۵	
روس	۳۱	
آسٹریا ھنگری	۲۴	
اٹلی	۱۴	
جاپان	۱۲	
ھالینڈ	۱۲۰۵	
بیلجم	۷۰۵	
اسپین	۷۰۵	
سوئٹزرلینڈ	۶۰۲۵	
ڈنمارک	۳۰۷۵	
سویڈن، ناروے اور رومانیہ وغیرہ	۲۰۵	
میزان	۶۰۰	

ان اعدادوشمار سے ھمیں صاف طور پر چار انتہائی امیر سرمایہ‌دار ملک نمایاں نظر آتے ھیں جن میں سے ھر ایک کے پاس ایک کھرب سے ڈیڑھ کھرب فرانک تک کے کاغذات‌زر ھیں۔ ان چار ملکوں میں سے دو ، برطانیہ اور فرانس ، سب سے پرانے سرمایہ‌دار ملک ھیں اور جیسا کہ ھم دیکھیں گے سب سے زیادہ نوآبادیاں رکھتے ھیں۔ باقی دو ، ریاستھائے متحدہ امریکہ اور جرمنی ایسے سرمایہ‌دار ملک ھیں جو صنعت میں سرمایہ‌دار اجارہ‌داریوں کی ترقی کی تیز رفتاری اور توسیع کی لحاظ سے آگے آگے ھیں۔ کل ملا کر یہ چار ملک چار کھرب ۷۹ ارب فرانک کے مالک ھیں یعنی عالمی مالیاتی سرمائے کے ۸۰ فیصدی کے۔ کسی نہ کسی طرح تقریباً باقی ساری دنیا ان بین‌اقوامی بینکر ملکوں، عالمی مالیاتی سرمائے کے ان چار ''ستونوں،، کی کم و بیش قرضدار اور باجگذار ھے۔

اس رول کا جائزہ لینا خاص طور سے اہم ہے جو مالیاتی سرمائے کی محتاجی اور اس کے تعلقات کے لئے بین اقوامی جال پھیلانے میں سرمائے کی برآمد ادا کرتی ہے۔

۴۔ سرمائے کی برآمد

آزاد مقابلے کے راج کے زمانے میں پرانی سرمایہ‌داری کی خصوصیت سامان کی برآمد تھی۔ سرمایہ‌داری کی تازہ ترین منزل کی خصوصیت جبکہ اجارہ‌داریوں کا راج ہے سرمائے کی برآمد ہے۔

ارتقا کی اعلی ترین منزل میں اشیاء تبادلہ کی پیداوار سرمایہ‌داری ہے جب محنت کی طاقت بھی تجارت کی شے بن جاتی ہے۔ اندرونی تبادلے کی اور خصوصاً بین‌اقوامی تبادلے کی ترقی سرمایہ‌داری کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ الگ الگ کارخانوں، الگ الگ صنعتی شاخوں اور الگ الگ ملکوں کا ناہموار اور اتار چڑھاؤ والا ارتقا سرمایہ‌دار نظام میں ناگزیر ہے۔ انگلستان کسی دوسرے ملک سے پہلے سرمایہ‌دار ملک بنا اور ۱۹ ویں صدی کے وسط تک آزاد تجارت اختیار کرکے ''دنیا کا ورکشاپ،، اور تمام ملکوں کو مصنوعات سپلائی کرنے کا دعوی کرنے لگا جن کو تبادلے میں انگلستان کو خام اشیاء مہیا کرنا تھا۔ لیکن ۱۹ ویں صدی کی آخری چوتھائی میں انگلستان کی یہ اجارےداری توڑی جا چکی تھی کیونکہ کئی دوسرے ملکوں نے ''حفاظتی،، محصولوں میں پناہ لیکر اپنے کو آزاد سرمایہ‌دار ریاستیں بنا لیا تھا۔ ۲۰ویں صدی کی دہلیز پر پہنچتے ہوئے ہم ایک نئی قسم کی اجارہ‌داری کی تشکیل دیکھتے ہیں — اول سرمایہ‌دارانہ طریقے سے ترقی کرنےوالے تمام ملکوں میں سرمایہ‌داروں کی اجارہ‌دارانہ انجمنیں، دوسرے چند بہت امیر ملکوں کی اجارہ‌دارانہ پوزیشن جن میں بہت زیادہ سرمایہ جمع ہو گیا ہے۔ ترقی‌یافتہ ملکوں میں بہت زیادہ ''فاضل سرمایہ،، پیدا ہو گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر سرمایہ‌دار نظام زراعت کو ترقی دے سکتا جو اب ہر جگہ صنعت سے بہت پسماندہ ہے، اگر وہ عوام کا معیار زندگی بلند کر سکتا جو حیرت‌انگیز ٹکنیکی ترقی کے باوجود اب بھی

بھوکے اور غربت‌زدہ ہیں تو فاضل سرمائے کا کوئی سوال ہی نہ ہوتا۔ یہ ''دلیل،، اکثر سرمایہ‌دار نظام کے پیٹی‌بورژوا ناقد پیش کرتے ہیں۔ لیکن اگر سرمایہ‌دار نظام ایسا کرتا تو وہ سرمایہ‌دار نظام نہ ہوتا، کیونکہ نا ہموار ترقی اور عوام کا ایسا معیار زندگی جس میں پیٹ بھر کھانا نہیں ملتا دونوں، پیداوار کے اس طریقے کے بنیادی اور ناگزیر حالات اور اولیں شرط ہیں۔ جب تک سرمایہ‌دار نظام ایسا رہے گا جیسا کہ وہ ہے فاضل سرمایہ کسی ملک میں عوام کا معیارزندگی بلند کرنے کے لئے نہیں استعمال کیا جائیگا کیونکہ اس کا مطلب سرمایہ‌داروں کے منافع میں کمی ہوگا بلکہ اس کو پسماندہ ملکوں کو برآمد کرکے زیادہ نفع کمانے کے لئے استعمال کیا جائےگا۔ ان پسماندہ ملکوں میں نفع عام طور پر زیادہ ہوتا ہے کیونکہ سرمائے کی قلت ہے، زمین کی قیمت نسبتاً کم ہے، اجرتیں بھی نیچی ہیں اور خام اشیاء سستی ہیں۔ سرمائے کو برآمد کرنے کا امکان اس بات سے پیدا ہوتا ہے کہ ابھی تک متعدد پسماندہ ملکوں کو عالمی سرمایہ‌دار نظام کے چکر میں گھسیٹا جا چکا ہے، بڑی بڑی ریلوے لائنیں ان ملکوں میں بنائی گئی ہیں یا بننا شروع ہوئی ہیں اور صنعتی ترقی کے لئے ابتدائی حالات وغیرہ پیدا کئے گئے ہیں۔ سرمائے کو برآمد کرنے کی ضرورت اس واقعے سے پیدا ہوتی ہے کہ چند ملکوں میں سرمایہ‌دار نظام ''زیادہ پک گیا،، ہے اور (زراعت کی پسماندہ حالت اور عوام کی غربت کی وجہ سے) سرمائے کو ''نفع‌بخش،، طریقے سے لگانے کے لئے میدان نہیں ملتا۔

یہاں وہ اعداد و شمار تقریباً دئے گئے ہیں جو دکھاتے ہیں کہ تین خاص ملکوں کا کتنا سرمایہ غیرملکوں میں لگایا ہے۔ *

---

*متذکرہ کتاب Hobson.«Imperialism». London, 1902, p. 58; Riesser, S. 395, 404; P. Arndt in « Weltwirtschaftliches Archiv» Bd. 7, 1916, S. 35; (''عالمی معاشیات کا محافظ خانہ،، میں ارندت کا مضمون۔) Neymarck in «Bulletin»; Hilferding. «Finance Capital», S. 492; Lloyd George, Speech in the House of Commons, May 4, 1915, reported in the «Daily Telegraph», May 5, 1915; B. Harms. «Probleme der Weltwirtschaft». Jena, 1912, S. 235 et seq. (ب۔ہرمس ''عالمی معاشیات کے مسائل،،۔ ایڈیٹر)

غیرملکوں میں لگا ہوا سرمایہ

(ارب فرانک میں)

سال	برطانیہ	فرانس	جرمنی
۱۸۲۲ء	۳۰۶	—	—
۱۸۷۶ء	۱۵	۱۰ (۱۸۶۹ء)	—
۱۸۸۲ء	۲۲	۱۵ (۱۸۸۰ء)	؟
۱۸۹۳ء	۴۲	۲۰ (۱۸۹۰ء)	؟
۱۹۰۲ء	۶۲	۳۷—۲۷	۱۲۰۵
۱۹۱۳ء	۱۰۰—۷۵	۶۰	۴۴

یہ خاکہ دکھاتا ہے کہ سرمائے کی برآمد نے یہ زبردست صورت صرف ۲۰ ویں صدی کی ابتدا میں اختیار کی۔ جنگ سے پہلے تین خاص ملکوں کے غیر ملکوں میں لگے ہوئے سرمائے کی رقم ایک کھرب ۷۰ ارب سے دو کھرب فرانک تک تھی۔ ۵ فیصدی کی معتدل شرح سے اس رقم سے سالانہ آمدنی ۸ ارب سے دس ارب فرانک تک ہونی چاہئے جو مٹھی‌بھر امیر ریاستوں کی سرمایہ‌دارانہ مفت خوری کے لئے اور دنیا کی زیادہ تر قوموں اور ملکوں‌پر سامراجی جبر و تشدد اور استحصال کے لئے ٹھوس بنیاد ہے!

Dr. Siegmund Schilder. «Entwicklungstendenzen der Weltwirtschaft». Berlin, 1912. Bd. I,S. 150.

(ڈاکٹر زیگمند شیلڈر ''عالمی معاشیات کی ترقی کی رجحانات،، ۔ ایڈیٹر)

Georqe Paish. «Great Britain's Capital Investments etc.» in «Journal of the Royal Statistical Society», vol LXXIV, 1910—11, p.167 et seq.

(''اعداد و شمار کی رائل سوسائٹی کے جرنل،، میں ج۔ پیئش کا مضمون ''برطانیہ کا لگا ہوا سرمایہ،، ۔ ایڈیٹر)

Georges Diouritch. «L'Expansion des banques allemandes à l'étranger, ses rapports avec le dévelopement économique de l'Allemagne». Paris, 1909, p. 84.

(ژورژ دیوریچ ''غیرملکوں میں جرمن بینکوں کی توسیع اور جرمن معاشی ترقی سے اس کا تعلق،، ۔ ایڈیٹر)

غیرملکوں میں لگاھوا یہ سرمایہ کیسے مختلف ملکوں میں تقسیم کیا جاتا ھے؟ یہ کہاں لگایا جاتا ھے؟ ان سوالوں کا صرف تقریباً جواب دیا جا سکتا ھے۔ لیکن یہ موجودہ سامراج کے بعض عام تعلقات اور رابطوں پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی ھوگا۔

کرۂ ارض کے مختلف حصوں میں غیرملکی سرمائے کی (تقریباً) تقسیم (تقریباً ۱۹۱۰ء میں)

	برطانیہ	فرانس	جرمنی	میزان (ایک ارب مارک میں)
یورپ	۴	۲۳	۱۸	۴۵
امریکہ	۳۷	۴	۱۰	۵۱
ایشیا، افریقہ اور آسٹریلیا	۲۹	۸	۷	۴۴
میزان	۷۰	۳۵	۳۵	۱۴۰

برطانوی سرمایہ لگانے کے خاص حلقے برطانوی نوآبادیاں ھیں جو ایشیا وغیرہ کا ذکر کیا امریکہ میں بھی کافی بڑی ھیں (مثلاً کناڈا) ۔ اس معاملے میں سرمائے کی زبردست برآمد وسیع نوآبادیات سے مضبوطی کے ساتھ منسلک ھے ۔ سامراج کے لئے ان کی اھمیت کے بارے میں ھم بعد کو بتائینگے ۔ فرانس کے معاملے میں صورت حال دوسری ھے ۔ فرانسیسی سرمائے کی برآمد زیادہ تر یورپ کو ھے اور سب سے پہلے روس کو (کم از کم دس ارب فرانک) ۔ یہ زیادہ تر قرض دیا ھوا سرمایہ، سرکاری قرضے ھیں اور صنعتی کاروبار میں لگا ھوا سرمایہ نہیں ھے۔ برطانوی نوآبادیاتی سامراج کے برعکس فرانسیسی سامراج کو سودخور سامراج کہا جا سکتا ھے ۔ جرمنی کے معاملے میں ھمیں تیسری قسم ملتی ھے ۔ اس کی نوآبادیات بڑی نہیں ھیں اور غیرملکوں میں لگا ھوا سرمایہ یورپ اور امریکہ میں زیادہ متوازن طور پر تقسیم کیا گیا ھے ۔

سرمائے کی برآمد ان ملکوں میں جہاں وہ جاتا ھے سرمایہداری کے ارتقا پر اثر انداز ھوتی اور اس کی رفتار کو بہت تیز کر دیتی ھے ۔ اس لئے اگر ایک حد تک یہ ممکن ھے کہ سرمائے کی برآمد اس ملک کی ترقی کو روکے جس سے وہ برآمد کیا جاتا ھے لیکن یہ صرف اسی

وقت ہوتا ہے جب سرمایہ ساری دنیا میں سرمایہ‌دارانہ نظام کی مزیدترقی کو وسیع اور گہرا کر دیتا ہے۔

سرمایہ برآمد کرنےوالے ملک تقریباً ہمیشہ بعض ''سہولتیں،، حاصل کر سکتے ہیں جن کا کردار مالیاتی سرمائے اور اجارےداری کے دور کی خصوصیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ مثلاً اکتوبر ۱۹۱۳ء میں برلن کے رسالے ''بینک،، نے یہ لکھا:

''سرمائے کی بین‌اقوامی منڈی میں تھوڑے دنوں سے وہ کامیڈی ہو رہی ہے جو آریستوفان کے لکھنے کے قابل ہے۔ متعدد غیرملک، اسپین سے لیکر بلقان کی ریاستوں تک، روس سے لیکر ارجنٹائن، برازیل اور چین تک کھلم کھلا یا خفیہ طور پر بہت پیسےوالی منڈیوں میں قرضے مانگنے کے لئے آ رہے ہیں اور کبھی کبھی یہ مطالبہ بہت ضد کے ساتھ کرتے ہیں۔ پیسے کی منڈیاں اس وقت مندی ہیں اور سیاسی حالات بھی امیدافزا نہیں ہیں۔ لیکن پیسوں کی واحد منڈی بھی اس خوف سے قرض دینے سے انکار کرنے کی جرأت نہیں کرتی کہ کہیں اس کا پڑوسی پیش‌قدمی نہ کر جائے، قرض دینے پر راضی ہو جائے اور معاوضے میں کچھ خدمات حاصل کرلے۔ ان بین‌اقوامی لین‌دین کے معاملوں میں قرض دینےوالا ہمیشہ کوئی اضافی فائدہ حاصل کر لیتا ہے: کسی تجارتی معاہدے میں کوئی مفید دفعہ، کوئلہ کا اسٹیشن، سمندری گودی بنانے کا کنٹریکٹ، کوئی بڑی رعایت یا اسلحہ کا کوئی آرڈر۔،، *

مالیاتی سرمائے نے اجارہ‌داریوں کا دور پیدا کیا ہے اور اجارہ‌داریاں ہر جگہ اجارہ‌ارانہ اصول رائج کر رہی ہیں: نفع بخش لین‌دین کےلئے کھلے بازار میں مقابلے کی جگہ ''تعلقات،، لےلیتے ہیں۔ سب سے زیادہ عام بات یہ شرط ہوتی ہے کہ جو قرض منظور کیا گیا ہے اس کا ایک حصہ قرض دینےوالے ملک میں خریداریوں پر خرچ کیا جائیگا، خصوصاً جنگی سامان کے آرڈروں پر، یا جہازوں وغیرہ پر۔ پچھلے دو دھائی برسوں کے دوران (۱۹۱۰ء—۱۸۹۰ء) فرانس نے اکثر یہ طریقہ اختیار کیا۔ سرمائے کی برآمد اس طرح اشیاء تجارت کی برآمد کی ہمت‌افزائی

---

* «Die Bank»، ۱۹۱۳ء، شمارہ ۲، صفحات ۱۰۲۵ — ۱۰۲۴۔

کا ذریعہ بن‌جاتی ہے۔ اس سلسلے میں خصوصاً بڑی فرموں کے درمیان لین‌دین ایسی صورت اختیار کرتا ہے جس کو شیلڈر نے * ''نرم،، طریقے سے ''بدعنوانی کی سرحد چھونےوالا،، کہا ہے۔ جرمنی میں کروپ، فرانس میں شنائڈر، برطانیہ میں آرم‌سٹرونگ ان فرموں کی مثالیں ہیں جو طاقتور بینکوں اور حکومتوں سے قریبی تعلقات رکھتی ہیں اور جب کوئی قرض جاری کیا جاتا ہے تو ان کو آسانی سے ''نظرانداز،، نہیں کیا جا سکتا۔

فرانس نے جب روس کےلئے قرضے منظور کئے تو ۱۶ ستمبر ۱۹۰۵ء کے تجارتی معاہدے میں ۱۹۱۷ء تک جاری رہنےوالی مراعات کی شرط لگا کر اس کو ''نچوڑ،، لیا۔ اس نے یہی جاپان کے ساتھ ۱۹ اگست ۱۹۱۱ء کے تجارتی معاہدے میں کیا۔ سرحدی محصولوں کی جو جنگ آسٹریا اور سیربیا کے درمیان ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۱ء تک، سات مہینے کے وقفے کے ساتھ، چلتی رہی، اس کا ایک حدتک سبب وہ مقابلہ تھا جو آسٹریا اور فرانس کے درمیان سیربیا کو جنگی سامان فراہم کرنے کےلئے چل رہا تھا۔ جنوری ۱۹۱۲ء میں پول دیشانیل نے ایوان نمائندگان میں کہا کہ ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۱ء تک فرانسیسی فرموں نے سیربیا کو ساڑھے چار کروڑ فرانک کا جنگی سامان فراہم کیا۔

سان‌پاؤلو (برازیل) میں آسٹریائی ہنگریائی قونصل کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے: ''برازیلی ریلوے خاص طور سے فرانس، بلجیم، برطانیہ اور جرمن سرمائے سے بنائی جا رہی ہیں۔ یہ ملک ان ریلوے لائنوں سے متعلق مالیاتی سمجھوتوں میں ضروری ریلوے سامان کے آرڈر پانے کی شرط لگاتے ہیں۔،،

اس طرح مالیاتی سرمایہ، صحیح معنوں میں، دنیا کے تمام ملکوں پر اپنا جال پھیلاتا ہے۔ اس عمل میں نوآبادیات میں قائم شدہ بینک اور ان کی شاخیں اہم رول ادا کرتی ہیں۔ جرمن سامراجی ان ''پرانے،، نوآبادیاتی ملکوں کو بڑے حسد سے دیکھتے ہیں جو اس لحاظ سے اپنے کو کفیل بنانے میں خاص طور سے ''کامیاب،، ہیں: ۱۹۰۴ء میں برطانیہ کے ۵۰ نوآبادیاتی بینک تھے جن کی ۲۲۷۹ شاخیں تھیں

---

* Schilder، متذکرہ کتاب، صفحات ۳۴۶، ۳۵۰، ۳۷۱۔

(۱۹۱۰ء میں ۷۲ بینک تھے جنکی ۵۴۴۹ شاخیں تھیں)، فرانس کے ۲۰ بینک اور ۱۳۶ شاخیں، ہالینڈ کے ۱۶ بینک اور ۶۸ شاخیں اور جرمنی کے ''صرف،، ۱۳ بینک اور ۷۰ شاخیں تھیں۔* دوسری طرف امریکی سرمایہدار انگریزوں اور جرمنوں سے جلتے ہیں۔ ۱۹۱۵ء میں انھوں نے شکایت کی: ''جنوبی امریکہ میں پانچ جرمن بینکوں کی ۴۰ شاخیں اور پانچ برطانوی بینکوں کی ۷۰ شاخیں ہیں... پچھلے ۲۵ سال میں برطانیہ اور جرمنی نے ارجنٹائن، برازیل اور اوروگوئے میں تقریباً چار ارب ڈالر لگائے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ مجموعی طور پر ان تین ملکوں کی تجارت کی ۴۶ فیصدی سے نفع حاصل کر رہے ہیں۔،،**

سرمایہ برآمد کرنےوالے ملکوں نے دنیا کو اپنے درمیان لفظی مفہوم میں تقسیم کرلیا۔ لیکن مالیاتی سرمائے کا نتیجہ تو دنیا کی براہ راست تقسیم ہوا ہے۔

۵۔ سرمایہدار کمپنیوں کے درمیان دنیا کی تقسیم

سرمایہداروں کی اجارےدارانہ کمپنیاں — کارٹیل، سینڈیکیٹ اور ٹرسٹ اپنے ملک کی صنعت پر کم و بیش مکمل ملکیت حاصل کرکے پہلے اسکی اندرونی منڈی کو اپنے درمیان تقسیم کر لیتے ہیں۔ لیکن سرمایہدار نظام میں اندرونی منڈی کا تعلق لازمی طور پر بیرونی

---

* Riesseer، متذکرہ کتاب، صفحہ ۳۷۵، چوتھا ایڈیشن اور Diouritch، صفحہ ۲۸۳۔

** The Annals of the American Academy of Political and Social Science, vol. LIX, May 1915, p. 301.

(سیاسی اور سماجی معلومات کی امریکی اکادمی کے سالانہ وقائع۔ جلد ۵۹۔ مئی ۱۹۱۵ء، صفحہ ۳۰۱۔ ایڈیٹر) اسی جلد میں صفحہ ۳۳۱ پر ہم پڑھتے ہیں کہ مشہور ماہر اعداد و شمار پیئش نے مالیاتی رسالے «The Statist» کے پچھلے شمارے میں اس سرمائے کا تخمینہ چالیس ارب ڈالر یعنی دو کھرب فرانک لگایا ہے جو برطانیہ، جرمنی، فرانس، بلجیم اور ہالینڈ نے برآمد کیا ہے۔

منڈی سے ہوتا ہے۔ سرمایہ‌دار نظام نے مدت ہوئے عالمی منڈی قائم کی تھی۔ اور جس حد تک سرمایہ کی برآمد بڑھتی جاتی تھی اور بڑی اجارہ‌دار کمپنیوں کے غیر ملکی اور نوآبادیاتی تعلقات اور ''حلقہ‌ہائے اثر،، میں ہر طرح سے توسیع ہوتی جاتی تھی ''قدرتی،، طور پر ان کمپنیوں کے درمیان بین‌اقوامی سمجھوتے کی طرف، بین اقوامی کارٹیلوں کی تشکیل کی طرف معاملات بڑھتے جاتے تھے۔

یہ سرمائے اور پیداوار کے عالمی ارتکاز کی نئی منزل ہے جو پہلی منزلوں سے کہیں زیادہ اونچی ہے۔ آئیے دیکھیں کہ اس اعلی اجارےداری کا ارتقا کیسے ہوتا ہے۔

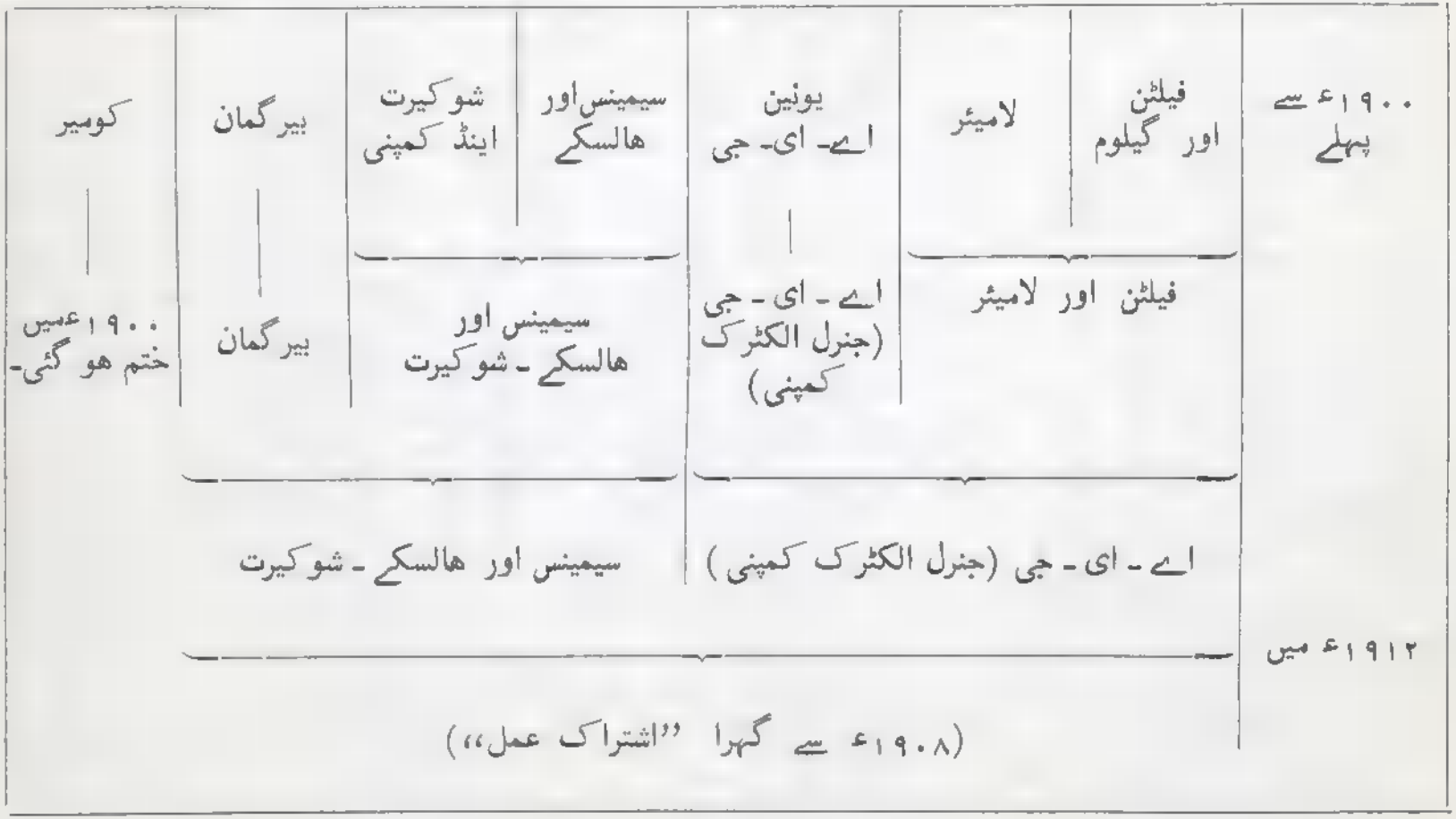
بجلی کی صنعت تازہ‌ترین ٹکنیکی کارناموں کےلئے، ۱۹ ویں صدی کے آخر اور ۲۰ ویں صدی کی ابتدا کے سرمایہ‌دار نظام کےلئے بہت مناسب مثال ہے۔ اس صنعت نے سب سے زیادہ نئے سرمایہ‌دار ملکوں کے دو لیڈر ملکوں یعنی ریاستہائے متحدہ امریکہ اور جرمنی میں ترقی کی ہے۔ ۱۹۰۰ء کے بحران نے خاص طور پر جرمنی میں اس شعبے کے ارتکاز کے اضافے پر بڑا اثر ڈالا۔ بحران کے دوران بینکوں نے جو اس وقت صنعت کے ساتھ کافی مل جل چکے تھے نسبتاً چھوٹی فرموں کی تباہی اور بڑی فرموں میں ان کے انضمام کو بڑے پیمانے پر تیز اور زوردار بنا دیا۔ ہلڈیلس لکھتا ہے: ''بینکوں نے ان فرموں کو امداد دینے سے انکار کر دیا جن کو سرمائے کی بہت ضرورت تھی اور اسی‌طرح پہلے ان کمپنیوں میں زبردست ابھار پیدا کیا اور پھر ان کو مایوس کن تباہی میں مبتلا کر دیا جو ان سے کافی قریبی تعلقات نہیں رکھتی تھیں۔،،*

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۰۰ء کے بعد ارتکاز نے زبردست قدم آگے بڑھائے۔ ۱۹۰۰ء تک بجلی کی صنعت میں سات یا آٹھ ''گروپ،، تھے۔ ہر ایک گروپ میں کئی کمپنیاں تھیں (کل ملا کر ۲۸ تھیں) اور ہر ایک کی پشت پناہی ۲ سے ۱۱ تک بینک کر رہے تھے۔ ۱۹۰۸ء اور ۱۹۱۲ء کے درمیان یہ تمام گروپ دو یا ایک میں ضم ہو گئے۔ مندرجہ‌ذیل خاکے میں دکھایا گیا ہے کہ یہ عمل کیسے ہوا:

---

*ہلڈیلس، متذکرہ کتاب، صفحہ ۲۳۲۔

بجلی کی صنعت کے گروپ



مشہور اے - ای - جی (''جنرل الکٹرک کمپنی،،)، جس نے اس طریقے سے ترقی کی، ۱۷۵ سے ۲۰۰ تک کمپنیوں پر تسلط رکھتی ہے (''شرکت‌داری،، کے سسٹم کے ذریعہ) اور مجموعی طور پر تقریباً ایک ارب پچاس کروڑ مارک کے سرمائے کو کنٹرول کر رہی ہے - صرف غیرملکوں میں اس کی ۳۴ براہ راست ایجنسیاں ہیں جن میں سے بارہ جوائنٹ اسٹاک کمپنیاں ہیں اور یہ سب دس سے زیادہ ملکوں میں ہیں - ۱۹۰۴ء ہی میں یہ تخمینہ تھا کہ بجلی کی جرمن صنعت کا غیر ملکوں میں لگا ہوا سرمایہ ۲۳ کروڑ ۳۰ لاکھ مارک ہے - ان میں سے چھ کروڑ ۲۰ لاکھ مارک روس میں لگے ہوئے تھے - یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ''جنرل الکٹرک کمپنی،، ایک زبردست ''متحدہ،، ادارہ ہے (صرف اس کی مصنوعات کرنےوالی کمپنیوں کی تعداد سولہ سے کم نہیں ہے) جو بہت ہی مختلف چیزیں بناتا ہے ، کیبلوں اور حاجزوں سے لیکر موٹرکاروں اور پرواز کرنےوالی مشینوں تک -

لیکن یورپ میں ارتکاز بھی امریکہ میں ارتکاز کے عمل کا ایک جز تھا جس کا مندرجہ‌ذیل طریقے سے ارتقا ہوا :

ریاستہائے متحدہ امریکہ	''جنرل الکٹرک کمپنی،، (General Electric Co)	
	ٹامسن - ہاؤسٹن کمپنی نے یورپ میں ایک فرم قائم کی	ایڈیسن کمپنی نےیورپ میں ''فرانسیسی ایڈیسن کمپنی،، قائم کی جس نے اپنا پیٹنٹ جرمن فرم کو منتقل کر دیا ہے
جرمنی	''یونین الکٹرک کمپنی،،	''جنرل الکٹرک کمپنی،، (اے - ای - جی)

''جنرل الکٹرک کمپنی،، (اے - ای - جی)

اس طرح دو برقی ''عظیم طاقتیں،، بنائی گئیں - ہیٹنیگ نے اپنے مضمون ''برقی ٹرسٹ کا راستہ،، میں لکھا : ''دنیا میں کوئی اور بجلی

کی کمپنیاں نہیں ہیں جو ان سے مکمل طور پر آزاد ہوں۔،، ان دو ''ٹرسٹوں،، کے کاروبار اور ان کے کارخانوں کی وسعت کا تصور جو مکمل نہیں ہے مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے کیا جا سکتا ہے :

	سامان کی پیداوار (دس لاکھ مارک میں)	ملازمین کی تعداد	خالص نفع (دس لاکھ مارک میں)
امریکہ : ''جنرل الکٹرک کمپنی،، (جی - ای - سی)	۱۹۰۷ء ۲۵۲	۲۸۰۰۰	۳۵٫۳
	۱۹۱۰ء ۲۹۸	۳۲۰۰۰	۳۵٫۶
جرمنی : ''جنرل الکٹرک کمپنی،، (اے - ای — جی)	۱۹۰۷ء ۲۱۶	۳۰۷۰۰	۱۳٫۵
	۱۹۱۱ء ۳۶۲	۶۰۸۰۰	۲۱٫۷

اور پھر ۱۹۰۷ء میں جرمن اور امریکی ٹرسٹوں نے ایک سمجھوتہ کیا جس کے مطابق انھوں نے دنیا کو اپنے درمیان تقسیم کر لیا۔ ان کے درمیان مقابلہ بند ہو گیا۔ امریکی ''جنرل الکٹرک کمپنی،، (جی - ای - سی) کو ریاستہائے متحدہ امریکہ اور کناڈا ''ملے،،۔ جرمن ''جنرل الکٹرک کمپنی،، (اے - ای - جی) کو جرمنی، آسٹریا، روس، ہالینڈ، ڈنمارک، سوئٹزرلینڈ، ترکی اور بلقان ''ملے،،۔ صنعت کی نئی شاخوں میں، ان ''نئے،، ملکوں میں جو باقاعدہ طور پر ابھی الاٹ نہیں کئے گئے تھے ''دختر کمپنیوں،، کے گھسنے کے لئے خاص سمجھوتے ہوئے جو قدرتی طور پر خفیہ تھے۔ دونوں ٹرسٹوں کے درمیان ایجادوں اور تجربات کا تبادلہ طے ہوا۔*

یہ بات خود صاف ظاہر ہے کہ ایسے درحقیقت واحد کل عالمی ٹرسٹ کے خلاف مقابلہ کرنا کتنا مشکل ہے جو کچھ

---

* Riesser، متذکرہ کتاب۔ Diouritch، متذکرہ کتاب، صفحہ ۲۳۹ - Kurt Heinig ، متذکرہ کتاب۔

اربوں کا سرمایہ کنٹرول کرتا ہو اور جس کی ''شاخیں،، ، ایجنسیاں، نمائندے اور روابط وغیرہ دنیا کے ہر کونے میں ہوں ۔ لیکن دو طاقتور ٹرسٹوں کے درمیان دنیا کی تقسیم کسی دو بارہ تقسیم کو نا ممکن نہیں بناتی اگر ناہموار ارتقا، جنگ اور دیوالیہ‌پن وغیرہ کی وجہ سے طاقتوں کے تناسب میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے ۔

اس قسم کی دوبارہ تقسیم کی کوشش، دو بارہ تقسیم کی جدوجہد کی سبق آموز مثال تیل کی صنعت سے ملتی ہے ۔

ہٹڈیلس نے ۱۹۰۵ء میں لکھا تھا: ''عالمی تیل منڈی آج بھی دو بڑے مالیاتی گروپوں کے درمیان تقسیم ہے — راک‌فیلر کی امریکن ''اسٹینڈرڈ آئیل کمپنی،، اور باکو میں روسی تیل کے چشموں کے مالکوں روتشیلڈ اور نوبل کے درمیان ۔ دونوں گروپ آپسمیں گہرے تعلقات رکھتے ہیں ۔ لیکن کئی برسوں سے پانچ دشمن ان کی اجارےداری کےلئے خطرہ بن گئے ہیں،، : * (۱) امریکی تیل کے چشموں کا خالی ہو جانا، (۲) باکو میں مانتاشیف کی فرم سے مقابلہ، (۳) آسٹریائی تیل کے چشمے، (۴) رومانیہ کے تیل کے چشمے، (۵) سمندرپار کے تیل کے چشمے، خصوصاً ہالینڈ کی نوآبادیوں میں (سمیوئیل اور شیل کی بہت ہی امیر فرمیں جو برطانوی سرمائے سے بھی متعلق ہیں) ۔ آخری تین گروپ بڑے جرمن بینکوں سے تعلق رکھتے ہیں جن کی قیادت بہت بڑا ''جرمن بینک،، کرتا ہے ۔ ان بینکوں نے آزادی اور باقاعدگی سے تیل کی صنعت کو ترقی دی، مثلاً رومانیہ میں، تاکہ ''خود،، اپنے قدم جما سکیں ۔ ۱۹۰۷ء میں رومانیہ کی تیل کی صنعت میں جو غیرملکی سرمایہ لگا تھا اس کا تخمینہ ۱۸ کروڑ ۵۰ لاکھ فرانک تھا جس میں کے ۷ کروڑ ۴۰ لاکھ تو جرمن سرمائے کے تھے ۔ **

''دنیا کی تقسیم،، کےلئے جیسا کہ واقعی اس کو معاشی ادب میں کہتے ہیں ایک جدوجہد شروع ہوئی ۔ ایک طرف تو راک‌فیلر کی ''اسٹینڈرڈ آئیل کمپنی'' ہر چیز پر اپنا قبضہ جمانا چاہتی تھی ۔ ڈچ انڈیز میں تیل کے چشمے خرید کر اس نے ٹھیک ہالینڈ میں ایک

---

* ہٹڈیلس، صفحات ۱۹۳ — ۱۹۲ ۔

** Diouritch ، صفحات ۲۳۶ — ۲۳۵ ۔

''دختر کمپنی،، قائم کر دی تاکہ وہ اپنے خاص دشمن اینگلو ڈچ ''شیل،، ٹرسٹ پر چوٹ کر سکے۔ دوسری طرف ''جرمن بینک،، اور دوسرے برلن کے بینکوں کا مقصد رومانیہ کو ''اپنے لئے برقرار رکھنا،، اور راک‌فیلر کے خلاف اس کو روس سے متحد کرنا تھا۔ مؤخرالذکر کے پاس کہیں زیادہ سرمایہ اور تیل کی منتقلی اور تقسیم کا بہت ہی اچھا سسٹم تھا۔ اس کشمکش کا خاتمہ ہونا ہی تھا اور وہ ۱۹۰۷ء میں ختم ہو گئی جس میں ''جرمن بینک،، کو شکست فاش ہوئی اور اس کے سامنے دو راستے رہ گئے: یا تو وہ اپنے ''تیل کے مفادات،، کا دیوالہ نکال دے اور اربوں کا نقصان اٹھائے یا اطاعت اختیار کرے۔ اس نے اطاعت کو منتخب کیا اور ''اسٹینڈرڈ آئیل کمپنی،، کے ساتھ بہت ہی نقصان‌دہ معاہدہ کیا۔ ''جرمن بینک،، اس بات پر راضی ہو گیا کہ ''وہ کسی ایسی بات کی کوشش نہیں کریگا جو امریکی مفادات کو مجروح کرتی ہو،،۔ بہرحال یہ شرط بھی رکھی گئی کہ اگر جرمنی تیل کی ریاستی اجارےداری قائم کریگا تو یہ معاہدہ کالعدم ہو جائے گا۔

تب ''تیل کی کامیڈی،، شروع ہوئی۔ ایک جرمن مالیاتی بادشاہ فان گوینیر نے جو ''جرمن بینک،، کا ڈائرکٹر تھا اپنے پرائیوٹ سکریٹری شتاؤس کے ذریعہ تیل کی ریاستی اجارےداری کے قیام کےلئے مہم شروع کر دی۔ زبردست جرمن بینک کی دیوپیکر مشینری اور اس کے تمام وسیع ''تعلقات،، روبکار لائے گئے۔ پریس امریکی ٹرسٹ کے ''جوے،، کے خلاف ''وطن دوستانہ،، ناراضگی سے بپھر گیا اور ۱۵ مارچ ۱۹۱۱ء کو ریشتاغ نے تقریباً متفقہ ووٹ سے قرارداد منظور کی جس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ تیل کی اجارےداری کے قیام کےلئے ایک مسودۂ قانون پیش کرے۔ حکومت نے اس ''مقبول عام،، خیال کو جھپٹ لیا اور ''جرمن بینک،، کی یہ چال کہ اپنے امریکی مدمقابل کو دھوکا دے اور سرکاری اجارہ‌داری کے ذریعہ اپنے کاروبار کو فروغ دے، کامیاب معلوم ہوتی تھی۔ تیل کے جرمن بادشاہ زبردست منافع کے خواب دیکھنے لگے جو روسی شکر سازوں کے نفع سے کم نہ ہوتا... لیکن اول تو بڑے جرمن بینکوں کے درمیان اس مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ اور ''دیسکونتو گیسیل شافٹ،، نے ''جرمن بینک،، کے خود غرضانہ مفادات کا پردہ چاک کیا۔ دوسرے حکومت

راک‌فیلر کے ساتھ جھگڑا کرنے سے ڈر گئی کیونکہ یہ بات بہت مشکوک تھی کہ جرمنی کو دوسرے ذرائع سے تیل مل سکے گا (رومانیہ کی پیداوار بہت کم تھی)۔ تیسرے ٹھیک اسی وقت ۱۹۱۳ء کا ایک ارب مارک کا قرض جرمنی کو جنگی تیاری کےلئے منظور کیا گیا تھا۔ تیل کی اجارےداری کا منصوبہ ملتوی کر دیا گیا۔ عارضی طور پر راک‌فیلر کی ''اسٹینڈرڈ آئیل کمپنی،، کو اس کشمکش میں فتح ہوئی۔

برلن کے رسالے ''بینک،، نے اس سلسلے میں لکھا کہ جرمنی ''اسٹینڈرڈ آئیل کمپنی،، سے صرف اس طرح لڑ سکتا تھا کہ وہ بجلی کی اجارےداری قائم کرتا اور پانی کی طاقت کو سستی بجلی میں تبدیل کر دیتا۔ رسالے ''بینک،، نے آگے لکھا تھا: ''لیکن بجلی کی اجارےداری اس وقت قائم ہوگی جب پیدا کرنے والوں کو اس کی ضرورت ہو یعنی جب بجلی کی صنعت میں آئندہ کوئی بڑی تباہی نمایاں ہوگی اور جب وہ بڑے بڑے اور بیش‌قیمت بجلی گھر نفع پر نہیں چل سکیں گے جن کو ہر جگہ برقی صنعت کے پرائیوٹ ''کنسرن،، بنا رہے ہیں اور جن کےلئے ان ''کنسرنوں،، کو شہروں اور ریاستوں وغیرہ سے کچھ الگ الگ اجارےداریاں مل بھی چکی‌ہیں۔ اس وقت پانی کی طاقت کو استعمال کرنا پڑیگا۔ لیکن اس کو سرکاری خرچ پر سستی بجلی میں تبدیل کرنا ناممکن ہوگا۔ اس کو بھی ''ریاست کے زیر کنٹرول نجی اجارےداری،، میں دینا پڑے گا کیونکہ نجی صنعت ابھی تک کئی سمجھوتے کر چکی ہے اور بھاری معاوضے کی شرط رکھی ہے۔ یہ صورت نائٹریٹ کی اجارےداری میں ہوئی تھی اور یہی تیل کی اجارےداری میں ہے اور یہی صورت برقی طاقت کی اجارےداری میں ہوگی۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہمارے ریاستی سوشلسٹ جنھوں نے اپنے کو حسین اصول سے اندھا ہونے دیا ہے آخرکار یہ سمجھیں کہ جرمنی میں اجارےداریوں کا نہ تو یہ کبھی مقصد رہا ہے اور نہ وہ اس نتیجے تک پہنچی ہیں کہ صارفین کو فائدہ پہنچائیں یا ریاست کو کارخانےدار کے نفع کا ہی ایک حصہ دے دیں۔ انھوں نے صرف یہ خدمت انجام دی ہے کہ ریاست کے خرچ پر وہ نجی صنعتیں پھر بحال ہوں جو تقریباً دیوالئے ہونے کی حد تک پہنچ گئی ہیں۔''*

---

* «Die Bank» ۱۹۱۲ء، شمارہ ۲، صفحات ۶۲۱، ۱۰۳۶؛ ۱۹۱۳ء، شمارہ ۱، صفحہ ۳۸۸۔

یہ ہیں وہ بیش بہا اعتراف جو جرمن بورژوا ماہرین معاشیات کرنے پر مجبور ہیں ۔ ہم یہاں صاف طور سے دیکھتے ہیں کہ کیسے نجی اور سرکاری اجارےداریاں مالیاتی سرمائے کے دور میں آپس میں شیروشکر ہیں، کہ یہ عملی طور پر، بڑے اجارےداروں کے درمیان دنیا کی تقسیم کی سامراجی جدوجہد میں صرف دو الگ کڑیاں ہیں ۔

تجارتی جہازرانی میں بھی ارتکاز کے زبردست اضافے کا نتیجہ دنیا کی تقسیم ہوا ہے ۔ جرمنی میں دو طاقتور کمپنیاں نمایاں ہو گئی ہیں : ''ہیمبرگ — امریکہ،، اور ''نورد دیوئچیر لائڈ،، جن میں سے ہر ایک ۲۰ کروڑ مارک کا سرمایہ (حصوں اور بانڈوں میں) اور ۱۸ کروڑ ۵۰ لاکھ سے ۱۸ کروڑ ۹۰ لاکھ مارک کے جہاز رکھتی ہے ۔ دوسری طرف امریکہ میں یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو ''انٹرنیشنل میرکینٹائل میرین کمپنی،، کی تشکیل ہوئی جس کو مورگن ٹرسٹ کہتے ہیں۔ اس نے نو امریکی اور برطانوی اسٹیمر کمپنیوں کو متحد کیا اور ۱۲ کروڑ ڈالر (۴۸ کروڑ مارک) کا سرمایہ رکھتی تھی۔ ۱۹۰۳ء میں ہی جرمن دیوزادوں اور اس امریکی برطانوی ٹرسٹ نے منافع کو تقسیم کرنے کے سلسلے میں دنیا کو تقسیم کرنے کا معاہدہ کیا ۔ جرمن کمپنیوں نے برطانوی امریکی رسل و رسائل کے کام میں مقابلہ کرنے سے انکار کردیا۔ اس میں صاف صاف لکھا گیا تھا کہ کونسی بندرگاہ کس کو ''الاٹ،، کی گئی ہے اور کنٹرول کرنے کےلئے ایک مشترکہ کمیٹی قائم کی گئی تھی وغیرہ ۔ یہ معاہدہ بیس سال کےلئے کیا گیا تھا اور اس میں یہ پیش بندی والی شرط رکھی گئی تھی کہ جنگ کی صورت میں یہ معاہدہ کالعدم ہوگا ۔ *

انٹرنیشنل ریل کارٹیل کی تشکیل کی تاریخ بھی بہت ہی سبق آموز ہے ۔ برطانوی، بلجیائی اور جرمن ریل بنانےوالے کارخانوں نے ۱۸۸۴ء میں ہی انتہائی سخت صنعتی سردبازاری کے دوران ایسا کارٹیل بنانے کی پہلی کوشش کی تھی ۔ انھوں نے یہ طے کیا کہ وہ متعلقہ ملکوں کی اندرونی منڈی میں ایک دوسرے سے مقابلہ نہیں کریں گے اور غیرملکی منڈیوں کو اس تناسب سے تقسیم کرلیں گے : برطانیہ — ۶۶ فیصدی، جرمنی — ۲۷ فیصدی، بلجیم — ۷ فیصدی ۔

---

* ریسر، متذکرہ کتاب، صفحہ ۱۲۵ ۔

ہندستان کو مکمل طور پر برطانیہ کےلئے مخصوص کر دیا گیا۔ ایک برطانوی فرم کے خلاف جو کارٹیل سے باہر رہ گیا تھا مشترکہ جنگ کی گئی جس کے اخراجات مجموعی فروخت پر معین فیصدی محصول لگا کر کئے جاتے تھے۔ لیکن ۱۸۸۶ء میں جب دو برطانوی فرمیں اس سے الگ ہو گئیں تو کارٹیل ختم ہو گیا۔ خاص بات یہ ہے کہ بعد کو آنےوالے صنعتی ابھار کے دوروں میں معاہدہ نہ ہو سکا۔

۱۹۰۴ء کی ابتدا میں جرمن فولاد سینڈیکیٹ کی تشکیل ہوئی۔ نومبر ۱۹۰۴ء میں انٹرنیشنل ریل کارٹیل کو دو بارہ اس تناسب کے ساتھ بحال کیا گیا: برطانیہ — ۵۳۰۵ فیصدی، جرمنی — ۲۸۰۸۳ فیصدی، بلجیم — ۱۷۰۶۷ فیصدی۔ فرانس بعد کو اس میں شامل ہوا اور اس کا حصہ ۴۰۸ فیصدی، ۵۰۸ فیصدی اور ۶۰۴ فیصدی باترتیب پہلے، دوسرے اور تیسرے سال میں ۱۰۰ فیصدی سے اوپر مقرر ہوا یعنی ۱۰۴۰۸ فیصدی وغیرہ کے کل میزان میں سے۔ ۱۹۰۵ء میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کا ''فولاد کارپوریشن،، کارٹیل میں شامل ہو گیا اور پھر آسٹریا اور اسپین۔ ۱۹۱۰ء میں فوگیل‌شٹیئن نے لکھا: ''اس وقت دنیا کی تقسیم مکمل ہے اور بڑے صارفین خصوصاً سرکاری ریلوے لائنیں شاعر کی طرح جوپیٹر کے افلاک میں رہ سکتی ہیں کیونکہ دنیا ان کے مفادات کا لحاظ کئے بغیر تقسیم ہو چکی ہے۔،،*

ہم اس سلسلے میں انٹرنیشنل زنک سینڈیکیٹ کا بھی ذکر کریں گے جو ۱۹۰۹ء میں قائم کیا گیا تھا اور جس نے کارخانوں کے پانچ گروپوں میں پیداوار کو ٹھیک ٹھیک تقسیم کر دیا: جرمن، بلجیائی، فرانسیسی، ہسپانوی اور برطانوی۔ اور انٹرنیشنل ڈائنامائٹ ٹرسٹ بھی جس کے بارے میں لیفمان کہتا ہے: ''آتشگیر سامان بنانےوالی ان تمام جرمن فیکٹریوں کے درمیان بھرپور اور جدید اتحاد ہے جنھوں نے بعد میں فرانسیسی اور امریکی ڈائنامائٹ فیکٹریوں

---

* Vogelstein. «Organisationsformen», S. 100.

کے ساتھ ملکر جو اسی طرح منظم ہیں ساری دنیا کو اپنے درمیان تقسیم کر لیا ہے۔ ،،*

لیفمان نے حساب لگایا ہے کہ ۱۸۹۷ء میں مجموعی طور پر تقریباً ۴۰ بین‌اقوامی کارٹیل ایسے تھے جن میں جرمنی کا حصہ تھا جبکہ ۱۹۱۰ء میں ان کی تعداد تقریباً سو ہو گئی۔

بعض بورژوا صاحبان قلم نے (جن میں اب کارل کاؤتسکی بھی شامل ہو گیا ہے جس نے اس مارکسی پوزیشن کو بالکل ترک کر دیا جو پہلے اس نے اختیار کی تھی مثلاً ۱۹۰۹ء میں) اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ بین‌اقوامی کارٹیل سرمائے کے بین‌اقوامی بننے کا انتہائی نمایاں اظہار ہوتے ہوئے سرمایہ‌دار نظام کے تحت قوموں کے درمیان امن کی امید پیدا کرتے ہیں۔ نظریاتی طور پر یہ رائے بالکل لغو ہے جبکہ عمل میں یہ دھاندلی اور انتہائی بری موقع‌پرستی کی ناایماندارانہ وکالت ہے۔ بین اقوامی کارٹیل دکھلاتے ہیں کہ سرمایہ‌دار اجارےداری کا ارتقا کس حدتک ہوا ہے اور مختلف سرمایہ‌دار انجمنوں کے درمیان جدوجہد کس بات کےلئے ہے۔ مؤخرالذکر صورت حال سب سے زیادہ اہم ہے۔ صرف یہی ہونےوالی باتوں کے تاریخی معاشی معنی دکھاتی ہے کیونکہ جدوجہد کی صورتیں بدل سکتی ہیں اور مختلف، مقابلتاً مخصوص اور عارضی اسباب کے مطابق برابر بدلتی رہتی ہیں لیکن جدوجہد کا مواد، اس کا طبقاتی مافیہ محض اس طرح نہیں بدل سکتا جب تک کہ طبقات کا وجود ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مثال کےلئے جرمن بورژوازی کے مفادات کے حق میں ہے، جس کی طرف دراصل کاؤتسکی اپنی نظریاتی دلیلوں میں (میں اس کے بارے میں بعد میں کہونگا) چلا گیا ہے، کہ موجودہ معاشی جدوجہد کے مافیہ (دنیا کی تقسیم) پر پردہ ڈالا جائے اور اس جدوجہد کی کبھی ایک صورت پر تو کبھی دوسری صورت پر زور دیا جائے۔ کاؤتسکی بھی یہی غلطی کرتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہمارے ذہن میں صرف جرمن بورژوازی نہیں بلکہ ساری دنیا کی بورژوازی ہے۔ سرمایہ‌دار دنیا کو کسی خاص بغض

---

* Liefmann. «Kartelle und Trusts», 2. A., S. 161.

کی وجہ سے نہیں تقسیم کرتے بلکہ اس وجہ سے کہ ارتکاز کی جو حد پہنچ چکی ہے وہ ان کو یہ طریقہ نفع کے حصول کےلئے اختیار کرنےپر مجبور کرتی ہے۔ اور وہ اس کو ''سرمائے کی مناسبت سے،، ، ''طاقت کی مناسبت سے،، تقسیم کر لیتے ہیں کیونکہ اشیا'تبادلہ کی پیداوار اور سرمایہدار نظام کے تحت تقسیم کا کوئی دوسرا طریقہ ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن طاقت معاشی اور سیاسی ترقی کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ یہ سمجھنے کےلئے کہ کیا ہو رہا ہے یہ جاننا ضروری ہے کہ طاقت میں تبدیلیوں کی وجہ سے کون سے سوال طے ہو جاتے ہیں۔ یہ سوال کہ آیا یہ تبدیلیاں ''خالص،، معاشی یا غیرمعاشی (مثلاً فوجی) ہیں ثانوی بات ہے جو سرمایہدار نظام کے تازہترین دور کے بارے میں بنیادی نظریات کو ذرا بھی نہیں بدل سکتی۔ سرمایہدار انجمنوں کے درمیان جدوجہد اور معاہدوں (آج پرامن، کل جنگی اور پرسوں پھر جنگی) کی صورت کے سوال کو اس جدوجہد اور ان معاہدوں کے مواد کے سوال کی جگہ دینا دھاندلی کرنےوالے کے رول تک گر جانا ہے۔

سرمایہدار نظام کی تازہترین منزل کا دور ہمیں دکھاتا ہے کہ سرمایہدار اتحادوں کے درمیان معین تعلقات دنیا کی معاشی تقسیم کی بنیاد پر پیدا ہوتے ہیں ، جبکہ اس کے پہلو بہ پہلو اور اس کے سلسلے میں بعض معین تعلقات سیاسی اتحادوں کے درمیان، ریاستوں کے درمیان دنیا کی علاقائی تقسیم، نوآبادیوں کےلئے جدوجہد ، ''معاشی علاقوں کی جدوجہد،، کی بنیاد پر قائم ہیں۔

٦۔ عظیم طاقتوں کے درمیان دنیا کا بٹوارہ

جغرافیہداں سوپان نے اپنی کتاب ''یورپی نوآبادیوں کی علاقائی نشوونما،،* میں انیسویں صدی کے آخر میں اس نشوونما کا مندرجہ ذیل مختصر خلاصہ پیش کیا ہے:

A. Supan. «Die territoriale Entwicklung der europäischen Kolonien». 1906, S. 254. *

نوآبادیات رکھنے والی یورپی طاقتوں کے (ریاستہائے متحدہ امریکہ سمیت) قبضے میں جو علاقے ہیں ان کی فی‌صدی:

	۱۸۷۶ء	۱۹۰۰ء	اضافہ یا کمی
افریقہ میں	۱۰۰۸ فی صدی	۹۰۰۴ فی صدی	+ ۷۹۰۶ فی صدی
پولینیزیا میں	۵۶۰۸ فی صدی	۹۸۰۹ فی صدی	+ ۴۲۰۱ فی صدی
ایشیا میں	۵۱۰۵ فی صدی	۵۶۰۶ فی صدی	+ ۵۰۱ فی صدی
آسٹریلیا میں	۱۰۰ فی صدی	۱۰۰ فی صدی	———
امریکہ میں	۲۷۰۵ فی صدی	۲۷۰۲ فی صدی	— ۰۰۳ فی صدی

آخر میں سوپان نتیجہ نکالتا ہے ''لہذا افریقہ اور پولینیزیا کا بٹوارہ اس دور کی نمایاں خصوصیت ہے،،۔ اور چونکہ ایشیا اور امریکہ میں اس وقت غیر مقبوضہ علاقے نہیں ہیں — یعنی ایسے علاقے جو کسی نہ کسی ریاست کے تحت نہ ہوں — اس لئے سوپان کے نتیجے کو ذرا اور پھیلا کر یہ کہنا ضروری ہے کہ کرۂ ارض کا مختتم بٹوارہ زیربحث دور کی نمایاں خصوصیت ہے، مختتم اس معنی میں نہیں کہ نئے سرے سے بٹوارہ ہونا ناممکن ہے — اس کے برخلاف تقسیم تو ممکن بھی ہے اور ناگزیر بھی — بلکہ مختتم اس معنی میں کہ سرمایہ‌دار ملکوں کی نوآبادیاتی پالیسی کے ذریعے ہمارے سیارے کے تمام غیر مقبوضہ علاقوں پر قبضہ کرنے کا عمل مکمل ہو چکا ہے۔ پہلی مرتبہ دنیا کا مکمل طور پر بٹوارہ ہو چکا ہے، سو مستقبل میں فقط تقسیم نو ہی ممکن ہو سکتی ہے، یعنی اب مختلف علاقے بنا مالک‌والے علاقے کی حیثیت سے ''مالک،، کے ہاتھ میں نہیں پہنچ سکتے بلکہ اب یہ علاقے ایک ''مالک،، کے ہاتھ سے نکل کر دوسرے کے ہاتھوں میں پہنچ سکتے ہیں۔

لہذا ہم عالمی نوآبادیاتی پالیسی کے ایک خاص دور سے گذر رہے ہیں جس کا ''سرمایہ‌داری کے ارتقا کے جدیدترین دور،، سے، مالیاتی سرمایہ سے بہت قریبی تعلق ہے۔ اسی وجہ سے یہ بات بہت ضروری ہے کہ سب سے پہلے واقعات اور حقائق کا زیادہ تفصیلی

مطالعہ کیا جائے تاکہ حتی الامکان زیادہ سے زیادہ صحیح اور صاف طور پر اس امر کی وضاحت کی جا سکے کہ اس دور میں اور اس سے پچھلے ادوار میں کیا فرق اور امتیاز ہے اور یہ واضح ہو جائے کہ موجودہ صورت حال کیا ہے۔ سب سے پہلے اس موقع پر دو سوال پیدا ہوتے ہیں جن کا تعلق واقعات اور حقائق سے ہے: کیا نوآبادیاتی پالیسی کی بڑھی ہوئی تندی اور شدت اور نوآبادیوں کے لئے کشمکش کی تیزی ٹھیک اسی مالیاتی سرمایہ کے دور میں دیکھنے میں آرہی ہے؟ اور اس لحاظ سے دنیا اس وقت کس طرح بٹی ہوئی ہے؟

امریکی مصنف موریس نے نوآبادیاں بنانے (آبادکاری) کی تاریخ* پر جو کتاب لکھی ہے اس میں اس نے اس تمام مواد کا خلاصہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس کا تعلق انیسویں صدی کے مختلف دوروں میں برطانیہ، فرانس اور جرمنی کے نوآبادیاتی مقبوضات سے ہے۔ اس کے مطالعے سے جو نتائج اخذ کئے گئے ان کے مختصر اعدادوشمار نیچے دئے جاتے ہیں:

نوآبادیاتی مقبوضات

سال	برطانیہ		فرانس		جرمنی	
	رقبہ (لاکھ مربع میل)	آبادی (کروڑ)	رقبہ (لاکھ مربع میل)	آبادی (کروڑ)	رقبہ (لاکھ مربع میل)	آبادی (کروڑ)
۱۸۱۵ء—۱۸۳۰ء	؟	۱۲۶۴	۰۰۲	۵	—	—
۱۸۶۰ء	۲۵	۱۳۵۱	۲	۳۴	—	—
۱۸۸۰ء	۷۷	۲۶۷۹	۷	۷۵	—	—
۱۸۹۹ء	۹۳	۳۰۹۰	۳۷	۵۶۴	۱۰	۱۴۷

* Henry C. Morris. «The History of Colonization», N. Y., 1900, vol. II, pp. 88; I, 419; II, 304.
(ہنری موریس ''نوآبادکاری کی تاریخ''، نیویارک، ۱۹۰۰ء، جلد ۲، صفحہ ۸۸؛ جلد ۱، صفحہ ۴۱۹؛ جلد ۲، صفحہ ۳۰۴۔ ایڈیٹر)

برطانیہ کا وہ زمانہ جس میں اس کی نوآبادیاتی فتوحات میں زبردست اضافہ ہوا ۱۸۶۰ء اور ۱۸۸۰ء کا درمیانی زمانہ اور انیسویں صدی کے آخری بیس سال بھی بہت اہم ہیں۔ فرانس اور جرمنی کا ایسا زمانہ ٹھیک یہی بیس سال ہیں۔ ہم اوپر دیکھ چکے ہیں کہ ماقبل اجارہدارانہ سرمایہداری کا ارتقا یعنی اس سرمایہداری کا ارتقا جس میں آزاد مقابلہ کا غلبہ تھا انیسویں صدی کے ساتویں اور آٹھویں عشرے میں اپنی آخری حد کو پہنچ چکا تھا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ ٹھیک اسی زمانے کے بعد نوآبادیاتی فتوحات کی غیر معمولی ''گرم بازاری،، شروع ہوتی ہے اور دنیا کی علاقائی تقسیم کی کشمکش بےحد تند و تیز ہو جاتی ہے۔ لہذا اس بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا کہ سرمایہداری کا، اجارہدارانہ سرمایہداری یا مالیاتی سرمایہ کے دور میں قدم رکھنے کا، دنیا کے بٹوارے کی کشمکش کے زیادہ تند اور شدید ہونے سے تعلق ہے۔

سامراج کے موضوع پر اپنی تصنیف میں ہوبسن نے ۱۸۸۴ء سے ۱۹۰۰ء تک کے زمانے کو یورپ کی اہم ریاستوں کی شدید ''علاقائی توسیع،، («expansion») کا دور قرار دیا ہے۔ اس کے تخمینے کے مطابق اس زمانے میں ۳۷ لاکھ مربع میل کا علاقہ برطانیہ کے قبضے میں آیا جس کی مجموعی آبادی ۵ کروڑ ۷۰ لاکھ تھی، فرانس نے ۳۶ لاکھ مربع میل پر قبضہ کیا جس کی مجموعی آبادی ۳ کروڑ ۶۵ لاکھ تھی، جرمنی ۱۰ لاکھ مربع میل اور ایک کروڑ ۴۷ لاکھ کی آبادی کو اپنے تحت لایا، ۹ لاکھ مربع میل اور ۳ کروڑ انسانوں کی آبادی بلجیم کے ہاتھ لگی، ۸ لاکھ مربع میل اور ۹۰ لاکھ انسانوں کی آبادی پرتگال کے قبضے میں آئی۔ انیسویں صدی کے آخر میں، اور خاص طور پر ۱۸۸۰ء کے بعد سے تمام سرمایہدار ملکوں کی نوآبادیوں کے لئے دوڑدھوپ ہونا ڈپلومیسی اور خارجہ پالیسی کی تاریخ کی ایک جانی بوجھی حقیقت ہے۔

جس زمانے میں برطانیہ میں آزاد مقابلے کا عروج تھا، یعنی ۱۸۴۰ء اور ۱۸۶۰ء کے درمیانی دور میں، برطانیہ کے سرکردہ

بورژوا سیاست‌داں نوآبادیاتی پالیسی کے خلاف تھے اور ان کا خیال تھا کہ نوآبادیوں کی آزادی، ان کی برطانیہ سے مکمل علیحدگی، ایک اٹل اور ناگزیر چیز ہے اور اچھی بھی ہے۔ م۔ بیئرنے اپنے ایک مضمون ''جدید برطانوی سامراج،،* میں، جو ۱۸۹۸ء میں چھپا تھا، لکھا ہے کہ ۱۸۵۲ء میں سیاست‌داں ڈیزرائیلی نے جو، عام طور پر یہ کہنا چاہئے، سامراج کی طرف بہت مائل تھا، اعلان کیا ''نوآبادیاں تو ہمارے لئے سانپ کے منہ کی چھچھوندر ہو گئی ہیں،،۔ لیکن انیسویں صدی کے آخر میں انگلستان میں سیسل روڈس اور جوزف چیمبرلین کا طوطی بولتا تھا اور یہ وہ لوگ تھے جو کھلم کھلا سامراج کے حامی تھے اور انتہائی بدخوئی سے سامراجی پالیسی چلاتے تھے!

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ اس وقت بھی برطانیہ کے یہ سرکردہ بورژوا سیاست‌داں جدید سامراج کی سیاسی اور سماجی اور خالص معاشی بنیادوں کے باہمی تعلق کو دیکھ اور سمجھ سکتے تھے۔ چیمبرلین نے یہ کہہ کر سامراج کی حمایت کی کہ یہ ایک ''سچی، سمجھ‌داری کی اور کفایت شعارانہ پالیسی،، ہے اور خاص طور پر جرمنی، امریکہ اور بلجیم کے مقابلے کی طرف اشارہ کیا جس سے برطانیہ کو عالمی منڈی میں دوچار ہونا پڑ رہا تھا۔ سرمایہ‌داروں نے کارٹیل، سینڈیکیٹ اور ٹرسٹ قائم کرتے ہوئے یہ کہا کہ اجارہ‌داری نجات کا واحد وسیلہ ہے اور جب بورژوا طبقے کے سیاسی لیڈروں نے دنیا کے ان حصوں پر جلدی جلدی اپنا قبضہ جمانا شروع کیا جن کا اب تک بٹوارہ نہیں ہوا تھا تو انہوں نے بھی یہی بات دوہرائی کہ اجارہ‌داری نجات کا واحد وسیلہ ہے۔ اور جیسا کہ سیسیل روڈس کے گہرے دوست، اخبارنویس اسٹیڈ نے بتایا ہے اول الذکر نے ۱۸۹۵ء میں اس کے سامنے اپنے سامراجی خیالات کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا تھا ''کل میں لندن کے مشرقی حصے (East End — مزدوروں کے محلہ) میں گیا تھا اور وہاں بےروزگاروں کے ایک جلسے میں شریک ہوا۔ میں نے وہ جنونی،

---

* «Die Nene Zeit», XVI, I, 1898, S. 302.

وحشیانہ تقریریں سنیں جو 'روٹی، روٹی!' کی پکار کے سوا اور کچھ نہیں تھیں اور گھر لوٹتے وقت میں نے اس منظر پر غوروفکر کیا تو میں سامراج کی اہمیت کا پہلے سے بھی زیادہ قائل ہو گیا... سماجی مسئلے کا حل میرا بڑا چہیتا اور عزیز خیال ہے، یعنی یہ کہ سلطنت متحدہ کے ۴ کروڑ باشندوں کو خون ریز خانہ جنگی سے بچانے کے لئے ہم لوگوں کو، نوآبادیاتی سیاست‌دانوں کو چاہئے کہ اپنی فالتو آبادی کو بسانے کے لئے اور کارخانوں اور کانوں میں تیارشدہ اشیا کے لئے نئی منڈیاں بہم پہنچانے کی غرض سے نئے علاقے ہتھیا لیں۔ میں نے ہمیشہ یہ کہا کہ سلطنت پیٹ کا سوال ہے۔ اگر آپ خانہ جنگی سے بچنا چاہتے ہیں تو آپ کو سامراجی ہونا پڑے گا۔ ''*

مالیات کے بادشاہ، کروڑپتی سیسل روڈس نے، جو انگریزوں اور بوئروں کی جنگ کیلئے سب سے بڑا مجرم تھا، ۱۸۹۵ء میں یہ بات کہی۔ یہ صحیح ہے کہ اس نے بھونڈے، غیر شائستہ اور انسانیت بیزار انداز میں سامراج کی حمایت کی ہے لیکن بنیادی طور پر یہ حضرات ماسلوف، زیودیکوم پوتریسوف، ڈیوڈ، روسی مارکس‌ازم کے بانی** اور دوسرے لوگوں کے پیش کئے ہوئے ''نظرئے'' سے قطعی مختلف نہیں ہے۔ سیسل روڈس نسبتاً ذرا ایمان‌دار قسم کا سوشل شاونسٹ تھا...

دنیا کے علاقائی بٹوارے اور اس سلسلے میں پچھلے چند عشروں میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں ان کی زیادہ سے زیادہ صاف اور صحیح تصویر پیش کرنے کی غرض سے ہم اس مواد کا استعمال کریں گے جو سوپان نے اپنی کتاب میں (جس کا حوالہ دیا جا چکا ہے) دنیا کی تمام طاقتوں کے نوآبادیاتی مقبوضات کے بارے میں فراہم کیا ہے۔ سوپان ۱۸۷۶ء اور ۱۹۰۰ء کو لیتا ہے۔ ہم ۱۸۷۶ء کو لیں گے — اس سال کا انتخاب بہت مناسب ہے کیونکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ٹھیک اسی زمانے میں مغربی یورپ کی سرمایہ‌داری کے

---

* «Die Neue Zeit», XVI, I, 1898, S. 304.

** روسی مارکس‌ازم کے بانی گ۔ و۔ پلیخانوف تھے۔ (ایڈیٹر)

ارتقا کی اجارہ‌داری سے پہلے کی منزل مجموعی طور پر مکمل ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ ہم ۱۹۱۴ء کو بھی لیں گے اور سوپان کے اعداد و شمار کے بجائے ہم ہیوبنر کی ''جغرافیائی اعدادوشمار کی جدولوں،، کے زیادہ تازہ اعداد وشمار کا حوالہ دیں گے۔ سوپان صرف نوآبادیوں کے اعداد وشمار دیتا ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ دنیا کی تقسیم کی ایک مکمل تصویر پیش کرنے کے لئے غیر نوآبادیوں اور نیم نوآبادیوں کے بارے میں بھی مختصر طور پر اعدادوشمار شامل کر لئے جائیں — اور ہم ایران، چین اور ترکی کا شمار نیم نوآبادیوں کے زمرے میں کرتے ہیں۔ ایران تو ابھی سے تقریباً مکمل طور پر نوآبادی بن چکا ہے اور باقی دونوں ملک نوآبادیاں بن رہے ہیں۔

سو اس طرح ہمیں مندرجہ ذیل خلاصہ ملتا ہے:

(یہاں لینین کی کتاب میں ایک خاکہ ہے جس کو آپ صفحہ ۱۰۰ پر دیکھ سکتے ہیں۔ایڈیٹر)

یہ اعداد وشمار دیکھ کر ہمیں بڑی اچھی طرح اندازہ ہو جاتا ہے کہ انیسویں صدی کے خاتمے اور بیسویں صدی کے آغاز میں دنیا کا بٹوارہ کس قدر ''مکمل ہو چکا تھا،،۔ ۱۸۷۶ء کے بعد نوآبادیاتی مقبوضات کا رقبہ بےانتہا بڑھ جاتا ہے — یعنی اس میں پچاس فی‌صدی سے زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔ چھ سب سے بڑی طاقتوں کی نوآبادیوں کا رقبہ ۴ کروڑ سے ساڑھے چھ کروڑ مربع کلومیٹر ہو جاتا ہے۔ یہ اضافہ کل ڈھائی کروڑ مربع کلومیٹر ہے یعنی سامراجی ملکوں کے رقبے سے پچاس فی‌صدی زائد (آخرالذکر کا رقبہ ایک کروڑ ۶۵ لاکھ مربع کلومیٹر ہے)۔ ۱۸۷۶ء میں تین طاقتوں کے پاس نوآبادیاں بالکل ہی نہیں تھیں اور ایک کے پاس یعنی فرانس کے پاس محض برائےنام تھیں۔ ۱۹۱۴ء تک ان چار طاقتوں کو بھی نوآبادیاں مل چکی تھیں جن کا رقبہ ایک کروڑ ۴۱ لاکھ مربع کلومیٹر، یعنی یورپ کے رقبے سے تقریباً پچاس فی‌صدی بڑا ہے، اور ان نوآبادیوں کی مجموعی آبادی قریب قریب ۱۰ کروڑ ہے۔ نوآبادیاتی مقبوضات کی توسیع اور اضافے کی رفتار میں بہت زیادہ فرق ہے۔ مثال کے طور پر اگر ہم فرانس، جرمنی اور جاپان کا مقابلہ کریں جو رقبے اور آبادی کے لحاظ سے ایک دوسرے سے

عظیم طاقتوں کے نوآبادیاتی مقبوضات (لاکھ مربع کلومیٹر اور لاکھ باشندے)

	نوآبادیاں				سامراجی ملک		کل میزان	
	۱۸۷۶ء		۱۹۱۴ء		۱۹۱۴ء		۱۹۱۴ء	
	رقبہ	آبادی	رقبہ	آبادی	رقبہ	آبادی	رقبہ	آبادی
برطانیہ	۲۲۵	۲۵۱۹	۳۳۵	۳۹۳۵	۳	۴۶۵	۳۳۸	۴۴۰۰
روس	۱۷۰	۱۵۹	۱۷۴	۳۳۲	۵۴	۱۳۶۲	۲۲۸	۱۶۹۴
فرانس	۹	۶۰	۱۰۶	۵۵۵	۵	۳۹۶	۱۱۱	۹۵۱
جرمنی	—	—	۲۹	۱۲۳	۵	۶۴۹	۳۴	۷۷۲
ریاستہائے متحدہ امریکہ	—	—	۳	۹۷	۹۴	۹۷۰	۹۷	۱۰۶۷
جاپان	—	—	۳	۱۹۲	۴	۵۳۰	۷	۷۲۲
چھہ عظیم طاقتوں کا کل میزان	۴۰۴	۲۷۳۸	۶۵۰	۵۲۳۴	۱۶۵	۴۳۷۲	۸۱۵	۹۶۰۶
دوسری طاقتوں کی نوآبادیات (بلجیم، ہالینڈ وغیرہ)							۹۹	۴۵۳
نیم نوآبادیاں (ایران، چین، ترکی)							۱۴۵	۳۶۱۲
باقی ملک							۲۸۰	۲۸۹۹
پوری دنیا کا کل میزان							۱۳۳۹	۱۶۵۷۰

کچھ خاص مختلف نہیں ہیں تو ہم دیکھیں گے کہ جتنا نوآبادیاتی علاقہ جرمنی اور جاپان نے مل کر حاصل کیا ہے اس سے تقریباً تگنا اکیلے فرانس کے قبضے میں آیا ہے۔ مالیاتی سرمائے کے لحاظ سے بھی اس زمانے کے شروع میں، جس کا ہم مطالعہ کر رہے ہیں فرانس شاید جرمنی اور جاپان دونوں سے مل کر کئی گنا زیادہ دولتمند تھا۔ خالص معاشی حالات کے علاوہ، انہیں معاشی حالات پر مبنی جغرافیائی اور دوسری قسم کے حالات بھی نوآبادیاتی مقبوضات کے رقبے پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ بڑے پیمانے کی صنعت، تبادلے اور مالیاتی سرمائے کے دباؤ کے نتیجے میں پچھلے چند عشروں میں ساری دنیا کے ایک سطح پر آنے کا، مختلف ملکوں میں معاشی حالات اور حالات زندگی کے ایک سطح اور معیار پر آنے کا عمل خواہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو، لیکن پھر بھی اب تک کافی فرق باقی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان چھہ مذکورہ بالا طاقتوں کے درمیان اول تو نوخیز سرمایہ‌دار ملک ہیں (امریکہ، جرمنی، جاپان) جن کی ترقی کی رفتار غیر معمولی تیز رہی ہے، دوسرے وہ ملک ہیں جن میں مدتوں سے سرمایہ‌دارانہ ترقی ہو چکی ہے (فرانس اور برطانیہ) اور پچھلے دنوں ان کی ترقی کی رفتار اول الذکر ملکوں کی رفتار ترقی سے کہیں زیادہ سست رہی ہے، تیسرے وہ ملک ہے، جو معاشی اعتبار سے سب سے زیادہ پس ماندہ ہے (روس) جہاں جدید سرمایہ‌دارانہ سامراج ماقبل سرمایہ‌دارانہ تعلقات اور رشتوں کے ایک بہت ہی باریک جال میں گویا جکڑا ہوا ہے۔

عظیم طاقتوں کے نوآبادیاتی مقبوضات کے پہلو بہ پہلو ہم نے چھوٹی ریاستوں کی چھوٹی نوآبادیوں کو رکھا ہے جو گویا نوآبادیوں کی امکانی اور قرین قیاس ''تقسیم‌نو،، کا اگلا تختۂ مشق ہونے والی ہیں۔ ان چھوٹی ریاستوں میں سے زیادہ تر ریاستیں صرف اس وجہ سے اپنی نوآبادیوں کو برقرار رکھ سکی ہیں کہ بڑی طاقتوں کے درمیان مفادوں کے تضاد، باہمی کشمکش اور جھگڑوں سے ہی ان طاقتوں میں مال غنیمت کی تقسیم کے متعلق کوئی اتفاق رائے نہیں ہو سکتا۔ ''نیم نوآبادیاتی،، ریاستیں ان عبوری اور درمیانی شکلوں کی مثال پیش کرتی ہیں جو فطرت اور سماج کے ہر میدان اور

ہر شعبے میں نظر آتی ہیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مالیاتی سرمایہ تمام معاشی اور بین‌الاقوامی تعلقات کے سلسلے میں اس قدر عظیم اور اس قدر فیصلہ کن قوت ہے کہ وہ ان ریاستوں تک کو اپنا مطیع و محکوم بنانے کی قدرت رکھتا ہے اور حقیقت میں مطیع و محکوم بناتا بھی ہے جو سیاسی لحاظ سے سو فی‌صدی خودمختار ہیں۔ ہم جلد ہی اس کی مثالیں دیکھیں گے۔ ظاہر ہے کہ مالیاتی سرمایہ کے لئے ایسی ہی محکومی اور اطاعت سب سے زیادہ ''مناسب اور فائدہ مند،، ہے اور وہ ایسی ہی محکومی سے زیادہ سے زیادہ منافع لوٹ سکتا ہے جو مطیع و محکوم قوموں اور ملکوں کو سیاسی آزادی سے بالکل محروم کرتی ہے۔ اس سلسلے میں نیم نوآبادیاتی ملک ''درمیانی دور،، کی معیاری مثال پیش کرتے ہیں۔ یہ بالکل قدرتی بات ہے کہ مالیاتی سرمایہ کے دور میں، جب باقی دنیا کا پہلے ہی بٹوارہ ہو چکا ہے، ان نیم محکوم ملکوں کے لئے رسہ کشی اور کشمکش خاص طور پر تند و تیز ہو گئی۔

سرمایہ‌داری کے جدید دور سے بلکہ سرمایہ‌داری سے بھی پہلے، نوآبادیاتی پالیسی اور سامراج کا وجود تھا۔ روم، جو غلامی کی بنیادوں پر قائم ہوا تھا، نوآبادیاتی پالیسی اور سامراج پر کاربند تھا۔ لیکن سامراج کے بارے میں ''عمومی،، مقالات کا انجام، جو سماجی اور معاشی نظاموں کے بنیادی فرق کو نظر انداز کرتے ہیں یا پس پشت ڈال دیتے ہیں، ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ وہ یا تو خشک، بےمزہ اور پیش‌پاافتادہ باتوں کی سطح تک جا گرتے ہیں یا ان کی حیثیت شیخی‌بازی سے اونچی نہیں رہتی۔ ''عظیم روم اور عظیم برطانیہ،،* کا مقابلہ اس کی ایک مثال ہے۔ حتی کہ سرمایہ‌داری کے پچھلے ادوار کی سرمایہ‌دار نوآبادیاتی پالیسی تک مالیاتی سرمایہ کی نوآبادیاتی پالیسی سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔

---

* C. P. Lucas. «Greater Rome and Greater Britain». Oxford, 1912, or the Earl of Cromer's «Ancient and Modern Imperialism». London, 1910.

سرمایہ‌داری کے جدید دور کی سب سے اہم اور نمایاں خصوصیت ہے بڑے سرمایہ‌داروں کے اجارہ‌دار اتحادوں کا غلبہ۔ جب خام سامان کے تمام وسائل ایک ہاتھ میں آ جاتے ہیں تو یہ اجارے‌داریاں بےحد مضبوطی سے جڑ پکڑ لیتی ہیں۔ اور ہم نے دیکھ لیا ہے کہ بین‌الاقوامی سرمایہ‌دارانہ گٹ اس سلسلے میں کس قدر لگن اور جوش دکھاتے ہیں اور اس کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں کہ ان کے حریفوں کے لئے ان سے مقابلہ کرنا ناممکن ہو جائے اور اسی غرض سے وہ مثلاً تیل اور کچے لوہے کی کانوں کے پورے پورے علاقے خرید ڈالتے ہیں۔ صرف نوآبادیاتی قبضہ ہی ایک ایسی چیز ہے جو حریفوں کے خلاف اجارہ‌داروں کی جد و جہد میں تمام امکانی اور اتفاقی حادثات سے ان کے بچاؤ کی ضمانت کر سکتا ہے — اور ان میں یہ امکان تک شامل ہے کہ اجارہ‌داروں کے حریف ریاستی اجارہ‌داری قائم کرنے کا قانون بنا کر اپنی حفاظت کی کوشش کریں۔ جیسے جیسے سرمایہ‌داری کو فروغ ہوتا ہے، خام سامان کی کمی زیادہ شدت سے محسوس ہوتی ہے، مقابلے کی شدت اور تیزی میں اضافہ ہوتا ہے، دنیا بھر میں خام سامان کے ذرائع کی تلاش اور بھی بڑھ جاتی ہے، ویسے ویسے نوآبادیات حاصل کرنے کی جد و جہد اور بے تحاشا ہوتی جاتی ہے۔

شیلڈر نے لکھا ہے ''ممکن ہے کہ بعض لوگوں کو یہ ایک مہمل اور متناقض قول معلوم ہو لیکن یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ کم و بیش مستقبل قریب میں خوراک کی قلت کی بہ‌نسبت غالباً صنعت کے لئے خام سامان کی قلت شہری اور صنعتی آبادی کے اضافے میں غالباً زیادہ مزاحم ہوگی،،۔ مثلاً اس وقت عمارتی لکڑی کی قلت بڑھتی ہی جا رہی ہے — اور اس کی قیمت میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ اسی طرح پارچہ بافی کی صنعت کے خام سامان کی اور چمڑے کی کمی بھی بڑھ رہی ہے۔ ''کارخانہ‌داروں کی تنظیمیں تمام دنیا کی معیشت میں زراعت اور صنعت کے درمیان توازن قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ مثال کے طور پر ہم کئی اہم ترین صنعتی ملکوں کے سوت بنانے والوں کی تنظیموں کے بین‌الاقوامی وفاق کا نام پیش کر سکتے ہیں جو ۱۹۰۴ء میں قائم

ہوا تھا اور اسی طرح سن بافوں کی تنظیموں کے یورپی وفاق کا نام پیش کیا جا سکتا ہے جو اسی ڈھنگ سے ۱۹۱۰ء میں قائم ہوا تھا۔''*

ظاہر ہے بورژوا اصلاح پسند اور ان میں بھی خاص طور پر کاؤتسکی کے موجودہ حمایتی یہ کہہ کر اس قسم کے حقائق کی اہمیت کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایک ''مہنگی اور خطرناک،، نوآبادیاتی پالیسی کے بغیر ہی کھلی منڈی میں خام سامان حاصل کرنا ''ممکن ہوگا،، اور یہ کہ عام طور پر زراعت کے حالات میں ''معمولی،، بہتری پیدا کرکے خام سامان کی رسد میں بے انتہا اضافہ کرنا ''ممکن ہوگا،،۔ لیکن اس قسم کی دلیلیں سامراج کی تائید اور حمایت اور اس کو دلفریب رنگوں میں پیش کرنے کے مرادف ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ سرمایہ‌داری کے آخری دور کی اولین اور اہم خصوصیت — یعنی اجارہ‌داری — کو نظر انداز کرتی ہیں۔ کھلی منڈیاں روز بہ روز قصۂ پارینہ بنتی جا رہی ہیں، اجارہ‌دار سینڈیکیٹ اور ٹرسٹ انہیں دن بدن زیادہ محدود کرتے جا رہے ہیں اور عام طور پر زراعت کے حالات میں ''معمولی،، بہتری پیدا کرنے کا مطلب ہے جنتا کی حالت کو بہتر بنانا، اجرت میں اضافہ کرنا اور منافع گھٹانا۔ اور ان جذباتی اصلاح پسندوں کے تخیل کے سوا ایسے ٹرسٹوں کا وجود بھلا اور کہاں ہو سکتا ہے جو نوآبادیاتی فتوحات کے بجائے جنتا کی حالت میں دلچسپی لینے کی صلاحیت رکھتے ہوں؟

مالیاتی سرمایہ کے لئے خام سامان کے صرف انہیں ذرائع کی اہمیت نہیں ہے جو دریافت ہو چکے ہیں بلکہ اس کے لئے امکانی ذرائع کی بھی اہمیت ہے کیونکہ موجودہ ٹکنیکی ترقی بےانتہا تیز رفتار ہے اور جو زمین آج بنجر اور بیکار ہے کل اسے سرمایہ کی بڑی بڑی رقمیں لگا کر اور نئے طریقوں کی مدد سے زر خیز بنایا جا سکتا ہے (اور ایک بڑا بینک یہ نئے طریقے دریافت کرنے کے واسطے انجنیروں اور ماہرین زراعت وغیرہ کی ایک خاص مہم تیار کر سکتا ہے)۔ معدنیات کی کانوں کا کھوج لگانے، خام سامان تیار

---

* Schilder ، متذکرہ کتاب، صفحات ۳۲ — ۳۸۔

کرنے اور اسے کام میں لانے کے نئے طریقوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مالیاتی سرمایہ کا معاشی علاقے اور عام طور پر علاقے کی توسیع کی کوشش کرنا ایک اٹل اور لازمی چیز ہے۔ جس طرح ٹرسٹ اپنی ملکیت کے سارے آئندہ کے ''امکانی،، منافع کا (موجودہ منافع کا نہیں) اور اجارہ‌داری کے آئندہ نتیجوں کا حساب کتاب لگا کر اس ملکیت کی اصلی قیمت سے دوگنی یا تگنی قیمت لگاتے ہیں، بالکل اسی طرح مالیاتی سرمایہ بھی خام سامان کے تمام امکانی ذرائع کو مدنظر رکھتے ہوئے عام طور پر ہر ممکن طریقے سے، ہر جگہ اور ہر قسم کی زمین پر قبضہ جمانے کی فکر میں رہتا ہے کیونکہ اسے دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں غیر تقسیم شدہ علاقے کے آخری ٹکڑے تک کے لئے، یا جن علاقوں کی پہلے ہی تقسیم ہو چکی ہے ان کی تقسیم نو کے لئے ہونے والے تند و تیز سنگھرش میں وہ اوروں سے پیچھے نہ رہ جائے۔

برطانوی سرمایہ‌دار اپنی نوآبادی — مصر — میں کپاس کی کاشت کو فروغ دینے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ ۱۹۰۴ء میں ۲۳ لاکھ ہیکٹر زیرکاشت زمین میں سے ۶ لاکھ ہیکٹر، یعنی ایک چوتھائی سے زیادہ زمین پر کپاس کی کاشت ہوتی تھی۔ روسیوں کی بھی اپنی نوآبادی — ترکستان — میں یہی کوشش ہے کیونکہ اس طرح انہیں اپنے بدیسی حریفوں کو شکست دینے، خام سامان کے وسائل پر اپنا اجارہ قائم کرنے اور پارچہ بافی کا ایک کفایت شعار قسم کا، زیادہ منافع اور کم لاگت والا ''متحدہ،، پیداوار کا ایسا ٹرسٹ بنانے میں زیادہ سہولت ہوگی جس میں کپاس کی کاشت اور کپڑا بننے کی صنعت کے تمام مدارج مالکوں کے ایک گروہ کے ہاتھ میں مجتمع اور مرتکز ہوں گے۔

سرمایہ کی برآمد میں جو مفاد مضمر ہیں وہ نوآبادیاتی فتوحات اور تسلط کے لئے مزید محرک کا کام دیتے ہیں کیونکہ نوآبادیاتی منڈیوں میں مقابلے کا قلع قمع کرنے، ٹھیکوں کو یقینی بنانے اور ضروری ''رابطوں،، وغیرہ کو استوار اور مستحکم کرنے کے لئے اجارہ‌داری کے طریقے استعمال کرنا زیادہ آسان ہے (اور بعض اوقات تو وہاں صرف یہی طریقے استعمال کئے جا سکتے ہیں)۔

وہ غیر معاشی اوپری ڈھانچہ جو مالیاتی سرمایہ کی بنیاد پر کھڑا ہوتا ہے — یعنی مالیاتی سرمایہ کی سیاست اور فکر و نظر — نوآبادیاتی فتوحات اور تسلط کےلئے اکساتا ہے، اسے بڑھاوے چڑھاوے دیتا ہے۔ ''مالیاتی سرمایہ آزادی کا خواہش‌مند نہیں ہے، وہ تو غلبہ اور حکمرانی کا خواہاں ہے،، — ہیلفرڈنگ نے یہ بڑی سچی بات کہی ہے۔ اور ایک فرانسیسی بورژوا مصنف جو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے مذکورہ بالا سیسل روڈس کے خیالات* کی توسیع اور تکمیل کر رہا ہو، لکھتا ہے کہ جدید نوآبادیاتی پالیسی کے معاشی اسباب میں سماجی اسباب کا اضافہ بھی کرنا چاہئے: ''زندگی کی روزافزوں پیچیدگیوں اور کٹھنائیوں کے باعث جو صرف مزدوروں ہی کو نہیں بلکہ متوسط طبقوں کو بھی دبائے اور جکڑے ہوئے ہیں، پرانی تہذیب کے حامل تمام ملکوں میں 'بےصبری، جھنجھلاہٹ اور نفرت بڑھتی ہی جا رہی ہے اور بڑھ کر امن عامہ کے لئے خطرہ بن رہی ہے۔ اور وہ توانائی جو مخصوص طبقاتی راہوں سے پھوٹی پڑ رہی ہے، اسکا استعمال ڈھونڈھنا چاہئے اور اسکو غیرملکوں میں کام دینا چاہئے تاکہ وطن میں کوئی شورش نہ پھٹ پڑے۔،،**

چونکہ ہم سرمایہ‌دارانہ سامراج کے دور کی نوآبادیاتی پالیسی کے بارے میں بات کر رہے ہیں لہذا یہ کہنا ضروری ہے کہ مالیاتی سرمایہ اور اس سے مطابقت رکھنےوالی خارجہ پالیسی جو دنیا کے معاشی اور سیاسی بٹوارے کے لئے عظیم طاقتوں کے باہمی سنگھرش کی شکل اختیار کر لیتی ہے، یہ دونوں ریاستی محکومی اور دست‌نگری کی متعدد درمیانی، عبوری شکلوں کو جنم دیتے ہیں۔ اس دور کی خصوصیت محض ملکوں کے دو خاص بڑے گروہ نہیں ہیں — یعنی نوآبادیات کے مالک ملک اور نوآبادیات۔ محکوم‌ودست‌نگر ملکوں کی مختلف شکلیں بھی اس دور کی خصوصیت

---

*اس ایڈیشن کا صفحہ ۹۸ دیکھئے۔ (ایڈیٹر)

** Wahl. «La France aux colonies». اس کا حوالہ ہنری روسئر نے اپنی تصنیف ''سمندروں کا بٹوارہ،، میں دیا ہے۔
(Henri Russier. «Le Partage de l'Océanie». Paris, 1905, p. 165.)

ھیں جو کہنے کو تو سیاسی لحاظ سے خودمختار ھیں لیکن دراصل مالی اور ڈپلومیٹک محکومی کے جال میں بری طرح پھنسے ھوئے ھیں۔ ھم محکومی کی ایک شکل — یعنی نیم نوآبادی کا تو تذکرہ کر ھی چکے ھیں۔ ارجنٹائن اس کی ایک اور شکل کی مثال پیش کرتا ھے۔

شولتسے گےویرنیتس نے برطانوی سامراج پر جو کتاب لکھی ھے اس میں وہ لکھتا ھے ''سارا جنوبی امریکہ اور خاص طور پر ارجنٹائن مالی اعتبار سے لندن کا اس قدر دست‌نگر ھے کہ اسے تقریباً برطانیہ کی تجارتی نوآبادی کہنا چاھئے۔''* ۱۹۰۹ء میں بیونس آئرس میں آسٹریا اور ھنگری کے قونصل کی رپورٹ کی بنیاد پر شیلڈر تخمینہ لگاتا ھے کہ ارجنٹائن میں کوئی ۸ ارب ۵۰ کروڑ فرانک کے برابر برطانوی سرمایہ لگا ھوا ھے۔ یہ تصور کرنا کچھ دشوار نہیں ھے کہ اس طرح برطانوی مالیاتی سرمایہ (اور اس کی وفادار ''دوست،، ڈپلومیسی) کے ارجنٹائن کے بورژوا طبقے کے ساتھ، یعنی اس حلقے کے ساتھ جس کے ھاتھ میں اس کی پوری معاشی اور سیاسی زندگی کی باگ‌ڈور ھے، کس قدر مضبوط بندھن اور رابطے قائم ھو جاتے ھیں۔

پرتگال بیک‌وقت مالی اور ڈپلومیٹک محکومی اور سیاسی آزادی کی ایک ذرا مختلف مثال پیش کرتا ھے۔ پرتگال ایک آزاد اور خودمختار ریاست ھے لیکن حقیقت یہ ھے کہ دو سو سال سے زیادہ سے — یعنی ھسپانوی وراثت کی جنگ (۱۷۱۴ء — ۱۷۰۱ء) کے بعد سے — وہ برطانیہ کی زیرسایہ حکومت (protectorate) ھے۔ برطانیہ نے برابر پرتگال اور اس کی نوآبادیوں کی حفاظت کی ھے تاکہ وہ اپنے

---

* Schulze - Gaevernitz. «Britischer Imperialismus und englischer Freihandel zu Beginn des 20-ten Jahrhunderts». Leipzig, 1906, p. 318. (''بیسویں صدی کی ابتدا میں برطانوی سامراج اور انگریزی آزاد تجارت'')۔ سارتوری‌اوس فون والٹیرس ھاؤزین اپنی کتاب ''غیر ملکوں میں سرمایہ لگانے کا معاشی نظام'' میں یہی بات کہتا ھے۔ (Sartorius v. Waltershausen. «Das volkswirtschaftliche System der Kapitalanlage im Auslande». Berlin, 1907, S. 46.)

رقیبوں، ہسپانیہ اور فرانس، کے خلاف لڑائی میں خود اپنی پوزیشن مضبوط کر سکے۔ اس کے بدلے برطانیہ کو تجارتی مراعات، پرتگال اور اس کی نوآبادیوں میں اشیا کی اور خاص طور پر سرمائے کی درآمد کے لئے رعائت اور ترجیح، پرتگال کے جزیرے اور بندرگاھیں، اس کے تار وغیرہ استعمال کرنے کا حق — یہ سب چیزیں حاصل ہوئیں۔ * چھوٹی اور بڑی ریاستوں کے درمیان اس قسم کے تعلقات ہمیشہ موجود رہے ہیں، لیکن سرمایہ‌دارانہ سامراج کے دور میں یہ تعلقات ایک عمومی نظام کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ ''دنیا کا بٹوارہ کرنے،، پر مبنی تعلقات کا لب لباب بن جاتے ہیں اور عالمی مالیاتی سرمایہ کے سلسلۂ‌عمل کی ایک کڑی۔

دنیا کے بٹوارے کے سوال سے پوری طرح نبٹنے کے لئے ہمیں مندرجہ ذیل بات کا اور اضافہ کرنا چاھئے۔ یہ سوال بہت صاف صاف اور دوٹوک طریقے سے صرف ہسپانیہ اور امریکہ کی جنگ کے بعد امریکی تصانیف میں اور انگریزوں اور بوئروں کی جنگ کے بعد انگریزی تصانیف میں انیسویں صدی کے بالکل آخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں ھی نہیں اٹھایا گیا ھے اور نہ ھی صرف جرمن تصانیف نے، جو ''برطانوی سامراج،، کو بہت ''رشک‌وحسد،، بھری نظروں سے دیکھتی تھیں، اس سوال پر باقاعدہ اور منظم طور پر اپنی رائے دی ھے۔ ان سب کے علاوہ یہ سوال فرانسیسی بورژوا تصانیف میں بھی اٹھایا گیا ھے اور کافی وسیع، واضح اور جچےتلے طریقے سے اٹھایا گیا ھے، یعنی جس حد تک بورژوا نقطۂ نظر سے ممکن تھا۔ ھم مورخ دری‌او کے قول نقل کریں گے۔ اس نے اپنی کتاب ''انیسویں صدی کے آخر کے سیاسی اور سماجی مسائل،، کے اس باب میں جس کا عنوان ھے ''عظیم طاقتیں اور دنیا کا بٹوارہ،، لکھا ھے ''پچھلے چند سال کے عرصے میں چین کے سوا کرۂارض کے باقی تمام آزاد علاقے پر یورپ اور شمالی امریکہ کی طاقتوں نے قبضہ کر لیا ھے۔ اس سلسلے میں ابھی سے بہت سی آویزشیں اور ٹکریں ھو چکی ھیں۔ کسی کا اثر کم ھوا ھے کسی کا بڑھا ھے۔ اور یہ چیزیں مستقبل‌قریب

---

* شیلڈر، متذکرہ کتاب، پہلی جلد، صفحات ۱۶۱ — ۱۶۰۔

میں اور بھی زیادہ خوفناک ہنگاموں کی پیش گوئی کرتی ہیں کیونکہ عجلت سے کام لینا ضروری ہے — جن قوموں نے اب تک اپنی پوزیشن نہیں بنائی ہے ان کے لئے یہ اندیشہ ہے کہ انہیں کبھی بھی اپنا حصہ نہیں ملے گا اور وہ کرۂارض کی اس بےحد بڑے پیمانے کی لوٹ کھسوٹ میں حصہ لینے سے محروم رہیں گی جو اگلی صدی،، (یعنی بیسویں صدی) ''کی سب سے زیادہ بنیادی خصوصیات میں سے ایک ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلے دنوں سے تمام یورپ اور امریکہ پر نوآبادیاتی توسیع و اضافے کا، یعنی ''سامراج،، کا — جو انیسویں صدی کے آخری زمانے کی سب سے زیادہ قابل‌ذکر اور نمایاں خصوصیت ہے — اس بری طرح دورہ پڑا ہوا ہے۔ ،، اور مصنف اتنا اور اضافہ کرتا ہے ''دنیا کے اس حصے بخرے کرنے میں، کرۂارض کی بڑی بڑی منڈیوں اور خزانوں کی اس دیوانہ‌وار تلاش اور کھوج میں انیسویں صدی میں قائم کی ہوئی سلطنتوں کی تقابلی طاقت میں اور اس مقام میں قطعی کوئی تناسب نہیں ہے جو ان سلطنتوں کو قائم کرنے والی قوموں کو یورپ میں حاصل ہے۔ یورپ کی تقدیر کا فیصلہ کرنے والی، غالب اور بااثر طاقتیں پوری دنیا میں اسی قدر غالب اور بااثر نہیں ہیں۔ سو جب نوآبادیاتی طاقت کا ردعمل، اس تمام دولت کا (جس کا ابھی اندازہ بھی نہیں لگایا گیا ہے) مالک ہونے کی امید کا ردعمل، یورپی طاقتوں کی تقابلی قوت پر نمایاں طور سے اثر انداز ہوگا تو یہ نوآبادیاتی سوال — یا آپ چاہیں تو اسے ''سامراج،، کہہ لیجئے — جس نے اب تک خود یورپ کے سیاسی حالات میں تبدیلیاں پیدا کی ہیں آئندہ اور زیادہ تبدیلیاں کرے گا۔ ،،*

۷۔ سامراج — سرمایہ‌داری کے ایک خاص دور کی حیثیت سے

اب ہمیں ان سب باتوں کا خلاصہ پیش کرنے، ان کو یکجا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو سامراج کے موضوع پر کہی گئی

* J. E. Driault. «Problèmes politiques et sociaux». Paris, 1900, p. 299.

(دری‌او ''سیاسی اور سماجی مسائل،،۔ پیرس۔ ایڈیٹر)

ہیں۔ سامراج کا ابھار سرمایہ‌داری کی عام بنیادی خصوصیات ہی کے براہ‌راست تسلسل اور ارتقا کی حیثیت سے ہوا۔ لیکن سرمایہ‌داری اپنے ارتقا کی ایک مخصوص اور بہت اونچی منزل پر پہنچ کر ہی سرمایہ‌دارانہ سامراج بن سکی، یعنی جب اس کی بعض بنیادی خصوصیتیں اپنی ضد میں تبدیل ہونا شروع ہوئیں، جب سرمایہ‌داری سے گذر کر اس سے اونچے سماجی اور معاشی نظام تک لے جانےوالے درمیانی، عبوری دور کی تمام تر خصوصیات تمام شعبوں میں ابھر کر ظاہر ہو گئیں۔ معاشی لحاظ سے اس عمل میں سب سے اہم چیز یہ ہے کہ سرمایہ‌دارانہ اجارہ‌داری نے سرمایہ‌دارانہ آزاد مقابلے کی جگہ لے لی۔ آزاد مقابلہ سرمایہ‌داری کی، اور عام طور پر جنس‌تبادلہ کی پیداوار کی بنیادی خصوصیت ہے، اور اجارہ‌داری آزاد مقابلہ کی عین ضد ہے۔ لیکن ہم نے اپنی آنکھوں کے سامنے آزاد مقابلہ کو اجارہ‌داری میں تبدیل ہوتے، چھوٹی صنعت کو نکال باہر کرتے اور بڑی صنعت کی تخلیق کرتے، بڑے پیمانے کی صنعت کی جگہ اور زیادہ بڑے پیمانے کی صنعت کو دیتے اور سرمایہ اور پیداوار کے ارتکاز کو اس حد تک لے جاتے ہوئے دیکھا ہے جہاں اس سے اجارہ‌داری — یعنی کارٹیل، سینڈیکیٹ اور ٹرسٹ — کی تخلیق ہوتی ہے اور ہو رہی ہے۔ اور ان کے اندر کوئی درجن بھر بینکوں کے سرمائے کو ضم ہوتے دیکھا ہے جو اربوں کا کاروبار کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہے کہ اجارہ‌داریاں جو آزاد مقابلہ ہی سے ابھری اور بڑھی ہیں آزاد مقابلے کا بالکل قلع قمع نہیں کرتیں بلکہ اس کے اوپر اور اس کے پہلو بہ پہلو موجود رہتی ہیں اور یہی چیز متعدد شدید اور تندوتیز مخالفتوں، جھگڑوں، ٹکروں اور آویزشوں کو جنم دیتی ہے۔ اجارہ‌داری، سرمایہ‌داری سے زیادہ اونچے نظام تک کا عبوری دور ہے۔

اگر سامراج کی حتی الامکان مختصر ترین تعریف کرنے کی ضرورت ہو تو ہمیں یہ کہنا چاہئے کہ سامراج سرمایہ‌داری کی اجارہ‌دارانہ منزل ہے۔ اس تعریف میں سب سے زیادہ اہم باتیں آ جاتیں کیونکہ ایک طرف تو مالیاتی سرمایہ مٹھی بھر، بڑے بڑے اجارہ‌دار بینکوں کا بینک‌والا سرمایہ ہے جو صنعت کے مالکوں

کے اجارہدار گٹوں کے سرمائے میں ضم ہو گیا ہے۔ دوسری طرف دنیا کا بٹوارہ ایک نوآبادیاتی پالیسی سے گزرکر دوسری نوآبادیاتی پالیسی کی منزل میں قدم رکھنے کا عبوری دور ہے یعنی اس نوآبادیاتی پالیسی سے گذرکر، جو بلا کسی مزاحمت اور روک‌ٹوک کے ان علاقوں پر عمل دخل پیدا کر سکی ہے جن پر کسی سرمایہ‌دار طاقت نے پہلے سے قبضہ نہیں کر رکھا تھا، دنیا کے مکمل طور پر تقسیم شدہ علاقے پر اجارہدارانہ قبضہ کرنے کی نوآبادیاتی پالیسی کی طرف قدم رکھنا ہے۔

بہت مختصر تعریفیں چونکہ خاص اور اہم نکات کا خلاصہ پیش کر دیتی ہیں اس لئے وہ خاصی مفید تو ضرور ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود ناکافی بھی ہوتی ہیں کیونکہ جس مظہر کی تعریف کرنی ہو اس کی بہت اہم خصوصیتوں کی خاص طور سے تلاش کرنی پڑتی ہے۔ لہذا عام طور پر تمام تعریفوں کی اضافی اور مشروط قدروقیمت کو بھلائے بغیر — جو کبھی بھی کسی مظہر کے مکمل ارتقا کی تمام سلسلہ‌بندیوں کو محیط نہیں کر سکتیں — ہمیں سامراج کی ایک ایسی تعریف پیش کرنی چاہئے جس میں اس کی پانچ مندرجہ ذیل بنیادی خصوصیات شامل ہوں: (۱) پیداوار اور سرمایہ کا ارتکاز بڑھ کر اپنے ارتقا کی اس قدر اونچی منزل پر پہنچ چکا ہے کہ اب اس نے اجارہداریوں کو جنم دیا ہے جو معاشی زندگی میں فیصلہ کن رول ادا کرتی ہیں؛ (۲) بینک کا سرمایہ اور صنعتی سرمایہ ایک دوسرے میں ضم ہو گئے ہیں اور اس ''مالیاتی سرمایہ،، کی بنیاد پر مالیاتی اولیگارشی وجود میں آئی ہے؛ (۳) سرمائے کی برآمد جو اجناس کی برآمدسے مختلف چیز ہے، غیر معمولی اہمیت اختیار کرلیتی ہے؛ (۴) سرمایہ‌داروں کے بین الاقوامی اجارہدار گٹوں کی تشکیل ہوتی ہے جو آپس میں دنیا کے حصےبخرے کر لیتے ہیں اور (۵) سب سے بڑی سرمایہ‌دار طاقتوں کے درمیان دنیا کا علاقائی بٹوارہ مکمل ہو چکا ہے۔ سامراج سرمایہ‌داری کے ارتقا کا وہ دور ہے جس میں اجارےداریوں اور مالیاتی سرمائے کا راج قائم ہو چکا ہے، جس میں سرمائے کی برآمد نمایاں اہمیت اختیار کر چکی ہے، جس میں بین الاقوامی ٹرسٹوں کے درمیان دنیا کا بٹوارہ شروع

ہو گیا ہے اور جس میں سب سے بڑی سرمایہ‌دار ملکوں کے درمیان کرۂارض کے تمام علاقوں کی تقسیم بالکل مکمل ہو چکی ہے۔

آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ اگر ہم صرف بنیادی، خالص معاشی، تصورات ہی کو مدنظر نہ رکھیں (اور مذکورہ‌بالا تعریف انہیں تک محدود ہے) بلکہ مجموعی طور پر سرمایہ‌داری میں سرمایہ‌داری کے اس دور کے تاریخی مقام کو، یا سامراج اور مزدور تحریک کے دو خاص بنیادی رجحانات کے تعلق کو بھی پیش نظر رکھیں تو سامراج کی اس سے مختلف تعریف ہو سکتی ہے اور ہونی چاہئے۔ اس وقت اس بات پر دھیان دینا چاہئے کہ سامراج کا جو مطلب اوپر بیان کیا گیا ہے اگر اس کی روشنی میں دیکھا جائے تو سامراج بلاشبہ سرمایہ‌داری کے ارتقا کا ایک خاص دور ہے۔ قاری کو سامراج کا ایک ایسا تصور دینے کی غرض سے جس کی بنیادیں زیادہ سے زیادہ مضبوط ہوں ہم نے حتی المقدور بورژوا ماہرین معاشیات کے بیانوں کا زیادہ سے زیادہ حوالہ دینے کی کوشش کی ہے جو جدیدترین سرمایہ‌دارانہ معیشت کے خاص طور پر ناقابل تردید حقائق کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر ہم نے تفصیلی اعدادوشمار نقل کئے ہیں جن سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ بینک کے سرمائے میں کس حد تک اضافہ ہوا ہے وغیرہ، اور کمیت کے کیفیت میں تبدیل ہونے کا، ترقی‌یافتہ سرمایہ‌داری کے سامراج میں تبدیل ہونے کا اظہار کس چیز میں ہوا ہے۔ یہ کہنا تحصیل حاصل ہے کہ فطرت اور سماج کی تمام حدود مشروط اور تغیرپذیر ہیں اور مثلاً اس بارے میں بحث‌مباحثہ کرنا سراسر حماقت ہے کہ کس خاص سال یا کس خاص دہائی میں سامراج نے ''قطعی طور پر،، جنم لیا تھا۔

لیکن سامراج کی تعریف کے سلسلے میں ہمیں سب سے پہلے کاؤتسکی سے بحث کرنی ہے جو نام نہاد دوسری انٹرنیشنل کے دور کا — یعنی ۱۸۸۹ء اور ۱۹۱۴ء کے بیچ کے پچیس برس کے زمانے کا — سب سے بڑا مارکسی نظریہ ساز تھا۔ ہم نے سامراج کی تعریف میں جن بنیادی خیالات کا اظہار کیا تھا، ان پر کاؤتسکی نے ۱۹۱۵ء میں، بلکہ نومبر ۱۹۱۴ء ہی میں، بڑے عزم‌مصمم کے ساتھ حملہ

کیا۔ اس نے کہا کہ سامراج کو معیشت کا ایک ''دور،، یا منزل نہ سمجھنا چاہئے بلکہ ایک پالیسی سمجھنا چاہئے — ایک مخصوص پالیسی جسے مالیاتی سرمایہ اور چیزوں پر ''ترجیح دیتا ہے،،۔ اس نے کہا کہ سامراج کو ''موجودہ سرمایہ‌داری،، کے ''مرادف،، نہ سمجھنا چاہئے اور یہ کہ اگر سامراج کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ وہ ''موجودہ سرمایہ‌داری کے تمام مظاہر،، — کارٹیل، درآمدی سامان پر اونچی کسٹم ڈیوٹی کی پالیسی، سرمایہ لگانے والوں (financiers) کی حکومت اور غلبے اور نوآبادیاتی پالیسی — کے ہم‌معنی ہے تو پھر اس سوال کی حیثیت کہ سامراج سرمایہ‌داری کے لئے ضروری ہے یا نہیں محض ''ایک اتھلے قسم کی تکرار معنی،، سے زیادہ اور کچھ نہیں رہے گی، کیونکہ اس صورت میں تو ''سامراج قدرتی طور پر سرمایہ‌داری کے لئے بےحد ضروری چیز ہے،، وغیرہ وغیرہ۔ کاؤتسکی کے خیال کو پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم سامراج کے متعلق خود اسی کی تعریف یہاں نقل کر دیں جو ہمارے پیش کئے ہوئے خیالات کے اصلی معنی کی عین ضد ہے (کیونکہ جرمن مارکس‌وادیوں کے خیمے کے اعتراضات، جو کئی سال سے اسی قسم کے خیالات کی علم برداری کر رہے ہیں، کاؤتسکی کے لئے نئے نہیں ہیں اور وہ انہیں مارکس‌ازم کے ایک مخصوص رجحان کے اعتراضات کی حیثیت سے عرصے سے جانتا ہے)۔

کاؤتسکی کی تعریف مندرجہ ذیل ہے:

''سامراج بہت زیادہ ترقی‌یافتہ صنعتی سرمایہ‌داری کی پیداوار ہے۔ یہ صنعتی لحاظ سے انتہائی ترقی‌یافتہ ہر سرمایہ‌دار قوم کی بڑے سے بڑے زرعی (کاؤتسکی نے اس لفظ پر زور دیا ہے) علاقوں کو اپنے تحت لانے یا ان کا بزور الحاق کرنے کی کوششوں پر مشتمل ہے، خواہ ان علاقوں میں کوئی بھی قومیں رہتی ہوں۔،،*

یہ تعریف بالکل بےکار اور ناقص ہے کیونکہ یہ یک‌طرفہ ہے یعنی من مانے طور پر صرف قومی سوال کو چن لیتی ہے (حالانکہ

«Die Neue Zeit», 1914, 2 (Vol. 32), S.909, Sept. 11, 1914. Cf. * 1915, 2, S. 107 et seq.

یہ سوال بجائے خود بےحد اہم ہے اور سامراج کے ساتھ اپنے تعلق کے لحاظ سے بھی)، یہ تعریف من‌مانے اور غلط طور پر اس سوال کا صرف ان ملکوں کے صنعتی سرمائے سے ناتہ جوڑتی ہے جو دوسری قوموں کا بزور علاقائی الحاق کرتے ہیں اور اسی قدر من‌مانے اور اتنے ہی غلط طور پر یہ تعریف زرعی علاقوں کے بزور الحاق کو سب سے آگے لا کھڑا کرتی ہے۔

سامراج بزور علاقائی الحاق کی کوششوں کا نام ہے — یہ ہے کاؤتسکی کی تعریف کے سیاسی حصے کا لب‌لباب۔ یہ بات ٹھیک تو ہے لیکن نامکمل ہے، کیونکہ سیاسی لحاظ سے سامراج عام طور پر رجعت‌پسندی اور تشدد کی کوششوں کا نام ہے۔ بہرحال اس وقت ہمیں اس سوال کے معاشی پہلو سے دلچسپی ہے جسے خود کاؤتسکی نے اپنی تعریف میں شامل کر دیا ہے۔ کاؤتسکی کی تفسیر کی کمزوریاں اور کوتاہیاں بہت ہی نمایاں ہیں۔ صنعتی سرمایہ نہیں بلکہ مالیاتی سرمایہ سامراج کی بنیادی اور نمایاں خصوصیت ہے۔ یہ کوئی اتفاقی بات نہیں ہے کہ فرانس میں مالیاتی سرمائے کی غیرمعمولی تیزرفتار ترقی اور نشوونما اور صنعتی سرمایہ کی کمزوری ٹھیک وہ چیز تھی جس نے پچھلی صدی کی نویں دہائی کے آغاز سے بزور علاقائی الحاق کی (نوآبادیاتی) پالیسی میں انتہائی شدت اور تیزی پیدا کی۔ ٹھیک یہی چیز سامراج کی نمایاں اور بنیادی خصوصیت ہے کہ وہ صرف زرعی علاقوں کا ہی نہیں بلکہ صنعتی لحاظ سے بہت ترقی یافتہ علاقوں کا بھی بزور الحاق کرنے کی کوشش کرتا ہے (جرمنی کی بلجیم کو ہڑپ کرنے کی خواہش، فرانس کی لارین کو ہڑپ کرنے کی خواہش)، کیونکہ اول یہ بات کہ دنیا کا پہلے ہی بٹوارہ ہو چکا ہے تقسیم‌نو کا ارادہ کرنےوالوں کو اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ وہ ہر قسم کے علاقے کی طرف ہاتھ بڑھائیں۔ اور دوسرے فرماں روائی (hegemony) کی کوشش کے سلسلے میں — یعنی براہ‌راست اپنی خاطر علاقے فتح کرنے سے زیادہ اس مقصد کے لئے علاقے فتح کرنے کی کوشش میں کہ اپنے حریف کو کمزور کریں اور اس کی فرماں روائی کی جڑ کھودیں — کئی بڑی طاقتوں کے درمیان رقابت ہونا سامراج کی ایک بنیادی خصوصیت ہے (انگلستان کے خلاف جنگی کارروائیاں کرنے کے

اڈے کی حیثیت سے جرمنی کے واسطے بلجیم بہت اہمیت رکھتا ہے، انگلستان کو جرمنی کے خلاف جنگی کارروائیاں کرنے کے اڈے کے طور پر بغداد کی ضرورت ہے، وغیرہ وغیرہ)۔

کاؤتسکی خاص طور پر اور بار بار انگریزوں کا حوالہ دیتا ہے جنہوں نے گویا لفظ سامراج کو خالص سیاسی مفہوم دیا ہے یعنی وہ مفہوم جس میں خود کاؤتسکی سمجھتا ہے۔ ہم انگریز مصنف ہوبسن کی تصنیف ''سامراج،، کو، جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی تھی، اٹھاتے ہیں تو اس میں ہمیں یہ عبارت ملتی ہے:

''نیا سامراج پرانے سامراج سے مختلف ہے — ایک تو اس لحاظ سے کہ وہ ایک واحد پھلتی پھولتی سلطنت کے حوصلوں اور امنگوں کی جگہ ایک دوسرے کی مدمقابل سلطنتوں کے نظرئے اور عمل کودے دیتا ہے، جن میں سے ہر ایک پر سیاسی اقتدار کی توسیع اور تجارتی فائدے کی ایک ہی سی ہوس اور ہوکے کا غلبہ ہے اور دوسرے اس لحاظ سے کہ نئے سامراج میں مالیات یا لگے ہوئے سرمایہ کے مفاد (investing interests) تجارتی مفادوں پر غالب ہیں۔ ،،*

ہم دیکھتے ہیں کہ عام طور پر انگریزوں کا حوالہ دینے میں کاؤتسکی بالکل غلطی پر ہے (سوائے اس کے کہ اس کا اشارہ گھٹیا انگریز سامراجیوں کی یا سامراج کے کھلے حمایتیوں کی طرف ہو)۔ ہم دیکھتے ہیں کہ گو کاؤتسکی کا دعوی تو یہی ہے کہ وہ اب بھی مارکس‌ازم کی تائید اور علم‌برداری کر رہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ سوشل لبرل ہوبسن کے مقابلے میں وہ ایک قدم پیچھے ہی ہٹ جاتا ہے جو زیادہ صحیح طریقے سے جدید سامراج کی ''تاریخی اعتبار سے،، دو ٹھوس خصوصیتوں کو پیش نظر رکھتا ہے (کاؤتسکی کی تعریف تو تاریخی ٹھوس‌پن کا منہ چڑانے کے برابر ہے!) اور وہ خصوصیتیں ہیں: (۱) کئی سامراجوں کا آپس میں مقابلہ اور (۲) زردار کا تاجر پر غالب ہونا۔ اگر یہ خاص طور پر صنعتی ملکوں کے ہاتھوں زرعی ملکوں کا بزور الحاق کرنے کا سوال ہے تو تاجر کا رول سب سے زیادہ مقدم ہو جاتا ہے۔

---

* Hobson. «Imperialism». London, 1902, p. 324.

کاؤتسکی کی تعریف صرف غلط اور مارکس‌ازم کے خلاف ھی نہیں ھے۔ یہ ان تمام نقطۂ‌نگاہ کے ایک پورے نظام کے لئے بنیاد کا کام انجام دیتی ھے جن کا شروع سے آخر تک مارکس‌وادی نظرئے اور مارکس‌وادی عمل سے اختلاف اور بگاڑ ھو گیا ھے۔ ان کا ذکر آگے آئےگا۔ کاؤتسکی الفاظ کے بارے میں جو بحث شروع کرتا ھے کہ سرمایہ‌داری کی جدیدترین منزل کو ''سامراج،، کہنا چاھئے یا ''مالیاتی سرمایہ کا دور،، وہ بالکل سطحی اور غیر سنجیدہ چیز ھے۔ اس کو جو آپ کا دل چاھے کہئے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس مسئلے کا لب‌لباب یہ ھے کہ کاؤتسکی نے سامراج کی سیاست کو اس کی معیشت سے بالکل علیحدہ کر دیا ھے، وہ بزور علاقائی الحاق کی پالیسی کا ان الفاظ میں ذکر کرتا ھے کہ یہ وہ پالیسی ھے جسے مالیاتی سرمایہ ''ترجیح دیتا ھے،، اور کاؤتسکی اس کے مقابلے پر ایک اور بورژوا پالیسی کو رکھتا ھے جو اس کے قول کے مطابق مالیاتی سرمایہ کی بالکل اسی بنیاد پر ممکن ھو سکتی ھے۔ تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ھے کہ معیشت کے میدان میں اجارےداریوں کا اور سیاست کے میدان میں بزور الحاق سے پاک، غیر اجارہ‌داری اور اھنسا پر مبنی طریقوں کا ساتھ ھونا ممکن ھے۔ گویا اس کا یہ مطلب ھوا کہ دنیا کا علاقائی بٹوارہ جو ٹھیک مالیاتی سرمائے کے دور میں مکمل ھوا ھے اور جو سب سے بڑی سرمایہ‌دار طاقتوں کی باھمی رقابت کی موجودہ، مخصوص شکلوں کی بنیاد ھے، اس کا اور ایک غیرسامراجی پالیسی کا ساتھ ھو سکتا ھے۔ اس کا نتیجہ یہ ھوتا ھے کہ سرمایہ‌داری کی جدیدترین منزل کے انتہائی بنیادی اور عمیق تضادوں کی گہرائی کو بےنقاب کرنے کے بجائے ان پر پردہ ڈالا جاتا ھے، ان کو نظر انداز کیا جاتا ھے۔ نتیجہ یہ ھے کہ مارکس‌ازم کے بجائے بورژوا اصلاح پرستی ھاتھ آتی ھے۔

کاؤتسکی سامراج اور بزور علاقائی الحاق کے جرمن حمایتی کونوف کے ساتھ مباحثہ چھیڑ دیتا ھے جو بڑے بھوھڑپن اور بدخوئی سے کہتا ھے کہ سامراج موجودہ سرمایہ‌داری ھی کا نام ھے اور سرمایہ‌داری کا ارتقا اٹل، لازمی اور ترقی پسند چیز ھے، اسلئے سامراج ترقی پسند چیز ھے، لہذا ھمیں اس کے آگے ناک رگڑنی اور گھٹنے ٹیکنے چاھئیں

اور اس کی شان میں قصیدے پڑھنے چاھئیں! یہ روسی مارکس‌وادیوں کے اس کیریکیچر سے ملتی جلتی سی چیز ھے جو ۱۸۹۵ء — ۱۸۹۳ء میں نرودنکوں نے پیش کیا تھا۔ انہوں نے اس طرح استدلال کیا تھا: اگر مارکس‌وادیوں کو یقین ھے کہ روس میں سرمایہ‌داری کا آنا ناگزیر ھے اور سرمایہ‌داری ترقی پسند چیز ھے تو انہیں ایک شراب خانہ کھول کر سرمایہ‌داری کے بیج بونے شروع کر دینے چاھئیں۔ کاؤتسکی نے کونوف کو مندرجہ‌ذیل جواب دیا ھے: نہیں، سامراج موجودہ سرمایہ‌داری نہیں ھے، وہ تو فقط موجودہ سرمایہ‌داری کی پالیسی کی مختلف شکلوں میں سے ایک شکل ھے۔ اس پالیسی سے، سامراج سے، بزور علاقائی الحاق وغیرہ سے ھم لڑ سکتے ھیں اور ھمیں لڑنا چاھئے۔

یہ جواب بظاھر معقول معلوم ھوتا ھے لیکن درحقیقت یہ سامراج کے ساتھ مفاھمت کی وکالت اور حمایت کا ایک زیادہ ڈھکا چھپا (اور اسی لئے زیادہ خطرناک بھی ھے)، زیادہ گہرا اور پرفریب بہروپ ھے کیونکہ ٹرسٹوں اور بینکوں کی پالیسی کے خلاف ایسی ''لڑائی،، جو ان کی معاشی بنیاد سے کوئی تعرض نہ کرے، بورژوا اصلاح پرستی اور امن پرستی کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں، وہ محض بلند اور نیک ارادوں کا نیک‌دلی اور معصومیت سے لبریز اظہار ھے۔ موجودہ تضادوں کی تمام‌تر گہرائیوں کو بےنقاب کرنے کے بجائے ان کے اعتراف سے پہلوتہی کرنا اور ان میں سے سب سے اھم تضاد کو بھول جانا — یہ ھے کاؤتسکی کا نظریہ جس میں اور مارکس‌ازم میں کوئی قدرمشترک نہیں ھے۔ قدرتی بات ھے کہ ایسا ''نظریہ،، کونوف کے ساتھ اتحاد کی حمایت کا کام انجام دینے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتا!

کاؤتسکی لکھتا ھے ''خالص معاشی نقطۂ‌نظر سے یہ بات ناممکن نہیں ھے کہ سرمایہ‌داری ابھی ایک نئے دور سے، یعنی خارجہ پالیسی پر بھی کارٹیلوں کی پالیسی کا ٹھپہ ڈالنے کے، مہا سامراج (ultraimperialism) کے دور سے گذرے گی،،*۔ دوسرے الفاظ میں

---

* «Die Neue Zeit», 1914, 2 (Vol. 32), S. 921, Sept. 11, 1914. Cf. 1915, 2, S. 107 et seq.

مہاسامراج کا دور، تمام دنیا کے سامراجوں کی باہمی جدوجہد کے بجائے ان کے درمیان سنگت اور ایکتا کا دور، ایک ایسا دور جب سرمایہ‌دار نظام ہی میں جنگیں ناپید ہو جائیں گی، ''بین‌اقوامی طور پر متحد مالیاتی سرمائے کے مل جل کر دنیا کا استحصال کرنے کا دور۔ ''*

ہم آگے چل کر اس ''مہا سامراج کے نظرئے'' سے بحث کریں گے تاکہ تفصیلی طور پر یہ دکھا سکیں کہ کس قدر مکمل طور پر اور ہمیشہ کے لئے یہ نظریہ مارکس‌ازم سے ٹوٹ کر الگ ہو گیا ہے۔ فی الحال تو اپنی اس تصنیف کے عام خاکے کے مطابق ہمیں چاہئے کہ اس سوال پر جتنا ٹھیک ٹھیک معاشی مواد موجود ہے اس کا معائنہ کریں۔ ''خالص معاشی نقطۂ‌نظر سے'' ''مہا سامراج'' ممکن ہے یا یہ چیز مہا بکواس ہے؟

اگر خالص معاشی نقطۂ‌نظر کا مطلب ہے ''خالص'' تجرید تو لے دے کر فقط اتنی بات کہی جا سکتی ہے: ارتقا کا رخ اجارہ‌داریوں کی طرف ہے، جس کا مطلب ہے ایک واحد عالمی اجارے کی، ایک واحد عالمی ٹرسٹ کی طرف۔ اس بات میں بحث کی کوئی گنجائش ہی نہیں، لیکن ساتھ ہی یہ اتنی ہی بے معنی بھی ہے جتنا یہ کہنا کہ ''ارتقا کا رخ'' لیبارٹریوں میں کھانے پینے کی چیزیں تیار کرنے کی طرف ہے۔ اس مفہوم میں مہا سامراج کا ''نظریہ'' بھی اسی قدر مہمل ہے جتنا ''مہا زراعت کا نظریہ'' ہو سکتا ہے۔

لیکن اگر ہم مالیاتی سرمائے کے دور کو تاریخی لحاظ سے ٹھوس دور کی حیثیت سے لے رہے ہیں جو بیسویں صدی کے آغاز میں شروع ہوا ہے، اگر ہم اس کے ''خالص معاشی'' حالات سے بحث کر رہے ہیں تو ''مہا سامراج'' کی بےجان تجریدوں کا (جو صرف ایک بےحد رجعت پسند مقصد، یعنی موجودہ آویزشوں اور تضادوں کی گہرائی اور شدت کی طرف سے دھیان ہٹانے کی کوشش کو تقویت دیتی ہیں) بہترین جواب یہی ہو سکتا ہے کہ ان مجرد باتوں کا موجودہ عالمی معیشت کے ٹھوس معاشی حقائق سے مقابلہ

---

* «Die Neue Zeit», 1915, 1, S. 144, April 30, 1915.

اور موازنہ کیا جائے ۔ مہا سامراج کے بارے میں کاؤتسکی کی انتہائی بےمعنی گفتگو سے علاوہ اور باتوں کے اس بےانتہا غلط خیال کو تقویت ملتی ہے جس میں سامراج کے حمایتیوں کا سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے — یعنی یہ خیال کہ مالیاتی سرمائے کی حکمرانی عالمی معیشت کے اندر تضادوں اور عدم تناسب کو کم کرتی ہے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ انہیں بڑھاتی ہے ۔

ر ۔ کالویر نے اپنی چھوٹی سی کتاب ''عالمی معاشیات کا تعارف،،* میں اہم‌ترین خالص معاشی مواد کا خلاصہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے، جس سے انیسویں صدی کے آخری اور بیسویں صدی کے ابتدائی زمانے میں عالمی معاشیات کے اندرونی تعلقات کی ٹھوس تصویر مل‌سکتی ہے ۔ وہ دنیا کو مندرجہ ذیل پانچ ''اہم ترین معاشی علاقوں،، میں تقسیم کرتا ہے : (۱) مرکزی یورپ (روس اور برطانیہ کے علاوہ باقی سارا یورپ)، (۲) برطانیہ، (۳) روس، (۴) مشرقی ایشیا، (۵) امریکہ ۔ وہ نوآبادیوں کو ان ریاستوں کے ''علاقوں،، میں شامل کرتا ہے جن کا ان پر قبضہ ہے اور چند ملکوں کو ''چھوڑ دیتا ہے،، جن کی علاقہ‌وار تقسیم نہیں ہوئی ہے، مثلاً ایشیا میں ایران، افغانستان اور عرب اور افریقہ میں مراقش اور حبش وغیرہ ۔

ان علاقوں کے متعلق اس نے جو معاشی مواد پیش کیا ہے اس کا خلاصہ حسب‌ذیل ہے : (خاکے کو صفحے ۱۲۰ پر دیکھئے ۔ ایڈیٹر)

ہم تین علاقے ایسے دیکھتے ہیں جہاں سرمایہ‌داری بہت زیادہ ترقی یافتہ ہے (دوسرے الفاظ میں ذرائع نقل‌وحمل اور تجارت اور صنعت بہت ترقی یافتہ ہیں) : یعنی مرکزی یورپ، برطانیہ اور امریکہ کے علاقے ۔ ان میں وہ تین ریاستیں شامل ہیں جن کا دنیا پر غلبہ اور تسلط ہے، یعنی جرمنی، برطانیہ اور ریاستہائے متحدہ امریکہ ۔ ان ملکوں کے درمیان سامراجی رقابت اور کشمکش بےانتہا شدید اور تیز ہو گئی ہے کیونکہ جرمنی کا رقبہ بہت چھوٹا ہے اور اس کے پاس نوآبادیاں بھی بہت کم ہیں ۔ ''مرکزی یورپ،، کی تخلیق ابھی دور کی چیز ہے، وہ بہت ہی جاں توڑ سنگھرش اور جدوجہد

---

* R. Calwer «Einführung in die Weltwirtschaft». Berlin, 1906.

دنیا کے خاص خاص معاشی علاقے	رقبہ	آبادی	نقل و حمل		تجارت	صنعت		
	لاکھ مربع کلومیٹر	لاکھ	ریلیں (ہزار کلومیٹر)	تجارتی بیڑا (لاکھ ٹن)	برآمد اور درآمد (ارب مارک)	کوئلے کی پیداوار (لاکھ ٹن)	کچے لوہے کی پیداوار (لاکھ ٹن)	سوت کی چرخیوں کی تعداد (لاکھ)
۱) مرکزی یورپی	۲۷۶ *(۲۳۶)	۳۸۸۰ (۱۳۶۰)	۲۰۴	۸۰	۴۱	۲۵۱۰	۱۵۰	۲۶۰
۲) برطانوی	۲۸۹ *(۲۸۶)	۳۹۸۰ (۳۵۵۰)	۱۴۰	۱۱۰	۲۵	۲۴۹۰	۹۰	۵۱۰
۳) روسی	۲۲۰	۱۳۱۰	۶۳	۱۰	۳	۱۶۰	۳۰	۷۰
۴) مشرقی ایشیائی	۱۲۰	۳۸۹۰	۸	۱۰	۲	۸۰	۰٫۲	۲۰
۵) امریکی	۳۰۰	۱۴۸۰	۳۷۹	۶۰	۱۴	۲۴۵۰	۱۴۰	۱۹۰

*بریکٹوں کے اندر جو اعداد ہیں وہ نوآبادیوں کا رقبہ اور آبادی دکھاتے ہیں۔

کے درمیان جنم لے رہا ہے۔ اس وقت تو سیاسی انتشار تمام یورپ کی نمایاں اور ممتاز خصوصیت ہے۔ اس کے برخلاف برطانوی اور امریکی علاقوں میں سیاسی ارتکاز بہت بڑھا ہوا ہے، لیکن یہاں ایک ملک کی وسیع و عریض نوآبادیات اور دوسرے کی بہت ہی چھوٹی چھوٹی نوآبادیات کے درمیان بڑا زبردست تفاوت ہے۔ مگر نوآبادیوں میں سرمایہ‌داری کا ارتقا ابھی شروع ہی ہوا ہے۔ جنوبی امریکہ کے لئے رسہ کشی روزبروز زیادہ تندوتیز ہوتی جاتی ہے۔

دو علاقے ایسے ہیں جہاں سرمایہ‌داری کا ارتقا بہت کم ہے— یعنی روس اور مشرقی ایشیا۔ پہلے علاقے میں آبادی چھدری ہے اور دوسرے میں بہت زیادہ گنجان ہے۔ پہلے علاقے میں سیاسی ارتکاز اونچی سطح پر ہے، دوسرے میں سرے سے ناپید ہے۔ چین کی تقسیم ابھی ابھی شروع ہوئی ہے اور اس کی خاطر جاپان اور ریاستہائے متحدہ امریکہ وغیرہ کی جدوجہد دن‌بدن تیز اور شدید ہوتی جا رہی ہے۔

اس حقیقت کا — یعنی معاشی اور سیاسی حالات کے بےحد بڑے فرق، مختلف ملکوں کے ارتقا کی رفتار کے درمیان زبردست تفاوت اور سامراجی ملکوں کی آپس کی جنونی کشمکشوں اور جدوجہد کا — مقابلہ ''پر امن،، مہا سامراج کے متعلق کاؤتسکی کی احمقانہ، بے سروپا داستان سے کیجئے۔ کیا یہ کٹھور حقیقت سے ایک ڈرے سہمے، تنگ نظر شخص کی فرار کی رجعت پسند کوشش نہیں ہے؟ کیا بین الاقوامی کارٹیل، جنہیں کاؤتسکی ''مہا سامراج،، کی ابتدائی شکل تصور کرتا ہے (بالکل اسی طرح جیسے کسی لیبارٹری میں ٹکیاں (tabloids) تیار کرنے کو مہا زراعت کی ابتدائی شکل کا نام دینا ''ممکن،، ہے)، ہاں یہی بین‌الاقوامی کارٹیل دنیا کی تقسیم اور تقسیم‌نو کی مثال، پرامن تقسیم سے پرتشدد تقسیم کی طرف اور پرتشدد تقسیم سے پر امن تقسیم کی جانب قدم رکھنے کی مثال نہیں ہیں؟ امریکی اور دوسرا مالیاتی سرمایہ، جس نے، جرمنی کی شرکت کے ساتھ، تمام دنیا کو پرامن طریقے سے، مثلاً بین‌الاقوامی ریل سینڈیکیٹ یا بین‌الاقوامی تجارتی جہاز رانی کی ٹرسٹ میں تقسیم کیا تھا، کیا اب وہی سرمایہ دنیا کی تقسیم‌نو کرنے میں مصروف

نہیں ہے جو قوتوں کے نئے باہمی تعلقات پر مبنی ہے اور یہ تعلقات قطعی پرتشدد طریقے سے بدل رہے ہیں؟

عالمی معیشت کے مختلف حصوں کی نشوونما کی رفتار میں جو تفاوت ہوتا ہے اسے مالیاتی سرمایہ اور ٹرسٹ کم نہیں کرتے بلکہ الٹا اور بڑھاتے ہیں۔ ایک دفعہ قوتوں کا توازن بدل جائے تو پھر سرمایہ‌دارانہ نظام کے تحت تضادوں کو حل کرنے کا زور اور قوت کے سوا اور کیا طریقہ ہو سکتا ہے؟ ریلوے کے اعدادوشمار * عالمی معیشت میں مالیاتی سرمایہ اور سرمایہ‌داری کی نشوونما کی رفتار کے تفاوت کے بارے میں بے حد ٹھیک ٹھیک مواد مہیا کرتے ہیں۔ سامراج کے ارتقا کی آخری دھائیوں میں ریلوں کی لمبائی میں حسب‌ذیل تبدیلیاں ہوئی ہیں:

ریلیں

(ہزار کلومیٹر)

	۱۸۹۰ء	۱۹۱۳ء	اضافہ
یورپ	۲۲۴	۳۴۶	۱۲۲
ریاستہائے متحدہ امریکہ	۲۶۸	۴۱۱	۱۴۳
تمام نوآبادیاں	۸۲	۲۱۰	۱۲۸
ایشیا اور امریکہ کے خودمختار اور نیم‌خودمختار ملک	۴۳	۱۳۷	۹۴
	۱۲۵	۳۴۷	۲۲۲
کل میزان	۶۱۷	۱۱۰۴	

* «Statistisches Jahrbuch für das Deutsche Reich», 1915; «Archiv für Eisenbahnwesen», 1892.

(''جرمن ریاست کی اعداد و شمار کی سالانہ کتاب''۔ ۱۹۱۵ء؛ ''ریلوے کا محافظخانہ''۔ ۱۸۹۲ء۔ ایڈیٹر) ۱۸۹۰ء میں مختلف ملکوں کی نوآبادیوں کے درمیان ریلوں کی تقسیم کے بارے میں چھوٹی اور غیر اہم تفصیلات کا کم‌وبیش اندازہ لگانا پڑا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نوآبادیوں اور ایشیا اور امریکہ کی خودمختار (اور نیم خودمختار) ریاستوں میں ریلوں کی ترقی سب سے زیادہ تیز رفتار رہی تھی۔ یہاں، جیسا کہ ہم جانتے ہیں، چار یا پانچ سب سے بڑے سرمایہ‌دار ملکوں کے مالیاتی سرمائے کا مانا ہوا اور مکمل راج ہے۔ نوآبادیوں میں اور ایشیا اور امریکہ کے دوسرے ملکوں میں دو لاکھ کلومیٹر نئی ریلوے لائنیں ہیں جن میں ۴۰ ارب مارک کا سرمایہ حال ہی میں خاص طور پر منافع بخش شرائط پر لگایا گیا ہے اور اس میں خوب اچھی آمدنی اور فولاد کے کارخانوں کے منافع بخش آرڈروں وغیرہ کی گارنٹی ہے وغیرہ وغیرہ۔

نوآبادیوں اور سمندر پار کے ملکوں میں سرمایہ‌داری سب سے زیادہ تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ آخرالذکر ملکوں کے درمیان نئی سامراجی طاقتیں ابھر رہی ہیں (مثلاً جاپان)۔ عالمی سامراجوں کی باہمی کشمکش زیادہ تند و تیز ہوتی جا رہی ہے۔ مالیاتی سرمائے نے نوآبادیوں اور سمندر پار کے ملکوں کے سب سے زیادہ منافع بخش کاروبار (enterprises) پر جو خراج لگایا ہے وہ بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ اس ''مال غنیمت،، کے بٹوارے میں بےحد بڑا حصہ ان ملکوں کو ملتا ہے جو پیداواری قوتوں کی نشو و نما کی تیزی کے لحاظ سے ہمیشہ سب سے آگے نہیں ہوتے۔ سب سے بڑے ملکوں کو اگر ان کی نوآبادیوں کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو ان میں ریلوں کی لمبائی مندرجہ ذیل ہے:

(ہزار کلومیٹر)

	۱۸۹۰ء	۱۹۱۳ء	اضافہ
ریاستہائے متحدہ امریکہ	۲۶۸	۴۱۳	۱۴۵
سلطنت برطانیہ	۱۰۷	۲۰۸	۱۰۱
روس	۳۲	۷۸	۴۶
جرمنی	۴۳	۶۸	۲۵
فرانس	۴۱	۶۳	۲۲
پانچ طاقتوں کا کل میزان	۴۹۱	۸۳۰	۳۳۹

تو موجودہ ریلوں کا کوئی ۸۰ فی‌صدی حصہ سب سے بڑی پانچ طاقتوں کے ہاتھ میں مرکوز ہے۔ لیکن ان ریلوں کی ملکیت کا ارتکاز، یعنی مالیاتی سرمائے کا ارتکاز، اس سے بہت زیادہ ہے، کیونکہ مثال کے طور پر فرانسیسی اور برطانوی کروڑپتی امریکی، روسی اور دوسری ریلوں کے بےشمار حصوں اور بانڈوں کے مالک ہیں۔

اپنی نوآبادیوں کے طفیل برطانیہ ''اپنی،، ریلوں کی لمبائی ایک لاکھ کلومیٹر اور بڑھا سکا ہے، یعنی جرمنی سے چار گنی زیادہ، حالانکہ اس بات سے سبھی واقف ہیں کہ اس زمانے میں جرمنی میں پیداواری قوتوں، خصوصاً کوئلے اور لوہے کی صنعتوں کے ارتقا کی رفتار انگلستان سے کہیں زیادہ تیز رہی ہے — اور فرانس اور روس کا تو ذکر ہی کیا۔ ۱۸۹۲ء میں جرمنی نے ۴۹ لاکھ ٹن کچا لوہا تیار کیا اور برطانیہ نے ۶۸ لاکھ ٹن۔ ۱۹۱۲ء میں جرمنی نے ایک کروڑ ۷۶ لاکھ ٹن اور برطانیہ نے ۹۰ لاکھ ٹن۔ لہذا اس سلسلے میں جرمنی کو برطانیہ پر بےانتہا فوقیت حاصل تھی۔ * سوال یہ ہے: پیداواری قوتوں کی نشو و نما اور سرمائے کے اجتماع کے اور مالیاتی سرمایہ کے واسطے ''حلقہ ہائے اثر،، اور نوآبادیوں کی تقسیم کے درمیان جو تفاوت ہے سرمایہ‌داری کے تحت اسے دور کرنے کا جنگ کے علاوہ اور کیا ذریعہ ہو سکتا ہے؟

۸۔ سرمایہ‌داری کی مفت خوری اور بوسیدگی

اب ہمیں سامراج کے ایک اور بہت اہم پہلو کا معائنہ کرنا ہے جسے اس موضوع پر تمام بحث مباحثوں میں عام طور پر بہت ناکافی اہمیت دی جاتی ہے۔ مارکس‌وادی ہیلفرڈنگ کی ایک خامی

---

* Cf. also Edgar Crammond. «The Economic Relations of the British and German Empires» in «The Journal of the Royal Statistical Society», 1914, July, p. 777 et seq.

(ایدگار کرامونڈ کا مضمون ''برطانوی اور جرمن سلطنتوں کے معاشی تعلقات،، ''اعداد و شمار کی رائل سوسائٹی کے رسالے،، میں ۱۹۱۴ء، جولائی، صفحہ ۷۷۷۔ ایڈیٹر)

یہ ہے کہ وہ غیر مارکسی ہوبسن کے مقابلے میں ایک قدم پیچھے چلا جاتا ہے۔ ہمارا اشارہ مفت خوری کی طرف ہے جو سامراج کی نمایاں خصوصیت ہے۔

جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں اجارہ‌داری، سامراج کی سب سے گہری معاشی بنیاد ہے۔ یہ سرمایہ‌دارانہ اجارہ‌داری ہے، یعنی وہ اجارہ‌داری جس نے سرمایہ‌داری کے بطن سے جنم لیا ہے اور جو سرمایہ‌داری کے، جنس تبادلہ کی پیداوار اور مقابلے کے عام ماحول میں موجود رہتی ہے اور اس عام ماحول کے اور اجارہ داری کے درمیان ایک دائمی اور کبھی حل نہ ہو سکنےوالا تضاد بھی رہتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اور ہر قسم کی اجارہ‌داری کی طرح یہ اجارہ‌داری بھی لازمی طور پر جمود اور بوسیدگی کے رجحان کو جنم دیتی ہے۔ جس حد تک اجارہ‌دارانہ قیمتیں مقرر ہو جاتی ہیں — خواہ عارضی طور پر ہی کیوں نہ ہوں — اسی حد تک ٹکنیکی ترقی اور نتیجتاً ہر قسم کی ترقی کا محرک ختم ہو جاتا ہے، اسی حد تک ٹکنیکی ترقی میں جان بوجھ کر روڑے اٹکانے کا معاشی امکان بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً امریکہ میں کسی اوویئس نے ایک مشین ایجاد کی جس نے بوتل ساز صنعت میں انقلاب پیدا کر دیا۔ جرمن بوتل سازوں کے کارٹیل نے اوویئس کا پٹینٹ خرید لیا، لیکن خرید کر اسے طاق نسیاں پر رکھ دیا اور اس کے استعمال سے جان چرانے لگا۔ ظاہر ہے کہ سرمایہ‌داری کے تحت اجارہ‌داری مکمل طور پر اور بہت طویل مدت کے لئے مقابلے کو عالمی منڈی سے کبھی نکالا نہیں دے سکتی (اور ضمناً یہ کہہ دیا جائے کہ علاوہ اور وجوہ کے اس ایک وجہ سے بھی مہا سامراج کا نظریہ اس قدر مہمل ہے)۔ یہ ظاہر ہے کہ بہتر ٹکنیک کے استعمال کے ذریعے پیداوار کی لاگت گھٹانے اور منافع بڑھانے کا امکان تبدیلی کی سمت لے جاتا ہے۔ لیکن جمود اور بوسیدگی کا رجحان جو اجارہ‌داری کی نمایاں خصوصیت ہے، مسلسل مصروف عمل رہتا ہے اور صنعت کے بعض شعبوں میں، بعض ملکوں میں اور بعض زمانوں میں یہ رجحان غالب آ جاتا ہے۔

بہت وسیع و عریض، دولت‌مند یا مناسب محل وقوع والی نوآبادیوں پر اجارہ بھی اسی سمت لے جاتا ہے۔

اس کے علاوہ سامراج صرف چند ملکوں میں زر نقد کے سرمائے کے بےحد بڑے اجتماع کا نام ہے، جو کاغذات‌زر میں ایک کھرب سے ایک کھرب پچاس ارب فرانک تک کے برابر ہے۔ اسکے نتیجے میں منافع خوروں کے طبقے، بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ منافع خوروں کے ایک سماجی حلقے کا فروغ ہے، یعنی ایسے لوگوں کا فروغ جو ''کوپن کاٹ کر،، روزی کماتے ہیں، جو کسی کاروبار میں کوئی حصہ نہیں لیتے اور جن کا پیشہ ہی بیکاری ہے۔ سرمائے کی برآمد جو سامراج کی سب سے زیادہ اہم اور اساسی معاشی بنیادوں میں سے ایک ہے، ان منافع خوروں کا پیداوار سے اور بھی زیادہ مکمل طور پر ناتہ توڑ دیتی ہے اور اس پورے ملک پر، جو سمندر پار کے کئی ملکوں اور نوآبادیوں کی محنت کے استحصال پر گذر بسر کرتا ہے، مفت‌خوری کی مہر ثبت کر دیتی ہے۔

''۱۸۹۳ء میں،، ہوبسن لکھتا ہے ''بدیس میں لگا ہوا برطانوی سرمایہ پوری سلطنت برطانیہ کی مجموعی دولت کے ۱۰ فی‌صدی کے برابر تھا۔،،* ہم قاری کو یاد دلائیں گے کہ ۱۹۱۵ء تک اس سرمائے میں ڈھائی گنا اضافہ ہو چکا تھا۔ آگے چل کر ہوبسن کہتا ہے ''جارحانہ سامراج جو ٹیکس ادا کرنےوالوں کو اس قدر مہنگا پڑتا ہے اور جو کارخانہ‌دار اور تاجر کے لئے اس قدر کم فائدہ‌مند ہوتا ہے... ایسے سرمایہ‌داروں کے واسطے بڑے پیمانے پر حصول دولت کا ذریعہ ہے جو اپنا سرمایہ لگانے کی کھوج کرتے ہیں،،... (انگریزی میں اس کے لئے ایک اصطلاح ہے — investor یعنی منافع خور) ''جو سالانہ آمدنی برطانیہ کو اپنی تمام بدیسی اور نوآبادیاتی تجارت، برآمد اور درآمد سے حاصل ہوتی ہے، وہ آمدنی سر گفن کے تخمینے کے مطابق ۱۸۹۹ء میں بقدر ایک کروڑ ۸۰ لاکھ پاؤنڈ اسٹرلنگ (تقریباً ایک کروڑ ۷۰ لاکھ روبل) ہے۔ یہ رقم ۸۰ کروڑ پاؤنڈ اسٹرلنگ بکری کی رقم (turnover) پر ڈھائی فی‌صدی کے حساب سے حاصل ہوئی ہے،،۔ یہ رقم اگرچہ بہت بڑی ہے لیکن اس سے برطانیہ کے جارحانہ سامراج کی توضیح نہیں ہو سکتی۔ اس کی توضیح

---

* Hobson، ایضاً، صفحہ ۵۹، ۶۲۔

تو ہوتی ہے ۹ سے ۱۰ کروڑ پاؤنڈ اسٹرلنگ تک کی اس آمدنی سے جو ''لگائے ہوئے،، سرمائے سے حاصل ہوتی ہے، یعنی منافع خوروں کی آمدنی سے۔

منافع خوروں کی آمدنی دنیا کے سب سے بڑے ''تاجر،، ملک کی تمام بدیسی تجارت سے حاصل ہونے والی آمدنی سے پانچ گنی ہے! یہ ہے سامراج اور سامراجی مفت خوری کا لب‌لباب۔

اسی وجہ سے ''منافع‌خور ریاست،، (Rentnerstaat) یا سودخور ریاست کی اصطلاح سامراج کے موضوع پر لکھی جانے والی معاشی تصانیف میں روزبروز زیادہ مستعمل ہوتی جا رہی ہے۔ دنیا اس طرح بٹ گئی ہے کہ ایک طرف مٹھی بھر سودخور ریاستیں ہیں اور دوسری طرف قرض‌دار ریاستوں کی بہت بڑی اکثریت ہے۔ شولتسے گے ویرنیتس لکھتا ہے ''جن بدیسی ملکوں میں سرمایہ لگایا گیا ہے ان کی فہرست میں سب سے پہلے سیاسی لحاظ سے محکوم و دست‌نگر ملک آتے ہیں یا اتحادی ملک — یعنی برطانیہ مصر، جاپان، چین اور جنوبی امریکہ کو قرض دیتا ہے۔ اور ان ملکوں میں اس کا بحری جنگی بیڑا بہ وقت ضرورت عدالتی کارندے کا کام انجام دیتا ہے۔ برطانیہ کی سیاسی طاقت اسے قرض داروں کے غیض و غضب سے محفوظ رکھتی ہے۔،،* سارتوری‌اوس فون والٹیرس‌ہاؤزین اپنی کتاب ''بدیس میں سرمایہ لگانے کا قومی معاشی نظام،، میں ہالینڈ کا ذکر مثالی ''منافع‌خور ریاست،، کے طور پر کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ برطانیہ اور فرانس کی بھی اب یہی نوعیت ہوتی جا رہی ہے۔** شیلڈر کا خیال ہے کہ پانچ صنعتی ملک — برطانیہ، فرانس، جرمنی، بلجیم اور سوئٹزرلینڈ — اب ''خاص طور پر نمایاں قرض دینے والے ملک،، بن گئے ہیں۔ وہ اس فہرست میں ہالینڈ کو محض اس لئے شامل نہیں کرتا کہ وہ ''صنعتی لحاظ سے کم ترقی یافتہ،، ہے۔***

Schulze-Gaevernitz. «Britischer Imperialismus», S. 320 et seq.* Sartorius von Waltershausen. «Das Volkswirtschaftliche System, ** etc.». Berlin, 1907, Buch IV.

*** Schilder ، ایضاً، صفحہ ۳۹۳۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ صرف امریکی ملکوں کا قرض دینے والا ہے۔

شولتسے گےویرنیتس لکھتا ہے ''برطانیہ رفتہ رفتہ صنعتی ریاست سے قرض دینے والی ریاست میں تبدیل ہو رہا ہے۔ صنعتی پیداوار اور مصنوعات کی برآمد میں یقینی اور قطعی اضافے کے باوجود، پوری قومی معیشت میں اس آمدنی کی نسبتی اہمیت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے جو سود، سرمایہ' مشترک کی کمپنیوں کے منافعے، کاغذات زر کے اجرا، آڑھتوں، کمیشنوں اور سٹہبازی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ میری رائے میں ٹھیک یہی چیز سامراج کے عروج اور فوقیت کی معاشی بنیاد ہے۔ قرض دینے والے اور قرضدار کا بندھن فروخت کرنےوالے اور خریدار کے بندھن سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔''*

لانسبرگ نے، جو برلن کے رسالے ''بینک،، کا پبلشر ہے، ۱۹۱۱ء میں ایک مضمون ''جرمنی — ایک منافع خور ریاست،، میں جرمنی کے بارے میں مندرجہ ذیل بات لکھی ''جرمنی کے لوگ منافعخور بننے کی اس آرزو کا مذاق اڑانے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں جو فرانس میں دیکھنے میں آتی ہے۔ لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ جہاں تک بورژوا طبقے کا تعلق ہے، جرمنی میں بھی روز بروز وہی صورت حال ہوتی جا رہی ہے جو فرانس میں ہے۔''**

منافع خور ریاست، مفتخور اور انحطاط پذیر سرمایہداری کی ریاست ہے اور یہ صورت حال عام طور پر اس ضمن میں آنے والے ملکوں کے تمام سماجی اور سیاسی حالات پر اور خاص طور پر مزدور تحریک کے دو بنیادی رجحانات پر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس چیز کو زیادہ سے زیادہ صاف طور پر دکھانے کی غرض سے ہم ہوبسن کے الفاظ نقل کریں گے، جو سب سے زیادہ ''قابل اعتبار،، گواہ ہے کیونکہ اس پر ''مارکسوادی راسخ الاعتقادی،، کی طرف جھکاؤ رکھنے کا مطلق کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ اور دوسری طرف یہ کہ ہوبسن انگریز ہے اور اس ملک کی صورت حال سے

---

* Schulze-Gaevernitz. «Britischer Imperialismus», S. 122.

** «Die Bank»، ۱۹۱۱ء، پہلا شمارہ، صفحات ۱۱ — ۱۰۔

خوب اچھی طرح واقف ہے جو نوآبادیوں کے لحاظ سے بھی اور سامراجی تجربے اور مالیاتی سرمائے کے اعتبار سے بھی سب سے زیادہ دولت‌مند ملک ہے۔

ہوبسن جس کے ذہن میں انگریزوں اور بوئروں کی جنگ کے تاثرات تازہ تھے، سامراج اور ''سرمایہ لگانے‌والوں،، کے مفاد کے درمیان تعلق، اور ٹھیکوں وغیرہ سے حاصل ہونے‌والے ان کے منافعوں کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتا ہے ''اگرچہ اس قطعی مفت‌خوری کی پالیسی کے کرتا دھرتا تو سرمایہ‌دار ہی ہیں لیکن وہی محرکات مزدوروں کے مخصوص حلقوں پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ بہت سے شہروں میں سب سے زیادہ اہم صنعتوں کا انحصار حکومت کے ٹھیکوں پر ہوتا ہے۔ دھات اور جہاز سازی کے مرکزوں کا سامراج بڑی حد تک اس حقیقت کا مرہون منت ہے،،۔ اس مصنف کی رائے میں پرانی سلطنتوں کو کمزور کرنے والے اسباب دو قسم کے ہیں: ۱) ''معاشی مفت‌خوری،، اور ۲) ایسی فوجوں کی تشکیل جو محکوم قوموں کے لوگوں پر مشتمل تھیں۔ ''پہلی چیز معاشی مفت خوری کا رواج ہے جس کے تحت حکمراں ریاست اپنے حلقۂ اثر، نوآبادیوں اور محکوم ملکوں کو اپنے حکمراں طبقے کے مال و دولت میں اضافہ کرنے اور اپنے نچلے طبقوں کو رشوت دینے کے واسطے استعمال کرتی ہے تاکہ وہ خاموشی اور مسکینی سے رہتے رہیں،،۔ اور ہم اس میں اتنا اضافہ اور کرتے ہیں کہ اس رشوت کی خواہ کوئی بھی شکل ہو، بہر حال اس کو معاشی لحاظ سے ممکن بنانے کے لئے اونچے اونچے اجارہ‌دارانہ منافعوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

اور دوسرے سبب کے بارے میں ہوبسن لکھتا ہے ''جس مجنونانہ بےنیازی کے ساتھ برطانیہ، فرانس اور دوسرے سامراجی ملک اس خطرناک محتاجی کی عادت اختیار کر رہے ہیں، وہ سامراج کی عاقبت نا اندیشی کی سب سے زیادہ عجیب و غریب علامتوں میں سے ایک ہے۔ برطانیہ سب سے آگے نکل گیا ہے۔ وہ لڑائیاں جن کی مدد سے ہم نے اپنی ہندوستانی سلطنت حاصل کی، زیادہ‌تر دیسی باشندوں ہی نے لڑی ہیں۔ ہندوستان میں اور اسی طرح حال ہی میں مصر میں بھی، بہت بڑی بڑی مستقل فوجیں برطانوی کمانڈروں کے سپرد کر

دی جاتی ہیں ۔ جنوبی حصے کے سوا ہمارے افریقی مقبوضات سے متعلق تقریباً ساری کی ساری لڑائیاں ہمارے لئے دیسی باشندوں نے کی ہیں ۔ ''

چین کے امکانی بٹوارے کے بارے میں ہوبسن مندرجہ ذیل معاشی اندازہ پیش کرتا ہے ''اس صورت میں ممکن ہے کہ مغربی یورپ کا زیادہ‌تر حصہ وہی شکل اور وہی کردار اختیار کر لے جو اس وقت ان ملکوں کے چند علاقے اختیار کرتے ہیں : جنوبی انگلستان اور ریویرا میں اور اٹلی اور سوئٹزرلینڈ کے سیاحوں اور دولت‌مندوں سے بھرے ہوئے رہائشی حصوں میں نظر آتا ہے ۔ یہ امرا اور روئسا کی چھوٹی ٹولی ہے جو دوردراز مشرق سے سود اور پنشن کی رقمیں پاتے ہیں اور جن کے پاس پیشہ‌ور مصاحبوں اور سوداگروں کی خاصی بڑی تعداد، گھریلو ملازموں کی بہت بڑی تعداد اور اسی طرح ان مزدوروں کی بہت بڑی تعداد ہے جو نقل و حمل کے کاموں میں مصروف ہیں اور جو پیداواری عمل کے آخری مرحلوں میں خدمات انجام دیتے ہیں ۔ ممکن ہے ساری بڑی اور بنیادی صنعتیں غائب ہو جائیں، اور عام اشیائے خوردنی اور نیم‌مصنوعات ایشیا اور افریقہ سے خراج کے طور پر آنے لگیں،، ۔ ''ہمیں مغربی ریاستوں کے ایک اور بھی زیادہ وسیع اتحاد کا، عظیم طاقتوں کے ایک یورپی وفاق کا، امکان نظر آ رہا ہے جو عالمی تہذیب کے لئے سودمند ہونا اور اسے آگے بڑھانا تو رہا در کنار، الٹا اس بات کا بہت زبردست خطرہ ہے کہ کہیں یہ مغربی مفت‌خوری کو جنم نہ دے : کہیں یہ ترقی یافتہ صنعتی قوموں کے ایک گروہ کو جنم نہ دے جن کے اونچے طبقوں کو ایشیا اور افریقہ سے بہت زبردست خراج وصول ہوتے ہیں جن کی مدد سے وہ مصاحبوں اور ملازموں کی ایک بہت بڑی تعداد کی پرورش کرتے ہیں جو اب عام زراعتی اور صنعتی اشیا کی پیداوار میں مشغول نہیں رہتے بلکہ ایک نئے زردار اشرافیہ کی ماتحتی اور نگرانی میں نجی خدمت یا ثانوی اہمیت کے صنعتی کاموں میں وقت گذارتے ہیں ۔ وہ لوگ جو اس نظرئے کو،، (یہ کہنا بہتر ہوگا کہ اس امکان کو) ''قابل لحاظ نہیں سمجھتے، انہیں چاہئے کہ وہ موجودہ جنوبی انگلستان کے ان اضلاع کے معاشی اور سماجی حالات

کا مطالعہ کریں جو اس حالت کو پہنچ چکے ہیں۔ اور انہیں چاہئے کہ وہ ذرا اس بات پر سوچ بچار کریں کہ اگر زرداروں یا ''سرمایہ لگانے والوں،، اور ان کے سیاسی اور کاروباری ملازموں کے اسی قسم کے گٹوں کا چین پر معاشی غلبہ اور تسلط ہو جائے تو اس نظام میں کتنی زبردست توسیع و ترقی کا امکان پیدا ہو جائےگا، اس قسم کے گٹوں کا جو یورپ میں خرچ کرنے کی غرض سے ایسے بڑے امکانی سرچشمے سے منافعے وصول کرینگے جس کی مثال دنیا میں اور کہیں نظر نہیں آتی۔ ظاہر ہے کہ موجودہ صورت حال اتنی زیادہ پیچیدہ ہے اور عالمی طاقتوں کے رول کا اندازہ لگانا اتنا مشکل ہے کہ مستقبل کے لئے صرف کسی واحد سمت کے بارے میں یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن آج مغربی یورپ کا سامراج جن اثرات کے تحت ہے وہ اسی سمت رواں ہیں اور اگر ان کا رخ کسی اور طرف نہ موڑا گیا یا ان کا کوئی توڑ نہ کیا گیا تو ان کا یہی انجام ہوگا۔ ،،*

مصنف نے بالکل صحیح کہا ہے: اگر سامراج کی قوتوں کا توڑ نہ ہوا ہوتا تو وہ ٹھیک اسی انجام کی سمت لے جاتیں۔ موجودہ سامراجی صورت حال میں ''یورپ کی ریاستہائے متحدہ،، کی اہمیت کے بارے میں یہاں بالکل درست رائے قائم کی گئی ہے۔ لیکن مصنف کو اتنی بات اور کہنی چاہئے تھی کہ مزدور تحریک میں بھی موقع پرست، جو اس وقت زیادہ‌تر ملکوں میں فتح‌مند ہیں، بہت ہی باقاعدگی اور ثابت قدمی سے ٹھیک اسی سمت ''کام کر رہے ہیں،،۔ سامراج، جس کا مطلب ہے دنیا کا بٹوارہ، جو چین کے علاوہ اور ملکوں کے استحصال کا نام بھی ہے، جس کا مطلب ہے مٹھی بھر، بےحد دولت‌مند ملکوں کے لئے اونچے اونچے اجارہ‌دارانہ منافعے، وہ پرولتاریہ کے اونچے حلقوں کو رشوت دینے کا معاشی امکان پیدا کر دیتا ہے اور اس طرح موقع پرستی کو جنم دیتا ہے، اس کی تشکیل کرتا ہے اور اسے مضبوط کرتا ہے۔ لیکن ہمیں ان قوتوں کو نہیں بھلانا چاہئے جو عام طور پر سامراج کا اور خاص طور

---

* Hobson، صفحات ۱۰۳، ۲۰۵، ۱۴۴، ۳۳۵، ۳۸۶۔

پر موقع پرستی کا توڑ کرتی ہیں اور جنہیں دیکھنے سے قدرتی طور پر سوشل لبرل ہوبسن قاصر ہے۔

جرمن موقع پرست گیرہارڈ ہیلڈبرانڈ نے، جسے سامراج کی حمایت کی وجہ سے پارٹی سے نکالا گیا تھا اور جو آج جرمنی کی نام نہاد ''سوشل ڈیموکریٹک،، پارٹی کا لیڈر ہو سکتا تھا، ''مغربی یورپ کی ریاستہائے متحدہ،، (روس کے بغیر) کی تشکیل کی حمایت کر کے ہوبسن کی کمی خوب اچھی طرح پوری کی ہے جس کا مقصد افریقی حبشیوں، ''عظیم الشان اسلامی تحریک،، اور ''چینی جاپانی اتحاد،، کے خلاف اور ایک ''طاقتور بری اور بحری فوج،، رکھنے وغیرہ کا ''متحدہ،، عمل ہوگا۔ *

شولتسے گےویرنیتس کی کتاب میں ''برطانوی سامراج،، کی جو تصویر کشی ہے اس سے بھی سامراج کی ایسی ہی مفت‌خوری کی خصوصیات کا اظہار ہوتا ہے۔ ۱۸۶۵ء سے ۱۸۹۸ء تک برطانیہ کی قومی آمدنی تقریباً دوگنی ہوئی اور اسی زمانے میں ''بدیس سے،، ہونے والی آمدنی نو گنی ہو گئی۔ اگر سامراج کی ''خوبی،، یہ ہے کہ وہ ''حبشی کو محنت و مشقت سکھاتا ہے،، (ظاہر ہے زور اور زبردستی کے بغیر نہیں...) تو دوسری طرف سامراج میں ''خطرہ،، یہ ہے کہ ''یورپ جسمانی محنت کا بوجھ — پہلے تو زراعت اور کان کنی کے کاموں کا اور پھر صنعت کے زیادہ بھاری کاموں کا بوجھ — غیر سفیدفام نسلوں پر ڈال دے گا اور خود منافع‌خور بننے پر قانع ہو جائے گا اور اس طرح شاید پہلے تو ان قوموں کی معاشی آزادی کے لئے اور بعد میں سیاسی آزادی کے لئے بھی زمین تیار کر دے گا۔ ،،

برطانیہ میں زمین روزافزوں کاشت سے الگ کرکے کھیلوں کے لئے اور دولت‌مند لوگوں کی تفریح طبع کے لئے استعمال کی جا رہی

---

* Gerhard Hildebrand. «Die Erschütterung der Industrieherrschaft und des Industriesozialismus». 1910, S. 229 et seq.
(گیرہارڈ ہیلڈبرانڈ ''صنعت اور صنعتی سوشلزم کی حکمرانی کا صدمہ،،۔ ایڈیٹر)

ہے ۔ اسکاٹ‌لینڈ کے متعلق — جو دنیا کا سب سے زیادہ رئیسانہ شان کے شکار اور کھیل کا میدان ہے — یہ کہا جاتا ہے کہ ''وہ اپنے ماضی اور امریکی کروڑپتی مسٹر کارنیجی کے سہارے زندہ ہے،، ۔ صرف گھوڑ دوڑ اور لومڑیوں کے شکار ہی پر برطانیہ ایک کروڑ ۴۰ لاکھ پاؤنڈ اسٹرلنگ (ایک کروڑ تیس لاکھ روبل سالانہ) خرچ کرتا ہے ۔ انگلستان میں منافع‌خوروں کی تعداد لگ بھگ دس لاکھ ہے ۔ کل آبادی کا جتنا فی‌صدی حصہ پیداواری کاموں میں مصروف رہتا ہے اس کی تعداد گھٹتی ہی جا رہی ہے :

سال	برطانیہ کی آبادی (لاکھ)	بنیادی صنعتوں میں کام کرنےوالے مزدوروں کی تعداد (لاکھ)	مجموعی آبادی کا فی‌صدی
۱۸۵۱ء	۱۷۹	۴۱	۲۳ فی‌صدی
۱۹۰۱ء	۳۲۵	۴۹	۱۵ فی‌صدی

اور جب برطانوی مزدور طبقے کا ذکر کرنا ہو تو ''بیسویں صدی کے شروع میں برطانوی سامراج،، کا بورژوا محقق اس بات پر مجبور ہوتا ہے کہ مزدوروں کے ''اونچے حلقے،، اور ''اصلی پرولتاریہ کے نچلے حلقے،، میں باقاعدہ امتیاز کرے ۔ امداد باھمی کی انجمنوں (cooperatives)، ٹریڈ یونینوں، کھیل کود کے کلبوں اور متعدد مذہبی فرقوں کے ممبروں کی اکثریت اسی اونچے حلقے سے تعلق رکھتی ہے ۔ اور نظام انتخاب کو بھی، جو برطانیہ میں ''اب تک کافی محدود ہے کہ اس میں اصلی پرولتاریہ کے نچلے حلقے کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے،، اسی اونچے حلقے کی سطح کے مطابق ڈھال لیا جاتا ہے!! برطانوی مزدور طبقے کی حالت کا سندر اور سنہرا نقشہ کھینچنے کے لئے عام طور پر صرف اسی اونچے حلقے

کا ذکر کیا جاتا ہے جو پرولتاریہ کی اقلیت ہے۔ مثال کے طور پر ''بےروزگاری کا مسئلہ زیادہ‌تر لندن کا اور پرولتاریہ کے اس نچلے حلقے کا مسئلہ ہے جس کو سیاست‌داں بہت کم اہمیت دیتے ہیں...''* اس کو کہنا یہ چاہئے تھا: جس کو بورژوا سیاست‌داں اور ''سوشلسٹ'' موقع پرست بہت کم اہمیت دیتے ہیں۔

سامراج کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے — اور اس کا تعلق اسی حقیقت سے ہے جس کا ہم بیان کر رہے ہیں — کہ سامراجی ملکوں سے ترک‌وطن کر کے کہیں اور جانے میں تو کمی ہوئی ہے اور ان ملکوں میں زیادہ پسماندہ ملکوں سے، جہاں مزدوری کی شرح بہت کم ہے، تبدیل وطن کرکے آنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ جیسا کہ ہوبسن نے بتایا ہے، برطانیہ سے ترک‌وطن کرکے کہیں اور جانے میں ۱۸۸۴ء سے برابر کمی ہو رہی ہے۔ ۱۸۸۴ء میں ترک‌وطن کرنے والوں کی تعداد ۲ لاکھ ۴۲ ہزار تھی اور ۱۹۰۰ء میں ایک لاکھ ۶۹ ہزار۔ جرمنی سے ۱۸۸۱ء اور ۱۸۹۰ء کے درمیانی زمانے میں سب سے زیادہ ترک وطن ہوا اور اس زمانے میں ترک وطن کرنے والوں کی مجموعی تعداد ۱۴ لاکھ ۵۳ ہزار تھی جو اگلے بیس برس کے عرصے میں گھٹ کر ۵ لاکھ ۴۴ ہزار اور ۳ لاکھ ۴۱ ہزار رہ گئی۔ دوسری طرف آسٹریا، اٹلی، روس اور دوسرے ملکوں سے تبدیل وطن کرکے جرمنی آنے والے مزدوروں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ ۱۹۰۷ء کی مردم شماری کے مطابق جرمنی میں ۱۳۴۲۲۹۴ بدیسی تھے جن میں سے ۴۴۰۸۰۰ صنعتی مزدور تھے اور ۲۵۷۳۲۹ کھیت مزدور۔** فرانس میں کانوں میں کام کرنے والے مزدور زیادہ‌تر بدیسی — پولستانی، اطالوی اور ہسپانوی ہیں۔***

---

* Schulze-Gaevernitz. «Britischer Imperialismus», S. 301.

** «Statistik des Deutschen Reichs». Bd. 211.
(جرمن ریاست کی اعداد و شمار۔ جلد ۲۱۱۔ ایڈیٹر)

*** Henger. «Die Kapitalsanlage der Franzosen». Stuttgart, 1913.
(ہنگیر ''فرانسیسی سرمایہ گذاری (investment)''، اشٹوٹگارٹ، ۱۹۱۳۔ ایڈیٹر)

ریاستہائے متحدہ امریکہ میں مشرقی اور جنوبی یورپ سے آکر بسنے والے لوگ ایسے کام کرتے ہیں جن میں سب سے کم مزدوری ملتی ہے اور دوسری طرف اوورسیروں اور زیادہ اجرت پانے والے مزدوروں کی اکثریت امریکی ہے۔* سامراج میں مزدوروں کے بیچ بھی مخصوص حقوق رکھنے والے حلقوں کو جنم دینے کا اور انہیں عام پرولتاری جنتا سے الگ تھلگ کر دینے کا رجحان دیکھنے میں آتا ہے۔

یہ بتانا ضروری ہے کہ سامراج کا مزدوروں کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کا، ان کے درمیان موقع پرستی کو ہوا دینے کا اور مزدور تحریک میں عارضی انحطاط پیدا کرنے کا رجحان برطانیہ میں انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے آغاز سے بہت پہلے ہی ظاہر ہونے لگا تھا کیونکہ برطانیہ میں تو انیسویں صدی کے وسط ہی سے سامراج کی دو بڑی امتیازی خصوصیات نظر آنے لگی تھیں یعنی بڑے پیمانے پر نوآبادیاتی مقبوضات اور عالمی منڈی میں اس کا ایک اجارہدارانہ مقام۔ مزدور تحریک میں موقع پرستی کے وجود اور برطانوی سرمایہداری کی سامراجی خصوصیات میں جو تعلق اور رابطہ ہے، مارکس اور اینگلس نے بیسیوں برس بڑی باقاعدگی اور باضابطگی سے اس کا مطالعہ کیا اور اس پر تحقیق کی۔ مثال کے طور پر ۷ اکتوبر ۱۸۵۸ء کو اینگلس نے مارکس کو لکھا ''انگریز پرولتاریہ عملی طور پر روزافزوں بورژوا بنتا جا رہا ہے اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ دنیا کی سب سے زیادہ بورژوا قوم اس فکر میں ہے کہ آخرکار بورژوا طبقے کے علاوہ اس کے پہلو بہ پہلو ایک بورژوا اشرافیہ اور ایک بورژوا پرولتاریہ بھی موجود ہو۔ ظاہر ہے کہ ایک ایسی قوم کے لئے جو پوری دنیا کا استحصال کرتی ہے ایک حد تک یہ چیز جائز بھی ہے''۔ تقریباً چوتھائی صدی بعد اینگلس نے اپنے ۱۱ اگست ۱۸۸۱ء کے لکھے ہوئے ایک خط میں ''بدترین برطانوی ٹریڈ یونینوں'' کا ذکر کیا ہے ''جو بورژوا طبقے کے ہاتھوں بکے ہوئے یا کم از کم ان کے نمکخوار لوگوں کو اپنی رہبری کرنے

---

* Hourwich. «Immigration and Labour». New Jork, 1913.
(گورویچ ''انتقال وطن اور محنت''۔ نیویارک، ۱۹۱۳ء۔ ایڈیٹر)

دیتی ھیں،،۔ کاؤتسکی کے نام ۱۲ ستمبر ۱۸۸۲ء کو لکھے ھوئے خط میں اینگلس نے لکھا ''آپ مجھ سے پوچھتے ھیں کہ نوآبادیاتی پالیسی کے بارے میں انگریز مزدوروں کا کیا خیال ھے؟ بالکل وھی جو ان کا عام طور پر سیاست کے بارے میں ھے۔ یہاں کوئی مزدور پارٹی نہیں ھے، یہاں تو صرف قدامت پرست (conservative) اور لبرل ریڈیکل ھیں۔ ان کے ساتھ ساتھ انگلستان کی نوآبادیات اور عالمی منڈی کی اجارہداری سے انگریز مزدور بھی ھنسی خوشی فائدہ اٹھاتے ھیں۔،،* (''انگلستان میں مزدور طبقے کی حالت،، کے دوسرے ۱۸۹۲ء والے ایڈیشن کے پیش لفظ میں اینگلس نے اشاعت کے لئے بھی ان ھی خیالات کا اظہار کیا ھے۔)

یہاں اسباب اور نتائج صاف صاف دکھائے گئے ھیں۔ اسباب تو یہ ھیں: ۱) اس ملک کے ھاتھوں پوری دنیا کا استحصال، ۲) عالمی منڈی میں اس کا اجارہدارانہ مقام اور حیثیت، ۳) اس کی نوآبادیاتی اجارہداری۔ اور نتائج یہ ھیں: ۱) برطانوی پرولتاریہ کا ایک حصہ بورژوا بن جاتا ھے، ۲) برطانوی پرولتاریہ کا ایک حصہ بورژوا طبقے کے ھاتھوں بکے ھوئے یا کم از کم ان کے نمک خوار لوگوں کو اپنی رھبری کرنے دیتا ھے۔ بیسویں صدی کے آغاز کے سامراج نے مٹھی بھر ریاستوں کے درمیان دنیا کے بٹوارے کو مکمل کر دیا، ان ریاستوں میں سے ھر ایک ''پوری دنیا،، کے ایک نہ ایک حصے کا استحصال کرتی ھے (یعنی وھاں سے بےحد اونچے منافعے وصول کرتی ھے) جو اس حصے سے کچھ ھی چھوٹا ھو تو ھو جس کا انگلستان ۱۸۵۸ء میں استحصال کرتا تھا۔ ٹرسٹوں، کارٹیلوں، مالیاتی سرمائے اور قرض دینے والے اور قرض‌دار کے تعلقات کے طفیل

---

* «Briefwechsel von Marx und Engels», Bd. II, S. 290; IV, 433.
(مارکس اور اینگلس کی خط و کتابت، جلد ۲، صفحہ ۲۹۰۔ ایڈیٹر)

Karl Kautsky. «Sozialismus und Kolonialpolitik». Berlin, 1907. S. 79.
(کاؤتسکی ''سوشلزم اور نوآبادیاتی سیاست،، برلن، ۱۹۰۷ء۔ ایڈیٹر)
یہ کتابچہ کاؤتسکی نے اس عہد پارینہ میں لکھا تھا جب وہ مارکس‌وادی تھا۔

ان میں سے ہر ریاست کا عالمی منڈی میں ایک اجارہدارانہ مقام ہے، ان میں سے ہر ایک کے پاس کسی نہ کسی حد تک نوآبادیاتی اجارہداری بھی ہے (ہم نے دیکھا ہے کہ ۷ کروڑ ۵۰ لاکھ مربع کلومیٹر میں سے، جو پوری نوآبادیاتی دنیا کا رقبہ ہے، ۶ کروڑ ۵۰ لاکھ مربع کلومیٹر، یعنی ۸۶ فی صدی، چھہ طاقتوں کے قبضے میں ہے اور ان میں سے بھی ۶ کروڑ ۱۰ لاکھ مربع کلومیٹر، یعنی ۸۱ فی صدی، تین طاقتوں کے قبضے میں ہے)۔

موجودہ صورت حال کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس وقت ایسے معاشی اور سیاسی حالات موجود ہیں جو موقع پرستی اور مزدور تحریک کے عام اور بنیادی مفاد کے درمیان تضاد میں اضافہ کئے بغیر نہیں رہ سکتے، یعنی سامراج ابتدائی شکل سے ترقی کرکے غالب نظام بن گیا ہے، سرمایہدارانہ اجارہداریوں کو معیشت اور سیاست میں اولین مقام حاصل ہے، دنیا کا بٹوارہ مکمل ہو چکا ہے، اور دوسری طرف برطانیہ کی مکمل اجارہداری کے بجائے اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ چند سامراجی طاقتیں اس اجارہداری میں حصہ بٹانے کے حق کے واسطے جد و جہد کر رہی ہیں۔ اور یہ جد و جہد بیسویں صدی کی ابتدا کے پورے دور کی نمایاں خصوصیت ہے۔ اب موقع پرستی بیسیوں برس تک کسی بھی ملک کی مزدور تحریک میں اس طرح کامران اور فتحمند نہیں رہ سکتی جس طرح وہ انگلستان میں انیسویں صدی کے نصف آخر میں رہی۔ لیکن کئی ملکوں میں موقع پرستی پختہ ہو کر گل سڑ چکی ہے اور اب وہ سوشل شاونزم کی شکل میں بورژوا پالیسی میں پوری طرح ضم ہو گئی ہے۔*

---

*روسی سوشل شاونزم بھی، جس کی کھلی اور واضح شکل کے نمائندے حضرات پوتریسوف، چھینکیلی، ماسلوف وغیرہ ہیں اور ڈھکی چھپی شکل کی نمائندگی حضرات چھے ایدزے، اسکوبیلیف، اکسیلروڈ اور مارتوف وغیرہ کرتے ہیں، موقع پرستی کی روسی قسم، یعنی انسداد پرستی (liquidationism) (۲۱) ہی سے نکلا ہے۔

۹ - سامراج کی تنقید

اگر لفظ سامراج کی تنقید کو وسیع مفہوم میں لیا جائے تو اس سے ہماری مراد ہے سماج کے مختلف طبقوں کا سامراجی پالیسی کی طرف رویہ، جس کا تعلق ان کے عام نظریات سے ہوتا ہے۔

بےحد بڑا اور وسیع مالیاتی سرمایہ، جو صرف چند ہاتھوں میں مرکوز ہے اور جس نے ایک طرف تعلقات اور رابطوں کا ایک بےحد دور دور پھیلا ہوا اور باریک جال بن رکھا ہے، جس کے ذریعہ وہ صرف چھوٹے اور متوسط سرمایہ‌داروں ہی کو نہیں بلکہ بےحد چھوٹے سرمایہ‌داروں اور چھوٹے مالکوں کو بھی اپنا تابع کر لیتا ہے، اور دوسری طرف دنیا کے بٹوارے اور دوسرے ملکوں پر تسلط کی خاطر سرمایہ لگانے والوں کے دوسرے قومی ریاستی جتھوں کے خلاف روزافزوں شدید اور تیز جد و جہد چلاتا ہے — یہ دونوں چیزیں ملکیت‌دار طبقوں کو سو فی‌صدی سامراج کی طرف کر دیتی ہیں۔ سامراج کی ترقی کے امکانات کے بارے میں ''عام،، جوش و خروش، اس کی بےحد تند و تیز طرف‌داری اور اس کو بڑے حسین اور دلفریب رنگوں میں پیش کرنا — یہ ہیں وقت کی نشانیاں۔ سامراجی نظریات مزدور طبقے کی صفوں میں بھی گھس آتی ہے۔ مزدور طبقے کو کوئی دیوار چین تو دوسرے طبقات سے جدا کرتی نہیں ہے۔ جرمنی کی موجودہ نام نہاد ''سوشل ڈیموکریٹک،، پارٹی کے لیڈروں کو بجا طور پر ''سوشل سامراجی،، کہا جاتا ہے، یعنی زبان سے سوشلسٹ اور عمل میں سامراجی۔ لیکن ۱۹۰۲ء ہی میں ہوبسن نے انگلستان میں ''فیبئن سامراجیوں،، کے وجود کا ذکر کر دیا تھا جو موقع پرست ''فیبئن سوسائٹی،، (۲۲) سے تعلق رکھتے تھے۔

بورژوا عالم اور اخبارنویس عام طور پر سامراج کی حمایت کچھ ڈھکے چھپے انداز میں کرتے ہیں، وہ اس کے مکمل غلبے اور تسلط اور اس کی گہری جڑوں پر تو پردہ سا ڈال دیتے ہیں اور کچھ مخصوص اور ثانوی تفصیلات کو پیش پیش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ ''اصلاحات،، کی انتہائی مضحکہ خیز اسکیمیں — مثلاً ٹرسٹوں اور بینکوں پر پولیس کی نگرانی وغیرہ — بنا بنا کر بنیادی

چیزوں کی طرف سے دھیان ہٹانے کی اپنے مقدور بھر کوشش کرتے ہیں - اور ان سے کم تعداد میں ایسے صاف گو اور انسانیت بیزار (cynical) سامراجی سامنے آتے ہیں جن میں اتنی ہمت ہوتی ہے کہ وہ اعتراف کر لیں کہ سامراج کی بنیادی خصوصیات میں اصلاحات کرنے کا خیال سراسر حماقت ہے -

ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں - جرمن سامراجی ''عالمی معیشت کا محافظ خانہ،، نامی رسالے میں یہ کوشش کرتے ہیں کہ نوآبادیوں کی اور خصوصاً ان نوآبادیوں کی قومی آزادی کی تحریکوں کا مطالعہ کریں، جن پر جرمنی کا قبضہ نہیں ہے - وہ ہندوستان کی بے چینی، شورش اور احتجاج، نٹال (جنوبی افریقہ) کی تحریک، ڈچ انڈیز وغیرہ کی تحریکوں کو غور سے دیکھتے ہیں - ۲۸ جون سے ۳۰ جون ۱۹۱۰ء تک ایشیا، افریقہ اور یورپ کی ان مختلف محکوم قوموں اور نسلوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس ہوئی جن پر بدیسی راج ہے - اس کانفرنس کی ایک انگریزی رپورٹ پر رائےزنی کرتے ہوئے ان جرمنوں میں سے ایک نے کانفرنس میں کی ہوئی تقریروں پر مندرجہ ذیل رائے دی: ''ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہمیں سامراج سے لڑنا چاہئے، ہم سے کہا جاتا ہے کہ حکمراں ریاستوں کو محکوم قوموں کا حق خود اختیاری تسلیم کرنا چاہئے، اور یہ کہا جاتا ہے کہ عظیم طاقتوں اور کمزور قوموں کے درمیان ہونے والے معاہدوں کی پابندی اور تعمیل کی دیکھ بھال ایک بین الاقوامی عدالت کو کرنی چاہئے - یہ کانفرنس ان نیک خواہشوں کے اظہار سے آگے نہیں بڑھتی - ہمیں ان کے یہاں اس حقیقت کی جانکاری کی جھلک تک نظر نہیں آتی کہ سامراج سرمایہداری کی موجودہ شکل کے ساتھ اٹوٹ بندھنوں میں بندھا ہوا ہے اور اسی وجہ سے (!!) سامراج کے خلاف کھلی جنگ کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑےگا — سوائے اس صورت کے کہ یہ جد و جہد سامراج کی بعض خاص طور پر قابل نفرت زیادتیوں کے خلاف احتجاج تک محدود رہے - ،،* چونکہ سامراج

---

* «Weltwirtschaftliches Archiv», Bd. II, p. 193.
(''عالمی معیشت کا محافظ خانہ،، - جلد ۲ - ایڈیٹر)

کی بنیاد میں اصلاح ہونا ایک فریب محض ہے، ایک ''نیک خواہش،، ہے، اور کیونکہ مظلوم و محکوم قوموں کے بورژوا نمائندے ''اور زیادہ،، آگے نہیں بڑھتے، لہذا ظالم و زبردست قوم کا بورژوا نمائندہ ''اور زیادہ،، پیچھے چلا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ ''سائنسی،، ہونے کے بہانے سامراج کی غلامانہ خوشامد کی راہ پر چل دیتا ہے۔ واہ کیا ''منطق،، ہے!

یہ سوال کہ سامراج کی بنیاد میں اصلاح ممکن ہے یا نہیں اور یہ کہ آگے بڑھ کر سامراج کے جنم دئے ہوئے تضادوں اور مخالفتوں کو زیادہ شدید اور عمیق بنانے کی راہ پر چلنا چاہئے یا پیچھے ہٹ کر ان تضادوں اور مخالفتوں کو دھیما کرنے کی راہ پر — یہ سامراج کی تنقید میں بنیادی سوال ہیں۔ چونکہ سامراج کی مخصوص سیاسی خصوصیات اپنی ساری لائن کے لحاظ سے رجعت پرستی ہے اور مالیاتی اولیگارشی کے ظلم و جبر اور آزاد مقابلے کے خاتمے کے تعلق سے قومی ظلم و ستم میں شدت ہے اسی لئے بیسویں صدی کے شروع میں تقریباً تمام سامراجی ملکوں میں سامراج کی ایک پیٹی بورژوا جمہوری مخالفت ابھری۔ کاؤتسکی اور کاؤتسکی‌ازم وسیع بین‌الاقوامی رجحان کی مارکس‌واد سے غداری کی وجہ ٹھیک یہی حقیقت تھی کہ کاؤتسکی نے نہ صرف اس پیٹی بورژوا سدھاروادی مخالفت کی مخالفت کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی جو معاشی لحاظ سے اپنی بنیاد میں رجعت پسند ہے، نہ صرف یہ کہ وہ اس مخالفت کا مقابلہ نہیں کر سکا بلکہ عمل میں وہ اس کے ساتھ بالکل گھل مل گیا۔

۱۸۹۸ء میں ہسپانیہ کے خلاف جو سامراجی جنگ ہوئی، اس نے ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ''سامراج دشمنوں،، کی، بورژوا جمہوریت کے آخری نام لیواؤں کی مخالفت کو ابھار دیا تھا، جنھوں نے اس کو ''مجرمانہ،، جنگ کا نام دیا تھا، بدیسی علاقوں کے بزور الحاق کو آئین کی خلاف ورزی سمجھتے تھے، انہوں نے اعلان کر دیا تھا کہ فلپائن کے دیسی باشندوں کے لیڈر اگینالڈو کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا ہے (امریکیوں نے اس کے ملک کو خود مختاری دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن بعد میں انہوں نے وہاں اپنی فوجیں اتار دیں اور ملک کا بزور الحاق

کر لیا) وہ ایک ''شاونسٹ فریب،، ہے، اور وہ لوگ لنکن کے الفاظ دوہراتے تھے ''جب سفید نسل کا آدمی خود اپنے اوپر حکومت کرتا ہے تو وہ حکومت خود اختیاری ہے، لیکن جب وہ اپنے اوپر حکومت کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں پر بھی حکومت کرتا ہے تو پھر اسے حکومت خود اختیاری نہیں کہا جا سکتا، وہ چیز استبدادیت ہو جاتی ہے۔ ،،* لیکن جب تک یہ ساری تنقید سامراج اور ٹرسٹوں کے درمیان اور نتیجتاً سامراج اور سرمایہ‌داری کی بنیادوں کے درمیان اٹوٹ بندھنوں کے وجود کو ماننے سے ڈرتی رہی اور جب تک وہ بڑے پیمانے کی سرمایہ‌داری اور اس کے ارتقا کی جنم دی ہوئی قوتوں کے ساتھ ایکتا سے گھبراتی رہی اس وقت تک وہ محض ایک ''نیک خواہش،، رہی۔

ہوبسن نے بھی سامراج کی تنقید میں یہی بنیادی رویہ اختیار کیا ہے۔ ہوبسن ''سامراج کے ناگزیر ہونے،، کی دلیل کے خلاف احتجاج کرنے اور لوگوں کی ''صرف کرنے کی صلاحیت بڑھانے،، کی (سرمایہ‌داری کے تحت!) ضرورت پر اصرار کرنے میں کاؤتسکی پر سبقت لے گیا۔ سامراج کی اور بینکوں اور مالیاتی اولیگارشی کی بےاندازہ طاقت وغیرہ کی تنقید میں ان مصنفوں نے جن کے اقوال ہم نے اکثر نقل کئے ہیں پیٹی بورژوا نقطۂ‌نظر اختیار کیا ہے، مثلاً آگاد، لانسبرگ، ایشویگے اور فرانسیسی مصنفوں میں وکٹر بیرار نے جو ۱۹۰۰ء میں شائع ہونے والی ایک سطحی سی کتاب ''انگلستان اور سامراج،، کا مصنف ہے۔ یہ تمام مصنف جنہیں مارکس وادی ہونے کا کوئی دعوی نہیں ہے، سامراج کا موازنہ آزاد مقابلے اور جمہوریت سے کرتے ہیں، بغداد ریلوے اسکیم کی مذمت یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ یہ مخالفتوں اور جنگ کو جنم دے گی اور امن وغیرہ کے متعلق ''نیک خواہشات،، کا اظہار کرتے ہیں۔ یہی چیز نیئمارک پر بھی لاگو ہوتی ہے جو بین الاقوامی کاغذات زر کے اعدادوشمار

---

* J. Patouillet. «L'impérialisme américain». Dijon, 1904, p. 272.
(پاٹوئے ''امریکی سامراج،،۔ دیژون۔ ایڈیٹر)

کا ماہر ہے، اس نے ''بین الاقوامی،، کاغذات‌زر کے سلسلے میں ۱۹۱۲ء میں اربوں فرانک کا تخمینہ لگایا اور اس کے بعد چلا پڑا ''کیا یہ یقین کرنا ممکن ہے کہ امن میں کوئی خلل پڑ سکتا ہے؟.. کہ ان بےاندازہ بڑے اعداد کے ہوتے کوئی جنگ چھیڑنے کی ہمت کر سکتا ہے؟،،*

بورژوا ماہرین معاشیات کی یہ سادہ لوحی کچھ تعجب خیز نہیں ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اپنے آپ کو اس قدر سادہ لوح ظاہر کرنا اور سامراج کے تحت امن کے بارے میں ''سنجیدگی سے،، بات کرنا ان لوگوں کے اپنے ہی فائدے کی چیز ہے۔ لیکن کاؤتسکی کا مارکس‌ازم کہاں اڑن چھو ہو جاتا ہے جب ۱۹۱۴ء، ۱۹۱۵ء اور ۱۹۱۶ء میں وہ بھی یہی بورژوا سدھاروادی نقطۂ نظر اختیار کرتا ہے اور یہ یقین دلاتا ہے کہ امن کے سوال پر ''سب لوگ،، (سامراجی، نام کے سوشلسٹ اور سوشل امن پرست) ''متفق ہیں،،؟ یہاں ہمیں سامراج کے تجزئے اور اس کے تضادوں کی گہرائیوں کی پردہ‌دری کے بجائے صرف ان تضادوں کو نظر انداز کرنے اور ان سے پہلوتہی کرنے کی سدھاروادی ''نیک خواہش،، کے سوا اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

کاؤتسکی نے سامراج کی جو معاشی تنقید کی ہے اس کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔ وہ ۱۸۷۲ء اور ۱۹۱۲ء میں برطانیہ اور مصر کے درمیان درآمد اور برآمد کے اعداد و شمار لیتا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ برطانیہ کی مجموعی بدیسی تجارت کے مقابلے میں یہ درآمد اور برآمد زیادہ سست رفتاری سے بڑھی ہے۔ اس بات سے کاؤتسکی یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ ''ہمارے پاس یہ فرض کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ مصر پر فوجی قبضے کے بغیر، محض سادہ معاشی عوامل کے زیر اثر، اس کے ساتھ برطانیہ کی تجارت میں کم اضافہ ہوتا،،۔ ''سرمائے کی توسیع کی کوشش اور خواہش... کو

---

* «Bulletin de l'institut international de statistique», T. XIX, livr. II, p.225.

سامراج کے پر تشدد طریقوں سے نہیں بلکہ پر امن جمہوریت کے ذریعے سب سے زیادہ تقویت پہنچائی جا سکتی ہے۔ ،،*

کاؤتسکی کی یہ دلیل، جسے اس کے روسی علم بردار (اور سوشل شاونسٹوں کے روسی حمایتی) مسٹر اسپکٹیٹر نے سینکڑوں مختلف سروں میں دوہرایا ہے، سامراج کی کاؤتسکی مارکہ تنقید کی بنیاد ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہمیں اس کا زیادہ تفصیلی مطالعہ کرنا چاہئے۔ ہم ہیلفرڈنگ کی کتاب کے ایک اقتباس سے شروع کریں گے کیونکہ اس کے نتائج کے متعلق کاؤتسکی نے اکثر و بیشتر اور خاص طور پر اپریل ۱۹۱۰ء میں یہ اعلان کیا ہے کہ ''سارے سوشلسٹ ماہرین نظریہ نے اتفاق رائے سے انہیں منظور کر لیا ہے۔ ،،

ہیلفرڈنگ لکھتا ہے ''پرولتاریہ کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ زیادہ ترقی پسند سرمایہ‌دارانہ پالیسی کا موازنہ آزاد تجارت اور ریاست سے بغض و دشمنی والی عہد پارینہ کی پالیسی سے کرے۔ مالیاتی سرمائے کی معاشی پالیسی، یعنی سامراج کا جواب پرولتاریہ کی طرف سے آزاد تجارت نہیں بلکہ سوشلزم ہے۔ اب آزاد مقابلہ کی بحالی کے آدرش کے بجائے — جو ایک رجعت پسند آدرش بن چکا ہے — سرمایہ‌داری کے خاتمے کے ذریعے مقابلے کا یکسر خاتمہ ہی پرولتاری پالیسی کی منزل مقصود ہو سکتا ہے۔ ،،**

کاؤتسکی نے مالیاتی سرمائے کے دور میں ایک ''رجعت پسند آدرش،، ، ''پر امن جمہوریت،، اور ''معاشی عوامل کے معمولی وزن،، وغیرہ کی علم‌برداری کر کے مارکس‌ازم سے ناتہ توڑ لیا، کیونکہ خارجی لحاظ سے یہ آدرش ہمیں پیچھے، اجارہ‌دارانہ سرمایہ‌داری سے غیر اجارہ‌دارانہ سرمایہ‌داری کی طرف گھسیٹ لاتا ہے اور یہ ایک سدھاروادی فریب سے زیادہ اور کچھ نہیں۔

---

* Kautsky. «Nationalstaat, imperialistischer Staat und Staaten-bund». Nürnberg, 1915, pp. 72 und 70.

(کاؤتسکی ''قومی ریاست، سامراجی ریاست اور ریاستوں کی یونین،، - نیورنبرگ۔ ایڈیٹر)

** ''مالیاتی سرمایہ،، صفحہ ۵۶۷۔

مصر کے (اور کسی بھی دوسری نوآبادی یا نیم نوآبادی کے) ساتھ تجارت میں فوجی قبضے کے بغیر، سامراج اور مالیاتی سرمائے کے بغیر زیادہ ''اضافہ ہوتا،،۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عام طور پر اجارہ‌داریوں نے یا مالیاتی سرمائے کے جوئے یا ''بندھنوں،، نے (اور اس کا مطلب بھی اجارہ‌داری ہی ہوا) یا بعض ملکوں کے نوآبادیوں پر اجارہ‌دارانہ قبضے نے آزاد مقابلہ کو محدود نہ کر دیا ہوتا تو سرمایہ‌داری کی نشوونما زیادہ تیزی سے ہوئی ہوتی؟

کاؤتسکی کی دلیل کے اور کوئی معنی ہو ہی نہیں سکتے اور یہ ''معنی،، بے معنی بکواس ہے۔ آئیے ہم فرض کر لیں کہ کسی قسم کی اجارہ‌داری کے بغیر آزاد مقابلہ سرمایہ‌داری اور تجارت کی نشوونما کو زیادہ تیز کر دیتا۔ لیکن جتنی تیزی سے سرمایہ‌داری اور تجارت کو ترقی ہوتی ہے پیداوار اور سرمائے کا ارتکاز اسی قدر تیزی سے بڑھتا جاتا ہے اور یہ چیز اجارہ‌داری کو جنم دیتی ہے۔ اجارہ‌داریاں تو عالم‌وجود میں آ بھی چکی ہیں — اور ٹھیک آزاد مقابلہ کے بطن سے! اگر اب اجارہ‌داریوں نے ترقی کی راہیں مسدود کر بھی دی ہیں تو یہ بات آزاد مقابلہ کی حمایت میں کوئی دلیل نہیں ہے، جو اب اجارہ‌داریوں کو وجود میں لانے کے بعد خود ناممکن ہو گیا ہے۔

کاؤتسکی کی دلیل کو دائیں بائیں، اوپر نیچے کسی طرف سے بھی دیکھئے اس میں رجعت پسندی اور بورژوا سدھارواد کے سوا اور کچھ نہیں ملے گا۔

اگر ہم اس دلیل کو درست کر کے اسپکٹیٹر کی طرح یہ کہیں کہ برطانوی نوآبادیوں کی تجارت دوسرے ملکوں کے ساتھ جتنی تیزی سے ترقی کر رہی ہے اس کے مقابلے میں ان کی تجارت انگلستان کے ساتھ سست‌رفتاری سے ترقی کر رہی ہے، تب بھی کاؤتسکی کے لئے کوئی راہ‌فرار نہیں، کیونکہ برطانیہ کو جو چیز شکست دے رہی ہے وہ بھی تو اجارہ‌داری ہی ہے، وہ بھی تو سامراج ہی ہے۔ بس اتنی بات ہے کہ یہ دوسرے ملک (امریکہ، جرمنی) کی اجارہ‌داری اور سامراج ہے۔ سب جانتے ہیں کہ کارٹیلوں نے حفاظتی

محصولوں کی ایک نئی اور مخصوص شکل کو جنم دیا ہے، یعنی ان کے ذریعے ان اشیا کی حفاظت کی جاتی ہے جو برآمد کے لئے موزوں ہیں (اینگلس نے ''سرمایہ،، کی جلد ۳ میں اس کا ذکر کیا ہے)۔ یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ کارٹیل اور مالیاتی سرمایہ کا ایک مخصوص نظام ہے یعنی ''نرخ گھٹا کر اشیا کی برآمد کرنا،، یا جیسا کہ انگریز کہتے ہیں exporting goods at cut-rate prices (''لاگت سے کم قیمت پر اشیا کی برآمد کرنا،، (dumping)) — اپنے ملک میں تو کارٹیل اونچی اونچی اجارہدارانہ قیمتوں پر اشیا فروخت کرتا ہے لیکن بدیس میں اس سے بہت نیچی قیمتوں پر بیچتا ہے تاکہ اپنے حریفوں کی جڑ کاٹے اور اپنی پیداوار کو زیادہ سے زیادہ توسیع دے وغیرہ وغیرہ۔ اگر برطانوی نوآبادیوں کے ساتھ جرمنی کی تجارت اس سے زیادہ تیزی سے ترقی کر رہی ہے جتنی تیزی سے خود برطانیہ کی تجارت ان کے ساتھ بڑھ رہی ہے تو اس سے فقط یہی ثابت ہوتا ہے کہ جرمن سامراج برطانوی سامراج سے زیادہ نو عمر، زیادہ مضبوط اور اس سے بہتر طور پر منظم ہے، اس سے بہتروبرتر ہے۔ لیکن اس سے آزاد مقابلہ کی ''فوقیت،، کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ یہ لڑائی کوئی آزاد مقابلہ کے اور حفاظتی محصولات اور نوآبادیاتی محکومی کے درمیان تھوڑی ہی ہے، یہ تو دو حریف سامراجوں کے، دو اجارہداریوں کے، مالیاتی سرمائے کے دو گروہوں کے درمیان لڑائی ہے۔ جرمن سامراج کی برطانوی سامراج پر فوقیت نوآبادیاتی سرحدوں یا حفاظتی محصولات کی دیوار سے زیادہ مضبوط چیز ہے۔ اور اس کو آزاد تجارت اور ''پر امن جمہوریت،، کی حمایت میں ''دلیل،، کے طور پر استعمال کرنا بڑی عامیانہ بات ہے۔ یہ سامراج کی بنیادی خصوصیات کو بھلا بیٹھنے کے برابر ہے، یہ مارکس‌ازم کی جگہ پیٹی بورژوا سدھارواد کو دے دینے کے برابر ہے۔

یہ دلچسپ بات ہے کہ بورژوا ماہرمعاشیات لانسبرگ تک، باوجود اس کے کہ اس کی سامراج کی تنقید کاؤتسکی کی تنقید ہی جتنی پیٹی بورژوا تنقید ہے، تجارت کے اعدادوشمار کے سائنسی مطالعے سے نسبتاً زیادہ قریب آ گیا ہے۔ اس نے فقط اٹکل‌پچو طریقے سے کسی

ملک کو چن کر اس کا موازنہ یا صرف ایک نوآبادی کا موازنہ باقی سارے ملکوں سے نہیں کیا۔ اس نے ایک سامراجی ملک کی اس تمام برآمد کے سلسلے کی تجارت کا مطالعہ کیا جو یہ خاص سامراجی ملک ۱) ان ملکوں کے ساتھ کرتا ہے جو مالی لحاظ سے اس کے دست‌نگر ہیں اور اس سے روپیہ قرض لیتے ہیں اور پھر ۲) ان ملکوں کے ساتھ موازنہ کرتا ہے جو مالی لحاظ سے دست نگر نہیں۔ اس مطالعے کا نتیجہ مندرجہ ذیل ہے:

جرمنی کی برآمد
(لاکھ مارک)

		۱۸۸۹ء	۱۹۰۸ء	فی صدی اضافہ
ان ملکوں میں جو مالی لحاظ سے جرمنی کے دست‌نگر ہیں:	رومانیہ	۴۸۲	۷۰۸	۴۷ فی صدی
	پرتگال	۱۹۰	۳۲۸	۷۳ فی صدی
	ارجنٹائن	۶۰۷	۱۴۷۰	۱۴۳ فی صدی
	برازیل	۴۸۷	۸۴۵	۷۳ فی صدی
	چلی	۲۸۳	۵۲۴	۸۵ فی صدی
	ترکی	۲۹۹	۶۴۰	۱۱۴ فی صدی
کل میزان		۲۳۴۸	۴۵۱۵	۹۲ فی صدی

		۱۸۸۹ء	۱۹۰۸ء	فی‌صدی اضافہ
ان ملکوں میں جو مالی لحاظ سے جرمنی کے دست‌نگر نہیں ہیں:	برطانیہ عظمی	۶۵۱۸	۹۹۷۴	۵۳ فی‌صدی
	فرانس	۲۱۰۲	۴۳۷۹	۱۰۸ فی‌صدی
	بلجیم	۱۳۷۲	۳۲۲۸	۱۳۵ فی‌صدی
	سوئٹزرلینڈ	۱۷۷۴	۴۰۱۱	۱۲۷ فی‌صدی
	آسٹریلیا	۲۱۲	۶۴۵	۲۰۵ فی‌صدی
	ڈچ ایسٹ انڈیز	۸۸	۴۰۷	۳۶۳ فی‌صدی
کل میزان		۱۲۰۶۶	۲۲۶۴۴	۸۷ فی صدی

لانسبرگ نے اس سے نتیجے اخذ نہیں کئے۔ اسی لئے وہ یہ نہیں دیکھ سکا (اور یہ خاص تعجب‌خیز بات ہے) کہ اگر یہ اعداد

کوئی بات ثابت کرتے ہیں تو یہ کہ وہ غلطی پر ہے، کیونکہ مالی اعتبار سے آزاد ملکوں کے مقابلے میں مالی لحاظ سے جرمنی کے دست‌نگر ملکوں کو جرمنی کی برآمد زیادہ تیزی سے بڑھی ہے۔ خواہ ذرا ہی زیادہ تیزی سے سہی (ہم نے لفظ ''اگر،، پر زور دیا ہے کیونکہ لانسبرگ کے اعداد قطعی مکمل نہیں ہیں)۔

برآمد اور قرضوں کے تعلق کی چھان‌بین کرتے ہوئے لانسبرگ لکھتا ہے:

''۱۸۹۱ء — ۱۸۹۰ء میں ان جرمن بینکوں کے توسط سے رومانیہ کے لئے قرض جاری کیا گیا جو گذشتہ سالوں ہی میں اس قرض پر پیشگی رقم دے چکے تھے۔ یہ قرض زیادہ‌تر جرمنی میں ریلوں کا سامان خریدنے میں صرف کیا گیا۔ ۱۸۹۱ء میں رومانیہ کے لئے جرمنی کی برآمد پانچ کروڑ پچاس لاکھ مارک کے برابر تھی۔ اگلے سال وہ گھٹ کر ۳ کروڑ ۹۳ لاکھ مارک کے برابر ہو گئی اور ادلتے بدلتے رہنے کے بعد ۱۹۰۰ء تک گھٹ کر ۲ کروڑ ۵۳ لاکھ مارک کے برابر رہ گئی۔ صرف چند ہی برس پہلے دو نئے قرضوں کی بدولت یہ برآمد ۱۸۹۱ء کی سطح پر پہنچ سکی ہے۔

''۱۸۸۹ء — ۱۸۸۸ء کے قرضوں کے بعد پرتگال کے لئے جرمن برآمد بڑھ کر ۲ کروڑ ۱۱ لاکھ مارک (۱۸۹۰ء میں) ہو گئی۔ پھر اگلے دو برس میں وہ گھٹ کر ایک کروڑ ۶۲ لاکھ اور ۷۴ لاکھ مارک رہ گئی اور صرف ۱۹۰۳ء میں اپنی پرانی سطح تک پہنچ سکی۔

''ارجنٹائن کے ساتھ جرمنی کی تجارت کے اعدادوشمار اور بھی زیادہ نمایاں ہیں۔ ۱۸۸۸ء اور ۱۸۹۰ء میں جاری کئے ہوئے قرضوں کے بعد ۱۸۸۹ء میں ارجنٹائن کے لئے جرمنی کی برآمد ۶ کروڑ ۷ لاکھ مارک ہو گئی۔ دو سال بعد وہ صرف ایک کروڑ ۸۶ لاکھ مارک رہ گئی یعنی پہلے سے ایک تہائی سے کم۔ اور کہیں ۱۹۰۱ء ہی تک جا کر وہ ۱۸۸۹ء کی سطح سے آگے نکل سکی اور اس وقت بھی فقط ان نئے قرضوں کی بدولت جو ریاست اور میونسپلٹیوں نے جاری کئے تھے، جن میں سے بجلی گھروں کی تعمیر کے لئے

پیشگی رقم بھی دی گئی تھی اور اسی طرح قرضہ دینے کی دوسری شکلیں بھی اختیار کی گئی تھیں۔

''۱۸۸۹ء کے قرضے کی بدولت چلی کے لئے جرمنی کی برآمد (۱۸۹۲ء میں) ۴ کروڑ ۵۲ لاکھ مارک تک پہنچ گئی اور ایک سال بعد گھٹ کر ۲ کروڑ ۲۵ لاکھ مارک تک رہ گئی۔ ۱۹۰۶ء میں جرمن بینکوں نے چلی کے لئے ایک نیا قرضہ جاری کیا جس کے بعد ۱۹۰۷ء میں برآمد بڑھ کر ۸ کروڑ ۴۷ لاکھ مارک تک پہنچ گئی لیکن ۱۹۰۸ء میں پھر گھٹ کر ۵ کروڑ ۲۴ لاکھ مارک رہ گئی۔ ''*

لانسبرگ ان واقعات سے یہ دلچسپ پیٹی‌بورژوا اخلاقی نتیجہ نکالتا ہے کہ جب برآمد کا تعلق قرضوں سے ہو تو وہ کس قدر بے قاعدہ اور ناپائدار ہو جاتی ہے، ''فطری طور پر'' اور ''اتفاق‌وہم‌آہنگی کے ساتھ'' اپنے دیس کی صنعتوں کو فروغ دینے کے بجائے بدیس میں سرمایہ لگانا کس قدر بری بات ہے، کروپ کو بدیسی قرضے جاری کرنے میں جو لاکھوں کروڑوں مارک بخشش کے دینے ہوتے ہیں وہ کس قدر ''مہنگے'' پڑتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن حقائق بالکل صاف طور پر بتاتے ہیں کہ: برآمد میں اضافہ کا تعلق ٹھیک مالیاتی سرمائے کی پر فریب چالوں سے ہے جسے بورژوا اخلاقیات کی کوئی فکر نہیں ہے، اسے تو بس یہ فکر ہے کہ کسی نہ کسی طرح ڈبل ہاتھ مارے — وہ پہلے تو قرضے سے ہونے والے منافعوں کو ہتھیاتا ہے اور پھر اسی قرضے سے حاصل ہونے والے دوسرے منافعوں کو بھی ہڑپ کرتا ہے جسے قرض لینے والا کروپ سے چیزیں خریدنے یا فولاد کے سینڈیکیٹ سے ریلوں کا سامان خریدنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔

ہم ایک دفعہ پھر دوہراتے ہیں کہ لانسبرگ کے اعدادوشمار کو ہم ہرگز مکمل نہیں سمجھتے، لیکن ہمیں اس لئے انہیں نقل کرنا پڑا کہ وہ کاؤتسکی اور اسپکٹیٹر کے اعداد و شمار سے زیادہ سائنسی ہیں اور لانسبرگ اس سوال کا مطالعہ کرنے کا صحیح راستہ

---

* «Die Bank», 1909, 2, S. 819 et seq.

دکھاتا ہے۔ برآمد وغیرہ کے سلسلے میں مالیاتی سرمائے کی اہمیت پر بحث کرتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ ہم برآمد کے تعلق کو خاص طور پر اور صرف سرمایہ لگانےوالوں کی چالوں کے ساتھ اور خاص طور پر اور صرف کارٹیلوں کے اشیا فروخت کرنے کے ساتھ الگ سے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ محض نوآبادیوں کا غیر نوآبادیوں سے، ایک سامراج کا دوسرے سامراج سے، ایک نیم‌نوآبادی یا نوآبادی (مصر) کا باقی تمام ملکوں سے موازنہ کرنا تو اس سوال کے اصل جوہر کو دھندلانے اور اس کی طرف سے پہلوتہی کرنے کے برابر ہے۔

سامراج کی جو نظریاتی تنقید کاؤتسکی نے کی ہے اس میں اور مارکس‌ازم میں کوئی قدر مشترک نہیں ہے اور وہ موقع پرستوں اور سوشل شاونسٹوں سے صلح و آشتی اور اتحاد کے پروپیگنڈے کے لئے محض تمہید کا کام کرتی ہے چونکہ وہ سامراج کے بہت ہی عمیق اور بنیادی تضادوں کو دھندلاتی اور ان سے پہلو بچاتی ہے، مثلاً اجارہ‌داری اور آزاد مقابلہ کے درمیان تضاد جو اول‌الذکر کے پہلو بہ پہلو موجود رہتا ہے، مالیاتی سرمائے کے بےحد بڑے بڑے ''کاروباروں،، (operations) (اور بےحد اونچے اونچے منافعوں) کے اور کھلی منڈی میں ہونے والی ''ایمان‌دارانہ،، تجارت کے درمیان تضاد، کارٹیلوں اور ٹرسٹوں کے اور اس صنعت کے درمیان تضاد جو کارٹیلوں سے الگ ہے، وغیرہ وغیرہ۔

''مہا سامراج،، کا بلند بانگ نظریہ جو کاؤتسکی کی ایجاد ہے اسی قدر رجعت پسند ہے۔ اس موضوع پر کاؤتسکی کی ان دلیلوں کا جو اس نے ۱۹۱۵ء میں پیش کی تھیں ہوبسن کی ۱۹۰۲ء کی دلیلوں سے مقابلہ کیجئے:

کاؤتسکی لکھتا ہے ''...کیا موجودہ سامراجی پالیسی کی جگہ ایک نئی مہا سامراجی پالیسی نہیں لے سکتی جو قومی مالیاتی سرمایوں کی باہمی رقابتوں کے بجائے بین الاقوامی طور پر متحد مالیاتی سرمائے کی طرف سے دنیا کے مشترکہ استحصال کو رواج دےگی؟ سرمایہ‌داری کی اس نئی شکل کا کم‌سے کم تصور تو کیا جا سکتا ہے۔ لیکن کیا

یہ قابل‌حصول بھی ہو سکتی ہے؟ اس سوال کا جواب دینے کے لئے ابھی ہمارے پاس کافی بنیاد نہیں ہے۔ ''*

ہوبسن لکھتا ہے ''عیسائیت کو، جو چند عظیم وفاقی سلطنتوں میں قائم ہے جن میں سے ہر ایک کے پاس غیر مہذب نوآبادیوں اور محکوم ملکوں کی ایک قطار موجود ہے، بہت سے لوگ موجودہ رجحانات کا بجا، جائز اور ایسا ارتقا سمجھتے ہیں جو ایک مستحکم بین سامراجی بنیاد پر قائم مستقل امن کی سب سے زیادہ امید دلا سکتا ہے۔ ''

کاؤتسکی نے اسی چیز کو مہاسامراج (الٹرا امپریلزم) یا مہان‌سامراج (سوپر امپریلزم) کا نام دے دیا جسے تیرہ برس پہلے ہوبسن نے انترسامراج یا بین سامراج کہا تھا۔ ایک نیا اور چلتا ہوا لفظ ایجاد کرنے، ایک لاطینی لفظ کی جگہ دوسرا لاطینی لفظ استعمال کرنے کے علاوہ کاؤتسکی نے ''سائنسی'' فکر کے میدان میں جو ترقی کی ہے وہ یہ ہے کہ اس نے اسی چیز کو مارکس‌ازم کے نام سے پیش کر دیا جسے ہوبسن نے اصل میں انگریز پادریوں کی ریاکاری کی حیثیت سے دکھایا ہے۔ انگریزوں اور بوئروں کی جنگ کے بعد اس بے انتہا معززومحترم پادری‌شاہی کے لئے یہ بالکل قدرتی بات تھی کہ وہ انگلستان کے متوسط طبقے اور مزدوروں کے آنسو پونچھنے کی جان توڑ کوشش کرے، جن کے بہت سے عزیز، رشتے‌دار جنوبی افریقہ کے میدان‌جنگ میں مارے گئے تھے اور جنہیں اس لئے اور زیادہ بھاری ٹیکس ادا کرنے پڑتے تھے تاکہ برطانوی سرمایہ لگانے والے اور بھی زیادہ اونچے منافعے کھرے کر سکیں۔ آنسو پونچھنے کے لئے اس نظرئے سے بہتر چیز اور کیا ہو سکتی ہے کہ سامراج کچھ ایسا برا نہیں ہے اور یہ کہ سامراج انتر (یا مہا) سامراج کے قریب ہی قریب ہے جو مستقل امن کی ضمانت کر سکتا ہے؟ انگریز پادریوں یا شیریں زبان کاؤتسکی کے نیک ارادے خواہ کچھ ہی ہوں، بہر حال اگر کاؤتسکی کے ''نظرئے'' کی کوئی خارجی یعنی حقیقی سماجی معنویت ہو سکتی ہے تو فقط یہ کہ وہ مستقبل کے تخیلی ''مہا سامراج'' کے سبز باغ

---

* «Neue Zeit», April 30, 1915, S. 144.

دکھا دکھا کر جنتا کا دھیان موجودہ زمانے کے تندوتیز مسائل اور شدید اختلافات سے ہٹا دے اور اس طرح اس کے دل میں سرمایہ‌داری کے تحت ایک مستقل امن کے جھوٹے امکان کی آس جگا کر انتہائی رجعت‌پسند طریقوں سے اس کی تسلی تشفی کرتا رہے۔ جنتا کی آنکھوں میں دھول جھونکنا — بس یہ ہے لے دے کر کاؤتسکی کے ''مارکس‌وادی،، نظرئے کی حقیقت۔

واقعہ تو یہ ہے کہ جانے بوجھے اور مانے ہوئے حقائق سے مقابلہ کرنا ہی اس بات کا قائل ہونے کے لئے کافی ہے کہ کاؤتسکی جرمن مزدوروں (اور سبھی ملکوں کے مزدوروں) کو جو سبز باغ دکھانے کی کوشش کرتا ہے وہ سر سے پاؤں تک جھوٹ اور فریب ہے۔ آئیے ہم ہندوستان، چین اور ہند چین کو لے لیں۔ سبھی جانتے ہیں کہ یہ تین نوآبادیاں اور نیم نوآبادیاں، جن کی مجموعی آبادی ۷۰ — ۶۰ کروڑ ہے، کئی سامراجی ملکوں یعنی برطانیہ، فرانس، جاپان اور ریاستہائے متحدہ امریکہ وغیرہ کے مالیاتی سرمایوں کی لوٹ اور استحصال کا شکار ہیں۔ آئیے ہم فرض کئے لیتے ہیں کہ یہ سامراجی ملک ان ایشیائی ریاستوں میں اپنے ''حلقۂ اثر''، اپنے مفاد اور اپنی مقبوضات کی توسیع یا حفاظت کی غرض سے ایک دوسرے کے خلاف گٹ بناتے ہیں، یہ گٹ ''انترسامراجی،، یا ''مہا سامراجی،، گٹ ہوں گے۔ ہم فرض کئے لیتے ہیں کہ ایشیا کے ان حصوں کا ''پرامن،، بٹوارہ کرنے کے واسطے تمام سامراجی ممالک آپس میں گٹ بنائیں‌گے، تو اس صورت میں یہ گٹ ''بین الاقوامی طور پر متحد مالیاتی سرمائے،، کا گٹ ہوگا۔ بیسویں صدی کی تاریخ میں اس قسم کے گٹ کی واقعی مثالیں موجود ہیں — بڑی طاقتوں کا چین کی طرف رویہ اسی کی ایک مثال ہے (۲۳)۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ فرض کرتے ہوئے کہ سرمایہ‌داری نظام جوں کا توں برقرار رہے گا (اور کاؤتسکی کا ٹھیک یہی مفروضہ ہے) کیا یہ چیز ''قابل تصور،، ہے کہ ایسے گٹ صرف عارضی نہیں ہوں‌گے اور وہ ہر ممکن قسم کے جھگڑے، تصادم، آویزشوں اور سنگھرشوں کو نیست‌ونابود کر دیں‌گے؟

اس سوال کو صاف طور پر پیش کرنا ہی کافی ہے۔ پھر اس

کا جواب نفی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مفاد، نوآبادیات اور حلقہ‌اثر کے بٹوارے کے لئے، سرمایہ‌داری کے تحت بٹوارہ کرنے والوں کی طاقت، یعنی ان کی عام معاشی، مالی اور فوجی طاقت وغیرہ کے اندازے کے علاوہ اور تمام بنیادیں ناقابل‌تصور ہیں۔ اور ان بٹوارہ کرنے والوں کی طاقت میں ایک ہی سی تبدیلی نہیں ہوتی کیونکہ سرمایہ‌داری کے تحت مختلف کاروباروں، ٹرسٹوں، صنعت کی شاخوں یا ملکوں کا یکساں ارتقا ناممکن ہے۔ نصف صدی قبل اس وقت کے انگلستان کے مقابلے میں جرمنی اپنی سرمایہ‌دار طاقت کے لحاظ سے بہت حقیر اور غیراہم ملک تھا اور روس کے مقابلے میں جاپان کی یہی حیثیت تھی۔ کیا یہ چیز ''قابل‌تصور،، ہے کہ دس یا بیس سال کی مدت میں سامراجی ملکوں کی نسبتی طاقت میں کوئی تبدیلی نہ ہو؟ یہ چیز قطعی ناقابل تصور ہے۔

لہذا ''انترسامراجی،، یا ''مہا سامراجی،، گٹ خواہ کوئی بھی شکل اختیار کر لیں — ایک سامراجی اتحاد کے خلاف دوسرے سامراجی اتحاد کی شکل اختیار کریں یا تمام سامراجی طاقتوں کے ایک عام اتحاد کی شکل اختیار کریں — بہر حال اگر انہیں انگریز پادریوں یا جرمن ''مارکس‌وادی،، کاؤتسکی کی تنگ‌نظر اور عامیانہ خیالی اڑانوں کے بجائے سرمایہ‌داری نظام کے حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو ناگزیر طور پر ان کی حیثیت دو جنگوں کی درمیانی مدت کی ''عارضی صلح،، سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے۔ پر امن گٹ جنگوں کے لئے زمین تیار کرتے ہیں اور دوسری طرف وہ خود جنگ ہی کی پیداوار ہوتے ہیں۔ دونوں چیزیں ایک دوسرے پر اثر ڈالتی ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ ایک ہی بنیاد پر — یعنی عالمی سیاست اور عالمی معیشت میں سامراجی رابطوں اور رشتوں کی بنیاد پر — اس جدوجہد کی پر امن اور پر تشدد شکلیں باری باری سے ابھرتی رہتی ہیں۔ لیکن مزدوروں کی تالیف‌قلوب کرنے اور سوشل شاونسٹوں سے، جو غداری کر کے بورژوازی سے مل گئے ہیں، ان کی صلح صفائی کرانے کی غرض سے دانش‌مند کاؤتسکی زنجیر کی ایک کڑی کو دوسری سے علیحدہ کر دیتا ہے، وہ چین میں ''امن‌وامان قائم کرنے،، کی خاطر (بوکسر بغاوت فرو کرنے کا واقعہ یاد کیجئے (۲۴)) تمام طاقتوں کے

موجودہ پرامن (اور مہا سامراجی بلکہ مہا مہا سامراجی) گٹ کو کل کی اس پر تشدد مخالفت اور تصادم سے بالکل الگ کر دیتا ہے جو پرسوں مثلاً ترکی کے بٹوارے کے لئے ایک اور ''پرامن،، عام گٹ کے لئے زمین تیار کرےگی، وغیرہ وغیرہ۔ سامراجی امن اور سامراجی جنگ کے دوروں کے درمیان جو جیتا جاگتا رابطہ ہے اسے دکھانے کے بجائے کاؤتسکی مزدوروں کو بےجان نظری اور مجرد چیزیں دیتا ہے تاکہ اس طرح ان کے بےجان لیڈروں سے ان کی صلح صفائی کرا دے۔

ایک امریکی مصنف ہل اپنی تصنیف ''یورپ کے بین الاقوامی ارتقا کی ڈپلومیسی کی تاریخ،، کے دیباچے میں پچھلے کچھ عرصے کی ڈپلومیسی کی تاریخ کے مندرجہ ذیل تین ادوار کا ذکر کرتا ہے: ۱) انقلاب کا دور، ۲) آئینی تحریک اور ۳) ''تجارتی سامراج،،* کا موجودہ دور۔ ایک اور مصنف ۱۸۷۰ء سے اب تک برطانیہ کی ''عالمی پالیسی،، کی تاریخ کو چار ادوار میں تقسیم کرتا ہے: ۱) پہلا ایشیائی دور (وسط ایشیا میں روس کے ہندوستان کی جانب بڑھنے کے خلاف جدوجہد کا دور)، ۲) افریقی دور (تقریباً ۱۸۸۵ء سے ۱۹۰۲ء تک) — افریقہ کے بٹوارے کے لئے فرانس کے خلاف جدوجہد کا دور (۱۸۹۸ء کا ''واقعہ فاشودا،، (۲۰) جس کی وجہ سے فرانس کے ساتھ بس جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی)، ۳) دوسرا ایشیائی دور (روس کے خلاف جاپان کے ساتھ معاہدہ)، اور ۴) ''یورپی دور،، جو خاص طور پر جرمنی کی مخالفت کا دور ہے۔ ** ''ہراول دستوں کی سیاسی جھڑپیں مالیات کے میدان میں ہوتی ہیں،، — یہ بات ۱۹۰۵ء میں بینکر ریسر نے یہ دکھانے کے سلسلے میں لکھی تھی کہ فرانسیسی مالیاتی سرمایہ جو اٹلی میں مصروف عمل تھا کس طرح ان دونوں ملکوں کے درمیان سیاسی گٹ کے لئے زمین ہموار کر رہا تھا اور کس طرح جرمنی اور برطانیہ میں ایران کی وجہ سے اور تمام یورپی سرمایوں میں

---

* David Jayne Hill. «A History of the Diplomacy in the International Development of Europe», Vol. I, p. X.

** Schilder، متذکرہ کتاب، صفحہ ۱۷۸۔

چینی قرضوں کے باعث مخالفت اور آویزش ابھرنے لگی تھی، وغیرہ وغیرہ۔ سو یہ ہے عام سامراجی آویزشوں کے ساتھ اٹوٹ بندھنوں میں بندھی ہوئی پرامن ''مہا سامراجی،، گٹھ جوڑ کی جیتی جاگتی حقیقت۔

کاؤتسکی نے سامراج کے عمیق ترین تضادوں کو دھندلانے کی جو کوشش کی ہے اور جو لازمی طور پر سامراج کے چہرے پر ملمع کاری کا کام کرتی ہے دراصل اس کی اس تنقید پر بھی اپنے نشانات چھوڑ دیتی ہے جو اس مصنف نے سامراج کی سیاسی خصوصیات پر کی ہے۔ سامراج مالیاتی سرمایہ اور اجارہ‌داریوں کا دور ہے جو آزادی کی سعی و جستجو کے بجائے ہر طرف غلبے اور تسلط کی سعی و جستجو کو رواج دیتی ہیں۔ ان رجحانات کا نتیجہ ہے ہر قسم کے سیاسی نظام کے تحت سو فی‌صدی رجعت پسندی اور علاوہ اور میدانوں کے اس میدان میں بھی مخالفتوں اور آویزشوں کی شدت میں اضافہ۔ قومی ظلم‌وجبر اور بزور علاقائی الحاق کی خواہش اور کوشش، یعنی قومی خود مختاری پر دست درازی (کیونکہ بزور علاقائی الحاق قوموں کے حق خود اختیاری پر دست درازی کے علاوہ اور ہے کیا) — یہ دونوں چیزیں خاص طور پر تند اور شدید ہو جاتی ہیں۔ ہیلفرڈنگ نے سامراج اور شدت پکڑتے ہوئے قومی ظلم‌وجبر کے باہمی تعلق کی طرف جو اشارہ کیا ہے وہ بجا اور ٹھیک ہی ہے۔ وہ لکھتا ہے ''نئے نئے دریافت ہونے والے ملکوں میں سرمائے کی درآمد مخالفتوں اور آویزشوں پر دھار رکھ دیتی ہے اور ان قوموں کے دل میں جن میں قومی شعور بیدار ہو رہا ہے، دخل اندازوں کے خلاف مدافعت کا جذبہ ابھار دیتی ہے جو مسلسل بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اور یہ مدافعت آسانی سے بدیسی سرمائے کے خلاف خطرناک اقدام کی صورت اختیار کر سکتی ہے۔ پرانے سماجی رشتوں میں مکمل انقلاب آ جاتا ہے۔ ''تاریخ سے محروم قوموں،، کی قرنوں پرانی زرعی کنارہ کشی کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور یہ قومیں سرمایہ‌دارانہ بھنور میں کھنچ آتی ہیں۔ سرمایہ‌داری خود ہی رفتہ رفتہ محکوم قوموں کو آزادی کے ذریعے اور وسیلے مہیا کر دیتی ہے۔ اور آخر الذکر اس منزل کی طرف گام‌زن ہو جاتی ہیں جو ایک زمانے میں یورپی قوموں کو بلند ترین منزل معلوم

ہوتی تھی — یعنی معاشی اور تہذیبی آزادی کے حصول کے لئے متحدہ قومی ریاست کی تشکیل۔ خود مختاری کی یہ تحریک یورپی سرمائے کے لئے اس کے سب سے بیش قیمت اور چمکدار امکانات رکھنے والے استحصال کے میدانوں میں خطرناک ہے اور یورپی سرمایہ صرف اسی صورت میں اپنا غلبہ اور تسلط قائم رکھہ سکتا ہے کہ وہ مسلسل اپنی فوجی طاقت بڑھاتا رہے۔ ،،*

اس میں اتنی بات کا اضافہ اور کرنا چاہئے کہ صرف نئے نئے دریافت ہونے والے ملکوں ہی میں نہیں بلکہ پرانے ملکوں میں بھی سامراج بزور علاقائی الحاق، قومی ظلم‌وجبر کی افزائش اور اسی لئے ساتھ ساتھ روزافزوں مدافعت کا باعث بنتا ہے۔ سامراج کی سیاسی رجعت پسندی کو زیادہ تند اور شدید کرنے پر تو کاؤتسکی نے اعتراض کیا ہے لیکن وہ ایک ایسے سوال کو اندھیرے ہی میں چھوڑ دیتا ہے جو اس وقت خاص طور پر اہم اور ضروری ہو گیا ہے — یعنی سامراج کے دور میں موقع پرستوں کے ساتھ اتحاد ناممکن ہونے کا سوال۔ کاؤتسکی بزورعلاقائی الحاق پر اعتراض تو ضرور کرتا ہے لیکن وہ اپنے اعتراضات کو ایسی شکل میں پیش کرتا ہے جو موقع پرستوں کے لئے زیادہ سے زیادہ قابل قبول اور کم سے کم دل شکن ہو۔ وہ جرمنوں سے مخاطب ہوتا ہے لیکن سب سے زیادہ گرماگرم اور اہم نکتے کو دھندلا دیتا ہے — مثال کے طور پر الزاس لارین کے بزور الحاق کو جو جرمنی نے کیا ہے۔ کاؤتسکی کے اس ''ذہنی انحراف،، (mental aberration) کے بارے میں ٹھیک ٹھیک رائے قائم کرنے کے لئے ہم مندرجہ ذیل مثال لیتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ امریکیوں نے جزائر فلپائن کا جو بزور الحاق کیا ہے کوئی جاپانی اس کی مذمت کر رہا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا بہت سے لوگوں کو یقین آ جائےگا کہ وہ اس بات کی مذمت اس لئے کر رہا ہے کہ اسے عام طور پر بزور علاقائی الحاق ہی سے اس قدر زبردست نفرت ہے اور اس لئے نہیں کہ وہ خود جزائر فلپائن کا بزورالحاق کرنے کا خواہش مند ہے؟ اور کیا ہم یہ اعتراف

---

* ''مالیاتی سرمایہ،، صفحہ ۴۸۷۔

کرنے پر مجبور نہیں ہو جائیں گے کہ یہ جاپانی بزور علاقائی الحاق کے خلاف جو ''جدوجہد،، کر رہا ہے وہ صرف اسی صورت میں مخلصانہ اور سیاسی لحاظ سے دیانت‌دارانہ سمجھی جا سکتی ہے جبکہ جاپان نے کوریا کا جو بزور الحاق کیا ہے وہ اس کے خلاف بھی جدوجہد کرے اور کوریا کی جاپان سے علیحدگی کی آزادی ملنے پر اصرار کرے؟

کاؤتسکی نے سامراج کا جو نظریاتی تجزیہ کیا ہے وہ اور اسی طرح اس کی سامراج کی سیاسی اور معاشی تنقید دونوں سر سے پاؤں تک سامراج کے بنیادی تضادوں کو دھندلانے اور ان پر پردہ ڈالنے کی اسپرٹ سے (جس میں اور مارکس‌ازم میں بعدمشرقین ہے) اور یورپی مزدور تحریک میں موقع پرستی کے ساتھ ایکتا کی ڈھیتی ہوئی عمارت کو ہر قیمت پر قائم رکھنے کی کوشش اور خواہش سے پر ہیں۔

۱۰۔ تاریخ میں سامراج کا مقام

ہم دیکھ چکے ہیں کہ اپنے معاشی مافیہ میں سامراج اجارے‌دارانہ سرمایہ داری ہے۔ یہ بات بجائے خود تاریخ میں اس کے مقام کا تعین کرتی ہے کیونکہ جو اجارے‌داری آزاد مقابلے کی زمین سے اور ٹھیک آزاد مقابلے سے ابھرتی ہے وہ سرمایہ‌دار نظام سے ایک زیادہ بلند سماجی معاشی نظام تک عبور ہے۔ ہمیں چار خاص قسم کی اجارے‌داریوں یا اجارے‌دارانہ سرمایہ‌داری کے خاص مظاہر کی طرف گہری توجہ کرنی چاہئے جو اس دور کی خصوصیات ہیں جس کا جائزہ ہم لے رہے ہیں۔

اول، پیداوار کے ارتکاز کے ارتقا کی بہت ہی اونچی منزل سے اجارے داری کی نشوونما ہوئی۔ یہ تھے سرمایہ داروں کے اجارے‌دارانہ اتحاد، کارٹیل، سینڈیکیٹ اور ٹرسٹ۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ موجودہ معاشی زندگی میں وہ کتنا اہم رول رکھتے ہیں۔ ۲۰ ویں صدی کی ابتدا میں اجارے‌داریوں نے ترقی یافتہ ملکوں میں مکمل برتری حاصل کر لی تھی اور اگر کارٹیلوں کی تشکیل کے پہلے اقدامات ان ملکوں نے کئے جو اونچے محاصل کی حفاظت میں

تھے (جرمنی، امریکہ) تو برطانیہ نے اپنے آزاد تجارت کے سسٹم کے ہوتے ہوئے اسی بنیادی واقعہ کا اظہار ذرا کچھ بعد کیا یعنی پیداوار کے ارتکاز سے اجارےداری کا جنم۔

دوسرے، اجارےداریوں نے خام اشیاٗ کے انتہائی اہم وسائل پر قبضہ جمانے کے عمل کو اور تیز کر دیا، خصوصاً سرمایہدار سماج میں بنیادی اور بہت زیادہ کارٹیل شدہ صنعتوں کے لئے، کوئلے اور لوہے کی صنعتوں کے لئے۔ خام اشیاٗ کے انتہائی اہم وسائل کی اجارے دارانہ ملکیت نے بڑے سرمائے کی طاقت بہت بڑھا دی ہے اور کارٹیل شدہ اور غیر کارٹیل شدہ صنعتوں کے درمیان مخاصمت اور بڑھا دی ہے۔

تیسرے، اجارےداری بینکوں سے پیدا ہوئی ہے۔ بینک معمولی دلالوں کے کاروباروں سے بڑھکر مالیاتی سرمائے کے اجارےدار بن گئے ہیں۔ ہر ایک انتہائی ترقی یافتہ سرمایہدار قوم میں تین سے لیکر پانچ تک سب سے بڑے بینکوں نے صنعتی اور بینک کے سرمائے کے درمیان ''نجی تعلقات،، قائم کر لئے ہیں اور اپنے ہاتھوں میں اربوں کی رقم مرکوز کرلی ہے جو سارے ملک کے سرمائے اور آمدنی کا زیادہ بڑا حصہ ہے۔ مالیاتی اولیگارشی جو محتاجگی کے تعلقات کا گھنا جال موجودہ بورژوا سماج کے تمام معاشی اور سیاسی اداروں پر بلا استثنا پھینکتی ہے — یہی اس اجارےداری کا انتہائی نمایاں اظہار ہے۔

چوتھے، اجارےداری نوآبادیاتی پالیسی کی پیداوار ہے۔ نوآبادیاتی پالیسی کے کثیر تعداد ''پرانے،، اسباب میں، مالیاتی سرمائے نے خام اشیا کے وسائل، سرمائے کی برآمد، ''حلقہ ہائے اثر،، یعنی نفع بخش کاروباروں کے حلقوں، مراعات، اجارےدارانہ منافع وغیرہ اور آخر میں عام طور پر معاشی علاقے کی جد و جہد کا اضافہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر جب یورپی طاقتوں کی نوآبادیاں افریقہ کے صرف ۱۰ فیصدی علاقے پر تھیں (جیسا کہ ۱۸۷۶ء میں تھا) تو نوآبادیاتی پالیسی غیر اجارے دارانہ طریقے سے ترقی کر سکتی تھی، یوں کہنا چاہئے کہ زمین پر ''آزادانہ قبضے،، سے۔ لیکن جب ۹۰ فیصدی افریقہ پر قبضہ جما لیا گیا (۱۹۰۰ء تک)، جب

ساری دنیا کو تقسیم کر لیا گیا تو لازمی طور پر نوآبادیوں کی اجارہ‌دارانہ ملکیت کا دور ابھرا اور اس کے نتیجے میں دنیا کی تقسیم اور دو بارہ تقسیم کی جد و جہد خاص طور سے تیز ہو گئی۔

اجارے دارانہ سرمائے داری نے جس حد تک سرمایہ‌دار نظام کے تمام تضادوں کو تیز کر دیا ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ ضروریات زندگی کی گرانی اور کارٹیلوں کے مظالم کو ہی دکھانا کافی ہوگا۔ تضادات میں یہ تیزی تاریخ کے اس عبوری دور کی سب سے زبردست محرک طاقت ہے جو عالمی مالیاتی سرمائے کی مختتم فتح کے وقت سے شروع ہوا ہے۔

اجارے داریوں، اولیگارشی، آزادی کے لئے نہیں بلکہ تسلط کے لئے کوشش اور خواہش، مٹھی بھر سب سے زیادہ امیر یا طاقتور قوموں کے ہاتھوں بڑھتی ہوئی تعداد میں چھوٹی یا کمزور قوموں کا استحصال — ان سب باتوں نے سامراج کی ان امتیازی خصوصیات کو جنم دیا ہے جو مجبور کرتی ہیں کہ سامراج کی کردار نگاری طفیلی یا انحطاط پذیر سرمایہ‌دار نظام سے کی جائے۔ سامراج کے ایک رجحان کی حیثیت سے ''منافع خور ریاست،،، سودخور ریاست کی تخلیق زیادہ سے زیادہ نمایاں ہوتی جا رہی ہے جس میں بورژوازی زیادہ سے زیادہ برآمدی سرمائے کی حاصلات سے اور ''چک کاٹ کر،، زندگی گذارتی ہے۔ یہ خیال کرنا غلط ہوگا کہ انحطاط کا یہ رجحان سرمایہ‌دار نظام کی تیز رفتار نمود کو خارج ازبحث کر دیتا ہے۔ نہیں، سامراج کے دور میں صنعت کی بعض شاخیں، بورژوازی کے بعض پرت اور بعض ملک کم و بیش ان رجحانات میں سے کبھی ایک اور کبھی دوسرے کا اظہار کرتے ہیں۔ مجموعی طور پر سرمایہ‌دار نظام پہلے سے کہیں زیادہ تیز رفتاری سے بڑھ رہا ہے لیکن یہ افزائش نہ صرف عام طور پر زیادہ سے زیادہ ناہموار ہوتی بلکہ اس کی ناہمواری کا اظہار خصوصاً ان ملکوں کے زوال میں ہوتا ہے جو سرمائے میں سب سے زیادہ دولت‌مند ہیں (برطانیہ)۔

جرمنی کی معاشی ترقی کی تیز رفتاری کے بارے میں بڑے جرمن بینکوں پر کتاب لکھنے والا ریسر لکھتا ہے: ''گذرے ہوئے دور (۷۰ — ۱۸۴۸ء) کی ترقی کا تعلق، جو بہت زیادہ سست نہ تھی،

موجودہ دور میں (۱۹۰۵ء — ۱۸۷۰ء) جرمنی کی ساری قومی معیشت اور خاص کر اس کے بینکوں کی ترقی کی تیز رفتاری سے ایسا ہی ہے جیسا کہ اچھے پرانے دنوں میں کسی ڈاک کی گھوڑا گاڑی کی رفتار کا تعلق موجودہ زمانے کی تیز رفتار موٹر سے ہو جو اتنی تیزی سے سنسناتی ہوئی گذرتی ہے کہ اس کے راستے میں نہ صرف بےچارے پیدل چلنے والوں کی بلکہ موٹرکار میں بیٹھنے والوں کی بھی جان خطرے میں پڑ جاتی ہے۔،، اپنی طرف سے یہ غیر معمولی تیز رفتاری سے ترقی کرنےوالا مالیاتی سرمایہ محض اپنی اس تیز رفتار ترقی کی وجہ سے نوآبادیوں کی زیادہ ''پرسکون،، ملکیت کا خواہاں ہے جن کو وہ زیادہ امیر قوموں سے چھیننا چاہتا ہے اور صرف پرامن طریقوں سے ہی نہیں۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں پچھلی دھائیوں میں معاشی ترقی جرمنی سے زیادہ تیز رفتار رہی ہے اور ٹھیک اسی وجہ سے موجودہ امریکی سرمایہدار نظام کا مفت خور کردار خاص طور سے نمایاں ہوا ہے۔ دوسری طرف مان لیجئے ریپبلکن امریکی بورژوازی کا شاہپرست جاپانی یا جرمن بورژوازی سے مقابلہ دکھاتا ہے کہ انتہائی نمایاں سیاسی امتیاز سامراج کے دور میں انتہائی درجے تک گھٹ جاتا ہے — اس لئے نہیں کہ وہ عام طور پر غیر اہم ہے بلکہ اس لئے کہ ان تمام صورتوں میں ہم ایسی بورژوازی کا ذکر کر رہے ہیں جو طفیلیت کا واضح کردار رکھتی ہے۔

صنعت کی بہت سی شاخوں میں سے کسی ایک کے، بہت سے ملکوں میں سے ایک کے سرمایہ داروں کو اونچے اجارہدارانہ نفع کا حصول ان کے لئے معاشی طور پر یہ ممکن بناتا ہے کہ مزدوروں کے بعض پرتوں کو اور فی‌الوقت ان کی کافی اچھی اقلیت کو خرید لیں اور کسی صنعت یا ملک کی بورژوازی کی طرف باقی دوسروں کے خلاف ان کو کھینچیں۔ سامراجی قوموں کے درمیان دنیا کی تقسیم کے لئے مخاصمت اس خواہش کو اور تیزی سے بڑھاتی ہے۔ اس طرح سامراج اور موقع پرستی کے درمیان رابطہ پیدا ہوتا ہے جس کا اظہار سب سے پہلے اور سب سے صاف برطانیہ میں اس وجہ سے ہوا کہ ارتقا کے بعض سامراجی خط و خال کا مشاہدہ دوسرے ملکوں سے بہت پہلے یہاں کیا گیا۔ بعض مصنف مثلاً ل۔ مارتوف سامراج اور مزدور

طبقے کی تحریک میں موقع پرستی کے درمیان رابطے کے واقعے کو، جو آجکل کا بہت ہی نمایاں واقعہ ہے، ''سرکاری رجائیت پرستی،، کی (کاؤتسکی اور ہیوسمانس کی اسپرٹ میں) آڑ لیتے ہوئے اس طرح کی دلیلوں سے رد کرنا چاہتے ہیں: سرمایہ‌دار نظام کے مخالفوں کا کاز مایوس کن ہوتا اگر آگے بڑھتے ہوئے سرمایہ‌دار نظام ہی کی وجہ سے موقع پرستی میں اضافہ ہوتا یا اگر سب سے زیادہ اجرت پانےوالے مزدور ہی موقع پرستی وغیرہ کی طرف جھک جاتے۔ ہمیں اس قسم کی ''رجائیت پرستی،، کے بارے میں کوئی دھوکا نہ ہونا چاہئے۔ یہ رجائیت پرستی موقع پرستی سے متعلق ہے، یہ رجائیت پرستی وہ ہے جو موقع پرستی کو چھپانے کا کام کرتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ موقع پرستی کے ارتقا کی غیرمعمولی تیزی اور خاص گھناؤنا کردار اس کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ اس کی فتح پائدار ہوگی جیسے کہ کسی صحت‌مند جسم پر دکھتے ہوئے پھوڑے کا تیزی سے بڑھنا صرف اس کے زیادہ جلدی پھوٹنے اور اس طرح جسم کو سکون پہنچانے کا ہی سبب ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ خطرناک وہ لوگ ہیں جو یہ سمجھنا نہیں چاہتے کہ سامراج کے خلاف جد و جہد اگر موقع پرستی کے خلاف جد و جہد سے اٹوٹ طریقے سے بندھی نہیں ہے تو وہ محض خالی خولی جھوٹی بات ہے۔

اس کتاب میں جو کچھ سامراج کے معاشی مافیہ کے بارے میں کہا گیا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہمیں اس کو عبوری دور میں سرمایہ‌دار نظام کہنا چاہئے یا اس کو مرتا ہوا سرمایہ‌دار نظام کہنا زیادہ ٹھیک ہوگا۔ اس سلسلے میں یہ دیکھنا بہت سبق‌آموز ہوگا کہ بورژوا ماہرین معاشیات موجودہ سرمایہ‌دار نظام کے بارے میں بیان کرتے ہوئے اکثر ''آپسمیں الجھ جانا،، اور ''تنہائی کی غیرموجودگی،، وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ''اپنے عوامل اور ارتقا کے لحاظ سے،، بینک ''خالص نجی کاروباری ادارے نہیں ہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ خالص نجی کاروبار کے قواعد کے دائرے سے نکلتے جا رہے ہیں،،۔ اور یہی ریسر جس کے الفاظ کا میں نے ابھی حوالہ دیا ہے پوری سنجیدگی کے ساتھ اعلان کرتا ہے کہ ''سماج کاری،، کے بارے میں مارکس‌وادیوں کی ''پیش گوئی صحیح نہیں ثابت ہوئی ہے!،،

پھر ''آپسمیں الجھ جانے،، کا مطلب کیا ہے؟ وہ صرف اس عمل کے انتہائی نمایاں خط و خال کا اظہار کرتا ہے جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے۔ یہ دکھاتا ہے کہ مشاہد الگ الگ درختوں کا شمار کرتا ہے لیکن جنگل کو نہیں دیکھ سکتا۔ وہ غلامانہ طور پر سطحی، ہنگامی اور گڈمڈ حالت کی نقل کرتا ہے۔ وہ ایسے مشاہد کو دکھاتا ہے جو خام مال کی افراط سے بےحد متاثر ہو گیا ہے اور اس کے معنی اور اہمیت کو سمجھنے سے قطعی قاصر ہے۔ حصوں کی ملکیت، نجی ملکیت کے مالکوں کے درمیان تعلقات ''اتفاقی طور پر گڈمڈ،، ہوتے ہیں۔ لیکن اس گڈمڈ کے تہہ میں، اس کی بنیاد میں پیداوار کے بدلتے ہوئے سماجی تعلقات ہیں۔ جب کوئی بڑا کاروبار بہت ہی وسیع صورت اختیار کر لیتا ہے اور کثیر معلومات کے ٹھیک حساب کتاب کی بنیاد پر منصوبے کے مطابق اس تمام ابتدائی خام اشیا کی دو تہائی یا تین چوتھائی سپلائی کا انتظام کرتا ہے جو کروڑوں لوگوں کے لئے ضروری ہے، جب یہ خام اشیا انتہائی باقاعدہ اور منظم طریقے سے پیداوار کے لئے مناسب جگہوں کو منتقل کی جانے لگتی ہیں جو کبھی ایک دوسرے سے سیکڑوں یا ہزاروں میل دور واقع ہوتی ہیں، جب واحد مرکز سامان کو تیار کرنے کی سلسلےوار منزلوں کی ہدایت متعدد قسم کی تیارشدہ مصنوعات تک دینے لگتا ہے، جب یہ تیارشدہ سامان واحد منصوبے کے مطابق کروڑوں اور اربوں صارفین (امریکہ اور جرمنی میں امریکی ''اسٹینڈرڈ آئیل کمپنی،، کا تیل فروخت کرنا) میں تقسیم کیا جاتا ہے، تب یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ پیداوار کی سماج کاری ہوئی ہے اور محض ''گڈمڈ،، نہیں، کہ نجی معاشی اور نجی ملکیت کے تعلقات ایک ایسا خول بناتے ہیں جس میں اس کا مواد نہیں سماتا ہے، ایسا خول جس کو لازمی طور پر سڑنا ہے اگر اس کے ہٹانے میں مصنوعی طور پر تاخیر کی گئی، ایسا خول جو کافی طویل عرصے تک سڑی ہوئی حالت میں رہ سکتا ہے (برے انجام کی صورت میں، اگر موقع پرست پھوڑے کے علاج نے طول پکڑا) لیکن وہ لازمی طور پر ہٹایا جائےگا۔

جرمن سامراج کا پرجوش مداح شولتسے گےویرنیتس کہتا ہے:

''اگر ایک بار جرمن بینکوں کا اعلی انتظام درجن‌بھر لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیا گیا تو آج ان کی سرگرمی پبلک کی بھلائی کے لئے ریاست کے وزراء کی اکثریت کی سرگرمی سے زیادہ اہم ہو گئی،، (یہاں بینکروں، وزیروں، صنعت کے سیٹھوں اور مفت خور صاحبان جائداد کے ''گڈمڈ،، کو بالکل فراموش کر دیا گیا...)۔ ''اگر ہم ان رجحانات کے ارتقا کا تصور کریں جن کو ہم نے دیکھا ہے اور ان کے منطقی نتائج تک جائیں تو ہمیں یہ ملے گا: قوم کا نقد سرمایہ بینکوں میں متحد ہے، خود بینک کارٹیلوں میں متحد ہیں، قوم کا لگا ہوا سرمایہ کاغذات‌زر کی شکل میں ڈھلا ہوا ہے۔ تب سین سائمن کے یہ انتہائی ذہانت آمیز الفاظ عملی صورت اختیار کرلیں‌گے ''پیداوار میں موجودہ نراج کو، جو اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ معاشی تعلقات کسی یکساں قاعدے کے مطابق نہیں ترقی کر رہے ہیں، پیداوار میں تنظیم کو اپنی جگہ دینا چاہئے۔ پیداوار کی رہنمائی الگ الگ کارخانے‌دار نہیں کرینگے جو ایک دوسرے کے پابند نہیں ہیں اور انسان کی معاشی ضروریات سے نا واقف ہیں۔ یہ کام ایک معینہ پبلک ادارہ کریگا۔ ایک مرکزی انتظامی کمیٹی جو سماجی معیشت کے وسیع میدان کا زیادہ بلند نقطۂ نظر سے جائزہ لے سکےگی اور اس کو اس طرح کنٹرول کریگی کہ یہ پورے سماج کے لئے مفید ہو، ذرائع پیداوار کو مناسب ہاتھوں میں دیگی اور سب سے زیادہ یہ دیکھےگی کہ پیداوار اور مانگ کے درمیان متواتر ہم‌آہنگی رہے۔ ایسے ادارے موجود ہیں جنھوں نے اپنے فرائض میں معاشی محنت کی ایک مخصوص تنظیم کو شامل کر لیا ہے۔ یہ ہیں بینک۔،، سین سائمن کے الفاظ کو عملی جامہ پہنانے سے ابھی ہم بہت دور ہیں، لیکن ہم اس کو عملی جامہ پہنانے کے راستے کی طرف یعنی مارکس‌ازم کی طرف جا رہے ہیں جو اس سے مختلف ہے جس کا مارکس نے خود تصور کیا تھا لیکن وہ صرف صورت میں مختلف ہے۔ ،،*

واقعی یہ مارکس کی لاجواب ''تردید'' ہے جو مارکس کے

---

* «Grundriß der Sozialökonomik», S. 146.

بالکل صحیح، سائنسی تجزئے سے ایک قدم پیچھے ہٹ کر قیاس آرائی کی طرف جاتی ہے، چاہے وہ ذہانت آمیز ہی کیوں نہ ہو لیکن بہرحال ہے تو وہ سین‌سائمن کی قیاس‌آرائی ہی۔

جنوری — جون ۱۹۱۶ء میں لکھا گیا۔ ۱۹۱۷ء کے وسط میں پہلی بار پیٹروگراد کے اشاعت گھر ''ژیزن ای زنانیا،، (زندگی اور علم) نے الگ پمفلٹ میں شائع کیا۔ فرانسیسی اور جرمن ایڈیشنوں کے لئے پیش لفظ پہلی بار ۱۹۲۱ء میں رسالہ ''کمیونسٹ انٹرنیشنل،، کے شمارہ نمبر ۱۸ میں شایع ہوا

لینن کا مجموعۂ تصانیف پانچواں ایڈیشن، جلد ۲۷، صفحات ۳۲۶ — ۲۹۹

ریاست اور انقلاب

ریاست کا مارکسی نظریہ اور انقلاب میں پرولتاریہ کے فریضے (۲۶)

پہلے ایڈیشن کا پیش لفظ

اس وقت ریاست کا سوال نظرئے اور عملی سیاست دونوں میں خاص اہمیت اختیار کر رہا ہے۔ سامراجی جنگ نے اجارہ‌دارانہ سرمایہ‌داری کے ریاستی اجارے‌دارانہ سرمایہ‌داری میں تبدیل ہونے کے عمل کو انتہائی تیز اور شدید بنا دیا ہے۔ ریاست کے ہاتھوں جو سرمایہ داروں کے طاقتور اتحادوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ ملتی جاتی ہے محنت‌کش عوام پر انتہائی شدید جبروتشدد اور زیادہ وحشیانہ ہوتا جا رہا ہے۔ ترقی یافتہ ملک مزدوروں کیلئے فوجی قیدیوں کے جیل بنتے جاتے ہیں (ہمارا مطلب ان کے ''عقبی،، حصوں سے ہے)۔

طویل جنگ کی بےمثال دھشتناکیوں اور مصیبتوں نے لوگوں کی حالت ناقابل برداشت کردی ہے اور ان کا غصہ بڑھ رہا ہے۔ عالمی پرولتاری انقلاب صاف طور پر بڑھ رہا ہے۔ ریاست سے اس کے تعلق کا سوال عملی اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔

موقع پرست عناصر نے جو نسبتاً پرامن ارتقا کے دسیوں برسوں میں جمع ہوئے ہیں سوشل شاونزم کا رجحان پیدا کردیا ہے جو ساری دنیا میں سرکاری سوشلسٹ پارٹیوں میں حاوی ہے۔ یہ رجحان (روس میں پلیخانوف، پوتریسوف، بریشکوفسکایا، روبانووچ اور پھر ذرا ڈھکی چھپی صورت میں تسرےتیلی، چیرنوف اینڈ کمپنی۔ جرمنی میں شیئدمان، لیگین، ڈیوڈ وغیرہ۔ فرانس اور بلجیم میں ریناڈیل، گید، وانڈرویلڈے۔ انگلستان میں ھائنڈمان اور فیبئن لوگ وغیرہ وغیرہ)

جو قول میں سوشلزم اور عمل میں شاونزم ہے اس بات کیلئے نمایاں ہے کہ اس نے ''سوشلزم کے لیڈروں،، کو نہ صرف ''اپنی،، قومی بورژوازی کے بلکہ ''اپنی،، ریاست کے مفادات کا بھی ذلیل اور غلامانہ طور پر موافق بنا لیا ہے کیونکہ نام‌نہاد عظیم طاقتوں کی اکثریت مدتوں سے بہت سی چھوٹی اور کمزور قومیتوں کا استحصال کر رہی ہے اور انکو غلام بنا رہی ہے۔ اور سامراجی جنگ اسی قسم کے مال غنیمت کی تقسیم اور دوبارہ تقسیم کےلئے جنگ ہے۔ محنت کش عوام کو بورژوازی کے اثر سے عام طور پر اور سامراجی بورژوازی کے اثر سے خاص طور پر، آزاد کرانے کی جدوجہد کی کامیابی ''ریاست،، سے متعلق موقع پرست تعصبات کے خلاف جدوجہد کے بغیر ناممکن ہے۔

پہلے ہم ریاست کے بارے میں مارکس اور اینگلس کے نظرئے کا جائزہ لیں‌گے اور خاص طور سے اس نظرئے کے ان پہلوؤں پر تفصیلی بحث کریں‌گے جن کو موقع پرستوں نے یا تو نظرانداز کردیا ہے یا توڑ مروڑ دیا ہے۔ پھر ہم اس شخص کا خاص طور سے جائزہ لیں‌گے جو اس توڑمروڑ میں پیش پیش ہے یعنی کارل کاؤتسکی کا جو دوسری انٹرنیشنل (۱۹۱۴ء — ۱۸۸۹ء) کا سب سے زیادہ مشہور لیڈر ہے اور جس کا دیوالہ موجودہ جنگ میں بری طرح نکل گیا ہے۔ آخر میں ہم ۱۹۰۵ء اور خاص طور سے ۱۹۱۷ء کے روسی انقلابوں کے تجربے کے اہم نتائج اخذ کریں‌گے۔ ظاہر ہے کہ مؤخرالذکر انقلاب اب (اگست ۱۹۱۷ء کی ابتدا) اپنے ارتقا کی پہلی منزل ختم کررہا ہے لیکن اس انقلاب کو عام طور پر صرف ان سوشلسٹ پرولتاری انقلابوں کے سلسلے کی ایک کڑی کی حیثیت سے ہی سمجھا جا سکتا ہے جو سامراجی جنگ کی وجہ سے پیدا ہورہے ہیں۔ اسلئے ریاست سے سوشلسٹ پرولتاری انقلاب کے تعلق کا سوال نہ صرف عملی سیاسی اہمیت اختیار کررہا ہے بلکہ آج کا انتہائی اہم مسئلہ بن گیا ہے، عوام سے یہ وضاحت کرنے کا مسئلہ کہ سرمایہ داری کے جوے سے آزاد ہونے کیلئے ان کو مستقبل قریب میں کیا کرنا ہوگا۔

مصنف

اگست ۱۹۱۷ء

دوسرے ایڈیشن کا پیش لفظ

موجودہ دوسرا ایڈیشن تقریباً کسی تبدیلی کے بغیر شائع کیا جا رہا ہے۔ صرف دوسرے باب میں تیسرے پیراگراف کا اضافہ کیا گیا ہے۔

ماسکو
مصنف
۱۷ دسمبر ۱۹۱۸ء

پہلا باب

طبقاتی سماج اور ریاست

۱ - ریاست — ناقابل مصالحت طبقاتی تضادات کی پیداوار

مارکس کے نظرئے کے ساتھ اس وقت وہی ہورہا ہے جو تاریخ میں کئی بار انقلابی مفکروں اور مظلوم طبقات کے لیڈروں کے نظریات کے ساتھ آزادی کے لئے انکی جدوجہد میں ہوا۔ عظیم انقلابیوں کی زندگی میں ظلم کرنےوالے طبقات نے متواتر انکا پیچھا کیا، انکے نظریات کے خلاف انتہائی کینہ، انتہائی شدید نفرت برتی اور جھوٹ اور تہمت تراشی کی انتہائی بےشرمانہ مہمیں چلائیں۔ انکی موت کے بعد، یہ کوششیں کی جا رہی ہیں کہ انکو بےضرر مذہبی شبیہوں میں تبدیل کردیا جائے، یعنی یہ کہنا چاہئے، انکو مقدس بنا دیا جائے، انکے ناموں کو ایک حد تک مشہور بناکر مظلوم طبقات کو ''تسلی،، دی جائے اور انکو بیوقوف بنایا جائے، ساتھ ہی انقلابی نظرئے کو اسکے مافیہ سے محروم کردیا جائے، اسکی انقلابی دھار کو کند کرکے بدنما بنادیا جائے۔ آج بورژوازی اور مزدور تحریک کے اندر موقع پرست مارکس‌ازم کا اس طرح ''ملغوبہ‌بنانے،، میں متفق ہیں۔ وہ اس نظرئے کے انقلابی رخ کو، اسکی انقلابی روح کو فراموش کرتے، مٹاتے اور مسخ کرتے ہیں۔ وہ اس بات کو صف اول میں لاتے ہیں اور سراہتے ہیں جو بورژوازی کے لئے قابل قبول ہے یا قابل قبول معلوم ہوتی ہے۔ اس وقت سارے سوشل شاونسٹ ''مارکس‌وادی،، بن گئے ہیں (ہنسئے نہیں!) اور جرمن بورژوا عالم جو کل تک مارکس ازم کو ختم کرنے کے ماہر تھے

اب اکثر ''قومی جرمن،، مارکس کا ذکر کرتے ھیں جنھوں نے جیسے ان مزدور یونینوں کی تربیت کی ھے جو لوٹمار والی جنگ کے لئے اتنے شاندار طریقے سے منظم کی گئی ھیں!

ان حالات میں، مارکس ازم کو اتنے بےنظیر وسیع پیمانے پر مسخ کرنے کی صورت میں ھمارا سب سے پہلے یہ فریضہ ھے کہ ھم ریاست کے بارے میں مارکس کے اصلی نظرئے کو بحال کریں۔ اس کے لئے خود مارکس اور اینگلس کی تصانیف سے متعدد طویل حوالے دینے کی ضرورت ھے۔ یہ سچ ھے کہ طویل حوالے تحریر کو بھاری بنا دیتے ھیں اور اس کو مقبول عام بنانے میں بالکل مدد نہیں دیتے۔ لیکن ان کے بغیر کام چلنا ناممکن ھے۔ ریاست کے موضوع پر مارکس اور اینگلس کی تصانیف سے تمام یا بہر نوع تمام ضروری حصوں کا امکانی طور پر پوری طرح حوالہ دینا چاھئے تاکہ قاری سائنسی سوشلزم کے بانیوں کے خیالات اور ان خیالات کے ارتقا کا مجموعی طور خود تصور کر سکے، تاکہ آجکل رائج ''کاؤتسکی‌ازم،، نے جس طرح ان کو توڑا مروڑا ھے اس کو دستاویزوں سے ثابت کیا جا سکے اور صاف طور سے دکھلایا جا سکے۔

ھم اینگلس کی سب سے زیادہ مشہور و مقبول تصنیف ''خاندان، ذاتی ملکیت اور ریاست کا آغاز،، سے شروع کریں‌گے جس کا چھٹا ایڈیشن ۱۸۹۴ء میں اشٹوٹگارٹ میں شایع ھو چکا تھا۔ ھمیں اصلی جرمن کتاب سے حوالوں کا ترجمہ کرنا پڑےگا کیونکہ روسی ترجمے، کثیر تعداد ھونے کے باوجود، زیادہ تر غیرمکمل ھیں یا بہت ھی ناقابل اطمینان ھیں۔

اپنے تاریخی تجزئے کے نتائج اخذ کرتے ھوئے اینگلس نے لکھا ھے:

''ریاست کسی طرح ایسی طاقت نہیں ھے جو سماج پر باھر سے مسلط کی گئی ھو۔ اسی طرح ریاست ''اخلاقی نظرئے کی حقیقت،، ، ''عقل و دانش کی صورت اور حقیقت'' بھی نہیں ھے جیساکہ ھیگل کا دعوی ھے۔ ریاست ارتقا کی خاص منزل پر سماج کی پیداوار ھے، ریاست اس بات کا اعتراف ھے

کہ یہ سماج خود اپنے ناقابل‌حل تضاد میں پھنس گیا ہے، کہ یہ ایسے ناقابل مصالحت تضادات میں پڑ کر ٹوٹ گیا ہے جن کو دور کرنے میں وہ لاچار ہے۔ لیکن اسلئے کہ یہ تضادات، متضاد معاشی مفادات رکھنےوالے طبقات ایک دوسرے کو اور سماج کو اس بےسود جدوجہد میں تباہ نہ کردیں طاقت کی ضرورت پیدا ہوئی جو بظاہر سماج سے بالاتر ہو، طاقت جو تصادم کو معتدل بنائے، اس کو ''قاعدے،، کے اندر رکھے۔ اور یہ طاقت، جو سماج سے پیدا ہوتی ہے لیکن اپنے کو اس سے بالاتر رکھتی ہے اور اس سے زیادہ سے زیادہ بیگانہ ہوتی جاتی ہے، ریاست ہے،، (صفحات ۱۷۸ — ۱۷۷، چھٹا جرمن ایڈیشن) (۲۷)۔

یہاں پوری صفائی کے ساتھ ریاست کے تاریخی رول اور معنی کے سوال پر مارکس‌ازم کے بنیادی نظرئے کا اظہار کیا گیا ہے۔ ریاست طبقاتی تضادوں کے ناقابل مصالحت ہونے کی پیداوار اور مظہر ہے۔ ریاست وہاں، تب اور اس حد تک پیدا ہوتی، جہاں، جب اور جتنی حد تک طبقاتی تضادوں میں معروضی طور پر مصالحت نہیں پیدا کی جا سکتی۔ اور اس کے برعکس ریاست کا وجود یہ ثابت کرتا ہے کہ طبقاتی تضادات ناقابل مصالحت ہیں۔

اسی انتہائی اہم اور بنیادی نکتے پر ہی مارکس‌ازم کی توڑمروڑ شروع ہوتی ہے اور وہ دو خاص لائنوں پر چلتی ہے۔

ایک طرف بورژوا اور خاص طور سے پیٹی بورژوا نظریہ‌داں، مسلمہ تاریخی واقعات کے دباؤ سے یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے ہوئے کہ ریاست کا وجود صرف وہاں ہوتا ہے جہاں طبقاتی تضادات اور طبقاتی جدوجہد ہوتی ہے، مارکس کی ''تصحیح،، اس طریقے سے کرتے ہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ ریاست طبقات کی مصالحت کا ادارہ ہے۔ مارکس کے مطابق نہ تو ریاست پیدا ہو سکتی تھی اور نہ اپنے کو قائم رکھ سکتی تھی اگر طبقات میں مصالحت ممکن ہوتی۔ پیٹی بورژوا اور تنگ نظر پروفیسر اور مبلغ جو کچھ کہتے ہیں (مارکس کے کافی اور خیرخواہانہ حوالوں کے ساتھ!) اس

سے ظاہر ہوتا ہے کہ ریاست طبقات میں مصالحت کراتی ہے۔ مارکس کے مطابق ریاست طبقاتی تسلط کا ادارہ ہے، ایک طبقے کا دوسرے طبقے کو دبانے کا آلہ، یہ ''نظم و نسق،، کا قیام ہے جو طبقات کے درمیان تصادم کو معتدل بنا کر اس دباؤ کو قانونی اور مستقل بناتا ہے۔ بہرحال پیٹی بورژوا سیاست‌دانوں کی رائے میں نظم و نسق کا مطلب ایک طبقے کا دوسرے طبقے کو دبانا نہیں بلکہ طبقات کی مصالحت ہی ہے، تصادم کو معتدل بنانے کا مطلب طبقات کی مصالحت ہے، نہ کہ دباؤ کے شکار طبقات کو ظالموں کا تختہ الٹنے کی جدوجہد کے خاص ذرائع اور طریقوں سے محروم کرنا۔

مثلاً جب ۱۹۱۷ء کے انقلاب میں ریاست کی اہمیت اور رول کا سوال پورے زور کے ساتھ ایسے عملی سوال کی حیثیت سے اٹھا جس کا تقاضہ فوری اقدام تھا اور مزید برآں اقدام بڑے پیمانے پر، تو تمام سوشلسٹ انقلابی اور منشویک ایک دم اور پوری طرح اس پیٹی بورژوا نظرئے پر اتر آئے کہ ''ریاست،، طبقات میں ''مصالحت،، کراتی ہے۔ ان دونوں پارٹیوں کے سیاست دانوں کی بےشمار قراردادیں اور مضامین اس پیٹی‌بورژوا اور تنگ‌نظر ''مصالحتی،، نظرئے سے بالکل تربتر ہیں۔ ریاست کسی خاص طبقے کے تسلط کا ادارہ ہے جس کی مصالحت اس کی ضد (اس کے مخالف طبقے) سے نہیں کرائی جا سکتی۔ یہ‌بات ایسی ہے جس کو پیٹی بورژوا ڈیموکریسی کبھی نہیں سمجھ سکےگی۔ ریاست کی طرف ان کا رویہ اس واقعہ کا ایک بہت ہی نمایاں مظہر ہے کہ ہمارے سوشلسٹ انقلابی اور منشویک بالکل سوشلسٹ نہیں ہیں (یہ ایسا نکتہ ہے جس کو ہم بالشویکوں نے ہمیشہ ثابت کیا ہے) بلکہ پیٹی بورژوا ڈیموکریٹ ہیں جو تقریباً سوشلسٹوں کا طرزبیان اختیار کرتے ہیں۔

دوسری طرف مارکس‌ازم کی ''کاؤتسکی والی،، توڑمروڑ زیادہ باریک ہے۔ ''نظریاتی طور پر،، اس سے انکار نہیں کیا جاتا کہ ریاست طبقاتی تسلط کا ادارہ ہے یا طبقاتی تضادات ناقابل‌مصالحت ہیں۔ لیکن مندرجہ ذیل بات کو نظر انداز کیا جاتا ہے یا دھندلکے میں ڈالا جاتا ہے: اگر ریاست طبقاتی تضادات کی غیرمصالحت کا نتیجہ ہے اگر یہ ایسی طاقت ہے جو اپنے کو سماج سے بالاتر

رکھتی ہے اور ''سماج سے زیادہ سے زیادہ بیگانہ ہوتی جاتی ہے،، تو یہ بات صاف ہے کہ مظلوم طبقے کی آزادی نہ صرف بغیر تشدد آمیز انقلاب کے ناممکن ہے، بلکہ ریاستی اقتدار کی اس مشینری کو تباہ کئے بغیر بھی ناممکن ہے جس کو حکمراں طبقے نے بنایا تھا اور جو اس ''بیگانگی،، کا مجسمہ ہے۔ جیسا کہ ہم بعد کو دیکھیں گے مارکس نے یہ نظریاتی طور پر صریحی نتیجہ انقلاب کے فریضوں کے ٹھوس تاریخی تجزئے کی بنا پر پوری صحت کے ساتھ اخذ کیا۔ اور اسی نتیجے کو ہی، جیسا کہ ہم آگے چل کر تفصیل سے دکھائیں گے، کاؤتسکی نے ''فراموش،، اور مسخ کیا۔

۲۔ مسلح لوگوں کے مخصوص دستے اور جیل وغیرہ

آگے اینگلس نے لکھا ہے:

''...بمقابلہ قدیم قبائلی (یا جرگےوالی) تنظیم (۲۸) کے ریاست کا امتیاز یہ ہے کہ وہ پہلے اپنے باشندوں کو علاقوں کے مطابق تقسیم کرتی ہے...،،

یہ تقسیم ہم کو ''فطری،، معلوم ہوتی ہے لیکن اس کے لئے قدیم تنظیم سے طویل جدوجہد کرنی پڑی جو نسلوں یا قبیلوں پر مشتمل تھی۔

''...دوسری امتیازی خصوصیت پبلک اقتدار کا قیام ہے جو اب اپنے آپ کو مسلح طاقت کی حیثیت سے منظم کرنےوالی آبادی سے براہ‌راست مطابقت نہیں رکھتا۔ یہ مخصوص، پبلک اقتدار ضروری ہے کیونکہ آبادی کی خود کام کرنےوالی مسلح تنظیم سماج کی طبقات میں تقسیم کی وجہ سے ناممکن ہو گئی ہے... اس پبلک اقتدار کا وجود ہر ریاست میں ہوتا ہے۔ یہ نہ صرف مسلح لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے بلکہ مادی ضمیمے، جیل اور ہر قسم کے جبر و تشدد کے اداروں پر بھی، جن کے بارے میں قبائلی (جرگےوالا) سماج جانتا تک نہیں تھا...،،

اینگلس اس ''طاقت،، کے خیال کی وضاحت کرتے ھیں جس کو ریاست کہتے ھیں، ایسی طاقت جو سماج سے پیدا ھوئی ھے لیکن اپنے کو اس سے بالاتر رکھتی ھے اور اس سے زیادہ سے زیادہ بیگانہ ھوتی جاتی ھے۔ یہ طاقت خاص طور سے کس پر مشتمل ھے؟ یہ مسلح لوگوں کے مخصوص دستوں پر مشتمل ھے جن کے زیر حکم جیل وغیرہ ھیں۔

ھم بجا طور پر مسلح لوگوں کے مخصوص دستوں کا ذکر کر سکتے ھیں کیونکہ پبلک اقتدار جو ھر ریاست کی خصوصیت ھے مسلح آبادی کے ساتھ، اس کی ''خود کام کرنےوالی مسلح تنظیم،، کے ساتھ ''براہ راست مطابقت نہیں رکھتا،،۔

تمام عظیم انقلابی مفکروں کی طرح اینگلس طبقاتی شعور رکھنےوالے مزدوروں کی توجہ اس بات کی طرف دلانا چاھتے ھیں جس کو اس وقت پھیلی ھوئی تنگ‌نظری کم سے کم توجہ کے قابل، بہت ھی عام بات، ایسے تعصبات کی مقدس بنائی ھوئی سمجھتی ھے جو نہ صرف گہری جڑیں رکھتے ھیں بلکہ کہنا چاھئے افتاد زمانے سے پتھرا چکے ھیں۔ مستقل فوج اور پولیس ریاستی اقتدار کی قوت کا خاص آلۂ کار ھیں۔ لیکن اس کے سوا اور کیا ھو سکتا ھے؟

۱۹ویں صدی کے آخر کے یورپی لوگوں کی غالب اکثریت کے نقطۂنظر سے جن کی طرف اینگلس کا تخاطب تھا اور جو نہ تو واحد بڑے انقلاب سے گزرے تھے اور نہ قریب سے اس کا مشاھدہ کیا تھا، اس کے سوا اور کچھ نہیں ھو سکتا ھے۔ ان کی سمجھ میں یہ بالکل نہیں آتا کہ ''آبادی کی خود کام کرنےوالی مسلح تنظیم،، ھے کیا۔ اس سوال پر کہ مسلح لوگوں کے مخصوص دستوں (پولیس اور مستقل فوج) کو سماج سے بالاتر رکھنے اور اپنے آپ کو سماج سے بیگانہ کرنے کی کیا ضرورت ھوئی، مغربی یورپ اور روس کے تنگ نظر لوگ شوق سے چند جملے دھراتے ھیں جو انہوں نے اسپینسر یا میخائیلوفسکی سے مستعار لئے ھیں۔ وہ سماجی زندگی کی بڑھتی ھوئی پیچیدگیوں اور کاموں میں تفریق وغیرہ کا حوالہ دیتے ھیں۔

ایسا حوالہ ''سائنسی،، معلوم ھوتا ھے اور اھم اور بنیادی واقعہ یعنی ناقابل مصالحت متضاد طبقات میں سماج کی تفریق کو

دھندلا بناکر تنگ نظر آدمی کو مزے میں سلا دیتا ہے۔

اگر یہ تفریق نہ ہوتی تو ''آبادی کی خود کام کرنے والی مسلح تنظیم،، اپنی پیچیدگی، اپنی اعلی ٹکنیکی سطح وغیرہ میں، ہاتھ میں لکڑیاں لئے بندروں کے غولوں کی ابتدائی تنظیم یا قدیم آدمیوں یا جرگوں میں متحد لوگوں کی تنظیم سے ممتاز ہوتی، لیکن ایسی تنظیم ممکن ہوتی۔

یہ ناممکن ہے کیونکہ مہذب سماج کی تفریق متضاد اور مزیدبرآں ناقابل مصالحت طور پر متضاد طبقات میں ہے جن کی ''خود کام کرنےوالی،، اسلحہ‌بندی کا نتیجہ ان کے درمیان مسلح جدوجہد ہوتا۔ ریاست پیدا ہوتی ہے، خاص طاقت کی، مسلح لوگوں کے مخصوص دستوں کی تخلیق کی جاتی ہے، اور ہر انقلاب ریاست کی مشینری کو تباہ کرکے ہمیں عریاں طبقاتی جدوجہد دکھاتا ہے، صاف طور پر یہ دکھاتا ہے کہ حکمراں طبقہ کس طرح مسلح لوگوں کے مخصوص دستوں کو بحال کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اسکی خدمت کرتے ہیں اور کیسے مظلوم طبقہ اس قسم کی نئی تنظیم بنانے کی کوشش کرتا ہے جو استحصال کرنےوالوں کے بجائے استحصال کے شکار لوگوں کی خدمت کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

اوپر کی بحث میں اینگلس نے وہی سوال نظریاتی طور پر اٹھایا ہے جو ہر عظیم انقلاب ہمارے سامنے عملی، صریحی اور مزیدبرآں عوامی اقدام کے پیمانے پر اٹھاتا ہے یعنی مسلح لوگوں کے ''مخصوص،، دستوں اور ''آبادی کی خود کام کرنے والی مسلح تنظیم،، کے درمیان باہمی تعلقات کا سوال۔ ہم دیکھیں‌گے کہ اس سوال کی ٹھوس طور پر تصویر کشی یورپی اور روسی انقلابوں کے تجربے سے ہوتی ہے۔

لیکن ہم اینگلس کے بیان کی طرف واپس آتے ہیں۔

انہوں نے بتایا ہے کہ کبھی کبھی، مثلاً شمالی امریکہ کے بعض حصوں میں یہ پبلک اقتدار کمزور ہے (ان کے ذہن میں سرمایہ‌دار سماج کا ایک کمیاب استثنا ہے اور شمالی امریکہ کے وہ حصے سامراج سے قبل کے دنوں کے ہیں جہاں آزاد نوآبادکاروں کا تسلط تھا) لیکن عام طور پر یہ زیادہ طاقتور ہوتا جا رہا ہے:

''...پبلک اقتدار اس حد تک بڑھتا ہے جتنے طبقاتی تضادات ریاست کے اندر زیادہ شدید ہوتے جاتے ہیں اور جس حد تک متصل ریاستیں زیادہ بڑی اور زیادہ آبادی والی ہوتی جاتی ہیں ۔ ہمیں صرف موجودہ یورپ پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے جہاں طبقاتی جدوجہد اور فتوحات کے مقابلے نے پبلک اقتدار کو اس بلندی تک پہنچا دیا ہے کہ وہ پورے سماج اور حتی کہ ریاست تک کو ہڑپ کرنے کی دھمکی دے رہا ہے...''

یہ پچھلی صدی کی دسویں دھائی کی ابتدا میں ہی لکھا گیا ہے کیونکہ اینگلس کے آخری پیش‌لفظ پر ۱۶ جون ۱۸۹۱ء کی تاریخ ہے ۔ اس وقت سامراج کی طرف موڑ — ٹرسٹوں کے مکمل تسلط کے معنی میں، قادر مطلق بڑے بینکوں کے معنی میں اور بڑے پیمانے پر نوآبادیاتی پالیسی کے معنی میں وغیرہ وغیرہ — صرف ابھی فرانس میں شروع ہورہا تھا اور شمالی امریکہ اور جرمنی میں اور بھی کمزور تھا ۔ تب سے ''فتوحات کے مقابلے'' نے زبردست قدم بڑھائے ہیں اور اس وجہ سے اور بھی کہ بیسویں صدی کی دوسری دھائی کی ابتدا میں دنیا ان ''مقابلہ کرنےوالے فاتحوں'' میں یعنی عظیم لوٹ‌مار کرنے والی طاقتوں میں مکمل طور پر تقسیم ہوگئی ہے ۔ اس وقت سے فوجی اور بحری اسلحہ‌بندی میں ناقابل یقین اضافہ ہوا ہے اور برطانیہ یا جرمنی کے دنیا پر تسلط حاصل کرنے کیلئے، لوٹ مار کی تقسیم کے لئے ۱۷ — ۱۹۱۴ء کی غارتگر جنگ نے نوبت یہاں تک پہنچا دی کہ بہیمانہ ریاستی اقتدار سماج کی تمام طاقتوں کو ''ہڑپ کرکے'' بالکل تباہ کردے ۔

اینگلس نے ۱۸۹۱ء میں ہی یہ بتایا تھا کہ ''فتوحات کا مقابلہ'' عظیم طاقتوں کی خارجہ پالیسی کی ایک بہت ہی امتیازی خصوصیت ہے اور منحوس سوشل شاونزم نے ۱۷ — ۱۹۱۴ء میں جبکہ یہ مقابلہ کئی گنا زیادہ ہو گیا اور سامراجی جنگ کا سبب بنا ''اپنی'' بورژوازی کے قزاقانہ مفادات کی پشت پناہی ''وطن کی مدافعت''، ''ریپبلک اور انقلاب کی مدافعت'' وغیرہ کی لفاظیوں سے کی!

۳ - ریاست — مظلوم طبقے کے استحصال کا آلۂکار

سماج سے بالاتر رهنےوالے مخصوص پبلک اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے ٹیکسوں اور ریاستی قرضوں کی ضرورت هوتی هے - اینگلس نے لکھا هے :

''...پبلک اقتدار اور ٹیکس وصول کرنے کا اختیار رکھنے والے افسران سماج سے بالاتر سماج کے ادارے بن جاتے هیں - وہ آزاد اور رضاکارانہ عزت جو قبائلی (جرگے والے) سماج کے اداروں کو نصیب تھی ان کو مطمئن نہ کرتی، اگر ان کو حاصل بھی هو سکتی...'' - افسروں کے تقدس اور عام قوانین سے بالاتر هونے کے لئے مخصوص قوانین بنائے جاتے هیں - ''پولیس کا انتہائی معمولی ملازم'' بھی جرگے کے نمائندے سے زیادہ ''اختیار'' رکھتا هے لیکن کسی مہذب ریاست کی فوجی طاقت کے سربراہ کے لئے سماج کی وہ ''بلا ڈنڈے کے زور کی عزت'' قابل رشک هے جو جرگے کے سردار کو حاصل هوتی هے -

یہاں ریاستی اقتدار کے اداروں کی حیثیت سے افسروں کے خصوصی حقوق کا سوال اٹھایا جاتا هے - خاص نکتہ یہ دکھایا گیا هے کہ کیا بات هے جو ان کو سماج سے بالاتر بناتی هے؟ هم دیکھیںگے کہ اس نظریاتی سوال کا ۱۸۷۱ء میں پیرس کمیون (۲۹) نے عملی طور پر کس طرح جواب دیا اور ۱۹۱۲ء میں کاؤتسکی نے رجعت پرست نقطۂنظر سے کس طرح اس کو دھندلا بنایا -

''...کیونکہ ریاست طبقاتی تضادات کو محدود رکھنے کی ضرورت سے پیدا هوئی، کیونکہ یہ ان طبقات کے درمیان تصادم کے دوران هی پیدا هوئی اسی لئے یہ ریاست عام قاعدے کے مطابق انتہائی طاقتور اور معاشی طور پر حکمران طبقے کی هوتی هے جو ریاست کے ذریعہ سیاسی طور پر بھی حکمران طبقہ بن جاتا هے اور اس طرح مظلوم طبقے کو دبانے اور اسکا استحصال کرنے کے نئے ذرائع حاصل کرلیتا هے...''

نہ صرف قدیم اور جاگیردارانہ ریاستیں غلاموں اور کسان غلاموں کے استحصال کے ادارے تھے بلکہ اسی طرح ''موجودہ نمائندہ ریاست سرمائے کے ہاتھوں اجرتی محنت کے استحصال کا آلۂ کار ہے۔ بہرحال، استثنا کے طور پر ایسے دور آتے ہیں جن میں لڑنےوالے طبقات اتنی متوازن طاقت حاصل کر لیتے ہیں کہ ریاستی اقتدار کو دونوں طبقات کے تعلقات کے لحاظ سے ان دونوں کے درمیان بظاہر ثالث کی حیثیت سے فی‌الوقت خودمختاری حاصل ہوجاتی ہے...'' ۱۷ ویں اور ۱۸ ویں صدیوں کی مطلق العنان شاہی سلطنتیں ایسی ہی تھیں، فرانس میں بوناپارٹ‌ازم (۳۰) کی پہلی اور دوسری سلطنتیں اور جرمنی میں بسمارک کی سلطنت۔

ہم اپنی طرف سے اضافہ کر سکتے ہیں کہ ریپبلکن روس میں کیرینسکی کی حکومت بھی ایسی ہی ہوگئی جب اس نے انقلابی پرولتاریہ پر ایسے وقت جبروتشدد شروع کیا جب کہ پیٹی بورژوا ڈیموکریٹوں کی قیادت کیوجہ سے سوویتیں بےبس ہوچکی ہیں اور بورژوازی ابھی تک اتنی مضبوط نہیں ہوئی ہے کہ انکو منتشر کر سکے۔

اینگلس آگے چل کر کہتے ہیں: کسی جمہوری ریپبلک میں ''دولت اپنی طاقت بالواسطہ استعمال کرتی ہے اور زیادہ اعتماد کے ساتھ''، پہلے ''افسروں کو براہ راست رشوت دیکر''، (امریکہ)، دوسرے ''حکومت اور اسٹاک اکسچینج کے اتحاد'' کےذریعہ (فرانس اور امریکہ)۔

آج‌کل سامراج اور بینکوں کے راج نے ہر طرح کی جمہوری ریپبلکوں میں دولت کی ہمہ‌گیر طاقت کو برقرار رکھنے اور رائج کرنے کے ان دونوں طریقوں کو غیرمعمولی آرٹ کی حد تک ''فروغ'' دیا ہے۔ مثلاً اگر روسی جمہوری ریپبلک کے پہلے ہی مہینوں میں، بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ ''سوشلسٹوں'' یعنی سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں کی مخلوط حکومت میں بورژوازی کے ساتھ شادی کے

ماہ عسل میں ھی جناب پالچینسکی نے ان تمام اقدامات میں توڑ پھوڑ کی جنکا مقصد سرمایہ‌داروں اور ان کی غارتگر کارروائیوں کو، جنگی ٹھیکوں کے ذریعہ ریاست کے خزانے کو لوٹنے کو روکنا تھا، اگر اسکے بعد جناب پالچینسکی کو کابینہ سے استعفا دینے پر (اور واقعی انکی جگہ ایک اور شخص کو دئے جانے پر جو بالکل پالچینسکی جیسا تھا) سرمایہ‌داروں نے ایک لاکھ ۲۰ ھزار روبل سالانہ کی موٹی ''ملازمت،، دے دی — تو یہ سب کیا ھے؟ براہ راست یا بالواسطہ رشوت؟ حکومت اور سینڈیکیٹوں کا اتحاد یا ''محض،، دوستانہ تعلقات؟ چیرنوف اور تسرےتیلی، اوکسین‌تیف اور اسکوبیلیف جیسے لوگ اسمیں کیا رول ادا کرتے ھیں؟ وہ خزانہ لوٹنےوالے کروڑپتیوں کے ''براہ راست،، اتحادی ھیں یا صرف بالواسطہ اتحادی؟

کسی جمہوری ریپبلک میں ''دولت،، کے ھمہ‌گیر اقتدار کے زیادہ پراعتماد ھونے کی وجہ یہ بھی ھے کہ وہ سیاسی مشینری کی الگ الگ خامیوں پر، سرمایہ‌داری کے برے سیاسی چھلکے پر منحصر نہیں ھوتا۔ جمہوری ریپبلک سرمایہ‌داری کیلئے بہترین امکانی سیاسی چھلکا ھے اور اسی لئے ایک بار سرمایہ اس بہترین چھلکے کی ملکیت حاصل کرنے کے بعد (پالچینسکیوں، چیرنوفوں، تسرےتیلیوں اینڈ کمپنی کے ذریعہ) اپنے اقتدار کو اتنے اعتماد، اتنے یقین کے ساتھ جماتا ھے کہ بورژوا جمہوری ریپبلک میں اشخاص، اداروں یا پارٹیوں میں کوئی بھی تبدیلی اسکو نہیں ھلا سکتی۔

ھمیں اس بات کی طرف بھی توجہ کرنی چاھئے کہ اینگلس پورے بھروسے کے ساتھ عام حق‌رائے دھی کو بورژوازی کے تسلط کا آلہ کہتے ھیں۔ جرمن سوشل ڈیموکریسی کے طویل تجربے کے پیش نظر ھی وہ کہتے ھیں کہ عام حق‌رائے دھی

''مزدور طبقے کی پختگی کا پیمانہ ھے۔ موجودہ ریاست میں نہ تو وہ اس سے زیادہ دے سکتا ھے اور نہ کبھی دیگا۔،،

ھمارے سوشلسٹ انقلابی اور منشویک جیسے پیٹی‌بورژوا ڈیموکریٹ اور انکے سگے بھائی مغربی یورپ کے سارے سوشل شاونسٹ اور موقع پرست بھی اس عام حق‌رائے دھی سے ٹھیک اسی

''زیادہ،، کی توقع رکھتے ھیں۔ وہ خود اس خیال کے ھیں اور عوام کے دماغ میں بھی یہ غلط خیال بٹھاتے ھیں کہ ''آج کی ریاست میں،، عام حق رائےدھی واقعی اس بات کی صلاحیت رکھتا ھے کہ وہ محنت کشوں کی اکثریت کی مرضی کا اظہار کرسکے اور زندگی میں اسکے نفاذ کو مضبوط بنا سکے۔

ھم یہاں صرف اس غلط خیال کی طرف توجہ کر سکتے ھیں، صرف یہ دکھا سکتے ھیں کہ اینگلس کے بالکل صاف، ٹھیک اور ٹھوس بیان کو ''سرکاری،، (یعنی موقع پرست) سوشلسٹ پارٹیوں کے پروپیگنڈا اور ایجی‌ٹیشن میں ھر قدم پر مسخ کیا جاتا ھے۔ اس خیال کے سارے جھوٹ کی تفصیلی وضاحت جسکو اینگلس نے رد کر دیا ھے، ھمارے یہاں آگے چلکر ''آج کی،، ریاست کے بارے میں مارکس اور اینگلس کی رائے کے سلسلے میں کی گئی ھے۔

اینگلس نے اپنی رائے کے عام نتائج اپنی انتہائی مقبول عام تصنیف میں مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کئے ھیں:

''تو ریاست کا وجود ابد سے نہیں ھے۔ ایسے سماج بھی ھوئے ھیں جو اسکے بغیر بھی تھے، جو ریاست اور ریاستی اقتدار کا کوئی تصور نہ رکھتے تھے۔ معاشی ارتقا کی ایک معینہ منزل پر، جو لازمی طور پر سماج کی طبقات میں تفریق سے منسلک تھی، ریاست اس تفریق کے باعث ضروری ھوگئی۔ اب ھم پیداوار کے ارتقا کی ایسی منزل کی طرف تیزی سے بڑھ رھے ھیں جس میں ان طبقات کا وجود نہ صرف ضروری نہیں رھےگا بلکہ پیداوار کے لئے براہ راست رکاوٹ بن جائےگا۔ طبقات اسی طرح لازمی طور پر غائب ھوجائیں‌گے جیسے وہ ماضی میں لازمی طور پر نمودار ھوئے تھے۔ طبقات کے غائب ھونے پر لازمی طور سے ریاست بھی غائب ھو جائےگی۔ سماج، جو پیداوار کرنے والوں کے آزاد اور مساوی اتحاد کی بنا پر پیداوار کو نئے طریقے سے منظم کریگا، ساری ریاستی مشینری کو اسکے صحیح مقام پر بھیجدیگا یعنی آثار قدیمہ کے میوزیم میں، چرخوں اور کانسے کی کلہاڑیوں کے پہلو میں۔،،

ہمیں یہ اقتباس موجودہ سوشل ڈیموکریسی کے پروپیگنڈا اور ایجی‌ٹیشن کے لٹریچر میں کم نظر آتا ہے۔ لیکن جب کبھی یہ اقتباس ملتا ہے تو اسکا حوالہ زیادہ تر اس طریقے سے دیا جاتا ہے جیسے کوئی کسی مذہبی شبیہہ کے سامنے احترام سے جھکے یعنی اینگلس کے لئے رسمی طور پر احترام کا اظہار کیا جاتا ہے، اس بات کو سمجھنے کی کوشش کئے بغیر کہ اس انقلاب کا کیسی وسعت اور گہرائی سے اندازہ لگایا جاتا ہے جو اس ''ساری ریاستی مشینری کو آثارقدیمہ کے میوزیم بھیجنے،، کا تصور پیش کرتا ہے۔ زیادہ تر یہ بھی نہیں سمجھا جاتا کہ اینگلس جسکو ریاستی مشینری کہتے ہیں وہ کیا چیز ہے۔

۴۔ ریاست کا ''رفتہ رفتہ مٹنا،، اور تشددآمیز انقلاب

ریاست کے ''رفتہ رفتہ مٹنے،، کے بارے میں اینگلس کے الفاظ اس قدر مشہور ہیں، انکا اتنا زیادہ حوالہ دیا جاتا ہے اور وہ اتنی وضاحت کے ساتھ یہ دکھاتے ہیں کہ موقع‌پرستی میں مارکس‌ازم کے ساتھ جعل سازی کا نچوڑ کیا ہے کہ ہمیں ان پر تفصیل سے روشنی ڈالنا چاہئے۔ ہم اس تمام بحث کو پیش کریں‌گے جس سے یہ الفاظ لئے گئے ہیں:

''پرولتاریہ ریاستی اقتدار پر قبضہ کرکے سب سے پہلے ذرائع پیداوار کو ریاستی ملکیت بناتا ہے۔ لیکن اس طرح وہ پرولتاریہ کی حیثیت سے اپنے کو ختم کر لیتا ہے، سارے طبقاتی امتیاز اور طبقاتی تضاد ختم کر دیتا ہے اور اس کے ساتھ ریاست کو بھی ریاست کی حیثیت سے ختم کر دیتا ہے۔ جو سماج پہلے تھا اور اب بھی موجود ہے اس کو طبقاتی تضادات کے درمیان کارفرما ہوتے ہوئے ریاست کی ضرورت تھی یعنی استحصال کرنے والے طبقے کی ایک تنظیم کی تاکہ وہ پیداوار کی اپنی خارجی شرائط کو برقرار رکھ سکے اور اسی لئے، خاص طور سے، موجودہ طریقۂ پیداوار کے متعین کئے ہوئے جبر و تشدد

کے حالات میں (غلامی، کسان غلامی، اجرتی محنت) استحصال کے شکار طبقے کو جبر یہ قائم رکھنے کے مقصد سے۔ ریاست مجموعی طور پر سماج کی سرکاری نمائندہ تھی، مجسم کارپوریشن میں اس کا ارتکاز تھا۔ لیکن وہ ایسی صرف اس حد تک تھی جس حد تک وہ اس طبقے کی ریاست تھی جو اپنے دور کیلئے سارے سماج کا واحد ترجمان ہوتا تھا: قدیم زمانے میں وہ غلام دار شہریوں کی ریاست تھی، ازمنۂ وسطی میں جاگیردار امرا کی اور ہمارے زمانے میں بورژوازی کی۔ اور جب آخر میں ریاست پورے سماج کی حقیقی نمائندہ بنتی ہے تو وہ اپنے آپ کو بے ضرورت بنا دیتی ہے۔ اس وقت سے جب کوئی ایسا سماجی طبقہ نہیں رہ جاتا جسکو دباؤ میں رکھنے کی ضرورت ہو، اس وقت سے جب طبقاتی حکمرانی اور پیداوار میں موجودہ نراج کی وجہ سے انفرادی وجود کی جدوجہد کے ساتھ وہ تصادم اور شدائد (انتہا پرستی) جو اس جدوجہد سے پیدا ہوتے ہیں، غائب ہو جاتے ہیں — اس وقت سے کسی کو نہیں دبایا جائیگا اور دباؤ ڈالنےوالی مخصوص طاقت، ریاست کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ پہلا اقدام جس کے ذریعہ ریاست حقیقت میں سارے سماج کی نمائندہ کی حیثیت سے سامنے آتی ہے — سماج کی طرف سے ذرائع پیداوار کا مالک بن بیٹھنا ہے — یہ ریاست کی حیثیت سے اسکا آخری آزاد اقدام بھی ہے۔ سماجی تعلقات میں ریاستی اقتدار کی مداخلت یکے بعد دیگرے ہر شعبے میں بے ضرورت ہوتی جاتی ہے اور پھر خود ہی مرجاتی ہے۔ اشخاص کی حکومت کی جگہ چیزوں کا انتظام اور پیداواری عوامل کی رہنمائی لےلیتی ہے۔ ریاست ''منسوخ،، نہیں ہوتی بلکہ وہ رفتہ رفتہ مٹ جاتی ہے۔ اس بنیاد پر ''آزاد عوامی ریاست،، کے فقرے کے معنی کا اندازہ لگانا چاہئے، فقرہ جو ایجی‌ٹیشن کے نقطۂ نظر سے کچھ وقت کے لئے بجا طور پر استعمال کیا جا سکتا تھا اور آخری اندازے میں سائنسی طور پر ناموزوں تھا۔ اس بنیاد پر نام نہاد انارکسٹوں کے اس مطالبے کا بھی اندازہ لگانا

چاہئے کہ ریاست کو بس فوراً منسوخ کر دیا جائے،، (''اینٹی ڈیورنگ،، ۔ ''سائنس میں الٹ پلٹ، جو جناب ایوگینی ڈیورنگ کی تخلیق ہے،، صفحات ۳۰۳ — ۳۰۱، تیسرا جرمن ایڈیشن) ۔

بلا کسی غلطی کے خوف کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اینگلس کی اس بحث سے، جو لاجواب خیالات سے مالامال ہے، صرف ایک نکتہ موجودہ سوشلسٹ پارٹیوں میں سوشلسٹ خیال کا واقعی جز بن چکا ہے یعنی یہ کہ بقول مارکس کے ریاست ''رفتہ رفتہ مٹ جاتی ہے،، ، جو انارکسٹوں کے اس نظرئے سے مختلف ہے کہ ریاست ''منسوخ،، ہو جاتی ہے ۔ اس حد تک مارکس ازم کی کتربیونت کرنے کا مطلب اسکو موقع پرستی تک گرا دینا ہے کیونکہ یہ ''توضیح،، ایک سست، ہموار اور رفتہ رفتہ تبدیلی کا، چھلانگوں اور طوفانوں کی غیرموجودگی کا، انقلاب کی غیر موجودگی کا صرف ایک بہت مبہم تصور پیدا کرتی ہے ۔ ریاست کے ''رفتہ رفتہ مٹنے،، کا مطلب، رائج، عام طور پر پھیلے ہوئے اور اگر اس طرح کہا جا سکتا ہے، مقبول تصور کے لحاظ سے بلا شبہ اگر انقلاب سے انکار نہیں تو اسکو غیرواضح بنانا ضرور ہے ۔

بہرحال ایسی ''توضیح،، مارکس ازم کو بھونڈے طریقے سے مسخ کرنا ہے جو صرف بورژوازی کیلئے مفید ہے ۔ نظریاتی لحاظ سے اسکی بنیاد ایسے انتہائی اہم واقعات اور خیالات کو نظر انداز کرنے پر ہے جنکا حوالہ اینگلس کی ''مختتم''بحث میں ہے جس کو ہمنے پورا کا پورا یہاں دے دیا ہے ۔

اول، اینگلس نے اس بحث کی ابتدا ہی میں کہا ہے کہ ریاستی اقتدار پر قبضہ جما کر پرولتاریہ ''اس طرح ریاست کو ریاست کی حیثیت سے ختم کردیتا ہے،، ۔ اسکا کیا مطلب ہے، اسکے بارے میں سوچنا ''منظور نہیں،، ہے ۔ عام طور پر یا اسکو قطعی نظر انداز کردیا جاتا ہے یا اسکو اینگلس کی ''ہیگلیائی کمزوری،، سمجھا جاتا ہے ۔ دراصل ان الفاظ میں ایک بہت ہی بڑے پرولتاری انقلاب کے تجربے کا، ۱۸۷۱ء کے پیرس کمیون کے تجربے کا مختصر

طور سے اظہار کیا گیا ہے جسکا ذکر ہم زیادہ تفصیل سے مناسب جگہ پر کرینگے۔ دراصل اینگلس یہاں پرولتاری انقلاب کے ہاتھوں بورژوا ریاست کے ''خاتمے،، کے بارے میں بتاتے ہیں جبکہ ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے کے الفاظ کا تعلق سوشلسٹ انقلاب کے بعد پرولتاری ریاست کی باقیات سے ہے۔ اینگلس کے بیان کے مطابق بورژوا ریاست ''رفتہ رفتہ مٹتی،، نہیں ہے بلکہ پرولتاریہ اسکو انقلاب کے دوران ''ختم،، کردیتا ہے۔ اس انقلاب کے بعد جو رفتہ رفتہ مٹتا ہے وہ پرولتاری ریاست یا نیم ریاست ہے۔

دوسرے، ریاست ''دباؤ کے لئے مخصوص طاقت،، ہے۔ اینگلس کی اس لاجواب تعریف میں اعلی درجے کی گہرائی ہے اور اسکو انھوں نے بڑی صفائی سے پیش کیا ہے۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس ''دباؤ کے لئے مخصوص طاقت،، کی جگہ، جس کے ذریعہ بورژوازی پرولتاریہ کو، مٹھی بھر امیر لوگ کروڑوں محنت کشوں کو دباتے ہیں، ''دباؤ کے لئے اس مخصوص طاقت،، کو لینا چاہئے جسکے ذریعہ پرولتاریہ (پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ) بورژوازی کو دبا سکے۔ ''ریاست کی حیثیت سے ریاست کے خاتمے،، کا ٹھیک یہی مطلب ہے۔ ٹھیک یہی ''اقدام،، ہے سماج کی طرف سے ذرائع پیداوار پر ملکیت حاصل کرنے کا۔ اور یہ بات خود واضح ہے کہ ایک (بورژوا) ''مخصوص طاقت،، کی جگہ دوسری (پرولتاری) ''مخصوص طاقت،، کو اس طرح لانا ''رفتہ رفتہ مٹنے،، کی صورت میں ممکن نہیں ہے۔

تیسرے، ریاست کے ''رفتہ رفتہ مٹنے،، اور اس سے بھی زیادہ تشریحی اور رنگین الفاظ میں ''مرجانے،، کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے اینگلس نے بہت صاف اور واضح طور پر اس دور کا حوالہ دیا ہے جو ''سارے سماج کی طرف سے ذرائع پیداوار پر ریاست کے ملکیت حاصل کرنے،، کے بعد آئیگا یعنی سوشلسٹ انقلاب کے بعد۔ ہم سب جانتے ہیں کہ اس وقت ''ریاست،، کی سیاسی شکل انتہائی مکمل جمہوریت ہوگی۔ لیکن کسی موقع پرست کے سر میں نہیں سماتا، جو بےشرمی سے مارکس‌ازم کو مسخ کرتے ہیں، کہ اینگلس یہاں جمہوریت کے ''مرجانے،، اور ''رفتہ رفتہ مٹنے،، کا ذکر کرتے

ہیں ۔ یہ پہلی نظر میں تو عجیب سا لگتا ہے ۔ لیکن یہ ''ناقابل فہم،، صرف ان لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے یہ نہیں سوچا ہے کہ جمہوریت بھی ریاست ہوتی ہے اور اس طرح جب ریاست غائب ہوتی ہے تو جمہوریت بھی غائب ہوجاتی ہے ۔ صرف انقلاب ہی بورژوا ریاست کو ''ختم،، کر سکتا ہے ۔ عام طور پر ریاست یعنی انتہائی مکمل جمہوریت صرف ''رفتہ رفتہ مٹ،، سکتی ہے ۔

چوتھے، اپنا یہ مشہور نظریہ مرتب کرنے کے بعد کہ ''ریاست رفتہ رفتہ مٹ جاتی ہے،، اینگلس فوراً ٹھوس طریقے سے وضاحت کرتے ہیں کہ یہ نظریہ موقع پرستوں اور انارکسٹوں دونوں کی مخالفت کے لئے ہے ۔ ایسا کرتے ہوئے اینگلس ''ریاست رفتہ رفتہ مٹ جانے،، کے نظرئے کی بنا پر اس نتیجے کو اولیں جگہ دیتے ہیں جس کا رخ موقع پرستوں کے خلاف ہے ۔

یہ بات شرط لگا کر کہی جا سکتی ہے کہ ان ہر دس ہزار لوگوں میں سے جنہوں نے ریاست کے ''رفتہ رفتہ مٹنے،، کے بارے میں پڑھا یا سنا ہے ۹۹۹۰ لوگ اس بات سے بالکل بےخبر ہیں یا ان کو یاد نہیں ہے کہ اینگلس نے اس نظرئے سے اخذ کئے ہوئے اپنے نتائج کا رخ صرف انارکسٹوں کے خلاف نہیں رکھا ہے ۔ اور بقیہ دس لوگوں میں سے نو ''آزاد عوامی ریاست،، کے معنی اور یہ بھی نہیں جانتے کہ اس نعرے پر حملے کے معنی موقع پرستوں پر حملے کے کیوں ہیں ۔ تاریخ اسی طرح لکھی جاتی ہے! اسی طرح عظیم انقلابی تعلیم کو مخفی طور پر جھٹلایا جاتا ہے اور رائج تنگ نظری کے مطابق ڈھالا جاتا ہے ۔ انارکسٹوں کے خلاف اخذ کیا ہوا نتیجہ ہزاروں بار دھرایا جا چکا ہے، اسکو بھونڈا بنایا گیا ہے، انتہائی چھچھوری صورت میں لوگوں کے دماغوں میں ٹھونسا گیا ہے اور اس نے ایک تعصب کی صورت اختیار کرلی ہے جبکہ موقع پرستوں کے خلاف نتیجے کو مبہم بناکر ''فراموش،، کردیا گیا ہے ۔

آٹھویں دھائی میں جرمن سوشل ڈیموکریٹوں میں ''آزاد عوامی ریاست،، پروگرام‌والا مطالبہ اور چلتا ہوا نعرہ تھا ۔ یہ نعرہ سیاسی مواد سے بالکل عاری ہے سوائے اسکے کہ وہ جمہوریت کے نظرئے

کو شاندار عامیانہ طریقے سے پیش کرتا ہے۔ جس حد تک اس میں قانونی طور پر جمہوری ریپبلک کی طرف اشارہ کیا گیا، اس حدتک اینگلس اسکے استعمال کو ''کچھ وقت کے لئے،، ایجی‌ٹیشن کے نقطۂ نظر سے ''جائز،، سمجھنے کو تیار ہوگئے۔ لیکن یہ موقع پرست نعرہ تھا کیونکہ یہ نہ صرف بورژوا جمہوریت کے آرائش حسن کیلئے تھا بلکہ عام طور سے ہر ریاست پر سوشلسٹ تنقید کو سمجھنے میں ناکامی بھی تھا۔ سرمایہ‌دار نظام کے تحت پرولتاریہ کے لئے ریاست کی بہترین شکل کی حیثیت سے ہم جمہوری ریپبلک کے حق میں ہیں لیکن ہمیں یہ بھولنے کا کوئی حق نہیں ہے کہ انتہائی جمہوری بورژوا ریپبلک میں بھی اجرت کی غلامی لوگوں کا نوشتۂ تقدیر ہے۔ مزید یہ کہ ہر ریاست مظلوم طبقے پر ''دباؤ کے لئے مخصوص طاقت،، ہے اس لئے ہر ریاست آزاد اور عوامی نہیں ہوتی ہے۔ مارکس اور اینگلس نے اس بات کی وضاحت باربار اپنے پارٹی رفیقوں سے آٹھویں دھائی میں کی۔

پانچویں، اینگلس کی اسی تصنیف میں، جسکی ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے کی دلیل ہر ایک کو یاد ہے، ایک دلیل تشددآمیز انقلاب کی اہمیت کے بارے میں بھی ہے۔ اینگلس نے اسکے تاریخی رول کا جو تجزیہ کیا ہے وہ تشددآمیز انقلاب کا سچ‌مچ کا قصیدہ بن گیا ہے۔ اسکو ''کوئی بھی یاد نہیں کرتا،،۔ موجودہ سوشلسٹ پارٹیوں میں ان خیالات کی اہمیت کے بارے میں بات کرنا یا سوچنا بھی پسندیدہ نہیں ہے اور لوگوں کے درمیان انکے روزمرہ کے پروپیگنڈے اور ایجی‌ٹیشن میں انکا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور اسکے باوجود وہ ریاست کے ''رفتہ رفتہ مٹنے،،، کے ساتھ لازمی طور پر مجموعی طور سے منسلک ہیں۔

یہ ہے اینگلس کی دلیل:

''...یہ بات کہ تشدد تاریخ میں ایک اور رول،، (بدی کی طاقت کے علاوہ) ''بھی ادا کرتا ہے یعنی ایک انقلابی رول، کہ مارکس کے الفاظ میں یہ ہر پرانے سماج کی دایہ ہے جو نئے سماج کی حاملہ ہوتی ہے، کہ تشدد ایک

ایسا آلہ ہے جس کے ذریعہ سماجی تحریک اپنا راستہ بناتی ہے اور مردہ، پتھرائے ہوئے سیاسی پیکروں کو توڑ پھوڑ دیتی ہے — اسکے بارے میں جناب ڈیورنگ کے یہاں ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ وہ صرف آہوں اور کراہٹوں کے ساتھ اس بات کے امکان کو تسلیم کرتے ہیں کہ استحصال کرنے والوں کی حکمرانی ختم کرنے کیلئے شاید تشدد کی ضرورت ہوگی — افسوس کی بات ہے، کیونکہ دیکھئے نا، تشدد کا ہر استعمال اس شخص کو بد اخلاق بنا دیتا ہے جو اسکو استعمال کرتا ہے۔ اور یہ اس زبردست اخلاقی اور نظریاتی ابھار کے باوجود کہا جاتا ہے جو ہر فتحیاب انقلاب کا نتیجہ رہا ہے! اور یہ جرمنی میں کہا جاتا ہے، جہاں تشددآمیز تصادم کا، جو عوام پر مسلط کیا جا سکتا ہے، کم از کم یہ فائدہ ہواہوتا کہ اس غلامانہ ذہنیت کو دھو ڈالے جو قوم کے ذہن میں تیس سالہ جنگ (۳۱) کی ذلت کی وجہ سے رچ بس گئی ہے۔ اور یہ پھیکا، غیر دلچسپ اور کمزور پادریوں جیسا طریقۂفکر اپنے کو تاریخ میں انتہائی انقلابی پارٹی پر مسلط کرنا چاہتا ہے؟،، (صفحہ ۱۹۳، تیسرا جرمن ایڈیشن، حصہ ۲، باب ۴ کا آخر)۔

تشددآمیز انقلاب کے اس قصیدے کو، جسکی طرف اینگلس نے ۱۸۷۸ء سے اور ۱۸۹۴ء تک یعنی اپنی موت کے وقت تک جرمن سوشل ڈیموکریٹوں کی توجہ مستقل طور پر دلائی، کیسے ریاست کے ''رفتہ رفتہ مٹنے،، کے نظریئے سے مربوط کیا جا سکتا ہے تاکہ واحد نظریہ بن جائے؟

عام طور پر دونوں کو متحد کیا جاتا ہے eclecticism کی مدد سے یعنی بےاصول یا سوفسطائی من مانے طریقے سے (یا صاحبان اقتدار کو خوش کرنے کے لئے) کبھی ایک اور کبھی دوسری دلیل کو لیکر اور اگر زیادہ نہیں تو ۱۰۰ میں سے ۹۹ صورتوں میں ''رفتہ رفتہ مٹنے،، کے خیال کو صف اول میں رکھا جاتا ہے۔ جدلیات کی جگہ eclecticism کو دی جاتی ہے۔ مارکس‌ازم کے تعلق سے موجودہ سرکاری سوشل ڈیموکریٹک لٹریچر میں یہ بہت ہی عام اور

وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا مظہر ہے۔ اس طرح کی تبدیلی دراصل کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اسکو یونان کے کلاسیکی فلسفے میں بھی دیکھا گیا ہے۔ موقع پرستانہ ڈھنگ سے مارکس‌ازم کو جھٹلانے کیلئے جدلیات کی جگہ eclecticism کو رکھنا لوگوں کو دھوکا دینے کا سب سے آسان طریقہ ہے۔ اس سے پرفریب اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ وہ عمل کے تمام پہلوؤں، ارتقا کے سارے رجحانوں اور سب متضاد اثرات وغیرہ کو نظر میں رکھتا ہے جبکہ حقیقت میں وہ سماجی ارتقا کے عمل کے سالم اور انقلابی خیال کو ذرا بھی نہیں پیش کرتا۔

ہم اوپر کہہ چکے ہیں اور آگے چل کر یہ زیادہ تفصیل سے بتائیں‌گے کہ تشددآمیز انقلاب کے ناگزیر ہونے کے بارے میں مارکس اور اینگلس کے نظرئے کا تعلق بورژوا ریاست سے ہے۔ اسکو ''رفتہ رفتہ مٹنے،، کے ذریعہ پرولتاری ریاست (پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ) میں نہیں بدلا جا سکتا بلکہ عام قاعدے کے مطابق صرف تشدد آمیز انقلاب کے ذریعہ بدلا جا سکتا ہے۔ اینگلس نے اسکے اعزاز میں جو قصیدہ پیش کیا ہے اور جو مارکس کے متعدد بیانوں سے مطابقت رکھتا ہے (یاد کیجئے ''فلسفے کا افلاس،، اور ''کمیونسٹ مینی‌فسٹو،، کے آخری حصے جن میں فخر کے ساتھ کھلم کھلا تشددآمیز انقلاب کے ناگزیر ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔ یاد کیجئے کہ مارکس نے تیس سال بعد ۱۸۷۵ء کے گوتھا پروگرام (۳۲) پر تنقید کرتے ہوئے کیا لکھا تھا جب انھوں نے اس پروگرام کی موقع پرستی پر سختی سے سرزنش کی ہے) — یہ قصیدہ کسی طرح محض ''جوش،، ، محض ہیجانی تقریر یا کٹ حجتی نہیں ہے۔ باقاعدگی کے ساتھ عوام کو تشددآمیز انقلاب کے اسی اور ٹھیک اسی خیال کی تربیت دینے کی ضرورت مارکس اور اینگلس کے پورے نظرئے کی بنیاد ہے۔ فی‌الحال رائج سوشل شاونسٹ اور کاؤتسکی والے رجحانات کا اس نظرئے سے غداری کا اظہار نمایاں طور پر اس سے ہوتا ہے کہ ان دونوں رجحانوں میں ایسے پروپیگنڈے اور ایجی‌ٹیشن کو نظرانداز کیا جاتا ہے۔

تشددآمیز انقلاب کے بغیر یہ ناممکن ہے کہ پرولتاری ریاست

بورژوا ریاست کو بدل دے۔ پرولتاری ریاست کا خاتمہ یعنی عام طور پر ریاست کا خاتمہ ''رفتہ رفتہ مٹنے،، کے عمل سے گزرے بغیر ناممکن ہے۔

ان خیالات کی تفصیلی اور ٹھوس وضاحت مارکس اور اینگلس نے ہر انقلابی صورت حال کے مطالعہ، ہر انقلاب کے تجربے کے سبقوں کے تجزئے کے دوران کی ہے۔ ہم اب اس طرف آئیں گے جو بلاشبہ ان کے نظرئے کا انتہائی اہم حصہ ہے۔

دوسرا باب

ریاست اور انقلاب۔ ۵۱ — ۱۸۴۸ء کا تجربہ

۱۔ انقلاب سے ماقبل

پختہ مارکس‌ازم کی پہلی تصانیف ''فلسفے کا افلاس،، اور ''کمیونسٹ مینی فسٹو،، ۱۸۴۸ء کے انقلاب سے ذرا پہلے شایع ہوئیں۔ اسی سبب سے، مارکس‌ازم کے عام اصول پیش کرنے کے علاوہ وہ ایک حد تک اس وقت کی ٹھوس انقلابی صورت حال کی عکاسی کرتی ہیں۔ اسی‌لئے شاید اسکا جائزہ لینا زیادہ مناسب ہوگا کہ ان تصانیف کے خالقوں نے ریاست کے بارے میں ۵۱ — ۱۸۴۸ء کے تجربے سے نتائج اخذ کرنے سے فوراً پہلے کیا کہا ہے۔

''فلسفے کا افلاس،، میں مارکس نے لکھا ہے: ''...مزدور طبقہ، ارتقا کے دوران، پرانے بورژوا سماج کی جگہ ایسی ایسوسی‌ایشن کو دیگا جو طبقات اور انکے تضادات کو نکال پھینکے گی، اور کوئی خاص سیاسی اقتدار نہیں رہے گا کیونکہ سیاسی اقتدار ہی بورژوا سماج میں طبقاتی تضاد کا سرکاری اظہار ہے،، (صفحہ ۱۸۲، جرمن ایڈیشن، ۱۸۸۵ء)۔

طبقات کے خاتمے کے بعد ریاست کے غائب ہونے کے خیال کی ایسی عام تشریح کا اس تشریح سے مقابلہ کرنا سبق‌آموز ہوگا جو ''کمیونسٹ مینی‌فسٹو،، میں دی گئی ہے جسکو مارکس اور اینگلس نے چند مہینے بعد یعنی نومبر ۱۸۴۷ء میں لکھا تھا:

''...پرولتاریہ کے ارتقا کے انتہائی عام ادوار کی تشریح کرتے ہوئے، ہم نے موجودہ سماج میں اس کم و بیش ڈھکی چھپی خانہ جنگی کا پتہ اس حد تک لگایا جہاں پہنچ کر یہ جنگ کھلے انقلاب کی شکل میں پھوٹ پڑتی ہے اور جہاں تشدد کے ساتھ بورژوازی کا تختہ الٹ کر پرولتاریہ اپنے تسلط کی بنیاد ڈالتا ہے...

''...ہم نے اوپر دیکھا ہے کہ مزدور انقلاب کا پہلا قدم یہ ہوتا ہے کہ وہ پرولتاریہ کو بلند کرکے حکمراں طبقے کی پوزیشن تک پہنچائے، جمہوریت کو فتح کرے۔

''پرولتاریہ اپنے سیاسی تسلط کو اسلئے استعمال کرتا ہے کہ درجہ بدرجہ وہ سارا سرمایہ بورژوازی سے چھین لے، پیداوار کے سارے آلات و اوزار ریاست کے ہاتھوں میں مرکوز کردے یعنی پرولتاریہ کے ہاتھوں میں جو حکمراں طبقے کی حیثیت سے منظم ہو اور جتنی جلد ممکن ہو مجموعی پیداواری طاقتوں میں اضافہ کرے،، (صفحات ۳۱ و ۳۷، ساتواں جرمن ایڈیشن، ۱۹۰۶ء)۔

یہاں ہم ریاست کے سوال پر مارکس‌ازم کے ایک بہت ہی لاجواب اور انتہائی اہم خیال کو کلیے کی صورت میں دیکھتے ہیں یعنی ''پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ،، کے خیال کو (جیسا کہ مارکس اور اینگلس اسکو پیرس کمیون کے بعد کہنے لگے تھے) اور ریاست کی ایک بہت ہی دلچسپ تعریف کو بھی۔ یہ بھی مارکس‌ازم کے ''بھولے بسرے الفاظ،، میں شامل ہے۔ ''ریاست یعنی حکمراں طبقے کی حیثیت سے منظم پرولتاریہ،،۔

ریاست کی اس تعریف کی وضاحت سرکاری سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں کے رائج پروپیگنڈے اور ایجی‌ٹیشن کے لٹریچر میں کبھی نہیں کی گئی ہے۔ مزید برآں، اسکو جان بوجھکر نظرانداز کیا گیا ہے کیونکہ یہ اصلاح‌پرستی سے ذرا بھی میل نہیں کھاتی اور ''جمہوریت کے پرامن ارتقا،، کے بارے میں عام موقع‌پرست تعصبات اور تنگ نظر فریبوں کے منہ پر تھپڑ ہے۔

پرولتاریہ کو ریاست کی ضرورت ہے — یہ سب موقع پرست، سوشل‌شاونسٹ اور کاؤتسکی والے دہراتے ہیں اور یقین دلاتے ہیں کہ مارکس کی تعلیم یہی ہے لیکن اسمیں یہ اضافہ کرنا ''بھول جاتے ہیں،، کہ، اول تو، مارکس کے کہنے کے مطابق پرولتاریہ کو صرف ایسی ریاست کی ضرورت ہے جو رفتہ رفتہ مٹ رہی ہے یعنی ریاست کی تشکیل اس طرح ہوئی ہو کہ وہ فوراً رفتہ رفتہ مٹنا شروع کرے اور سوائے اسکے کچھ اور نہیں کر سکتی ہو ۔ اور دوسرے یہ کہ محنت‌کش لوگوں کو ضرورت ہے ایک ''ریاست،، ''یعنی حکمراں طبقے کی حیثیت سے منظم پرولتاریہ،، کی ۔

ریاست طاقت کی ایک مخصوص تنظیم ہے، یہ تشدد کی ایک تنظیم ہے کسی نہ کسی طبقے کو دبانے کیلئے ۔ پرولتاریہ کو کس طبقے کو دبانے کی ضرورت ہے؟ بے شک، صرف استحصال کرنےوالے طبقے کو یعنی بورژوازی کو ۔ محنت‌کش لوگوں کو ریاست کی ضرورت ہے صرف استحصال کرنےوالوں کی مزاحمت کو دبانے کیلئے، اور صرف پرولتاریہ اس دباؤ کی رہنمائی کر سکتا ہے، اس پر عمل کر سکتا ہے کیونکہ پرولتاریہ ہی صرف وہ طبقہ ہے جو مستقل طور پر انقلابی ہے، صرف یہی طبقہ جو تمام محنت‌کش اور استحصال کے شکار لوگوں کو بورژوازی کے خلاف جدوجہد کیلئے، اسکو بالکل ہٹا دینے کیلئے متحد کر سکتا ہے ۔

استحصال کرنےوالے طبقوں کو استحصال برقرار رکھنے کیلئے سیاسی تسلط کی ضرورت ہے یعنی عوام کی زبردست اکثریت کے خلاف بہت ہی حقیر اقلیت کے خودغرضانہ مفادات کیلئے ۔ استحصال کے شکار طبقوں کو سیاسی تسلط کی ضرورت ہے تاکہ وہ ہر قسم کے استحصال کو بالکل ختم کردیں یعنی موجودہ دور کے غلام مالکوں — جاگیرداروں اور سرمایہ داروں پر مشتمل بہت ہی حقیر اقلیت کے خلاف لوگوں کی زبردست اکثریت کے مفادات کیلئے ۔

پیٹی‌بورژوا ڈیموکریٹوں، ان نقلی سوشلسٹوں نے جو طبقاتی جدوجہد کی جگہ طبقاتی مصالحت کے خوابوں کو لائے، سوشلسٹ تبدیلی کا تصور بھی خواب کے انداز میں کیا — استحصال کرنےوالے طبقے کا تسلط ختم کرنے کے طریقے کا نہیں بلکہ اقلیت کی پرامن

اطاعت کا اس اکثریت کے سامنے جو اپنے مقاصد کا پورا شعور رکھتی ہے - یہ پیٹی‌بورژوا یوتوپیا، جو لازمی طور پر اس خیال سے منسلک ہے کہ ریاست طبقات سے ماورا ہے، عملی طور پر محنت‌کش لوگوں کے طبقات کے مفادات سے غداری کی طرف لے جاتا تھا جیساکہ مثال کے طور پر فرانس کے ۱۸۴۸ء اور ۱۸۷۱ء کے انقلابوں کی تاریخ نے اور ۱۹ ویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کی ابتدا میں برطانیہ، فرانس، اٹلی اور دوسرے ملکوں کی بورژوا وزارتوں میں ''سوشلسٹ،، شرکت کے تجربے نے دکھایا -

مارکس اپنی ساری زندگی اس پیٹی‌بورژوا سوشلزم سے لڑتے رہے جسکی تجدید اب روس میں سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں کی پارٹیوں نے کی ہے - مارکس نے اپنے طبقاتی جدوجہد کے نظرئے کو مسلسل فروغ دیا، سیاسی اقتدار کے بارے میں، ریاست کے بارے میں نظرئے تک -

بورژوا تسلط کا تختہ صرف پرولتاریہ الٹ سکتا ہے، وہ مخصوص طبقہ جسکے وجود کے معاشی حالات اسکو اس فریضے کے لئے تیار کرتے ہیں اور اسکی تکمیل کیلئے امکان اور طاقت فراہم کرتے ہیں - جب کہ بورژوازی کسانوں اور تمام پیٹی‌بورژوا پرتوں کو توڑتی پھوڑتی اور منتشر کرتی ہے تو وہ پرولتاریہ کو متحد، مستحکم اور منظم کرتی ہے - صرف پرولتاریہ ہی اس معاشی رول کی وجہ سے جو وہ بڑے پیمانے کی پیداوار میں ادا کرتا ہے اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ ان تمام محنت‌کش اور استحصال کے شکار لوگوں کا لیڈر بنے جنکا بورژوازی، اکثر پرولتاریہ سے کم نہیں بلکہ زیادہ استحصال کرتی ہے، دباتی اور کچلتی ہے لیکن وہ اپنی نجات کیلئے کسی خود مختارانہ جدوجہد کی صلاحیت نہیں رکھتے -

طبقاتی جدوجہد کا نظریہ جسکو مارکس نے ریاست اور سوشلسٹ انقلاب کے سوال کیلئے استعمال کیا ہے لازمی طور پر پرولتاریہ کا سیاسی تسلط، اسکی ڈکٹیٹرشپ کو تسلیم کرنے کی طرف لے جاتا ہے یعنی اس اقتدار کو جسمیں کوئی دوسرا شریک نہ ہو اور جسکی پشت پناہ براہ راست عوام کی مسلح طاقت ہو - بورژوازی کا

تختہ صرف اسی طرح الٹا جا سکتا ہے کہ پرولتاریہ حکمراں طبقہ ہوجائے جو بورژوازی کی ناگزیر اور سخت مزاحمت کو کچلنے اور تمام محنت کش اور استحصال کے شکار لوگوں کو نئے معاشی نظام کے لئے منظم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

پرولتاریہ کو ریاستی اقتدار کی ضرورت ہے، طاقت کی ایک مرکوز تنظیم کی، تشدد کی تنظیم کی تاکہ وہ استحصال کرنے والوں کی مزاحمت کچلے اور سوشلسٹ معیشت کی ''تنظیم،، کے کام میں آبادی کی زبردست اکثریت کی — کسانوں، پیٹی بورژوازی اور نیم پرولتاریہ کی رہنمائی بھی کر سکے۔

مزدوروں کی پارٹی کی تربیت کے ذریعہ مارکس ازم پرولتاریہ کے ہراول دستے کی تربیت کرتا ہے جو اقتدار سنبھالنے اور سارے عوام کو سوشلزم کی طرف لے جانے، نئے نظام کی رہنمائی اور تنظیم کرنے، بورژوازی کے بغیر اور بورژوازی کے خلاف اپنی سماجی زندگی کی تنظیم کے کام میں تمام محنت کش اور استحصال کے شکار لوگوں کا معلم، رہنما اور لیڈر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسکے برعکس، آجکل جس موقع پرستی کا راج ہے وہ مزدوروں کی پارٹی کو اس طرح تربیت دیتی ہے کہ وہ مزدوروں کے ان نمائندوں کی پارٹی بن جاتی ہے جو عوام سے کٹے ہوئے ہیں اور زیادہ اچھی تنخواہ پاتے ہیں، جو سرمایہ دار نظام میں اچھی طرح ''نباہ کرتے ہیں،، اور اپنے اولیں پیدائشی حق کو روٹی کے ایک سوکھے ٹکڑے کے لئے بیچتے ہیں یعنی بورژوازی کے خلاف عوام کے انقلابی لیڈروں کی حیثیت سے اپنے رول سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔

مارکس کا یہ نظریہ — ''ریاست حکمراں طبقے کی حیثیت سے منظم پرولتاریہ ہے،، تاریخ میں پرولتاریہ کے انقلابی رول کے بارے میں ان کی ساری تعلیم سے اٹوٹ طور پر منسلک ہے۔ اس رول کی تکمیل پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ، پرولتاریہ کا سیاسی تسلط ہے۔

لیکن اگر پرولتاریہ کو ریاست کی ضرورت بورژوازی کے خلاف تشدد کی خاص تنظیم کی حیثیت سے ہے تو اس سے خودبخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کیا ایسی تنظیم کی تخلیق کا تصور پہلے سے اس ریاستی مشینری کو ختم اور برباد کئے بغیر کیا جا سکتا ہے جسکو

بورژوازی نے اپنے لئے تخلیق کیا تھا؟ ''کمیونسٹ مینی‌فسٹو،، براہ راست اس نتیجے کی طرف لےجاتا ہے اور ۱۸۵۱ء — ۱۸۴۸ء کے انقلاب کے تجربے کے نتائج اخذ کرتے ہوئے مارکس اسی نتیجے کا ذکر کرتے ہیں۔

۲۔ انقلاب کے نتائج

ریاست کے بارے میں ہماری دلچسپی کے موضوع سے متعلق مارکس نے ۱۸۵۱ء — ۱۸۴۸ء کے انقلاب سے جو نتائج اخذ کئے ہیں وہ مندرجہ ذیل بحث میں دئے گئے ہیں جو ''لوئی بوناپارٹ کا ۱۸ واں برومیر،، نامی کتاب سے لی گئی ہے:

''...لیکن انقلاب بنیادی چیز ہے۔ ابھی وہ تطہیر کے مدارج سے گزر رہا ہے۔ وہ قاعدے کے ساتھ اپنا کام کرتا ہے۔ ۲ دسمبر ۱۸۵۱ء تک،، (لوئی بوناپارٹ سے حکومت کا تختہ الٹنے کے دن تک) ''اس نے اپنے تیاری کے کام کا نصف حصہ پورا کر لیا تھا۔ اب وہ دوسرا حصہ پورا کر رہا ہے۔ پہلے اس نے پارلیمانی اقتدار کی تکمیل کی تاکہ اسکا تختہ الٹنے کا امکان فراہم ہوسکے۔ اس وقت جبکہ یہ کام اس نے کرلیا ہے وہ انتظامی اقتدار کی تکمیل میں لگ گیا ہے، اس کو انتہائی خالص مظہر بنا رہا ہے، اسکو الگ کرکے واحد مدعا کی حیثیت سے اپنے خلاف بنا رہا ہے تاکہ اسکے خلاف تباہی کی ساری طاقتیں مرکوز کر سکے،، (خط کشیدہ ہمارا ہے)۔

''اور جب انقلاب اپنے ابتدائی کام کا یہ دوسرا نصف کرلیگا تو یورپ اپنی جگہ سے اٹھےگا اور تعریف کے ساتھ کہےگا 'واہ وا، تم نے کمال کیا، بڑے میاں!،

''یہ انتظامی اقتدار معہ اپنی زبردست نوکرشاہی اور فوجی تنظیم کے، معہ اپنی پیچیدہ اور پرفن ریاستی مشینری کے، معہ اپنے پانچ لاکھ افسروں کی فوج کے اور ان کے علاوہ پانچ لاکھ سپاہیوں کی فوج کے، یہ زبردست طفیل خورا جسم جس نے ساری فرانسیسی سوسائٹی کو اپنے جال میں لپیٹ لیا

ہے اور اسکے تمام مسامات کو بند کر دیا ہے مطلق العنان شاہی کے زمانے میں جاگیردار نظام کے زوال کے ساتھ ساتھ ابھرا تھا، زوال جس کو اس جسم نے تیز کرنے میں مدد دی۔،، پہلے فرانسیسی انقلاب نے مرکزیت کو فروغ دیا، ''لیکن بیک وقت اس نے سرکاری اقتدار کی وسعت، خصوصیات اور ایجنٹوں کی تعداد میں اضافہ کیا۔ نپولین نے اس ریاستی مشینری کی تکمیل کی،،۔ جائز شاہی اور جولائی کی شاہی نے ''اسمیں محنت کی اور زیادہ تقسیم کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا...

''...آخر میں، انقلاب کے خلاف اپنی جدوجہد میں پارلیمانی ریپبلک اس بات پر مجبور ہوئی کہ وہ جبر و تشدد کے اقدامات کے ساتھ سرکاری اقتدار کے وسائل اور مرکزیت کو مضبوط بنائے۔ سارے انقلابوں نے اس مشینری کو توڑنے کے بجائے اسکو مکمل بنایا،، (خط کشیدہ ہمارا ہے)۔ ''ان پارٹیوں نے جنھوں نے ایک دوسرے کو ہٹا کر تسلط کے لئے جدوجہد کی اس زبردست ریاستی ڈھانچے پر قبضہ کو اپنی فتح کا خاص مال غنیمت سمجھا (''لوئی بوناپارٹ کا ۱۸ واں برومیر،،۔ صفحات ۹۹ — ۹۸، چوتھا ایڈیشن، ہیمبرگ، ۱۹۰۷ء)۔

اس لاجواب بحث میں مارکس‌ازم نے بمقابلہ ''کمیونسٹ مینی‌فسٹو،، کے ایک زبردست قدم آگے بڑھایا۔ موٴخرالذکر میں ریاست کے سوال کو اس وقت تک بہت ہی مجرد طریقے پر، انتہائی عام مفہوم اور الفاظ میں پیش کیا گیا تھا۔ مندرجہ بالا اقتباس میں اس سوال کو انتہائی ٹھوس طریقے پر لیا گیا ہے اور نتیجہ بہت ہی ٹھیک، واضح اور عملی طور پر صریحی ہے کہ سارے پچھلے انقلابوں نے ریاستی مشینری کو مکمل بنایا جبکہ اسکو توڑنا، پاش پاش کرنا چاہئے تھا۔

یہ نتیجہ ریاست کے مارکسی نظرئے میں خاص اور بنیادی نکتہ ہے۔ اور ٹھیک اسی بنیادی نکتے کو حکمراں سرکاری سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں نے نہ صرف بالکل فراموش کیا بلکہ دراصل دوسری انٹرنیشنل کے سب سے ممتاز نظریہ‌داں کارل کاؤتسکی

نے اسکو مسخ کیا (جیسا کہ ہم بعد میں دیکھیں گے)۔

''کمیونسٹ مینی فسٹو،، نے تاریخ کے عام نتائج پیش کئے ہیں جو ہم کو مجبور کرتے ہیں کہ ریاست کو طبقاتی حکمرانی کا ادارہ سمجھیں، اور ہم کو اس ناگزیر نتیجے کی طرف لے جاتے ہیں کہ پرولتاریہ پہلے سے سیاسی اقتدار حاصل کئے بغیر، سیاسی تسلط حاصل کئے بغیر، ریاست کو ''حکمراں طبقے کی حیثیت سے منظم پرولتاریہ،، میں تبدیل کئے بغیر بورژوازی کا تختہ نہیں الٹ سکتا اور یہ پرولتاری ریاست اس کی فتح کے بعد فوراً ہی رفتہ رفتہ مٹنے لگےگی کیونکہ ایسے سماج میں ریاست بے ضرورت ہے اور اسکا وجود ممکن نہیں جسمیں طبقاتی تضادات نہ ہوں۔ یہ سوال کہ آیا، تاریخی ارتقا کے نقطۂ نظر سے بورژوا ریاست کی جگہ پرولتاری ریاست کیسے لے یہاں نہیں اٹھایا گیا ہے۔

یہ سوال مارکس نے ۱۸۵۲ء میں اٹھایا اور اسکا جواب دیا۔ اپنے جدلیاتی مادیت کے فلسفے پر یقین رکھتے ہوئے مارکس نے ۱۸۴۸ء سے ۱۸۵۱ء تک کے انقلاب کے عظیم برسوں کے تاریخی تجربے کو اپنی بنیاد بنایا۔ یہاں بھی، تمام دوسری جگہوں کی طرح، مارکس کا نظریہ تجربے سے اخذ کیا ہوا نتیجہ ہے جو گہرے فلسفیانہ عالمی نقطۂ نظر اور تاریخ کے زبردست علم سے روشن ہے۔

ریاست کے سوال کو ٹھوس طریقے سے پیش کیا گیا ہے: کیسے بورژوا ریاست، بورژوازی کے تسلط کے لئے ضروری ریاستی مشینری تاریخی طور پر وجود میں آئی؟ کیا تبدیلیاں اسمیں ہوئیں، بورژوا انقلابوں کے دوران اور مظلوم طبقوں کے خودمختارانہ اقدام کے دوبدو اس کا کیا ارتقا ہوا؟ اس ریاستی مشینری کے تعلق سے پرولتاریہ کے فریضے کیا ہیں؟

مرکوز ریاستی اقتدار جو بورژوا سماج کی خصوصیت ہے مطلق العنانی کے زوال کے دور میں ظہور میں آیا۔ دو ادارے — نوکرشاہی اور مستقل فوج اس ریاستی مشینری کی بڑی خصوصیات ہیں۔ مارکس اور اینگلس نے اپنی تصانیف میں باربار یہ دکھایا ہے کہ ہزاروں رشتوں کے ذریعہ یہ ادارے بورژوازی ہی سے کس طرح متعلق ہیں۔ ہر مزدور کا تجربہ اس تعلق کو انتہائی واضح اور مؤثر

طریقے سے دکھاتا ہے۔ اپنے تلخ تجربے سے مزدور طبقہ اس تعلق کو پہچاننا سیکھتا ہے۔ اسی لئے وہ اس نظرئے کو جو اس رشتے کی ناگزیریت کا اظہار کرتا ہے اتنی آسانی سے سمجھ لیتا ہے اور اس پر مضبوطی سے عبور حاصل کر لیتا ہے، اس نظریہ کو جس سے پیٹی بورژوا ڈیموکریٹ یا تو اپنی جہالت اور لاپروائی سے انکار کرتے ہیں یا اور زیادہ لاپروائی سے ''عام طور پر،، تسلیم کرتے ہیں لیکن مناسب عملی نتائج اخذ کرنا بھول جاتے ہیں۔

نوکرشاہی اور مستقل فوج بورژوا سماج کے جسم پر ''جونک،، کی طرح ہیں، ایسی جونک جو سماج کو چھلنی کرنےوالے اندرونی تضادات کی تخلیق ہے، لیکن یہی جونک اسکے تمام زندہ مسامات کو ''گھونٹ،، دیتی ہے۔ کاؤتسکی والی موقع پرستی جو اب سرکاری سوشل ڈیموکریسی میں پھیلی ہوئی ہے اس خیال کو کہ ریاست ایک طفیل خورا ادارہ ہے، انارکزم کی خاص اور غیرمعمولی خصوصیت سمجھتی ہے۔ یہ قدرتی بات ہے کہ مارکسازم کی یہ توڑ مروڑ ان تنگ نظر لوگوں کے لئے بےحد موزوں ہے جنھوں نے ''وطن کی دفاع،، کے نظرئے کو استعمال کرکے سامراجی جنگ کو بجا قرار دینے اور سجا بناکر پیش کرنے کی انسنی شرمناک حد تک سوشلزم کو گرادیا ہے۔ لیکن بہرحال یہ بلاشبہ توڑ مروڑ ہے۔

سارے بورژوا انقلابوں کے دوران جو یورپ نے جاگیردار نظام کے زوال کے وقت سے بڑی تعداد میں دیکھے ہیں اس نوکرشاہی اور فوجی مشینری کا ارتقاء، تکمیل اور مضبوطی ہوتی ہے۔ خصوصاً پیٹی بورژوازی ہی بڑی بورژوازی کی طرف کھنچتی ہے اور بڑی حد تک اس مشینری کے ذریعہ اسکی ماتحت بن جاتی ہے جو کسانوں، چھوٹے کاریگروں اور تاجروں وغیرہ کے اوپری پرتوں کو نسبتاً آرام‌دہ، پر سکون اور معزز جگہیں دیکر ان کو عام لوگوں سے بلند کرتی ہے۔ روس میں ۲۷ فروری ۱۹۱۷ء کے بعد (۳۳) چھہ مہینوں میں جو کچھ ہوا اسکو لیجئے۔ وہ سرکاری ملازمتیں جو پہلے ترجیحی طور پر سیاہ صدوالوں کو (۳۴) دی جاتی تھیں اب کیڈیٹوں (۳۵)، منشویکوں اور سوشلسٹ انقلابیوں کا مال غنیمت بن گئی ہیں۔ کسی نے واقعی سنجیدہ اصلاحات کرنے کے بارے میں سوچا ہی نہیں۔

''آئین‌ساز اسمبلی کے انعقاد تک،، ان کو ملتوی کرنے اور آئین‌ساز اسمبلی کے انعقاد کو رفتہ رفتہ جنگ کے بعد تک ملتوی رکھنے کی ہر کوشش کی گئی (۳۶)! لیکن لوٹ کی تقسیم میں، وزیروں، نائب وزیروں اور گورنر جنرلوں وغیرہ کی گدیاں سنبھالنے میں کوئی تاخیر نہیں کی گئی، اور کسی آئین‌ساز اسمبلی کا انتظار نہیں کیا گیا! حکومت کی تشکیل میں جو تال میل کا کھیل کھیلا گیا ہے اسکا مافیہ ''لوٹ،، کی اس تقسیم اور تقسیم نو کا اظہار ہے جو اوپر اور نیچے، سارے ملک میں، مرکزی اور مقامی انتظام کے ہر شعبے میں ہو رہی ہے - ۲۷ فروری سے ۲۷ اگست ۱۹۱۷ء کے چھ مہینوں کے نتائج، معروضی نتائج بلاشبہ یہ ہیں: اصطلاحات کا التوا، سرکاری ملازمتوں کی تقسیم اور کچھ تقسیم نو کے ذریعہ تقسیم کی ''غلطیوں،، کی تصحیح -

لیکن نوکرشاہی مشینری کی ''تقسیم نو،، مختلف بورژوا اور پیٹی بورژوا پارٹیوں میں (مثال کے طور پر روس میں کیڈیٹوں، سوشل انقلابیوں اور منشویکوں میں) جتنی زیادہ ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ مظلوم طبقوں اور ان کے سربراہ پرولتاریہ کیلئے سارے بورژوا سماج کی طرف انکی اٹل مخاصمت صاف ہوتی جاتی ہے - یہاں سے تمام بورژوا پارٹیوں کے لئے، حتی کہ ان میں انتہائی جمہوری اور ''انقلابی جمہوری،، پارٹیوں کیلئے یہ ضرورت پیدا ہوتی ہے کہ وہ انقلابی پرولتاریہ کے خلاف اپنے جابرانہ اقدام تیز کردیں، جبر و ظلم کی مشینری یعنی اسی ریاستی مشینری کو زیادہ مضبوط بنائیں۔ واقعات کی یہ رو انقلاب کو مجبور کرتی ہے کہ وہ ریاستی اقتدار کے خلاف ''تباہی کی تمام طاقتوں کو مرکوز کردے،، اور اپنے سامنے یہ فریضہ رکھے کہ وہ ریاستی مشینری کو بہتر نہیں بنائےگا بلکہ اسکو توڑیگا اور تباہ کریگا -

یہ کوئی منطقی بحث نہ تھی بلکہ واقعات کا حقیقی ارتقا، ۱۸۵۱ء — ۱۸۴۸ء کا حقیقی تجربہ تھا جس نے فریضے کو اس طرح پیش کرنے کی طرف رہنمائی کی - مارکس کس حد تک سختی کے ساتھ تاریخی تجربے کی ٹھوس بنیاد پر قائم رہے اسکو اس واقعہ سے دیکھا جا سکتا ہے کہ ۱۸۵۲ء میں انہوں نے ابھی اسکے بارے

میں ٹھوس سوال نہیں اٹھایا تھا کہ تباہ کی جانے والی ریاستی مشینری کی جگہ کونسی چیز لےگی۔ تجربے نے اس سوال کےلئے اس وقت تک مواد نہیں فراہم کیا تھا جسکو تاریخ نے بعد کو، ۱۸۷۱ء میں ایجنڈے پر رکھا۔ ۱۸۵۲ء میں حقیقی تاریخی مشاھدے کی صحت کے ساتھ بس یہی ثابت کیا جا سکا کہ پرولتاری انقلاب ریاستی اقتدار کے خلاف ''تباھی کی تمام طاقتیں مرکوز کرنے''، ریاستی مشینری کو ''توڑ دینے'' کے فریضے تک قریب پہنچ گیا ھے۔

یہاں یہ سوال اٹھ سکتا ھے، کیا مارکس کے تجربے، مشاھدات اور نتائج کا عام طور پر اطلاق کرنا، ان کو ایسے حدود پر منطبق کرنا جو فرانس کے تین برسوں، ۱۸۵۱ء—۱۸۴۸ء کی تاریخ سے کہیں زیادہ وسیع ھیں صحیح ھوگا؟ اس سوال کی چھان‌بین سے پہلے ھم اینگلس کے ایک ریمارک کا ذکر کرینگے اور پھر واقعات کا جائزہ لیں‌گے۔ ''۱۸ ویں برومیر'' کے تیسرے ایڈیشن کے پیش لفظ میں اینگلس نے لکھا:

''...فرانس ایسا ملک ھے جہاں کسی دوسرے ملک سے زیادہ ھر بار تاریخی طبقاتی جدوجہد فیصلہ کن انجام تک چلی۔ فرانس میں ان بدلتے ھوئے سیاسی ڈھانچوں نے اپنی نمایاں چھاپ چھوڑی جن کے اندر یہ طبقاتی جدوجہد چلی اور جن کے اندر اسکے نتائج کا اظہار ھوا۔ ازمنۂوسطی میں جاگیردار نظام کے مرکز، نشاۃ ثانیہ سے یکساں پرتدار شاھی کے مثالی ملک، فرانس نے عظیم انقلاب میں جاگیردار نظام کو ڈھا دیا اور ایسی کلاسیکی صفائی رکھنےوالی خالص بورژوا حکمرانی قائم کی جو یورپ کے کسی دوسرے ملک میں نہیں تھی۔ اور حکمراں بورژوازی کے خلاف سر اٹھاتے ھوئے پرولتاریہ کی جدوجہد نے یہاں ایسی شدت اختیار کی جو کسی دوسرے ملک میں نہیں پائی جاتی ھے (صفحہ ۴، ۱۹۰۷ء کا ایڈیشن)۔

آخری ریمارک پرانا ھو چکا ھے کیونکہ ۱۸۷۱ء سے فرانسیسی پرولتاریہ کی انقلابی جدوجہد میں وقفہ ھوا ھے، چاھے یہ وقفہ لمبا ھی کیوں نہ ھو لیکن وہ اس امکان کو خارج نہیں کرتا کہ آنےوالے

پرولتاری انقلاب میں فرانس یہ دکھائے کہ طبقاتی جدوجہد کو آخر تک پہنچانے میں وہ کلاسیکی ملک ہے۔

آئیے، ہم انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے ابتدائی دور میں ترقی‌یافتہ ملکوں کی تاریخ پر ایک عام نظر ڈالیں۔ ہم دیکھیں‌گے کہ یہی عمل زیادہ سست رفتار سے، زیادہ مختلف شکلوں میں اور زیادہ وسیع میدان میں جاری رہا، ایک طرف ''پارلیمانی اقتدار،، کی ترتیب ریپبلکن ملکوں (فرانس، امریکہ، سوئٹزرلینڈ میں) اور شاہی ملکوں (برطانیہ، ایک حد تک جرمنی میں، اٹلی اور اسکینڈی‌نیویائی ملکوں وغیرہ میں) دونوں میں کی جارہی تھی، دوسری طرف مختلف بورژوا اور پیٹی بورژوا پارٹیوں میں جو ملازمتوں کی ''لوٹ،، کی تقسیم اور تقسیم نو کرتی تھیں، اقتدار کی جدوجہد بورژوا نظام کی بنیادوں میں تبدیلی کئے بغیر چلتی رہی اور آخر میں ''انتظامی اقتدار،، ، اسکی نوکرشاہی اور فوجی مشینری کی تکمیل اور مضبوطی کی گئی۔

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ خصوصیات عام طور پر سرمایہ‌دار ملکوں کے سارے جدیدترین ارتقا میں مشترک ہیں۔ تین برسوں (۵۱ — ۱۸۴۸ء) میں فرانس نے تیز رفتار، شدید، مرکوز صورت میں ارتقا کے ان ہی عوامل کا اظہار کیا ہے جو ساری سرمایہ‌دار دنیا کی خصوصیت ہیں۔

خاص طور سے سامراج نے جو بینک‌والے سرمائے کا دور، بہت بڑی بڑی سرمایہ‌دار اجارے داریوں کا دور، اجارے دارانہ سرمایہ‌داری سے بڑھکر ریاستی اجارے‌دارانہ سرمایہ‌داری بننے کا دور ہے ''ریاستی مشینری،، کی غیرمعمولی مضبوطی اور پرولتاریہ کے خلاف جبر و تشدد کے اقدامات کو زیادہ شدید بنانے کے تعلق سے شاہی اور انتہائی آزاد ریپبلکن ملکوں دونوں میں نوکرشاہی اور فوجی مشینری میں بےمثال اضافہ کا اظہار کیا ہے۔

عالمی تاریخ اسوقت بلاشبہ ۱۸۵۲ء کی بہ نسبت بےنظیر بڑے پیمانے پر ریاستی مشینری کی ''تباہی،، کیلئے پرولتاری انقلاب کی ''تمام طاقتوں کو مرکوز،، کرنے کی تیاری کر رہی ہے۔

پرولتاریہ اسکی جگہ پر کیا لائیگا اس کے بارے میں پیرس کمیون نے بہت ہی سبق‌آموز مواد فراہم کیا ہے۔

۱۹۰۷ء میں میرنگ نے رسالہ «Neue Zeit» (۳۷) (جلد ۲۵، ۲، صفحہ ۱۶۴) میں مارکس کے اس خط کے اقتباسات شائع کئے جو انھوں نے ۵ مارچ ۱۸۵۲ء کو ویڈیمیئر کو لکھا تھا۔ اس خط میں اور باتوں کے علاوہ یہ لاجواب دلیل بھی تھی:

''اور اب جہاں تک میرا تعلق ہے تو میرے لئے اس میں کوئی قابل تعریف بات نہیں ہے کہ میں نے موجودہ سماج میں طبقات کے وجود کا یا ان کے درمیان جدوجہد کا انکشاف کیا۔ مجھ سے بہت پہلے بورژوا مؤرخوں نے طبقات کی اس جدوجہد کے تاریخی ارتقا اور بورژوا ماہرین معاشیات نے طبقات کے معاشی ڈھانچے کی تشریح کی تھی۔ جو نئی بات میں نے کی وہ یہ ثابت کرنا تھا: ۱) کہ طبقات کا وجود صرف پیداوار کے ارتقا کے خاص تاریخی ادوار سے منسلک ہے (historische Entwicklungsphasen der Produktion)، ۲) کہ طبقاتی جدوجہد لازمی طور پر پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کی طرف لے جاتی ہے، ۳) کہ یہ ڈکٹیٹرشپ خود تمام طبقات کے خاتمے اور غیرطبقاتی سماج تک عبور پر ہی مشتمل ہوتی ہے...''

ان الفاظ میں مارکس بہت ہی صفائی کے ساتھ یہ اظہار کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں کہ اول، انکے اپنے نظرئے اور بورژوازی کے نمایاں اور بہت ہی گہرے مفکروں کے نظرئے میں کیا خاص اور بنیادی فرق ہے اور دوسرے، ریاست کے بارے میں اپنے نظرئے کا نچوڑ۔

یہ اکثر کہا اور لکھا جاتا ہے کہ مارکس کے نظرئے کا خاص نکتہ طبقاتی جدوجہد ہے۔ لیکن یہ غلط ہے اور اسی غلطی کا نتیجہ اکثر مارکس‌ازم کی موقع‌پرست توڑ مروڑ اور بورژوازی کیلئے قابل قبول جذبے میں اسکا روپ بدلنا ہوتا ہے۔ کیونکہ طبقاتی جدوجہد

* دوسرے ایڈیشن میں اضافہ کیا گیا ہے۔

کے نظرئے کی تخلیق مارکس نے نہیں کی ہے بلکہ مارکس سے پہلے بورژوازی نے کی اور اگر عام طور پر کہا جائے تو یہ بورژوازی کے لئے قابل قبول ہے۔ جو لوگ صرف طبقاتی جدوجہد کو تسلیم کرتے ہیں وہ ہنوز مارکس‌وادی نہیں ہیں، ممکن ہے کہ وہ ابھی بورژوا خیالات اور بورژوا سیاست کے حدود سے باہر نہیں نکلے ہیں۔ مارکس‌ازم کو طبقاتی جدوجہد کے نظریہ تک محدود کرنا، مارکس‌ازم کو کاٹنا پیٹنا، اسکو مسخ کرنا اور اسکو اس حد تک گرانا ہے کہ وہ بورژوازی کے لئے قابل قبول بن‌جائے۔ مارکس وادی صرف وہی ہے جو طبقاتی جدوجہد کے اعتراف کو پھیلا کر پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کے اعتراف تک لے جاتا ہے۔ اسی میں مارکس وادی اور معمولی پیٹی (اور بڑے) بورژوا کے درمیان بہت گہرا فرق ہے۔ یہی وہ کسوٹی ہے جس پر مارکس‌ازم کی حقیقی مفاہمت اور اعتراف کو پرکھنا چاہئے۔ اور یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ جب یورپ کی تاریخ نے مزدور طبقے کو عملی طور پر اس سوال سے دوچار کیا تو نہ صرف سب موقع پرست اور اصلاح پرست بلکہ سب کاؤتسکی والے بھی (اصلاح پرستی اور مارکس‌ازم کے درمیان مذبذب لوگ) پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کی تردید کرنے والے افسوسناک تنگ‌نظر اور پیٹی بورژوا ڈیموکریٹ ثابت ہوئے۔ کاؤتسکی کا پمفلٹ ''پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ،، جو اگست ۱۹۱۸ء میں شایع ہوا، یعنی موجودہ کتاب کے پہلے ایڈیشن کے بہت دن بعد، مارکس‌ازم کی پیٹی‌بورژوا توڑ مروڑ اور عملی طور پر اس سے ذلیل کنارہ‌کشی کی مثال ہے جبکہ مکاری سے زبانی طور پر اسکو تسلیم کیا جاتا ہے (دیکھئے میرا پمفلٹ ''پرولتاری انقلاب اور غدار کاؤتسکی،، ، پیٹروگراد اور ماسکو، ۱۹۱۸ء)۔

موجودہ موقع پرستی، اپنے خاص ترجمان، سابق مارکس‌وادی کارل کاؤتسکی کی صورت میں اس کردار نگاری سے بالکل مطابقت رکھتی ہے جو مارکس نے اوپر دئے ہوئے حوالے میں بورژوا پوزیشن کی کی ہے، کیونکہ یہ موقع پرستی طبقاتی جدوجہد کے اعتراف کو بورژوا تعلقات کے دائرے تک محدود رکھتی ہے۔ (اور اس دائرے میں، اس کے حدود کے اندر، واحد تعلیم یافتہ اعتدال

پرست بھی ''اصولی طور پر،، طبقاتی جدوجہد کو تسلیم کرنے سے انکار نہیں کریگا!) موقع پرستی طبقاتی جدوجہد کے اعتراف کو سب سے اہم بات یعنی سرمایہ‌دار نظام سے کمیونزم تک عبور کے دور تک، بورژوازی کا تختہ الٹنے اور اسکا مکمل خاتمہ کرنے کے دور تک بڑھا کر نہیں لےجاتی۔ درحقیقت یہ دور ناگزیر طور پر بےنظیر تشددآمیز طبقاتی جدوجہد اور اس کی بےنظیر شدید اشکال کا دور ہے اور نتیجے میں اس دور میں ریاست کو لازمی طور پر نئے ڈھنگ کی جمہوریت کی ریاست (پرولتاریہ اور عام طور پر بےجائداد لوگوں کےلئے) اور نئے ڈھنگ کی ڈکٹیٹرشپ کی ریاست (بورژوازی کے خلاف) ہونا چاہئے۔

آگے۔ مارکس کے ریاست کے نظرئے پر ان ہی لوگوں نے قدرت حاصل کی جو یہ سمجھتے ہیں کہ واحد طبقے کی ڈکٹیٹرشپ نہ صرف عام طور پر ہر طبقاتی سماج کے لئے ضروری ہے، نہ صرف پرولتاریہ کےلئے جس نے بورژوازی کا تختہ الٹ دیا ہے بلکہ اس پورے تاریخی دور کےلئے بھی ضروری ہے جو سرمایہ‌دار نظام کو ''غیر طبقاتی سماج،، سے، کمیونزم سے الگ کرتا ہے۔ بورژوا ریاستوں کی صورتیں بہت ہی مختلف ہیں لیکن انکا مافیہ ایک ہی ہے: یہ تمام ریاستیں، انکی صورت چاہے جو ہو، آخری تجزئے میں ناگزیر طور پر بورژوازی کی ڈکٹیٹرشپ ہیں۔ سرمایہ‌داری سے کمیونزم تک عبور، بےشک، بڑی افراط کے ساتھ نوع بنوع سیاسی صورتیں پیش کریگا لیکن ان کا مافیہ لازمی طور پر ایک ہی ہوگا: پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ۔

تیسرا باب

ریاست اور انقلاب۔

۱۸۷۱ء کے پیرس کمیون کا تجربہ۔

مارکس کا تجزیہ

۱۔ کمیون والوں کی ہیروازم کس بات میں ہے؟

یہ تو اچھی طرح معلوم ہے کہ ۱۸۷۰ء کی خزاں میں، کمیون سے چند مہینے پہلے، مارکس نے پیرس کے مزدوروں کو انتباہ کیا

تھا کہ حکومت کا تختہ الٹنے کی کوئی بھی کوشش مایوس کن حماقت ہوگی۔ لیکن جب مارچ ۱۸۷۱ء میں مزدوروں کو فیصلہ کن جنگ کےلئے مجبور کردیا گیا اور انھوں نے اسکو منظور کرلیا، جب بغاوت واقعہ بن گئی تو مارکس نے پرولتاری انقلاب کا بری علامتوں کے باوجود انتہائی جوش کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ مارکس نے ''ناوقت،، تحریک کی مذمت کرنے کا اصول پرستانہ رویہ نہیں اختیار کیا جیساکہ مارکس‌ازم کے بدنام روسی غدار پلیخانوف نے کیا جس نے نومبر ۱۹۰۵ء میں مزدوروں اور کسانوں کی جدوجہد کی ہمت افزائی کیلئے لکھا اور دسمبر ۱۹۰۵ء کے بعد اعتدال‌پرست انداز میں شور مچانے لگا ''اسلحہ سنبھالنے کی ضرورت نہ تھی۔،،

بہرحال مارکس صرف کمیون والوں کی ہیروازم کے مداح نہ تھے جنھوں نے ان کے قول کے مطابق ''آسمانوں پر دھاوا بول دیا تھا،،۔ حالانکہ عوامی انقلابی تحریک اپنا مقصد نہ حاصل کر سکی لیکن انھوں نے اسکو ایک ایسا تاریخی تجربہ سمجھا جو بڑی اہمیت کا حامل تھا، اسکو عالمی پرولتاری انقلاب کی کچھ پیش قدمی اور ایسا عملی قدم سمجھا جو سیکڑوں پروگراموں اور دلیلوں سے زیادہ اہم تھا۔ مارکس نے اس تجربے کا تجزیہ کرنے، اس سے طریقۂ کار کے سبق حاصل کرنے اور اسکی روشنی میں اپنے نظرئے پر نظرثانی کرنے کا مقصد اپنے سامنے رکھا۔

وہ واحد ''تصحیح،، جو مارکس نے ''کمیونسٹ مینی‌فسٹو،، میں ضروری سمجھی انھوں نے پیرس کمیون والوں کے انقلابی تجربے کی بنا پر کی۔

''کمیونسٹ مینی‌فسٹو،، کے نئے جرمن ایڈیشن کے آخری پیش لفظ پر دونوں مصنفوں کے دستخط اور ۲۴ جون ۱۸۷۲ء کی تاریخ ہے۔ اس پیش‌لفظ میں مصنفوں، کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس نے کہا ہے کہ ''کمیونسٹ مینی‌فسٹو،، کا پروگرام ''جگہ بجگہ پرانا ہوگیا ہے،،۔ اور وہ آگے چل کر کہتے ہیں:

''...خاص طور سے کمیون نے یہ ثابت کیا کہ ''مزدور طبقہ محض بنی بنائی ریاستی مشینری پر قبضہ کرکے اسکو اپنے مقاصد کے لئے نہیں استعمال کر سکتا،،...،،

مصنفوں نے وہ الفاظ جو اس اقتباس کے دوسرے واوین میں ہیں مارکس کی کتاب ''فرانس میں خانہ‌جنگی،، سے لئے ہیں۔

اس طرح پیرس کمیون کے ایک بنیادی اور خاص سبق کو مارکس اور اینگلس نے ایسی اہمیت کا حامل خیال کیا کہ اسکو انھوں نے ''کمیونسٹ مینی‌فسٹو،، میں ایک اہم تصحیح کی حیثیت سے جگہ دی۔

یہ بات غیرمعمولی طور پر کرداری ہے کہ اسی اہم تصحیح کو موقع‌پرستوں نے توڑ مروڑ دیا ہے اور اسکے معنی اگر ۹۹ فیصدی نہیں تو ۹۰ فیصدی ''کمیونسٹ مینی‌فسٹو،، کے پڑھنےوالوں کے لئے واضح نہیں ہیں۔ ہم اس توڑ مروڑ پر آگے چل کر زیادہ تفصیل سے روشنی ڈالیں‌گے ایک باب میں جو خاص طور سے توڑ مروڑوالی باتوں کیلئے وقف ہوگا۔ یہاں صرف اس پر توجہ کرنا کافی ہوگا کہ مارکس کے جس مشہور بیان کا حوالہ یہاں دیا گیا ہے اسکی رائج اور بھونڈی ''توضیح،، یہ ہے کہ گویا مارکس نے یہاں سست رفتار ارتقا کے خیال پر، اقتدار پر قبضہ جمانے وغیرہ کے بجائے زور دیا ہے۔

درحقیقت، واقعہ اسکے بالکل برعکس ہے۔ مارکس کا خیال یہ ہے کہ مزدور طبقے کو ''بنی بنائی ریاستی مشینری،، پر قبضہ کرنے تک اپنے کو محدود نہ رکھنا چاہئے بلکہ اسکو توڑنا اور پاش پاش کر دینا چاہئے۔

۱۲ اپریل ۱۸۷۱ء کو یعنی ٹھیک کمیون کے زمانے میں مارکس نے کوگیلمان کو لکھا:

''...اگر تم میرے ''۱۸ ویں برومیر،، کا آخری باب دیکھو تو پاؤگے کہ میں نے اعلان کیا ہے کہ فرانسیسی انقلاب کی آئندہ کوشش پہلے کی طرح یہ نہ ہوگی کہ نوکرشاہی اور فوجی مشینری ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں پہنچائی جائے بلکہ اسکو پاش پاش کرنے کی ہوگی،، (خط کشیدہ مارکس کے ہیں — مسودے میں zerbrechen ہے) ''اور براعظم پر ہر حقیقی عوامی انقلاب کے لئے یہی ابتدائی شرط ہے۔ اور

پیرس میں ہمارے جری کامریڈ اسی کئےلئے کوشاں ہیں،،
(«Neue Zeit» — جلد ۲۰، ۱، صفحہ ۷۰۹، ۱۹۰۲ء — ۱۹۰۱ء)۔
(کوگیلمان کے نام مارکس کے خطوط روسی میں کم از کم
دو ایڈیشنوں میں شایع ہوئے ہیں جن میں ایک کی ایڈیٹنگ
میں نے کی اور پیش لفظ لکھا۔)

''نوکرشاہی اور فوجی مشینری کو پاش پاش کرنے،، کے الفاظ ریاست کے تعلق سے انقلاب کے دوران پرولتاریہ کے فریضوں کے بارے میں مارکس‌ازم کے خاص سبق کا مختصر طور سے اظہار کرتے ہیں۔ اور اسی سبق کو ہی نہ صرف مکمل طور پر نظرانداز کیا گیا بلکہ اسکو مارکس‌ازم کی کاؤتسکی‌والی رائج ''توضیح،، سے صاف صاف توڑمروڑا گیا!

جہاں تک مارکس کے ''۱۸ ویں برومیر،، کے حوالے کا سوال ہے ہم نے متعلقہ اقتباس کو اوپر پورے طور پر پیش کیا ہے۔

مارکس کی مندرجہ بالا بحث میں دو نکتوں کی طرف خاص طور سے توجہ دینا دلچسپ ہوگا۔ اول، انھوں نے اپنے نتیجے کو براعظم تک محدود رکھا ہے۔ یہ ۱۸۷۱ء میں سمجھ میں آنے والی بات تھی جبکہ برطانیہ ہنوز خالص سرمایہ‌دار ملک کا نمونہ تھا لیکن بلا کسی فوجی گروہ یا نوکرشاہی کے۔ اسلئے مارکس نے برطانیہ کو خارج کردیا، جہاں انقلاب، حتی‌کہ عوامی انقلاب ''بنی‌بنائی ریاستی مشینری،، کو تباہ کرنے کی ابتدائی شرط کے بغیر ممکن معلوم ہوتا اور واقعی ممکن ہوتا۔

آج ۱۹۱۷ء میں، پہلی عظیم سامراجی جنگ کے وقت، مارکس نے جو پابندی لگائی تھی اسکا نفاذ نہیں رہا ہے۔ امریکہ اور برطانیہ دونوں جو ساری دنیا میں اینگلوسیکسن ''آزادی،، کے سب سے بڑے اور آخری نمائندے اس معنی میں تھے کہ وہ کوئی فوجی گروہ اور نوکرشاہی نہیں رکھتے تھے، بالکل ان نوکرشاہی اور فوجی اداروں کے کل یورپی گندے اور خون آشام دلدل میں پھنس گئے ہیں جو ہر چیز کو اپنا ماتحت بنا رہے ہیں اور دبا رہے ہیں۔ آج، برطانیہ اور امریکہ میں بھی ''ہر حقیقی عوامی انقلاب

کی ابتدائی شرط،، ''بنی بنائی ریاستی مشینری،، کو پاش پاش کرنا اور تباہ کرنا ہے (جو ان ملکوں میں ۱۹۱۷ء — ۱۹۱۴ء کے برسوں میں تیار کرکے ''یورپی،، (عام سامراجی) تکمیل تک پہنچائی گئی)۔

دوسرے، مارکس کے اس بہت ہی گہرے ریمارک کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے کہ نوکرشاہی اور فوجی ریاستی مشینری کو تباہ کرنا ''ہر حقیقی عوامی انقلاب کی ابتدائی شرط ہے،،۔ مارکس کی زبان سے ''عوامی،، انقلاب کا خیال عجیب معلوم ہوتا ہے اور روسی پلیخانوف والے اور منشویک، استرووے کے وہ پیرو جو مارکس‌وادی کہلانے کے خواہاں ہیں ممکن ہے یہ اعلان کردیں کہ یہ مارکس کے ''قلم سے غلطی سے نکل گیا ہے،،۔ انہوں نے مارکس‌ازم کو ایسے کھوکھلے اعتدال پرست توڑ مروڑ تک پہنچا دیا ہے کہ ان کےلئے بورژوا انقلاب اور پرولتاری انقلاب کے درمیان تضاد کے سوا اور کچھ نہیں رہ گیا اور اس تضاد کی توضیح بھی وہ بہت بےجان طریقے سے کرتے ہیں۔

اگر ہم بیسویں صدی کے انقلابوں کو مثال کے طور پر لیں تو ہم کو درحقیقت یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ پرتگال اور ترکی دونوں کے انقلاب (۳۸) بورژوا انقلاب ہیں۔ بہرحال ان میں کا کوئی بھی ''عوامی،، انقلاب نہیں ہے کیونکہ ان میں سے کسی میں عوام کی کثیر تعداد، انکی بڑی اکثریت سرگرمی اور خودمختاری سے اپنے معاشی اور سیاسی مطالبات لیکر نمایاں حد تک بھی میدان میں نہیں آتی۔ اسکے برعکس، حالانکہ ۱۹۰۷ء — ۱۹۰۵ء کے روسی بورژوا انقلاب نے ایسی ''شاندار،، کامیابیوں کا مظاہرہ نہیں کیا جو کبھی کبھی پرتگال اور ترکی کے انقلابوں کو نصیب ہوئیں لیکن وہ بلاشبہ ''حقیقی عوامی،، انقلاب تھا کیونکہ عوام کی بڑی تعداد، انکی اکثریت، سب سے ''نچلے،، سماجی لوگ جو جبر و تشدد اور استحصال سے کچلے ہوئے تھے خودمختاری سے اٹھے اور انقلاب کے سارے دھارے پر اپنے مطالبات کی، اس پرانے سماج کی جگہ جو برباد کیا جا رہا تھا اپنے طریقے سے نئے سماج کی تعمیر کے لئے اپنی کوششوں کی چھاپ لگا دی۔

۱۸۷۱ء میں یورپ میں، براعظم کے کسی بھی ملک میں پرولتاریہ

عوام کی اکثریت پر مشتمل نہ تھا۔ حقیقی طور پر اکثریت کو اپنی تحریک میں کھینچ لینےوالا ''عوامی،، انقلاب اسی وقت ایسا بن سکتا ہے جب وہ پرولتاریہ اور کسانوں دونوں کو اپنے میں سمیٹ لے۔ اس وقت ان دو طبقوں پر ''عوام،، مشتمل تھے۔ یہ دونوں طبقات اس بات سے متحد ہو گئے ہیں کہ ''نوکرشاہی اور فوجی ریاستی مشینری،، ان پر جبر و تشدد کرتی، کچلتی ہے اور ان کو لوٹتی کھسوٹتی ہے۔ اس مشینری کو پاش پاش کرنا، اسکو توڑنا ''عوام،، کے واقعی مفاد میں ہے، انکی اکثریت کے، مزدوروں اور زیادہ تر کسانوں کے مفاد میں ہے، یہی غریب ترین کسانوں اور پرولتاریہ کے آزاد اتحاد کی ''ابتدائی شرط،، ہے، جبکہ ایسے اتحاد کے بغیر جمہوریت ناپائدار اور سوشلسٹ تشکیل نو ناممکن ہے۔

سب کو معلوم ہے کہ پیرس کمیون ایسے اتحاد کیلئے راستہ بنا رہا تھا حالانکہ وہ متعدد داخلی اور خارجی حالات کیوجہ سے اپنے مقصد تک نہ پہنچ سکا۔

لہذا ''حقیقی عوامی انقلاب،، کا ذکر کرتے ہوئے مارکس نے، پیٹی بورژوا کی خصوصیات کو ذرا بھی فراموش کئے بغیر (ان کے بارے میں انھوں نے بہت اور اکثر کہا)، ۱۸۷۱ء میں یورپ کے براعظم کے زیادہ‌تر ملکوں میں طبقوں کے حقیقی توازن کا سختی سے حساب لگایا۔ دوسری طرف انھوں نے کہا کہ ریاستی مشینری کو ''پاش پاش کرنے،، کی ضرورت مزدوروں اور کسانوں دونوں کے مفاد میں ہے، یہ ان کو متحد کرتی ہے، اور ان کے سامنے ''جونک،، کو ہٹاکر کوئی نئی چیز لانے کا مشترکہ فریضہ رکھتی ہے۔

تو آخر کیا چیز لانے کا؟

۲۔ توڑی ہوئی ریاستی مشینری کی جگہ کیا چیز لائی جائے؟

۱۸۴۷ء میں مارکس نے ''کمیونسٹ مینی‌فسٹو،، میں اسکا جو جواب دیا ہے وہ اس وقت خالص مجرد تھا بلکہ زیادہ صحیح یہ کہنا ہوگا کہ یہ ایسا جواب تھا جو فرائض کو دکھاتا تھا لیکن ان کو

پورا کرنے کے طریقے نہیں بتاتا تھا۔ ''کمیونسٹ مینی‌فسٹو،، میں یہ جواب دیا گیا تھا کہ ''حکمراں طبقے کی حیثیت سے پرولتاریہ کی تنظیم،، ، ''جمہوریت کی جیت،، اس مشینری کو بدلےگی۔

مارکس نے یوتوپیا میں نہ پڑکر یہ توقع کی کہ عام تحریک کا تجربہ اس سوال کا جواب فراہم کریگا کہ حکمراں طبقے کی حیثیت سے پرولتاریہ کی یہ تنظیم کونسی ٹھوس صورتیں اختیار کریگی اور ٹھیک کس طریقے سے یہ تنظیم سب سے زیادہ مکمل، سب سے زیادہ مستقل ''جمہوریت کی جیت،، سے متحد ہوگی۔

کمیون کا تجربہ چاہے جتنا کم تھا لیکن مارکس نے اپنی کتاب ''فرانس میں خانہ جنگی،، میں اسکا بڑی توجہ کے ساتھ تجزیہ کیا۔ اس تصنیف میں سے ہم اہم ترین حوالے پیش کر رہے ہیں :

ازمنۂ وسطی میں پیدا ہوکر ۱۹ ویں صدی میں ''مرکوز ریاستی اقتدار کا معہ اپنے ہمہ جائی اداروں — مستقل فوج، پولیس، نوکرشاہی، کلیسا اور عدالتوں،، کے ارتقا ہوا۔ سرمایہ اور محنت کے درمیان طبقاتی دشمنی کے ارتقا کے ساتھ ''ریاستی اقتدار نے زیادہ سے زیادہ محنت کو دبانے کے لئے سماجی اقتدار کا کردار، طبقاتی تسلط کی مشینری کا کردار اختیار کیا۔ ہر انقلاب کے بعد، جو طبقاتی جدوجہد میں آگے کی طرف ایک نمایاں قدم ہوتا ہے، ریاستی اقتدار کا خالص جبر و تشدد کا کردار زیادہ سے زیادہ کھلتا جاتا ہے،،۔ ۱۸۴۹ء — ۱۸۴۸ء کے انقلاب کے بعد ریاستی اقتدار ''محنت کے خلاف سرمائے کا قومی جنگی ہتھیار بن گیا،، اور سلطنت ثانی نے اسکو استوار کیا۔

''سلطنت کا براہ راست تضاد کمیون تھا،،۔ ''یہ ایسی ریپبلک کی معین شکل تھا جو نہ صرف طبقاتی تسلط کی شاہی شکل کو ہٹانے والی تھی بلکہ خود طبقاتی تسلط کو بھی...،،

پرولتاری، سوشلسٹ ریپبلک کی یہ ''معین،، شکل کس پر مشتمل تھی؟ وہ کونسی ریاست تھی جسکی اس نے تخلیق شروع کی؟

''...کمیون کا پہلا فرمان تھا مستقل فوج کا خاتمہ اور اسکی جگہ پر مسلح عوام کو لانا...''

اب یہ مطالبہ ہر اس پارٹی کے پروگرام میں نظر آتا ہے جو اپنے کو سوشلسٹ کہنا چاہتی ہے۔ لیکن ان کے پروگراموں کی حقیقت کیا ہے اسکا اظہار ہمارے سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں کے طور طریقوں سے سب سے اچھی طرح ہوتا ہے جنھوں نے ۲۷ فروری کے انقلاب کے فوراً بعد ہی اس مطالبے کی تکمیل سے عملی طور پر انکار کر دیا!

''...کمیون کی تشکیل شہری نمائندوں سے ہوئی تھی جو پیرس کے مختلف انتخابی حلقوں سے عام ووٹ کے ذریعہ منتخب کئے گئے تھے۔ وہ جواب دہ تھے اور کسی وقت بھی ممبری سے ہٹائے جا سکتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان ممبروں کی اکثریت مزدوروں یا مزدور طبقے کے تسلیم شدہ نمائندوں پر مشتمل تھی...

''...پولیس جو اس وقت تک ریاستی حکومت کا آلۂ کار تھی فوراً اپنے تمام سیاسی عوامل سے محروم کردی گئی اور کمیون کے ذمےدار ادارے میں تبدیل کردی گئی جس کو ہر وقت بدلا جا سکتا تھا... سرکاری انتظام کی تمام دوسری شاخوں کے افسروں کی بھی یہی صورت ہوئی... کمیون کے ممبروں سے لیکر، اوپر سے نیچے تک پبلک خدمات کے تمام کام مزدوروں کی اجرت پر کرنے تھے۔ اعلی سرکاری افسروں کےلئے ہر طرح کی خصوصی رعایتیں اور نمائندگی کےلئے رقموں کی ادائیگی ان اعلی افسروں کے ساتھ ہی غائب ہوگئیں... ایک بار مستقل فوج اور پولیس سے چھٹکارا حاصل کرکے جو پرانی حکومت کی ٹھوس طاقت کے آلات تھے، کمیون نے فوراً اسکو لیا کہ روحانی جبر و تشدد کے ہتھیار، پادریوں کی طاقت کو توڑ دیا جائے... عدالتی افسران کی نام نہاد خود مختاری ختم کردی گئی... آئندہ ان کا انتخاب کھلا ہونا تھا اور وہ جواب دہ اور قابل تبدیلی تھے...'' (۳۹)

اس طرح کمیون توڑی ہوئی ریاستی مشینری کی جگہ جو تبدیلی لایا وہ ''صرف،، زیادہ بھرپور جمہوریت معلوم ہوتی تھی : مستقل فوج کا خاتمہ، تمام افسروں کا انتخاب اور تمام ذمےدار لوگوں کو واپس بلانے کا اختیار ۔ لیکن حقیقت میں اس ''صرف،، کا مطلب ایک طرح کے اداروں کی جگہ اصولی طور پر دوسری قسم کے اداروں کے آنے کی زبردست تبدیلی ہے ۔ یہاں پر بالکل ٹھیک ''مقدار کے کوالٹی میں عبور،، کا ایک واقع ہے : جمہوریت، جس کا نفاذ اس حد تک انتہائی بھرپور اور متواتر طریقے سے کیا جاتا ہے جس حد تک ہم عام طور پر اسکا تصور کر سکتے ہیں، بورژوا جمہوریت سے پرولتاری جمہوریت میں تبدیل ہو جاتی ہے، ریاست (یعنی کسی مخصوص طبقے کو دبانے کیلئے ایک مخصوص طاقت) سے کسی ایسی چیز میں جو اب ریاست نہیں رہی ہے ۔

بورژوازی کو دبانے اور اسکی مزاحمت کو کچلنے کی اب بھی ضرورت رہتی ہے ۔ کمیون کیلئے یہ خاص کر ضروری تھا اور اسکی شکست کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس نے اسکو کافی عزم کے ساتھ نہیں کیا ۔ بہرحال یہاں دباؤ ڈالنےوالا ادارہ آبادی کی اکثریت ہے نہ کہ اقلیت جیساکہ ہمیشہ غلامی، کسان غلامی اور اجرت کی غلامی میں ہوتا آتا تھا ۔ اور چونکہ لوگوں کی اکثریت خود اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو دباتی ہے اسلئے دباؤ ڈالنے کیلئے ''خاص طاقت،، کی اب ضرورت نہیں رہتی! اس معنی میں ریاست رفتہ رفتہ مٹنا شروع ہوتی ہے ۔ خاص رعایات رکھنےوالی اقلیت کے مخصوص اداروں (مخصوص رعایتیں رکھنے والے افسران اور مستقل فوج کے افسران اعلی) کی جگہ، اکثریت خود یہ سب فرائض انجام دے سکتی ہے اور جتنے زیادہ سارے عوام ریاستی اقتدار کے فرائض انجام دیتے ہیں اتنا ہی کم اس اقتدار کے وجود کی ضرورت رہ جاتی ہے ۔

اس سلسلے میں کمیون کے مندرجہ ذیل اقدامات، جن پر مارکس نے زور دیا ہے، خاص طور پر قابل‌توجہ ہیں : نمائندگی کیلئے ہر طرح کی رقوم کی ادائیگی اور افسران کیلئے تمام مالی رعایتوں کا خاتمہ، ریاست کے تمام ملازمین کے کام کے معاوضے کو ''مزدوروں کی اجرت،، تک گھٹا دینا ۔ یہاں بورژوا جمہوریت سے

پرولتاری جمہوریت کی طرف، جبر و تشدد کرنےوالوں کی جمہوریت سے مظلوم طبقات کی جمہوریت کی طرف، ریاست سے جو مخصوص طبقے پر دباؤ ڈالنے کیلئے ''مخصوص طاقت،، ہے، عوام کی اکثریت — مزدوروں اور کسانوں کی عام طاقت کے ہاتھوں ظلم کرنے والوں پر دباؤ ڈالنے کی طرف موڑ زیادہ نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔ اور ریاست کے بارے میں اسی اہم نکتے سے متعلق مارکس کے سبق بالکل بھلا دئے گئے ہیں! عام بیانات میں جنکی تعداد بےشمار ہے اسکا ذکر نہیں کیا جاتا۔ اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی جاتی ہے جیسے وہ کسی پرانی قسم کی ''معصومیت،، ہو، جیسے عیسائیوں نے جب ان کے مذہب کو ریاستی مذہب کی حیثیت مل گئی، ابتدائی عیسائیت کی معصومیت کو معہ اسکی جمہوری انقلابی اسپرٹ کے ''بھلا دیا،،۔

اعلی ریاستی افسروں کی تنخواہیں گھٹانا ''محض،، معصوم، ابتدائی جمہوریت کا مطالبہ معلوم ہوتا ہے۔ تازہ ترین موقع پرستی کے ایک ''بانی،، ، سابق سوشل ڈیموکریٹ ایڈورڈ برنشٹائن نے متعدد بار ''ابتدائی،، جمہوریت پر بھونڈا بورژوا تمسخر کیا ہے۔ تمام موقع پرستوں کی طرح اور موجودہ کاؤتسکی والوں کی طرح، وہ بالکل نہ سمجھ سکا کہ اول تو سرمایہدار نظام سے سوشلزم تک عبور ''ابتدائی،، جمہوریت کی طرف کچھ ''مراجعت،، کئے بغیر ناممکن ہے (کیونکہ اسکے سوا پھر آبادی کی اکثریت اور اسکے بعد ساری آبادی کیسے ریاستی فرائض کی تکمیل میں حصہ لے سکتی؟)، اور دوسرے، سرمایہدار نظام اور سرمایہدار کلچر پر مبنی ''ابتدائی جمہوریت،، وہی ابتدائی جمہوریت نہیں ہے جو ماقبل تاریخ یا ماقبل سرمایہداری کے زمانوں میں تھی۔ سرمایہدار کلچر نے بڑے پیمانے کی پیداوار، فیکٹریوں، ریلوے لائنوں، ڈاک اور ٹیلیفون وغیرہ کی تخلیق کی ہے اور اس بنیاد پر پرانے ''ریاستی اقتدار،، کے زیادہ تر فرائض اتنے سادہ ہوگئے ہیں اور ان کو اس حد تک رجسٹری، ریکارڈ کرنے اور جانچ کرنے کے انتہائی سادہ کاموں تک پہنچایا جا سکتا ہے کہ ہر خواندہ آدمی ان کو کر سکے، وہ بہت آسانی سے معمولی ''مزدوروں کی اجرت،، پر کئے جا سکیں اور ان فرائض کو مخصوص رعایتوں کے ہر

شائبے سے، ''افسرانہ شان،، کے ہر شائبے سے عاری کیا جا سکتا ہے (اور کرنا چاہئے)۔

بلا استثنا تمام افسران کا انتخاب اور کسی وقت بھی ان کو واپس بلانے کا اختیار، انکی تنخواہوں کو معمولی ''مزدوروں کی اجرت،، تک گھٹانا، یہ سادہ اور ''بدیہی،، جمہوری اقدامات مزدوروں اور کسانوں کی اکثریت کے مفادات کو مکمل طور سے متحد کرتے ہوئے ایسے پل کا کام بھی کرتے ہیں جو سرمایہ‌دار نظام سے سوشلزم کو جاتا ہے۔ ان اقدامات کا تعلق ریاستی، سماج کی خالص سیاسی تنظیم نو سے ہے لیکن ظاہر ہے کہ وہ اپنے مکمل معنی اور اہمیت صرف ''غاصبوں کی جائداد ضبط،، کرنے کے سلسلے میں اختیار کرتے ہیں جبکہ اس پر عمل کیا جا رہا ہو یا اسکی تیاری کی جا رہی ہو یعنی ذرائع پیداوار کی سرمایہ‌دارانہ نجی ملکیت کی سماجی ملکیت میں تبدیلی کے سلسلے میں۔

مارکس نے لکھا: ''کمیون نے اخراجات کی دو سب سے بڑی وجہوں — فوج اور افسرشاہی کو ختم کرکے تمام بورژوا انقلابوں کے نعرے یعنی سستی حکومت کو، حقیقت بنا دیا۔،،

کسانوں میں سے، پیٹی بورژوازی کے دوسرے پرتوں میں سے بھی، ایک بہت ہی حقیر اقلیت ''چوٹی تک بلند ہوتی ہے،، ''آگے بڑھتی ہے،، بورژوا معنی میں یعنی خوش حال لوگوں میں، بورژوا میں یا محفوظ اور مخصوص رعایتیں رکھنے والے افسروں میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ ہر سرمایہ‌دار ملک میں جہاں کسان ہیں (اور ایسے سرمایہ‌دار ملکوں کی اکثریت ہے) انکی وسیع اکثریت پر حکومت جبر و تشدد کرتی ہے اور وہ حکومت کا تختہ الٹنے کے مشتاق ہوتے ہیں، وہ ''سستی،، حکومت کے مشتاق ہوتے ہیں۔ اسکی تکمیل صرف پرولتاریہ ہی کر سکتا ہے اور اسکو کرتے ہوئے پرولتاریہ ساتھ ہی ریاست کی سوشلسٹ تنظیم نو کی طرف قدم اٹھاتا ہے۔

مارکس نے لکھا: ''کمیون کو پارلیمانی نہیں بلکہ کام کرنےوالا کارپوریشن ہونا چاہئے تھا اور ساتھ ہی آئین‌ساز اور انتظامی ادارہ بھی...

''...اسکے بجائے کہ تین یا چھہ سال میں ایک بار یہ فیصلہ کیا جائے کہ حکمراں طبقے کا کونسا ممبر پارلیمنٹ میں عوام کی نمائندگی اور ان کو دبانے (ver -und zertreten) کا کام کرے، عام انتخاب کے حق کو کمیونوں میں منظم عوام کی خدمت اسلئے کرنا تھا کہ وہ اپنے کارخانوں کیلئے مزدور، فورمین اور محاسب تلاش کرسکیں، جیسے کہ انفرادی انتخاب کا حق اس مقصد کیلئے کسی دوسرے آجر کی خدمت کرتا ہے۔''

بھلا ہو سوشل شاونزم اور موقع‌پرستی کا جن‌کا اس وقت راج ہے کہ پارلیمانیت پر یہ لاجواب نکتہ چینی بھی جو ۱۸۷۱ء میں کی گئی تھی اب مارکس‌ازم کے ''فراموش کردہ الفاظ'' میں شامل ہو گئی ہے۔ پیشہ‌ور وزراٗ اور پارلیمانی حضرات، پرولتاریہ کے ساتھ غداری کرنے والوں اور ہمارے زمانے کے ''کوتہ‌بیں'' سوشلسٹوں نے پارلیمانیت پر نکتہ چینی کا کام انارکسٹوں کو سونپ دیا ہے اور اس حیرت‌انگیز معقول بنا پر وہ پارلیمانیت پر ہر طرح کی نکتہ چینی کی ''انارکزم'' کی حیثیت سے مذمت کرتے ہیں!! یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ ''ترقی یافتہ'' پارلیمانی ملکوں کا پرولتاریہ جو شیڈمان، ڈیوڈ، لیگین، سامبا، ریناڈیل، ہنڈرسن، وانڈرویلڈے، اسٹاؤننگ، برانٹنگ، بیسولتی اینڈ کمپنی قسم کے ''سوشلسٹوں'' سے کراہت کرتا ہے اکثر انارکو — سنڈیکلزم سے اسکے باوجود ہمدردی کا اظہار کرنے لگا ہے کہ وہ موقع پرستی کا سگا بھائی ہے۔

بہرحال مارکس کے لئے انقلابی جدلیات کوئی خالی خولی فیشن‌ایبل لفاظی اور جھن جھنا نہیں رہی جیسا کہ پلیخانوف، کاؤتسکی

اور دوسروں نے اسکو بنا دیا ہے۔ مارکس انارکزم سے انتہائی سختی کے ساتھ ناتہ توڑنے کی صلاحیت رکھتے تھے کیونکہ وہ بورژوا پارلیمانیت کے ''مویشیوں کے باڑے،، تک کو بےعقلی سے استعمال کرتا تھا، خصوصاً جبکہ صاف طور پر صورت حال انقلابی نہیں تھی۔ لیکن ساتھ ہی وہ جانتے تھے کہ پارلیمانیت پر حقیقی انقلابی پرولتاری نکتہ‌چینی کیسے کی جائے۔

چند سال میں ایک بار یہ فیصلہ کرنا کہ حکمران طبقے کا کونسا ممبر پارلیمنٹ کے ذریعہ عوام کو دبائے اور کچلے، یہ ہے بورژوا پارلیمانیت کا اصلی نچوڑ، نہ صرف پارلیمانی آئینی شاہیوں میں بلکہ انتہائی جمہوری ریپبلکوں میں بھی۔

لیکن اگر ہم ریاست کے سوال کو لیں اور اگر ہم اس شعبے میں پرولتاریہ کے نقطۂ نظر سے پارلیمانیت پر ریاست کے ایک ادارے کی حیثیت سے غور کریں تو پارلیمانیت سے نکلنے کا راستہ کیا ہے؟ اس سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے؟

باربار یہ کہنا پڑتا ہے کہ مارکس کے اسباق جنکی بنیاد کمیون کے مطالعہ پر تھی ایسے فراموش کردئے گئے ہیں کہ آجکل کے ''سوشل ڈیموکریٹ،، (آجکل کے سوشلزم کے غدار پڑھئے) انارکسٹ یا رجعت پرستانہ تنقید کے سوائے پارلیمانیت کی کوئی اور تنقید واقعی سمجھ نہیں پاتے۔

پارلیمانیت سے نجات پانے کا طریقہ دراصل نمائندہ اداروں اور انتخاب کے طریقے کا خاتمہ نہیں ہے بلکہ نمائندہ اداروں کو بکواس کرنےوالے اداروں کو ''کام کرنےوالے،، اداروں میں تبدیل کرنا ہے۔ ''کمیون کو پارلیمانی نہیں بلکہ کام کرنےوالا ادارہ ہونا تھا اور ساتھ ہی قانون ساز اور انتظامی بھی،،۔

''پارلیمانی نہیں بلکہ کام کرنےوالا،، ادارہ، یہ آجکل کے پارلیمانیت کے حامیوں اور سوشل ڈیموکریسی کے پارلیمانی ''جیبی کتوں،، کے پیٹھ پیچھے نہیں منہ پر کہا گیا ہے! کسی پارلیمانی ملک کو دیکھئے، امریکہ سے لیکر سوئٹزرلینڈ تک، فرانس سے لیکر برطانیہ اور ناروے وغیرہ تک، ''ریاست،، کا اصلی کام پس پردہ محکمہ جات، سفارتی دفاتر اور فوجی اسٹاف کرتے ہیں۔ پارلیمنٹوں

میں ''عام لوگوں،، کو بیوقوف بنانے کیلئے صرف باتیں بنائی جاتی ھیں ۔ یہ اس حد تک سچ ھے کہ روسی ریپبلک، ایک بورژوا جمہوری ریپبلک تک میں بھی، قبل اسکے کہ وہ حقیقی پارلیمنٹ قائم کر سکی پارلیمانیت کی ان تمام برائیوں نے اپنا سر یکدم اٹھایا ۔ سڑی گڑی تنگ نظری کے ھیروؤں جیسے اسکوبیلیف اور تسرےتیلی، چیرنوف اور اوکسین تیف والوں نے شرمناک بورژوا پارلیمانیت کے نمونے پر سوویتوں کو بھی خالی خولی بکواس کرنے والے ادارے بناکر گندہ کردیا ھے ۔ سوویتوں میں ''سوشلسٹ،، وزیر صاحبان بھروسہ کرنےوالے دیہاتیوں کو لفاظی اور تجویزوں سے بیوقوف بنا رھے ھیں ۔ حکومت میں متواتر تبدیلیاں ھوتی رھتی ھیں، ایک طرف تو اسلئے تاکہ جتنے سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں کے لئے ممکن ھو اتنے باری باری آمدنی اور عزت‌والے عہدوں کے ''حلوے تک،، پہنچ سکیں اور دوسری طرف لوگوں کی ''توجہ،، ادھر لگی رھے ۔ اور سفارتی دفاتر اور فوجی اسٹاف میں ''ریاستی،، کام ''ھو رھے ھیں،،!

حکمراں ''سوشلسٹ انقلابی،، پارٹی کے ترجمان اخبار ''دیلو نارودا،، (۴۰) نے حال ھی میں اپنے ایڈیٹوریل میں ''اچھی سوسائٹی،، کے لوگوں کی طرح جس میں ''سب،، سیاسی طوائف بازی میں مصروف ھیں بے مثال صفائی سے اعتراف کیا ھے کہ ان وزارتوں میں بھی جنکے سربراہ ''سوشلسٹ،، (اس لفظ کیلئے معاف کیجئے گا!) ھیں، ان تک میں افسرشاھی کی ساری مشینری پرانے طریقے پر برقرار ھے، پرانے طریقے سے کام کر رھی ھے اور بالکل ''آزادی،، کے ساتھ انقلابی اقدامات میں توڑ پھوڑ کر رھی ھے! اگر یہ اعتراف نہ بھی ھوتا تو کیا حکومت میں سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں کی شرکت کی حقیقی تاریخ اسکا ثبوت نہیں ھے؟ یہاں قابل توجہ یہ بات ھے کہ کیڈیٹوں کے ساتھ وزارتی ٹولی میں چیرنوف، روسانوف، زین‌زینوف صاحبان اور ''دیلو نارودا،، کے دوسرے ایڈیٹر اپنا ضمیر اتنا کھو بیٹھے ھیں کہ ان کو، اس طرح جیسے کوئی ویسے ھی بات کہہ رھے ھوں، علانیہ یہ کہتے شرم نہ آئی کہ ''انکی،، وزارتوں میں ھر چیز پرانی جگہ پر قائم ھے!! انقلابی جمہوری لفاظی — دیہاتی بدھو جمن کو دھوکا دینے کیلئے اور نوکرشاھی

اور سرخ فیتہ سرمایہ‌داروں کا ''دل خوش کرنے،، کیلئے — یہ ہے ''ایماندار،، ایتلاف کا نچوڑ۔

بورژوا سماج کی بک جانے والی اور سڑی گلی پارلیمانیت کی جگہ کمیون ایسے ادارے لاتا ہے جن میں رائے اور بحث مباحثہ کی آزادی دھوکا نہیں بن جاتی کیونکہ پارلیمنٹ کے ممبروں کو خود کام کرنا ہوتا ہے، اپنے قوانین پر خود عمل کرنا ہوتا ہے، زندگی میں جو کچھ ہوتا اسکی خود جانچ کرنی ہوتی ہے اور خود براہ راست اپنے انتخاب کرنےوالوں کے سامنے جواب‌دہ ہونا پڑتا ہے۔ نمائندہ ادارے باقی رہتے ہیں لیکن پارلیمانیت خاص سسٹم کی حیثیت سے، آئین‌ساز اور انتظامی کام کے درمیان تقسیم کی حیثیت سے، ممبران پارلیمنٹ کیلئے مراعاتی پوزیشن کی حیثیت سے یہاں نہیں رہتی۔ نمائندہ اداروں کے بغیر ہم جمہوریت کا تصور نہیں کر سکتے، حتی کہ پرولتاری جمہوریت کا بھی لیکن پارلیمانیت کے بغیر کر سکتے ہیں اور کرنا چاہئے، اگر بورژوا سماج پر نکتہ چینی ہمارے لئے محض لفاظی نہیں ہے، اگر ہم بورژوا حکمرانی کا تختہ الٹنے کی خواہش سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ رکھتے ہیں اور یہ محض مزدوروں کے ووٹ حاصل کرنے کیلئے ''انتخابی،، لفاظی نہیں ہے جیسا کہ منشویکوں اور سوشلسٹ انقلابیوں کے لئے، جیسا کہ شیڈمان اور لیگین، سامبا اور وانڈرویلڈےوالوں کے لئے ہے۔

یہ بات بہت ہی سبق آموز ہے کہ ان افسروں کے فرائض منصبی کا ذکر کرتے ہوئے جو کمیون اور پرولتاری جمہوریت کے لئے ضروری ہیں مارکس انکا مقابلہ ''ہر دوسرے آجر،، کے ملازمین سے کرتے ہیں یعنی ہر معمولی سرمایہ‌دار کارخانے سے جو ''مزدور، نگراں اور محاسب،، رکھتا ہے۔

مارکس کے یہاں اس معنی میں یوتوپیت کا کوئی شائبہ نہیں ہے کہ انہوں نے کوئی ''نیا،، سماج ایجاد کرلیا یا گڑھ لیا ہو۔ نہیں، وہ پرانے سماج میں سے نئے سماج کے جنم کا، پہلے میں سے دوسرے کی طرف عبور کی صورتوں کا قدرتی تاریخی عمل کی حیثیت سے مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ عوامی پرولتاری تحریک کے حقیقی تجربے کو لیتے ہیں اور اس سے عملی سبق حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

وہ کمیون سے ''سیکھتے ہیں،، جیسا کہ تمام عظیم انقلابی مفکروں نے کچلے ہوئے طبقوں کی عظیم تحریکوں کے سبق سے بے جھجک سیکھا اور ان کو کبھی (پلیخانوف کی طرح: ''ان کو ہتھیار نہیں اٹھانا تھا،، یا تسرے‌تیلی کی طرح: ''ہر طبقے کو اپنے حدود میں رہنا چاہئے،،) عالمانہ ''وعظ،، نہیں دئے۔

افسرشاہی کو فوراً، ہر جگہ اور مکمل طور سے ختم کرنے کی تو بات ہی نہیں ہو سکتی۔ یہ تو محض یوتوپیا ہے۔ لیکن پرانی افسرشاہی مشینری کو فوراً پاش پاش کر دینا اور فوراً ہی نئی مشینری بنانا شروع کر دینا جو ساری نوکرشاہی کے رفتہ رفتہ خاتمے کو ممکن بنائےگی، یہ یوتوپیا نہیں ہے، یہ کمیون کا تجربہ ہے، یہ انقلابی پرولتاریہ کا براہ راست اور فوری فریضہ ہے۔

سرمایہ‌دار نظام ''ریاست،، کے انتظامی عوامل کو سیدھاسادہ بناتا ہے۔ وہ اسکو ممکن بناتا ہے کہ ''افسری،، کو ہٹا دیا جائے اور سارا کام پرولتاریوں کی تنظیم (حکمراں طبقے کی حیثیت سے) تک محدود کر دیا جائے جو سارے سماج کی طرف سے ''مزدوروں، نگرانوں اور محاسبوں،، کو اجرت پر لیتی ہے۔

ہم یوتوپیائی نہیں ہیں۔ ہم اسکے ''خواب،، نہیں دیکھتے کہ کس طرح فوراً ہر طرح کے انتظامی ادارے سے، ہر طرح کی ماتحتی سے بچا جائے۔ یہ انارکسٹ خواب جن کی بنیاد پرولتاری ڈکٹیٹرشپ کے فرائض کی نافہمی پر ہے، مارکس‌ازم کیلئے بالکل اجنبی ہیں اور درحقیقت صرف سوشلسٹ انقلاب کو اس وقت تک التوا میں ڈالنے کا کام کرتے ہیں جب لوگ دوسری طرح کے ہو جائیں‌گے۔ نہیں، ہم سوشلسٹ انقلاب ایسے لوگوں کے ساتھ چاہتے ہیں جیسے وہ اب ہیں جو بلا ماتحتی، بلا کنٹرول، بلا ''نگرانوں اور محاسبوں،، کے نہیں رہ سکتے۔

لیکن یہ ماتحتی تمام استحصال کے شکار اور محنت‌کش لوگوں کے ہراول یعنی پرولتاریہ کی ہونی چاہئے۔ ریاستی افسروں کی خاص ''افسری،، کی جگہ ''نگرانوں اور محاسبوں،، کے سادہ عوامل کو لانے کی ابتدا فوراً کی جا سکتی ہے اور کرنا چاہئے، ایسے عوامل جو اس وقت بھی پوری طرح عام شہری کی قابلیت کی

سطح کے ہیں اور پوری طرح ''مزدوروں کی اجرت،، پر کئے جا سکتے ہیں۔

ہم مزدوروں کو خود اپنے مزدور تجربے پر بھروسہ کرکے، سخت، آہنی ڈسپلن قائم کرکے جس کی پشت پناہی مسلح مزدوروں کا ریاستی اقتدار کرتا ہو بڑے پیمانے کی پیداوار اس سے منظم کرنا چاہئے جو سرمایہ‌دار نظام قائم کر چکے ہیں۔ ہمیں ریاستی افسروں کا رول گھٹا کر محض ہمارے احکام پورا کرنےوالوں کا، جواب دہ، قابل تبدیلی، معتدل اجرت والے ''نگرانوں اور محاسبوں،، کا رول رکھنا چاہئے (ضرور، ہر طرح، ہر قسم اور ہر درجے کے ماہرین ٹکنیک کی مدد سے) — یہ ہے ہمارا پرولتاری فریضہ، یہی ہے جس سے ہم پرولتاری انقلاب کی تکمیل کے لئے ابتدا کر سکتے ہیں اور کرنا چاہئے۔ ایسی ابتدا، بڑے پیمانے کی پیداوار کی بنیاد پر خودبخود رفتہ رفتہ ہر قسم کی افسرشاہی کے ''مٹنے،، کی طرف، رفتہ رفتہ ایسے نظم کی تخلیق کی طرف لے جائےگی، بلا واوین‌والے نظم، نظم جس کی اجرت کی غلامی سے کوئی مشابہت نہ ہوگی، نظم جس کے تحت نگرانی اور حساب کے عوامل زیادہ سیدھے سادے ہو جائیں‌گے جن کو ہر ایک باری باری کریگا اور پھر وہ عادت بن‌جائیں‌گے اور آخر میں وہ لوگوں کے مخصوص پرت کے مخصوص عوامل کی حیثیت سے ختم ہو جائیں‌گے۔

پچھلی صدی کی آٹھویں دہائی کے ایک حاضر دماغ جرمن سوشل ڈیموکریٹ نے ڈاک کی سروس کو سوشلسٹ معاشی نظام کا نمونہ کہا تھا۔ یہ بہت سچ بات ہے۔ آجکل ڈاک کی سروس ایسا کاروبار ہے جو ریاستی — سرمایہ‌دار اجارہ داری کی طرح منظم کیا گیا ہے۔ سامراج رفتہ رفتہ تمام ٹرسٹوں کو اس قسم کی تنظیموں میں تبدیل کر رہا ہے۔ ''معمولی،، محنت‌کشوں کے اوپر، جو کام کے بوجھ سے دبے ہیں اور بھوک کا شکار ہیں، یہاں بھی بورژوا نوکرشاہی کھڑی ہے۔ لیکن یہاں سماجی انتظام کی مشینری تیار ہو چکی ہے۔ سرمایہ‌داروں کا تختہ الٹنے، مسلح مزدوروں کے آہنی ہاتھوں سے ان استحصال کرنےوالوں کی مزاحمت کو کچلنے اور موجودہ ریاست کی نوکرشاہی مشینری کو پاش پاش کرنے کے بعد

ہمارے سامنے ''طفیل خوری،، سے آزاد، اعلی درجے کے ٹکنیکی سامان سے لیس مشینری ہوگی جس کو متحد مزدور خود پوری طرح چالو کر سکیں‌گے جو ماہرین ٹکنیک، نگرانوں اور محاسبوں کو اجرت پر لیں‌گے اور ان سب کو، سب ''ریاستی،، افسروں کی طرح عام طور پر مزدوروں کی اجرت دیں‌گے۔ یہاں ایک ٹھوس اور عملی فریضہ ہے جو سب ٹرسٹوں کے تعلق سے فوراً پورا کیا جا سکتا ہے، جس کی تکمیل محنت کشوں کو استحصال سے نجات دلائیگی اور جو اس سبق کو نظر میں رکھتا ہے جس پر کمیون نے عمل کرنا شروع کر دیا تھا (خصوصاً ریاست کی تعمیر کے شعبے میں)۔

پوری عوامی معیشت کو ڈاک کی سروس کی لائن پر منظم کرنا تاکہ ماہرین ٹکنیک، نگران اور محاسب اور سارے افسران بھی مسلح پرولتاریہ کے کنٹرول اور رہنمائی میں ''مزدور کی اجرت،، سے زیادہ تنخواہ نہ پائیں — یہ ہے ہمارا قریبی مقصد۔ یہی وہ ریاست ہے، یہی وہ معاشی بنیاد ہے جس کی ہمیں ضرورت ہے۔ یہی پارلیمانیت کے خاتمے اور نمائندہ اداروں کو محفوظ رکھنے کا نتیجہ بنے‌گا۔ یہی بورژوازی کے ہاتھوں ان اداروں کی ''طوائف‌بازی،، سے محنت کش طبقوں کو نجات دلائیگا۔

۴ - قومی اتحاد کی تنظیم

''... قومی تنظیم کے اس مختصر اسکیچ میں جسے کمیون کو آگے بڑھانے کا وقت نہیں ملا پورے یقین کے ساتھ یہ کہا گیا ہے کہ کمیون کو چھوٹے سے چھوٹے گاؤں تک کی سیاسی شکل میں ہونا چاہئے تھا،، ... کمیونوں کو پیرس میں '' قومی وفد،، کا انتخاب کرنا تھا۔

'' ... چند لیکن بہت اہم عوامل جو اب بھی مرکزی حکومت کے ہاتھ میں رہتے ان کو رد نہیں کرنا تھا، جیسا کہ جان بوجھ کر غلط بیانی کی گئی ہے، بلکہ ان کو کمیونوں کی طرف منتقل کرنا تھا یعنی انتہائی ذمے‌دار افسروں کی طرف...

'' ... قومی اتحاد کو توڑنا نہیں بلکہ اس کے برعکس

کمیون کے ڈھانچے کے ذریعہ اس کو منظم کرنا تھا۔ قومی اتحاد کو اس ریاستی اقتدار کی تباہی کے ذریعہ حقیقت بنانا تھا جو اس اتحاد کا مجسمہ ہونے کا دعوی کرتا تھا لیکن قوم سے آزاد اور بالاتر بھی رہنا چاہتا تھا۔ عملی طور سے یہ ریاستی اقتدار قوم کے جسم پر ایک طفیل خور بدگوشت تھا... فریضہ یہ تھا کہ پرانے سرکاری اقتدار کے جبروتشدد کے اعضا کو کاٹ کر الگ کر دیا جائے، اس کے جائز عوامل کو اس اقتدار سے چھین کر حاصل کرلیا جائے جو سماج سے بالاتر رہنے کا دعوی کرتا ہے اور ان کو سماج کے ذمےدار خادموں کو سونپ دیا جائے۔''

کس حد تک موجودہ سوشل ڈیموکریسی کے موقع پرستوں نے مارکس کے اس غور و فکر کو نہیں سمجھا یا شاید یہ کہنا زیادہ ٹھیک ہوگا کہ سمجھنا نہیں چاہا اس کو غدار برنشٹائن کی ہیروستراتی شہرت رکھنےوالی کتاب ''سوشلزم کی ابتدائی شرائط اور سوشل ڈیموکریٹوں کے فرائض،، میں بہترین طور پر دکھایا گیا ہے۔ مارکس کے مندرجہبالا اقتباس کے سلسلے میں ہی برنشٹائن نے لکھا ہے کہ ''جہاں تک اس کے سیاسی مواد کا سوال ہے،، یہ پروگرام ''اپنے تمام بنیادی خطوخال میں پرودھون کی وفاقیت (federalism) سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے... مارکس اور ''پیٹی بورژوا،، پرودھون کے درمیان (برنشٹائن لفظ ''پیٹی بورژوا،، کو اپنے خیال میں طنزیہ بنانے کےلئے واوین میں لکھتا ہے) تمام دوسرے نکات پر اختلاف کے باوجود ان نکات پر ان کے نقطۂنظر اتنے قریب ہیں جتنا ممکن ہو سکتا ہے،،۔ برنشٹائن اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے کہ واقعی میونسپلٹیوں کی اہمیت بڑھ رہی ہے لیکن ''مجھے اس میں شک معلوم ہوتا ہے کہ آیا جمہوریت کا پہلا فریضہ جدید ریاستوں کی ایسی منسوخی (Auflösung) اور ان کی تنظیم میں ایسی مکمل تبدیلی (Umwandlung) ہوگا جیسا کہ مارکس اور پرودھون تصور کرتے ہیں — ان صوبائی یا علاقائی اسمبلیوں کے مندوبین سے نیشنل اسمبلی کی تشکیل جو کمیونوں کے مندوبین پر مشتمل ہوں گی — اور اس کے نتیجے میں قومی نمائندگی

کی پہلی صورت بالکل غائب ہو جائے گی،،۔ (برنشٹائن کی ''ابتدائی شرائط،، ، صفحات ۱۳۴ و ۱۳۶، جرمن ایڈیشن ، ۱۸۹۹ء)۔

'' طفیل‌خور ریاستی اقتدار کی تباہی،، پر مارکس کے خیالات کو پرودھون کی وفاقیت سے گڈمڈ کرنا یقیناً ہیبت‌ناک ہے! لیکن یہ کوئی اتفاقی بات نہیں ہے کیونکہ موقع‌پرست کو یہ کبھی خیال نہیں آتا کہ مارکس یہاں وفاقیت کو مرکزیت کے خلاف رکھ کر بالکل بات نہیں کرتے بلکہ وہ پرانی، بورژوا ریاستی مشینری کو جو تمام بورژوا ملکوں میں ہے توڑنے کے بارے میں کہتے ہیں۔

موقع‌پرست کے ذہن میں تو صرف وہی بات آتی ہے جو وہ اپنے چاروں طرف، پیٹی‌بورژوا تنگ‌نظری اور ''اصلاح‌پرست،، جمود کے ماحول میں دیکھتا ہے یعنی صرف ''میونسپلیٹیاں،، ! موقع‌پرست کو تو پرولتاری انقلاب کے بارے میں سوچنے تک کی عادت نہیں رہی ہے۔

یہ مضحکہ‌انگیز ہے۔ لیکن نرالی بات یہ ہے کہ کسی نے اس نکتے پر برنشٹائن سے بحث‌مباحثہ نہ کیا۔ بہت سے لوگوں نے برنشٹائن کی تردید کی، خصوصاً پلیخانوف نے روسی ادب میں اور کاؤتسکی نے یورپی ادب میں لیکن ان دونوں میں سے کسی نے بھی برنشٹائن کے ہاتھوں مارکس کی اس توڑ مروڑ کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا۔

موقع‌پرست اس حد تک انقلابی طریقے سے خیال کرنا اور انقلاب کے بارے میں سوچنا بھول چکا ہے کہ وہ ''وفاقیت،، کو مارکس سے منسوب کرتا ہے جن کو وہ انارکزم کے بانی پرودھون سے گڈمڈ کردیتا ہے۔ اور پکے مارکس‌وادی ہونے کے دعوےدار اور مارکس کی انقلابی تعلیمات کی مدافعت کرنےوالے کاؤتسکی اور پلیخانوف اس کے بارے میں خاموش ہیں! یہاں مارکس‌ازم اور انارکزم کے درمیان فرق کے نظریات کو انتہائی مسخ کرنے کی ایک جڑ ہے جو کاؤتسکی‌والوں اور موقع‌پرستوں دونوں کی خصوصیت ہے اور جس کے بارے میں ہم پھر کہیں گے۔

کمیون کے تجربے کے بارے میں مارکس کے مندرجہ بالا خیالات میں وفاقیت کا نشان تک نہیں ہے۔ مارکس پرودھون سے اسی نکتے پر متفق ہیں جس کو موقع‌پرست برنشٹائن نے نہیں دیکھا۔ مارکس

پرودھون سے اسی نکتے پر متفق نہیں ہیں جس پر برنشٹائن نے انکا اتفاق دیکھا۔

مارکس پرودھون سے اس بات پر متفق ہیں کہ دونوں موجودہ ریاستی مشینری کو ''توڑنے،، کے حق میں ہیں۔ مارکس‌ازم اور انارکزم (معہ پرودھون اور باکونین) کے درمیان اس اتفاق کو نہ تو موقع‌پرست اور نہ کاؤتسکی‌والے ہی دیکھنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ اسی نکتے پر مارکس‌ازم سے الگ ہوگئے ہیں۔

مارکس پرودھون اور باکونین دونوں سے وفاقیت ہی کے سوال پر متفق نہیں ہیں (پرولتاری ڈکٹیٹرشپ کا ذکر نہ کرکے)۔ اصولی طور پر وفاقیت انارکزم کے پیٹی‌بورژوا خیالات سے ابھرتی ہے۔ مارکس مرکزیت‌پسند تھے۔ ان کے جن خیالات کا ابھی حوالہ دیا گیا ہے ان میں مرکزیت سے کسی طرح کی علحدگی نہیں پائی جاتی ہے۔ صرف وہی لوگ جو ریاست میں ''واہمانہ یقین،، کے تنگ‌نظر خیالات سے بھرے ہیں بورژوا ریاستی مشینری کی تباہی کو مرکزیت کی تباہی سمجھ سکتے ہیں!

اب اگر پرولتاریہ اور غریب کسان ریاستی اقتدار خود اپنے ہاتھوں میں لےلیں، آزادی کے ساتھ اپنے کو کمیونوں میں منظم کرلیں اور سارے کمیونوں کے عمل کو سرمایہ پر ضرب لگانے، سرمایہ‌داروں کی مزاحمت کو کچلنے اور نجی ملکیت‌والی ریلوے لائنوں، فیکٹریوں اور زمین وغیرہ کو ساری قوم کو، پورے سماج کو منتقل کرنے کیلئے متحد کرلیں تو کیا یہ مرکزیت نہ ہوگی؟ کیا یہ انتہائی مستحکم جمہوری مرکزیت اور علاوہ اسکے پرولتاری مرکزیت نہ ہوگی؟

برنشٹائن کے دماغ میں بس یہ بات نہیں آسکتی کہ رضاکارانہ مرکزیت، کمیونوں کا ایک قوم میں رضاکارانہ اتحاد، پرولتاری کمیونوں کا رضاکارانہ سنگم بورژوا تسلط اور بورژوا ریاستی مشینری کو توڑنے کیلئے ممکن ہے۔ ہر تنگ‌نظر آدمی کی طرح برنشٹائن مرکزیت کی تصویرکشی یوں کرتا ہے جو صرف اوپر سے ہی، صرف نوکرشاہی اور فوجی طاقت سے ہی مسلط کی جا سکتی ہے اور محفوظ رکھی جا سکتی ہے۔

جیسے کہ مارکس نے یہ پہلے سے دیکھ لیا ہو کہ ان کے خیالات

کو مسخ کرنے کا امکان ہے اس بات پر عمداً زور دیا کہ یہ الزام جانا بوجھا جعل ہے کہ کمیون قومی اتحاد کو تباہ کرنا اور مرکزی اقتدار کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ مارکس نے عمداً یہ الفاظ استعمال کئے کہ ''قومی اتحاد کو منظم کرنا تھا،، تاکہ باشعور، جمہوری، پرولتاری مرکزیت کو بورژوا، فوجی، نوکرشاہی مرکزیت کے مقابلے میں پیش کیا جا سکے۔

لیکن... وہ بہرے سے بھی بدتر ہے جو سننا نہیں چاہتا۔ اور موجودہ سوشل ڈیموکریسی کے موقع پرست ریاستی اقتدار کی تباہی کے بارے میں، طفیل‌خور کو کاٹ کر پھینک دینے کے بارے میں ہی نہیں سننا چاہتے ہیں۔

۴۔ طفیل خور ریاست کی تباہی

ہم اس موضوع پر مارکس کے الفاظ کا حوالہ دے چکے ہیں اور اب ہمیں ان میں اضافہ کرنا چاہئے۔

''... عام طور پر نئی تاریخی تخلیقات کی یہ تقدیر ہوتی ہے،، مارکس نے لکھا ''کہ ان کو سماجی زندگی کی ان پرانی اور فرسودہ شکلوں کا مثل سمجھا جاتا ہے جن سے یہ نئے ادارے کچھ نہ کچھ مشابہت رکھتے ہیں۔ اس طرح یہ نیا کمیون جو موجودہ ریاستی اقتدار کو توڑ دیتا ہے (پاش پاش کردیتا ہے — bricht) قرون وسطی کے کمیون کی تجدید سمجھا جاتا تھا... چھوٹی ریاستوں کا اتحاد (مونتیسکے اور ژیروندی کے خیال میں)... حد سے زیادہ مرکزیت کے خلاف پرانی جدوجہد کی مبالغہ آمیز شکل سمجھا جاتا تھا...

''... کمیون کے ڈھانچے نے سماج کے جسم کےلئے وہ تمام طاقتیں بحال کردی ہوتیں جو ابھی تک یہ طفیل‌خور بدگوشت ''ریاست،، ہڑپ کر لیتی تھی جو سماج کے ماتھے اپنا پیٹ بھرتی تھی اور اس کو آزادی سے حرکت کرنے سے روکتی تھی۔ اپنے اس ایک اقدام سے اس نے فرانس میں نوجیون کی ابتدا کردی ہوتی ...

''... کمیون کا ڈھانچہ دیہاتی پیداوار کرنےوالوں کو ہر علاقے کے بڑے شہروں کی ذہنی رہنمائی کے تحت لاتا اور شہر کے مزدوروں کی صورت میں وہاں انکا ضمانت‌دار ہوتا جو ان کے مفادات کے قدرتی نمائندے ہیں۔ کمیون کا وجود ہی بجائے خود ایک مسلمہ حقیقت کی حیثیت سے مقامی خودانتظامی کا حامل تھا لیکن اس وقت ریاستی اقتدار کا پاسنگ نہیں رہا تھا جو اب فالتو ہوچکا تھا۔''

''ریاستی اقتدار کو تباہ کرنا'' جو ''طفیل خور بدگوشت'' تھا، اسکو ''کاٹ'' کر پھینکنا، ''پاش پاش کرنا''، ''اب ریاستی اقتدار فالتو ہوگیا'' — یہ ہیں وہ الفاظ جو مارکس نے کمیون کے تجربے کا اندازہ لگاتے اور تجزیہ کرتے ہوئے ریاست کے سلسلے میں استعمال کئے ہیں۔

یہ سب نصف صدی سے کچھ کم قبل لکھا گیا تھا اور اب اس کےلئے واقعی کھدائی کرنی پڑ رہی ہے تاکہ غیرمسخ‌شدہ مارکس‌ازم کو عوام کی بڑی تعداد کے علم میں لایا جائے۔ اس آخری عظیم انقلاب کے مشاہدے سے اخذ کئے ہوئے نتائج جس میں مارکس کی زندگی گزری ٹھیک اس وقت بھلا دئے گئے جب دوسرے عظیم پرولتاری انقلابوں کا وقت آیا۔

''... کمیون کی جو نوع‌بنوع توضیحات کی گئیں اور جن نوع‌بنوع مفادات کا اظہار اسمیں ہوا یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ اعلی درجے کی لوچدار سیاسی شکل تھی جبکہ اس سے پہلے حکومت کی تمام شکلیں اپنی نوعیت کے لحاظ سے جابر تھیں۔ اسکا اصل راز یہ تھا کہ کمیون عملی طور پر مزدور طبقے کی حکومت تھی، زبردستی مالک بن بیٹھنےوالے طبقے کے خلاف پیداوار کرنےوالے طبقے کی جدوجہد کا نتیجہ۔ آخرکار اس میں ایسی سیاسی شکل دریافت کرلی گئی تھی جس میں محنت کی معاشی آزادی کی تکمیل کی جا سکتی تھی...

اس آخری شرط کے بغیر کمیون کا ڈھانچہ ناممکن اور دھوکا ہوتا...''

یوتوپیائی لوگ ان سیاسی شکلوں کو ''دریافت،، کرنے میں لگ گئے جن میں سماج کی سوشلسٹ تبدیلی ہونی چاہئے تھی۔ انارکسٹوں نے سیاسی شکلوں کے سوال کو بالکل ہی مسترد کردیا۔ آجکل کی سوشل ڈیموکریسی کے موقع پرستوں نے پارلیمانی جمہوری ریاست کی بورژوا سیاسی شکلوں کو اس حد کی حیثیت سے تسلیم کر لیا جسکے آگے قدم نہ بڑھانا چاہئے اور اس ''مورتی،، کے سامنے پیشانی گھس گھس کر عبادت کی اور ان شکلوں کو توڑنے کی ہر خواہش کو انارکزم قرار دیا۔

مارکس نے سوشلزم اور سیاسی جدوجہد کی ساری تاریخ سے یہ اخذ کیا کہ ریاست کو غائب ہونا ہی ہے اور یہ کہ اس کے غائب ہونے کی عبوری شکل (ریاست سے غیرریاست میں عبور) ہوگا ''حکمراں طبقے کی حیثیت سے منظم پرولتاریہ،،۔ لیکن مارکس نے اس مستقبل کی منزل کی سیاسی شکلیں دریافت کرنے کا کام اپنے اوپر نہیں لیا۔ انھوں نے فرانسیسی تاریخ کا بالکل ٹھیک مشاہدہ کرنے، اسکا تجزیہ کرنے اور وہ نتائج اخذ کرنے تک اپنے کو محدود رکھا جنکی طرف ۱۸۵۱ء لے گیا یعنی معاملات بورژوا ریاستی مشینری کی تباہی کی طرف جا رہے تھے۔

اور جب پرولتاریہ کی عام انقلابی تحریک پھوٹ پڑی تو مارکس نے اسکی ناکامیابی کے باوجود، اسکی مختصر زندگی اور صریحی کمزوری کے باوجود ان شکلوں کا مطالعہ شروع کردیا جو اس تحریک نے دریافت کی تھیں۔

کمیون وہ شکل ہے جو پرولتاری انقلاب نے ''آخرکار دریافت،، کی ہے اور جس کے تحت محنت کی معاشی نجات ہو سکتی ہے۔

کمیون بورژوا ریاستی مشینری کو پاش پاش کرنے کےلئے پرولتاری انقلاب کی پہلی کوشش اور وہ سیاسی شکل ہے جو ''آخرکار دریافت،، کرلی گئی ہے جس کو توڑی ہوئی ریاستی مشینری کی جگہ پر لایا جا سکتا ہے اور لانا چاہئے۔

ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ ۱۹۰۵ء اور ۱۹۱۷ء کے روسی انقلابوں نے مختلف حالات اور مختلف شرائط کے تحت کمیون کا کام جاری رکھا ہے اور مارکس کے فاضلانہ تاریخی تجزئے کی تصدیق کرتے ہیں۔

چوتھا باب

سلسلےوار - اینگلس کی مزید وضاحتیں

کمیون کے تجربے کے بارے میں مارکس نے بنیادی باتیں پیش کیں - اینگلس نے بھی باربار اس موضوع کو لیا اور مارکس کے تجزئے اور نتائج کی وضاحت کی، کبھی کبھی سوال کے دوسرے پہلوؤں پر ایسے زور اور صفائی کے ساتھ روشنی ڈالی کہ ان وضاحتوں کو خاص طور سے لینے کی ضرورت ہے -

۱ - ''رہائشی مکانوں کا سوال،،

اینگلس نے اپنی تصنیف ''رہائشی مکانوں کا سوال ،، (۱۸۷۲ء) (۴۱) میں کمیون کے تجربے کو پیش نظر رکھ کر ریاست کے تعلق سے انقلاب کے فرائض کے بارے میں کئی بار بحث کی ہے- یہ بات دلچسپ ہے کہ اس ٹھوس موضوع نے صاف طور پر انکشاف کیا ایک طرف، پرولتاری ریاست اور موجودہ ریاست کے درمیان مشابہت کے نکات کا، ایسے نکات کا جو دونوں صورتوں میں ریاست کے بارے میں کہنے کی بنیاد فراہم کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کے درمیان اختلافی نکات یا ریاست کی بربادی کی طرف عبور کا -

'' رہائشی مکانوں کا سوال کیسے حل کیا جائے؟ موجودہ سماج میں اسکو بھی کسی دوسرے سماجی سوال کی طرح حل کیا جاتا ہے : مانگ اور سپلائی کی رفتہ رفتہ معاشی ہمواری کے ذریعہ، اور یہ ایسا حل ہے جو سوال کو بار بار پھر پیدا کرتا ہے اور اسلئے کوئی حل نہیں ہے - اس سوال کو سماجی انقلاب کیسے حل کریگا، اسکا انحصار نہ صرف وقت اور مقام پر ہوگا بلکہ اسکا تعلق کہیں زیادہ دوررس سوالات پر ہے جن میں ایک بہت ہی بنیادی سوال شہر اور دیہات کے درمیان تضاد کو ختم کرنے کا ہے- چونکہ ہمارا یہ فریضہ نہیں ہے کہ ہم مستقبل کے سماج کےلئے یوتوپیائی سسٹم منظم کریں اسلئے اس سوال کو لینا ہمارے لئے بےسود ہے- لیکن ایک بات میں

کوئی شک نہیں ہے کہ بڑے شہروں میں اس وقت بھی رہائشی مکانوں کی اتنی کافی تعداد ہے کہ رہائشی مکانوں کی واقعی کمی کو فوراً دور کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ ان کو معقول طور پر استعمال کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ اسی طرح ممکن ہے کہ موجودہ مالکان کو مکانوں کی ملکیت سے بےدخل کرکے وہاں بےگھر مزدوروں کو یا ان مزدوروں کو بسایا جائے جنکے گھروں میں بہت مجمع ہوگیا ہے۔ اور جیسے ہی پرولتاریہ سیاسی اقتدار حاصل کریگا مفادعامہ کے پیش نظر یہ معقول اقدام ویسا ہی آسان ہوگا جیسا کہ موجودہ ریاست کےلئے عمارتوں کے مالکوں کو بےدخل کرنا اور ان پر قبضہ کرنا ہے،، (جرمن ایڈیشن، ۱۸۸۷ء، صفحہ ۲۲)۔

یہاں ریاستی اقتدار کی شکل میں تبدیلی پر نہیں غور کیا گیا ہے بلکہ صرف اسکی سرگرمیوں کا مافیہ لیا گیا ہے۔ مکانوں کی بےدخلی اور ان پر قبضہ موجودہ ریاست کے حکم سے اب بھی ہوتا ہے۔ معاملے کے باضابطہ پہلو سے پرولتاری ریاست بھی مکانوں پر قبضے اور مکانوں کی بےدخلی کا ''حکم،، دیگی۔ لیکن یہ بات صاف ہے کہ پرانی انتظامی مشینری، افسرشاہی جو بورژوازی سے متعلق ہے پرولتاری ریاست کے احکام پورے کرنے کیلئے محض ناموزوں ہوتی۔

''... اس بات کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے کہ محنت کے تمام آلات پر، مجموعی طور پر صنعت پر محنت کش لوگوں کا واقعی قبضہ پرودھونی ''ادائیگی،، کے بالکل برخلاف ہے۔ موخرالذکر صورت میں مزدور رہائشی مکان، کسان کے قطعۂ زمین، محنت کے آلات کا انفرادی طور پر مالک بن جاتا ہے۔ اول‌الذکر صورت میں ''محنت کش لوگ،، مکانوں، فیکٹریوں اور محنت کے آلات کے اجتماعی مالک رہتے ہیں اور کم سے کم عبوری دور میں وہ مشکل سے ہی افراد یا انجمنوں کو بلامعاوضہ ان کے استعمال کی اجازت دینگے۔ اسی طرح ملکیت آراضی کا خاتمہ لگان کا خاتمہ نہیں ہے بلکہ سماج کی طرف اسکی منتقلی ہے خواہ وہ کچھ تبدیل‌شدہ صورت میں

ہو ۔ اسلئے تمام آلات محنت پر محنت کشوں کا واقعی قبضہ کسی صورت سے انکی کرائے پر لین‌دین کی برقراری کو خارج نہیں کرتا،، (صفحہ ٦٨) ۔

اس بحث میں جو سوال لیا گیا ہے یعنی ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے کی معاشی بنیاد، اس کا جائزہ ہم اگلے باب میں لیں گے ۔ اینگلس بہت احتیاط سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پرولتاری ریاست ''مشکل سے ،، مکانوں کے استعمال کی اجازت بلامعاوضہ دیگی، ''کم سے کم عبوری دور میں،، ۔ سارے لوگوں کی ملکیت‌والے مکانوں کو انفرادی طور پر خاندانوں کو کرایہ پر دینے کا مطلب پہلے سے یہ فرض کرنا ہے کہ کرایہ اکٹھا کیاجائے اور مکانوں کی تقسیم میں کچھ حد تک کنٹرول اور کوئی نہ کوئی معیار پیش نظر رکھا جائے ۔ یہ ریاست کی کسی مخصوص صورت کا تقاضہ کرتا ہے لیکن ایسی مخصوص فوجی اور نوکرشاہی مشینری کا بالکل تقاضہ نہیں کرتا جن میں افسروں کی خاص مراعاتی پوزیشن ہوتی ہے ۔ ایسی صورت حال تک عبور جس میں بلا کرایہ فلیٹ دینا ممکن ہوگا ریاست کی پوری طرح مٹنے پر منحصر ہے ۔

کمیون کے بعد اور اس کے تجربے سے متاثر ہوکر بلانکیسٹوں (٤٢) کے مارکس‌ازم کی اصولی پوزیشن اختیار کرنے کا ذکر کرتے ہوئے اینگلس نے سرسری طور پر اس پوزیشن کو اس طرح مرتب کرکے پیش کیا ہے :

'' ... طبقات اور ان کے ساتھ ریاست کی منسوخی تک عبور کی حیثیت سے پرولتاریہ اور اسکی ڈکٹیٹرشپ کے سیاسی اقدام کی ضرورت... ،، (صفحہ ٥٥) ۔

کوئی ایک ایک لفظ کی نکتہ‌چینی کرنےوالا یا '' مارکس‌ازم کا گلا گھونٹنےوالا،، بورژوا غالباً '' ریاست کی منسوخی،، کے اس اعتراف اور ''اینٹی ڈیورنگ،، کے مندرجہ بالا اقتباس میں انارکسٹ فارمولے کی حیثیت سے اس فارمولے کی تردید کے درمیان تضاد دیکھے گا ۔ اس میں کوئی حیرت نہ ہوتی اگر موقع پرستوں نے اینگلس کا شمار بھی انارکسٹوں

میں کرلیا ہوتا کیونکہ اب سوشل شاونسٹوں میں یہ بات بہت عام ہوگئی ہے کہ وہ سب بین‌اقوامیت پسندوں کو انارکزم کا ملزم ٹھہراتے ہیں۔

مارکس‌زام نے ہمیشہ یہ تعلیم دی کہ طبقات کی منسوخی کے ساتھ ریاست بھی منسوخ ہو جائے گی۔ ''اینٹی‌ڈیورنگ،، میں ''ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے،، کے بارے میں جو عام طور پر مشہور ٹکڑا ہے وہ انارکسٹوں کو محض ریاست کی منسوخی کی حمایت کیلئے ہی ملزم نہیں ٹھہراتا ہے بلکہ اسکا پرچار کرنے کیلئے بھی کہ جیسے ریاست کو '' ایک رات،، میں منسوخ کیا جا سکتا ہے۔

چونکہ موجودہ رائج ''سوشل ڈیموکریٹک،، نظریہ انارکزم سے مارکس‌ازم کے تعلقات کو ریاست کی منسوخی کے بارے میں پوری طرح مسخ کرکے پیش کرتا ہے اسلئے اس بحث کو یاد دلانا مفید ہوگا جو مارکس اور اینگلس نے انارکسٹوں سے کی تھی۔

۲۔ انارکسٹوں سے بحث‌مباحثہ

یہ بحث ۱۸۷۳ء میں ہوئی۔ مارکس اور اینگلس نے پرودھون کے حامیوں، '' اندرونی خودمختاری والوں،، یا '' اختیار کے مخالفوں،، کے خلاف ایک اطالوی سوشلسٹ مجموعے میں مضامین لکھے اور صرف ۱۹۱۳ء میں ان مضامین کے ترجمے جرمن اخبار «Neue Zeit» میں شائع ہوئے (۴۳)۔

'' ... اگر مزدور طبقے کی سیاسی جدوجہد انقلابی صورتیں اختیار کرتی ہے،، مارکس نے انارکسٹوں کے سیاست سے انحراف کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھا۔ ''اور اگر مزدور بورژوازی کی ڈکٹیٹرشپ کی جگہ اپنی انقلابی ڈکٹیٹرشپ قائم کرتے ہیں تو وہ اصولوں کی توہین کرنے کا شدید جرم کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے حقیر، بھونڈے، روزمرہ کے مطالبوں کو مطمئن کرنے اور بورژوازی کی مزاحمت کچلنے کےلئے ریاست کو انقلابی اور عبوری شکل دیتے ہیں بجائے اسکے کہ ہتیار ڈال دیں اور ریاست

کو منسوخ کردیں...،، («Neue Zeit»، ۱۹۱۳ء — ۱۹۱۴ء ۳۲ سال اشاعت، جلد ۱، صفحہ ۴۰)۔

یہ ہے ریاست کی وہ ''منسوخی،، جسکی مارکس نے قطعی مخالفت کرتے ہوئے انارکسٹوں کی تردید کی تھی۔ انہوں نے کبھی اس خیال کی مخالفت نہیں کی کہ جب طبقات غائب ہوں گے تو ریاست بھی غائب ہو جائے گی یا انکی منسوخی کے ساتھ وہ بھی منسوخ ہوجائے گی۔ انہوں نے اسکی مخالفت کی کہ مزدور اسلحہ کے استعمال سے، منظم تشدد سے انکار کردیں یعنی اس ریاست سے انکار کردیں جو ''بورژوازی کی مزاحمت کچلنے،، کا کام کریگی۔

انارکزم کے خلاف اپنی جدوجہد کے اصلی معنوں کو توڑمروڑ سے بچانے کیلئے مارکس نے اس ریاست کی ''انقلابی اور عبوری شکل،، پر عمداً زور دیا جسکی پرولتاریہ کو ضرورت ہے۔ پرولتاریہ کو ریاست کی صرف عارضی ضرورت ہے۔ مقصد کی حیثیت سے ریاست کی منسوخی کے بارے میں ہم انارکسٹوں سے بالکل اختلاف نہیں رکھتے۔ ہم باصرار یہ کہتے ہیں کہ اس مقصد کے حصول کےلئے ہمیں استحصال کرنےوالوں کے خلاف ریاستی اقتدار کے آلات، وسائل اور طریقوں کا عارضی استعمال کرنا چاہئے، اسی طرح جیسے طبقات کے خاتمے کیلئے مظلوم طبقے کی عارضی ڈکٹیٹرشپ کی ضرورت ہے۔ مارکس نے انارکسٹوں کے خلاف سوال پیش کرنے کیلئے انتہائی تیز اور انتہائی صاف رویہ اختیار کیا ہے: سرمایہداروں کا جوا اتار پھینکنے کےبعد کیا مزدوروں کو ''اپنے ہتھیار ڈال‌دینا،، چاہئے یا ان کو سرمایہداروں کی مزاحمت کچلنے کےلئے استعمال کرنا چاہئے؟ لیکن ایک طبقے کا دوسرے طبقے کے خلاف ہتھیاروں کا باقاعدہ استعمال اگر ریاست کی ''عبوری شکل،، نہیں تو کیا ہے؟

ہر سوشل ڈیموکریٹ کو اپنے آپ سے سوال کرنے دیجئے: کیا اسی طرح اس نے ریاست کے بارے میں سوال کو انارکسٹوں سے بحث میں پیش کیا؟ کیا اسی طرح اسکو دوسری انٹرنیشنل کی سرکاری سوشلسٹ پارٹیوں کی بڑی اکثریت نے پیش کیا؟

اینگلس نے ان خیالات کو زیادہ واضح اور مقبول عام طور پر

پیش کیا ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے پرودھون کے حامیوں کے گڈمڈ خیالات کا مذاق اڑایا ہے جو اپنے کو ''اختیار کے مخالفین،، کہتے تھے یعنی ہر طرح کے اختیار، ہر قسم کی ماتحتی اور ہر قسم کے اقتدار سے انکار کرتے تھے۔ کسی فیکٹری، ریلوے یا کھلے سمندر میں جہاز کو لےلیجئے — اینگلس نے کہا — کیا یہ صاف نہیں ہے کہ ان میں کا ایک بھی ٹکنیکی لحاظ سے پیچیدہ ادارہ جسکی بنیاد مشینری اور بہت سے لوگوں کے باقاعدہ تعاون پر ہے بغیر معینہ ماتحتی یا اسکے نتیجے میں بغیر معینہ اختیار یا اقتدار کے کام نہیں کر سکتا؟

''...اگر میں یہ دلیلیں اختیار کے شدیدترین مخالفوں کے خلاف پیش کرتا ہوں،، اینگلس نے لکھا ''تو وہ صرف یہی جواب دے سکتے ہیں: ''ہاں، یہ سچ ہے لیکن یہاں اس اختیار کا سوال نہیں ہے جو ہم اپنے مندوبین کو دیتے ہیں بلکہ کوئی مخصوص کام سپرد کرنے کاسوال ہے،،۔ یہ لوگ سوچتے ہیں کہ کسی چیز کو اس کا نام بدلکر بدلا جا سکتا ہے...،،

اس طرح یہ دکھا کر کہ اختیار اور خودمختاری نسبتی چیزیں ہیں، کہ ان کے استعمال کا دائرہ سماجی ارتقا کی مختلف منازل کے ساتھ بدلتا رہتا ہے، کہ ان کو قطعی نہ سمجھنا چاہئے اور اسکا اضافہ کرتے ہوئے کہ مشینوں اور بڑے پیمانے کی پیداوار کے استعمال کا دائرہ برابر وسیع ہو رہا ہے اینگلس اختیار کے بارے میں عام بحث سے گزر کر ریاست کے سوال پر آجاتے ہیں۔ انہوں نے لکھا:

''...اگر اندرونی خودمختاری کے حامی صرف یہی کہنا چاہتے تھے کہ مستقبل کی سماجی تنظیم اختیار کی اجازت صرف اسی حد تک دیگی جسکو پیداوار کے حالات ناگزیر بنا دیں گے تو ان کے ساتھ اتفاق کیا جا سکتا تھا۔ لیکن وہ ایسے تمام واقعات کی طرف سے اندھے ہوگئے ہیں جو اختیار کو ضروری بناتے ہیں اور بڑے جوش کے ساتھ الفاظ سے لڑتے ہیں۔
''اختیار کے مخالفین اپنے کو سیاسی اختیار، ریاست کے خلاف چیخنے تک کیوں نہیں محدود رکھتے؟ تمام سوشلسٹ

متفق ہیں کہ ریاست اور اس کے ساتھ سیاسی اختیار آنےوالے سماجی انقلاب کے نتیجے میں غائب ہوجائیں گے یعنی سماجی فرائض اپنا سیاسی کردار کھو بیٹھیں گے اور محض انتظامی فرائض میں بدل جائیں گے جو سماجی مفادات کی دیکھ بھال کریں گے۔ لیکن اختیار کے مخالفین کا مطالبہ ہے کہ سیاسی ریاست بیک‌ضرب منسوخ کر دی جائے، حتی کہ ان سماجی تعلقات کی منسوخی سے پہلے جنہوں نے اس ریاست کو جنم دیا تھا۔ انکا مطالبہ ہے کہ سماجی انقلاب کا پہلا اقدام اختیار کی منسوخی ہونا چاہئے۔

''بھلا ان حضرات نے کبھی انقلاب دیکھا بھی ہے؟ انقلاب بلاشبہ اتنی بااختیار چیز ہے جتنی ممکن ہو سکتی ہے۔ انقلاب ایسا اقدام ہے جسمیں آبادی کا ایک حصہ اپنی مرضی دوسرے حصے پر رائفلوں، سنگینوں اور توپوں کے ذریعہ مسلط کرتا ہے جو سب کے سب بہت ہی بااختیار ذرائع ہیں۔ اور فاتح پارٹی ضرورتاً اس پر مجبور ہوتی ہے کہ وہ اپنی حکمرانی اس دہشت کے ذریعہ برقرار رکھے جو اسکے اسلحہ رجعت پرستوں میں پیدا کرتے ہیں۔ کیا پیرس کمیون ایک دن سے زیادہ برقرار رہتا اگر اس نے بورژوازی کے خلاف مسلح عوام کا اختیار نہ استعمال کیا ہوتا؟ اسکے برعکس کیا ہم اسکو اس بات کا ملزم نہیں ٹھہرا سکتے کہ اس نے یہ اختیار بہت کم استعمال کیا؟ اسلئے دو باتوں میں سے ایک ہے: یا تو اختیار کے مخالفین یہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور ایسی صورت میں وہ الجھن پیدا کرتے ہیں۔ یا تو وہ کچھ جانتے ہیں اور اس صورت میں پرولتاریہ کے کاز کے ساتھ غداری کر رہے ہیں۔ دونوں صورتوں میں وہ صرف رجعت‌پرستی کی خدمت کر رہے ہیں،، (صفحہ ۳۹)۔

یہ بحث ان سوالات کو چھوتی ہے جنکا جائزہ ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے کے دوران سیاست اور معاشیات کے درمیان تعلقات کے سلسلے میں لینا چاہئے (اگلا باب اسکے بارے میں ہے)۔ یہ سوالات سماجی

فرائض کو سیاسی سے معمولی انتظامی فرائض میں تبدیل کرنے اور ''سیاسی ریاست،، کے بارے میں ہیں۔ آخرالذکر اصطلاح جو خاص طور سے غلط‌فہمی پیدا کر سکتی ہے ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے کے عمل کو دکھاتی ہے: اس عمل کی ایک خاص منزل پر ریاست جو رفتہ رفتہ مٹ رہی ہے غیر سیاسی ریاست کہی جا سکتی ہے۔

پھر اینگلس کی اس بحث میں وہ طریقہ لاجواب ہے جس سے انھوں نے سوال انارکسٹوں کے‌خلاف رکھا ہے۔ سوشل ڈیموکریٹوں نے جو اینگلس کی شاگردی کا دعوی کرتے ہیں انارکسٹوں کے خلاف اس موضوع پر ۱۸۷۳ء سے لاکھوں بار بحث کی ہے لیکن انھوں نے اس پر اس طرح بحث نہیں کی جس طرح ایک مارکس‌وادی کر سکتا ہے اور کرنا چاہئے۔ انارکسٹوں کا ریاست کی منسوخی کا خیال گڈمڈ اور غیرانقلابی ہے — اینگلس نے سوال کو اس طرح پیش کیا ہے۔ انارکسٹ انقلاب ہی سے اس کے ابھار اور ارتقا سے، تشدد، اختیار، اقتدار اور ریاست کے تعلق سے اس کے معین فرائض سے ہی انکار کرتے ہیں۔

انارکزم پر موجودہ سوشل ڈیموکریٹوں کی عام نکتہ‌چینی بالکل خالص عامیانہ سفلہ‌پن ہوکر رہ گئی ہے: ''ہم ریاست کو مانتے ہیں جبکہ انارکسٹ نہیں مانتے!،، قدرتی بات ہے کہ ایسا سفلہ‌پن تھوڑا بہت سوچنے‌والے اور انقلابی مزدوروں کو دور ڈھکیلنے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتا۔ اینگلس نے مختلف بات کہی ہے: وہ زور دیتے ہیں کہ سب سوشلسٹ یہ مانتے ہیں کہ سوشلسٹ انقلاب کے نتیجے میں ریاست غائب ہو جائے گی۔ پھر وہ انقلاب کے ٹھوس سوال کو رکھتے ہیں، وہی سوال جس سے موقع‌پرست سوشل ڈیموکریٹ عام طور پر گریز کرتے ہیں اور یوں کہنا چاہئے کہ اسکو محض انارکسٹوں کےلئے ''مرتب،، کرنے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اینگلس اس سوال سے نبٹتے ہوئے دکھتی رگ پکڑ لیتے ہیں، وہ سوال کرتے ہیں: کیا کمیون کو ریاست کے انقلابی اقتدار کا یعنی حکمراں طبقے کی حیثیت سے مسلح اور منظم پرولتاریہ کے اقتدار کا زیادہ استعمال نہ کرنا چاہئے تھا؟

رائج سرکاری سوشل ڈیموکریسی انقلاب میں پرولتاریہ کے ٹھوس فرائض کے سوال کو عام طور پر یا تو محض عامیانہ مذاق یا زیادہ سے زیادہ اس صوفیانہ گریز کے ساتھ ٹال دیتی تھی: ''وہاں دیکھا

جائے گا،،۔ اور انارکسٹوں نے اس سوشل ڈیموکریسی کے بارے میں بجا طور پر کہا تھا کہ وہ مزدوروں کو انقلابی تعلیم دینے کے اپنے فریضے سے غداری کرتی ہے۔ اینگلس پچھلے پرولتاری انقلاب کے تجربے کو اسی ٹھوس مطالعہ ہی کیلئے استعمال کرتے ہیں کہ بینکوں اور ریاست دونوں کے بارے میں پرولتاریہ کو کیا کرنا اور کیسے کرنا چاہئے۔

۳۔ بیبل کے نام خط

ریاست کے بارے میں مارکس اور اینگلس کی تصانیف میں اگر بہترین نہیں تو ایک سب سے اچھی بحث اینگلس کے اس خط کا اقتباس ہے جو انھوں نے بیبل کو ۲۸ — ۱۸ مارچ ۱۸۷۵ء کو لکھا تھا۔ ہم برسبیل تذکرہ یہ کہتے چلیں کہ جہاں تک ہم کو معلوم ہے یہ خط سب سے پہلے بیبل نے اپنی سوانح (''اپنی زندگی سے،،) کی دوسری جلد میں شایع کرایا جو ۱۹۱۱ء میں چھپی یعنی خط لکھنے اور بھیجے جانے کے ۳۶ سال بعد۔

بیبل کو گوتھا پروگرام کے اسی مسودے پر تنقید کرتے ہوئے جس پر مارکس نے براکے (۴۴) کے نام اپنے مشہور خط میں تنقید کی تھی اور ریاست کے بارے میں خاص طور سے سوال کو لیتے ہوئے اینگلس نے لکھا:

''... آزاد عوامی ریاست آزاد ریاست میں تبدیل ہوگئی۔ قواعد کے لحاظ سے ان الفاظ کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ آزاد ریاست وہ ہے جو اپنے شہریوں کے تعلق سے آزاد ہو یعنی مطلق العنان حکومت‌والی ریاست۔ مناسب یہ ہوتا کہ ریاست کے بارے میں یہ ساری بکواس بند کردی جاتی، خصوصاً کمیون کے بعد جو لفظ کے صحیح معنوں میں اب ریاست نہیں رہا تھا۔ انارکسٹوں نے ''عوامی ریاست،، کو کافی سے زیادہ ہماری آنکھوں کا کانٹا بنا دیا ہے حالانکہ پرودھون کے خلاف مارکس کی کتاب اور بعد میں ''کمیونسٹ مینی‌فسٹو،، صاف کہتے ہیں کہ سوشلسٹ سماجی نظام رائج ہونے کے بعد ریاست خود

منتشر ہوکر (sich auflöst) غائب ہوجاتی ہے۔ چونکہ ریاست ایک عبوری ادارہ ہے جس کو جدوجہد میں، انقلاب میں دشمنوں کو بزور کچلنے کےلئے استعمال کرنا پڑتا ہے اسلئے آزاد عوامی ریاست کی بات نری حماقت ہے: جب تک پرولتاریہ کو ریاست کی ضرورت رہتی ہے، اسکو یہ ضرورت آزادی کے مفادات کیلئے نہیں بلکہ اپنے دشمنوں کو دبائے رکھنے کیلئے ہوتی ہے اور جیسے ہی آزادی کے بارے میں بات کرنا ممکن ہوتا ہے تو ریاست کا اس صورت میں وجود نہیں رہتا۔ اس لئے ہم تجویز کرتے ہیں کہ ہر جگہ لفظ ریاست کی جگہ لفظ ''برادری،، (Gemeinwesen) رکھا جائے جو بڑا اچھا پرانا جرمن لفظ ہے اور فرانسیسی لفظ ''کمیون،، سے مطابقت رکھتا ہے،، (اصل جرمن مسودہ، صفحات ۳۲۲ — ۳۲۱) (۳۵)۔

اس بات کو پیش نظر رکھا جائے کہ یہ خط اس پارٹی پروگرام کا حوالہ دیتا ہے جس پر مارکس نے مندرجہ بالا خط سے چند ہفتے بعد اپنے خط میں تنقید کی تھی (مارکس کا خط ۵ مئی ۱۸۷۵ء کا ہے) اور اس وقت اینگلس مارکس کے ساتھ لندن میں رہتے تھے۔ اسلئے آخری جملے میں ''ہم،، کہتے ہوئے اینگلس بلاشبہ اپنی اور مارکس کی طرف سے بھی جرمن مزدور پارٹی کے لیڈر سے یہ تجویز کرتے ہیں کہ لفظ ''ریاست،، پروگرام سے نکالکر اس کی جگہ لفظ ''برادری،، رکھا جائے۔

موقع پرستوں کی آسانی کیلئے توڑی مروڑی ہوئی موجودہ ''مارکس‌ازم،، کے سربراہ ''انارکزم،، کے بارے میں کتنی چیخ پکار کریں گے اگر پروگرام میں اس طرح کی ترمیم کی تجویز ان سے کی جائے!

ان کو چیخ پکار کرنے دو۔ اسکےلئے بورژوازی ان کو مرحبا کہے گی۔

اور ہم اپنا کام کریں گے۔ اپنی پارٹی کے پروگرام پر نظرثانی کرتے ہوئے ہمیں ہر طرح سے مارکس اور اینگلس کے مشورے کو پیش‌نظر رکھنا چاہئے تاکہ ہم سچ سے قریب ہوسکیں، مارکس‌ازم کو توڑمروڑ سے صاف کرکے بحال کر سکیں اور مزدور طبقے کی نجات کیلئے اسکی جدوجہد کی صحیح معنی میں رہنمائی کرسکیں۔ اینگلس

اور مارکس کے مشورے کے خلاف بالشویکوں میں یقینی طور پر کوئی نہیں ملےگا۔ شاید مشکل صرف اصطلاح میں ہوگی۔ جرمن میں دو الفاظ ایسے ہیں جن کے معنی ''برادری،، ہیں اور اینگلس نے جو لفظ استعمال کیا ہے وہ واحد برادری نہیں دکھاتا بلکہ ان کے مجموعے، برادریوں کے سسٹم کو دکھاتا ہے۔ روس میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے اور ممکن ہے فرانسیسی لفظ ''کمیون،، لینا مناسب ہو حالانکہ اسکی بھی اپنی خامیاں ہیں۔

''کمیون لفظ کے صحیح معنوں میں، اب ریاست نہیں رہی تھی،، — یہ نظریاتی طور پر بہت ہی اہم بیان ہے جو اینگلس نے دیا ہے۔ جو کچھ اوپر کہا جا چکا ہے اسکے بعد یہ بیان بالکل صاف ہے۔ کمیون کا ریاست ہونا ختم ہو رہا تھا کیونکہ اسے آبادی کی اکثریت کو نہیں بلکہ اقلیت (استحصال کرنےوالوں) کو دبانا تھا۔ اس نے بورژوازی کی ریاستی مشینری کو توڑ دیا تھا۔ دباؤ ڈالنے کی مخصوص طاقت کے بجائے آبادی خود سامنے آگئی۔ یہ سب کچھ ریاست کے صحیح معنوں سے علحدہ تھا۔ اور اگر کمیون مضبوطی سے قائم ہوجاتا تو اسمیں ریاست کی تمام علامتیں خود سے ''رفتہ رفتہ مٹ جاتیں،، ، اسے ریاست کے اداروں کو ''منسوخ،، نہ کرنا پڑتا: وہ کام کرنا بند کردیتے کیونکہ ان کے پاس کچھ کرنے کو نہ ہوتا۔

''انارکسٹوں نے ''عوامی ریاست'' کو ہماری آنکھوں کا کانٹا بنا دیا ہے،، — یہ کہنے میں اینگلس سب سے پہلے باکونین اور جرمن سوشل ڈیموکریٹوں پر اس کے حملے پیش نظر رکھتے ہیں۔ اینگلس ان حملوں کو اس لئے بجا تسلیم کرتے ہیں کہ ''عوامی ریاست'' اس حد تک نامعقول اور سوشلزم سے اس حد تک علحدگی ہے جتنی ''آزاد عوامی ریاست،،۔ اینگلس نے انارکسٹوں کے خلاف جرمن سوشل ڈیموکریٹوں کی جدوجہد کو صحیح ڈھرے پر لگانے کی کوشش کی تا کہ یہ جدوجہد اصولی طور پر صحیح بن سکے اور ''ریاست،، کے بارے میں موقع پرست تعصبات سے اسکو نجات مل سکے۔ افسوس! اینگلس کا خط ۳۶ سال تک کہیں نیچے پڑا رہا۔ ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ اس خط کی اشاعت کے بعد بھی کاؤتسکی نے حقیقت میں وہی غلطیاں باصرار دھرائیں جنکے خلاف اینگلس نے انتباہ کیا تھا۔

بیبل نے اینگلس کو اپنے ۲۱ ستمبر ۱۸۷۵ء کے خط سے جواب دیا جسمیں دوسری چیزوں کے علاوہ بیبل نے یہ بھی لکھا کہ وہ پروگرام کے مسودے کے بارے میں اینگلس کی رائے سے ''پوری طرح متفق،، ہیں اور یہ کہ انھوں نے چھوٹ دینے کیلئے لیبکنیخت کو ملامت کی ہے (بیبل کی سوانح کا جرمن ایڈیشن، دوسری جلد، صفحہ ۳۳۴)۔ لیکن اگر ہم بیبل کا پمفلٹ ''ہمارے مقاصد،، لے لیں تو وہاں ہم کو ریاست کے بارے میں ایسے خیالات ملیں گے جو بالکل غلط ہیں۔

''طبقاتی تسلط پر مبنی ریاست کو عوامی ریاست میں تبدیل کردینا چاہئے،، («Unsere Ziele» جرمن ایڈیشن، ۱۸۸۶ء، صفحہ ۱۴)۔

یہ بیبل کے پمفلٹ کے ۹ ویں (نویں!) ایڈیشن میں شایع ہوا تھا! یہ حیرت کی بات نہیں کہ ریاست کے بارے میں موقع پرستانہ بحث جسکو باصرار دھرایا جاتا تھا جرمن سوشل ڈیموکریٹوں نے اپنے میں سمولیا، خصوصاً جبکہ اینگلس کی انقلابی تشریحات کو کہیں نیچے ڈال دیا گیا اور حالات زندگی ایسے تھے کہ وہ مدتوں تک انقلاب سے ''الگ،، رہیں۔

۴۔ ایرفورٹ پروگرام کے مسودے پر تنقید

ریاست کے بارے میں مارکس‌ازم کی تعلیمات کا تجزیہ کرتے ہوئے ایرفورٹ پروگرام (۴۶) کے مسودے پر اس تنقید کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا جو اینگلس نے کاؤتسکی کو ۲۹ جون ۱۸۹۱ء کو بھیجی تھی اور جو دس سال بعد ہی «Neue Zeit» میں شایع ہوئی کیونکہ اس کا تعلق بڑی حد تک ریاست کی تنظیم سے متعلق سوالات میں سوشل ڈیموکریٹوں کے موقع پرستانہ خیالات پر تنقید سے ہے۔

ہم اس بات پر بھی غور کرتے چلیں گے کہ اینگلس نے بھی معاشی سوالات پر بہت ہی بیش‌بہا رائے پیش کی ہے جو دکھاتی ہے کہ انھوں نے کتنی توجہ اور غور کےساتھ ان تبدیلیوں کو دیکھا جو جدیدترین سرمایہ‌داری میں ہو رہی ہیں اور اسی وجہ سے وہ کیسے ایک

حد تک ہمارے سامراجی دور کے فرائض کو پہلے سے دیکھ سکے۔ یہ رہی انکی رائے: لفظ ''غیرمنصوبہ‌بندی،، (Planlosigkeit) کے بارے میں، جو پروگرام کے مسودے میں سرمایہ‌داری کی کردار نگاری کے لئے استعمال کیا گیا، اینگلس نے لکھا ہے:

''... جب ہم جوائنٹ اسٹاک کمپنیوں کی طرف سے ٹرسٹوں کی طرف آتے ہیں جو ساری صنعتوں کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں اور انکے اجارےدار بن جاتے ہیں تو یہاں نہ صرف نجی پیداوار بند ہوتی ہے بلکہ غیرمنصوبہ‌بندی بھی ختم ہوجاتی ہے،،(«Neue Zeit» بیسواں سال اشاعت، جلد ۱، ۱۹۰۱ء—۱۹۰۲ء، صفحہ ۸) (۴۷)۔

یہاں جدیدترین سرمایہ‌داری یعنی سامراج کے نظریاتی اندازے کی انتہائی اہم چیز لی گئی ہے یعنی یہ کہ سرمایہ‌داری بدل کر اجارےدارانہ سرمایہ‌داری ہوجاتی ہے۔ موخرالذکر پر زور دینا چاہئے کیونکہ بورژوا اصلاح‌پرست دعوی کہ گویا اجارےدارانہ سرمایہ‌داری یا ریاستی اجارےدارانہ سرمایہ‌داری اب سرمایہ‌داری نہیں رہی ہے بلکہ اسکو ''ریاستی سوشلزم،، کہا جا سکتا ہے وغیرہ، اب بہت عام غلطی ہو گئی ہے۔ درحقیقت مکمل منصوبہ‌بندی نہ تو ٹرسٹ فراہم کرتے تھے، نہ اب کر رہے ہیں اور نہ فراہم کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ چاہے جتنی منصوبہ‌بندی فراہم کرتے ہیں، بڑے بڑے سرمایہ‌دار قومی اور حتی کہ بین‌اقوامی پیمانے پر پیداوار کی مقدار کا چاہے جتنا بھی پہلےسے حساب لگاتے ہیں اور اسکو چاہے جتنا منصوبے کے مطابق متناسب بناتے ہیں ہم پھربھی سرمایہ‌دار نظام کے تحت ہی رہتے ہیں، یہ سچ ہے کہ اس کی نئی منزل میں، پھر بھی بلاشبہ سرمایہ‌دارانہ نظام میں رہتے ہیں۔ سوشلزم سے ایسی سرمایہ‌داری کی ''قربت،، پرولتاریہ کے حقیقی نمائندوں کےلئے سوشلسٹ انقلاب کی قربت، آسانی، امکانات اور فوری ضرورت کی دلیل کا ثبوت بن سکتی ہے اور اسکی دلیل بالکل نہیں بن سکتی کہ ایسے انقلاب کے انکار کو برداشت کیا جائے اور سرمایہ‌داری کو زیادہ دلکش بنانے کی کوششیں کی جائیں، ایسی چیز جسکےلئے سب اصلاح‌پرست کوشاں ہیں۔

لیکن ہم ریاست کے سوال کی طرف واپس آتے ہیں ۔ اپنے خط میں اینگلس نے خاص طور سے تین بیش‌بہا تجاویز پیش کی ہیں : اول، ریپبلک کے بارے میں، دوسرے، قومی سوال اور ریاستی تنظیم کے درمیان تعلق کے بارے میں اور تیسرے، مقامی خودانتظامی کے بارے میں ۔

جہاں تک ریپبلک کا تعلق ہے اینگلس نے ایرفورٹ پروگرام کے مسودے پر اپنی نکتہ‌چینی کا اسکو مرکز بنایا ۔ اور اگر ہم یاد کریں کہ دنیا کی ساری سوشل ڈیموکریسی کےلئے ایرفورٹ پروگرام نے کیا اہمیت اختیار کرلی تھی اور کیسے ساری دوسری انٹرنیشنل کےلئے نمونہ بن گیا تھا تو بلامبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اینگلس نے یہاں ساری دوسری انٹرنیشنل کی موقع‌پرستی پر نکتہ‌چینی کی ہے۔

''مسودے کے سیاسی مطالبات میں ایک بڑا نقص ہے،، اینگلس نے لکھا ''اس میں ٹھیک اسی کی کمی ہے (کشیدہ خط اینگلس کا ہے) جس کو کہنا چاہئے تھا ۔،،

اور آگے انھوں نے اس کی وضاحت کی ہے کہ جرمن آئین ۱۸۵۰ء کے انتہائی رجعت پرست آئین کا خاکہ ہے، کہ ریشتاغ بقول ولہلم لیبکنیخت ''مطلق العنانی کا برگ انجیر،، ہے اور یہ خواہش ''محض حماقت،، ہوگی کہ ایسے آئین کی بنیاد پر ''محنت کے تمام آلات کو مشترکہ ملکیت بنا دیا جائے،، جو چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور چھوٹی جرمن ریاستوں کے فیڈریشن کے وجود کو قانونی قرار دیتا ہے۔

''اس موضوع کو لینا خطرناک ہے،، اینگلس نے یہ اچھی طرح جانتے ہوئے اضافہ کیا ہے کہ جرمنی میں ریپبلک کے مطالبہ کو قانونی طور پر پروگرام میں شامل کرنا ناممکن تھا ۔ لیکن اینگلس نے یوں ہی اس بین بات سے ناراضمندی کا اظہار نہیں کیا جس سے ''سب،، مطمئن تھے ۔ اینگلس نے آگے چل کر کہا : ''بہرحال ، کسی نہ کسی طرح اس معاملے کو آگے بڑھانا چاہئے ۔ یہ کتنا ضروری ہے ، اس کو فی‌الوقت موقع‌پرستی بالکل ٹھیک ٹھیک دکھاتی ہے جو سوشل ڈیموکریٹ پریس کے ایک بڑے حصے میں پھیل رہی ہے (einreißende)۔

سوشلسٹ دشمن قانون (۱۸۷۸) کی تجدید سے ڈرتے ہوئے یا اس قانون کے تسلط کے دور میں ہر طرح کے جلدبازی کے اعلانات کو یاد کرتے ہوئے اب یہ خواہش ہے کہ پارٹی جرمنی کے موجودہ قانونی نظام کو اس کےلئے تسلیم کرلے کہ وہ پارٹی کے تمام مطالبات پرامن طور پر پورے کرنے کےلئے کافی ہے ...،،

اینگلس نے خاص طور سے اس بنیادی واقعہ پر زور دیا کہ جرمن سوشل ڈیموکریٹ سوشلسٹ‌دشمن قانون کی تجدید کے ڈر سے سرگرم عمل تھے اور اس کو صاف طور پر موقع‌پرستی کہا۔ انھوں نے یہ اعلان کیا کہ چونکہ جرمنی میں نہ تو ریپبلک تھی اور نہ آزادی اسلئے ''پرامن،، راستے کے خواب محض حماقت تھے۔ اینگلس نے اس بات کی کافی احتیاط کی کہ ان کے ہاتھ نہ بندھ جائیں۔ انھوں نے یہ تسلیم کرلیا کہ ریپبلک‌والے یا بہت آزاد ملکوں میں سوشلزم کی طرف پرامن ارتقا کا ''تصور کرنا،، (صرف ''تصور کرنا،،!) ممکن ہے، لیکن جرمنی میں، انھوں نے پھر دھرایا،

''... جرمنی میں، جہاں حکومت قادر مطلق ہے اور ریشتاغ اور دوسرے نمائندہ ادارے حقیقی طاقت نہیں رکھتے — جرمنی میں ایسی بات کی وکالت کرنے کا مطلب جہاں ، علاوہ بریں اس کی ضرورت بھی نہیں ہے، مطلق‌العنانی سے برگ‌انجیر ھٹالینا اور اس کے ننگےپن کی پردہ داری کےلئے خود کھڑے ہوجانا ہے...،،

جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے سرکاری لیڈروں کی بڑی اکثریت جس نے اس مشورے کو بالائے طاق رکھدیا درحقیقت مطلق العنانی کی پردہ دار ثابت ہوئی۔

''... آخرکار اس طرح کی پالیسی صرف پارٹی کو گمراہ کر سکتی ہے۔ وہ عام، مجرد سیاسی سوالوں کو سامنے لاکر فوری ٹھوس سوالوں کو چھپاتے ہیں جو پہلے بڑے واقعات، پہلے سیاسی بحران کے وقت خودبخود سامنے آجاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ فیصلہ‌کن لمحے

میں پارٹی اچانک لاچار ثابت ہوگی اور اہم سوالوں کے بارے میں اس میں وضاحت اور اتفاق نہ ہوگا کیونکہ ایسے سوالوں پر پہلے کبھی بحث نہیں ہوئی...

''بڑی اور خاص باتوں کو روزمرہ کے فوری مفادات کے لئے اس طرح بھولنا ، مابعد نتائج کو نظرانداز کرکے لمحاتی کامیابیوں کے پیچھے اس طرح دوڑنا اور ان کے لئے جدوجہد کرنا، تحریک کے مستقبل کو اس کے حال پر اس طرح قربان کرنا' ممکن ہے کہ ''ایماندارانہ،، نیت سے ہو لیکن یہ موقع پرستی ہے اور موقع پرستی رہے گی، اور ''ایماندارانہ،، موقع پرستی شاید سب سے زیادہ خطرناک ہے...

''اگر کوئی بات بلاشبہ ہے، تو یہ کہ ہماری پارٹی اور مزدور طبقہ صرف جمہوری ریپبلک جیسی ہی سیاسی صورت میں برسراقتدار آسکتے ہیں - حتی کہ پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کی خاص صورت یہی ہے جیسا کہ عظیم فرانسیسی انقلاب نے دکھایا ہے...،،

اینگلس نے یہاں خاص طور سے نمایاں صورت میں اس بنیادی خیال کا اعادہ کیا ہے جو مارکس کی تمام تصانیف میں ایک سرخ دھاگے کی طرح دوڑا ہوا ہے یعنی یہ کہ جمہوری ریپبلک پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ سے سب سے زیادہ قریب ہے۔ کیونکہ ایسی ریپبلک، ذرا بھی سرمائے کا تسلط ختم کئے بغیر اور اسی‌لئے عوام پر جبر وتشدد اور طبقاتی جدوجہد ختم کئے بغیر ناگزیر طور پر اس جدوجہد کو اس حد تک پھیلاتی اور فروغ دیتی ہے ، اس کی تہیں کھولتی ہے اور جدوجہد کو تیز کرتی ہے کہ جیسے ہی کچلے ہوئے عوام کے بنیادی مفادات کو مطمئن کرنے کا امکان پیدا ہوتا ہے اس امکان کی ناگزیر اور واحد طریقے سے پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کے ذریعہ ، ان عوام کی پرولتاریہ کی قیادت کے ذریعہ تکمیل کی جاتی ہے۔ ساری دوسری انٹرنیشنل کے لئے یہ بھی مارکس‌ازم کے ''فراموش کردہ،، الفاظ ہیں اور یہ واقعہ کہ وہ فراموش کئےجا چکے ہیں منشویک پارٹی کی تاریخ نے ۱۹۱۷ء کے روسی انقلاب کے پہلے چھہ مہینوں میں خاص صفائی کے ساتھ دکھایا ہے۔

آبادی کی قومی ساخت کے سلسلے میں وفاقی ریپبلک کے موضوع پر اینگلس نے لکھا :

''موجودہ زمانے کے جرمنی کی جگہ کیا ہونا چاہئے؟،، (معہ اس کے رجعت‌پرست شاہ‌پرست آئین اور اسی طرح چھوٹی ریاستوں میں اس کی رجعت‌پرست تقسیم، ایسی تقسیم جو ''پروشین‌ازم،، کی تمام خصوصیات کو ابدیت‌بخشتی ہے بجائے اس کے کہ ان کو جرمنی میں مجموعی طور پر منتشر کردیا جائے)۔ ''میری رائے میں پرولتاریہ صرف واحد اور ناقابل تقسیم ریپبلک کی صورت ہی کو استعمال کر سکتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے زبردست علاقے میں مجموعی طور پر اب بھی ایک وفاقی ریپبلک کی ضرورت ہے حالانکہ اس کی مشرقی ریاستوں میں ابتک وہ رکاوٹ کی صورت اختیار کرچکی ہے۔ برطانیہ میں یہ آگے کی طرف قدم ہوگا جہاں دو جزیروں میں چار قومیں بستی ہیں اور واحد پارلیمنٹ کے باوجود قانون‌سازی کے تین سسٹم پہلو بہ پہلو موجود ہیں ۔ چھوٹے سوئٹزرلینڈ میں یہ مدتوں سے رکاوٹ بن‌چکی ہے اور وہاں وفاقی ریپبلک صرف اس‌لئے قابل برداشت ہے کہ سوئٹزرلینڈ یورپی ریاستی نظام کا بالکل مجہول ممبر ہونے پر قانع ہے ۔ جرمنی کےلئے سوئٹزرلینڈ کے نمونے پر وفاقیت پیچھے کی طرف زبردست قدم ہوگا۔ دو نکتے یونین ریاست اور مکمل طور پر متحد ریاست کے درمیان فرق پیدا کرتے ہیں : اول تو ہر ممبر ریاست، ہر کینٹن اپنی دیوانی اور فوجداری قانون بنانے اور عدالت کا سسٹم رکھتا ہے۔ دوسرے، ایک عوامی ایوان کےساتھ ایک وفاقی ایوان بھی ہوتا ہے جس میں ہر کینٹن خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ووٹ دیتا ہے،،۔ جرمنی میں یونین ریاست مکمل متحد ریاست کی طرف عبور ہے اور ۱۸۶۶ء اور ۱۸۷۰ء کے ''اوپر سے انقلاب،، (۴۹) پیچھے کی طرف نہ دھکیلنا چاہئے بلکہ ''نیچے سے تحریک کے ذریعہ،، اس میں اضافہ کرنا چاہئے ۔

نہ صرف یہ کہ اینگلس ریاست کی شکلوں کی طرف بےتوجہی نہیں برتتے بلکہ اس کے برعکس انتہائی تفصیل کےساتھ وہ ان ہی عبوری شکلوں کا تجزیہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ہر مخصوص معاملے میں اس کی ٹھوس تاریخی خصوصیات کے مطابق معلوم کر سکیں کہ کس بات سے کس بات کی طرف مخصوص عبوری شکل گزر رہی ہے۔

پرولتاریہ اور پرولتاری انقلاب کے نقطۂنظر سے اینگلس بھی مارکس کی طرح جمہوری مرکزیت، واحد اور ناقابل تقسیم ریپبلک کے علمبردار ہیں۔ وہ وفاقی ریپبلک کو یا تو استثنا یا ترقی کیلئے رکاوٹ یا شاہی سے مرکوز ریپبلک کی طرف عبور، بعض خاص شرائط کے تحت ''آگے کی طرف قدم،، سمجھتے ہیں۔ اور ان مخصوص شرائط کے تحت وہ قومی سوال کو سامنے لاتے ہیں۔

چھوٹی ریاستوں کی رجعت پرست نوعیت پر اور بعض ٹھوس معاملوں میں اس کو قومی سوال کے پردے میں چھپانے پر شدید تنقید کے باوجود اینگلس نے بھی مارکس کی طرح کبھی یہ ذرا کوشش نہیں کی کہ وہ قومی سوال کو نظرانداز کردیں — یہ کوشش جس کے اکثر ہالینڈ اور پولینڈ کے مارکس‌وادی مرتکب ہوتے ہیں جو ''اپنی،، چھوٹی ریاستوں کی تنگ‌نظر قوم‌پرستی کے خلاف قانونی جدوجہد کرتے ہیں۔

حتی کہ برطانیہ میں، جہاں جغرافیائی حالات، مشترکہ زبان اور متعدد صدیوں کی تاریخ ملک کے مختلف چھوٹے حصوں میں قومی سوال کو ''ختم کرتی،، معلوم ہوتی ہے، یہاں بھی اینگلس نے اس واضح واقعہ کو پیش نظر رکھا کہ قومی سوال ابھی تک ماضی کی بات نہیں ہوئی ہے اور اسلئے وہ وفاقی ریپبلک کا قیام ''آگے کی طرف قدم،، سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں اسکا شائبہ بھی نہیں ہے کہ اینگلس نے وفاقی ریپبلک کی خامیوں پر تنقید ترک کردی ہے یا متحد اور مرکوز جمہوری ریپبلک کی انتہائی باعزم جدوجہد اور پروپیگنڈے سے دست‌بردار ہوگئے ہیں۔

لیکن جمہوری مرکزیت سے اینگلس کا مطلب بالکل وہ نہیں ہے جس نوکرشاہی معنی میں اس اصطلاح کو بورژوا اور پیٹی‌بورژوا نظریات‌داں اور انارکسٹ استعمال کرتے ہیں۔ اینگلس کا مرکزیت کا خیال ایسی وسیع خودانتظامی کو خارج نہیں کرتا جو تمام نوکرشاہی

رواجوں اور اوپر سے سارے ''احکام،، جاری کرنے کو بالکل ختم کرتی ہے۔ بشرطیکہ کمیون اور ضلع رضاکارانہ طور پر متحدہ ریاست کی وکالت کریں۔

اینگلس نے ریاست کے بارے میں مارکس‌ازم کے پروگرام‌والے نظریات کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھا ہے: ''... اس طرح، متحد ریپبلک لیکن موجودہ فرانسیسی ریپبلک کے معنی میں نہیں جو بلاشہنشاہ کے سلطنت ہے جو ۱۷۹۸ء میں قائم ہوئی تھی۔ ۱۷۹۲ء سے ۱۷۹۸ء تک ہر فرانسیسی صوبے، ہر کمیون (Gemeinde) کو امریکی نمونے کی مکمل خودانتظامی حکومت حاصل تھی اور یہی ہم کو بھی حاصل ہونا چاہئے۔ خودانتظامی کو کیسے منظم کیا جائے اور ہم نوکرشاہی کے بغیر اس کا انتظام کیسے کریں یہ ہم کو امریکہ اور پہلی فرانسیسی ریپبلک نے دکھایا اور ثابت کیا ہے اور آج بھی کناڈا، آسٹریلیا اور دوسری برطانوی نوآبادیات دکھا رہی ہیں۔ اور اس قسم کی صوبوں (علاقوں) اور کمیونوں کی خودانتظامی حکومت کہیں زیادہ آزاد ہے مثلاً بہ نسبت سوئٹزرلینڈ کی وفاقیت کے جس کے تحت یہ صحیح ہے کہ کینٹن بند کے تعلق سے،، (یعنی مجموعی طور پر وفاقی ریاست کے تعلق سے) ''بہت خودمختار ہے لیکن ضلع (Bezirk) اور کمیون کے تعلق سے بھی خودمختار ہے۔ کینٹن کی حکومتیں ضلع کے گورنر (Bezirk statthalter) اور Prefects مقرر کرتی ہیں جو انگریزی زبان‌والے ملکوں میں بالکل نہیں ہیں اور جن کو ہمیں یہاں مستقبل میں اسی عزم کے ساتھ ختم کرنا چاہئے جیسے پروشیائی Regierungsräte اور Landräte (کمشنروں، ضلع پولیس افسران، گورنروں اور عام طور پر ان افسروں کو جو اوپر سے مقرر کئے گئے ہیں) کو،،۔ اسی کے مطابق اینگلس نے پروگرام میں خودانتظامی حکومت کی دفعہ کے بارے میں مندرجہ‌ذیل الفاظ کی تجویز کی: ''صوبوں (گوبیرنیا یا علاقوں)، ضلعوں اور کمیونوں کی مکمل خودانتظامی عام رائے دہندگی کی بنیاد پر چنے ہوئے

نہ صرف یہ کہ اینگلس ریاست کی شکلوں کی طرف بےتوجہی نہیں برتتے بلکہ اس کے برعکس انتہائی تفصیل کےساتھ وہ ان ہی عبوری شکلوں کا تجزیہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ہر مخصوص معاملے میں اس کی ٹھوس تاریخی خصوصیات کے مطابق معلوم کر سکیں کہ کس بات سے کس بات کی طرف مخصوص عبوری شکل گزر رہی ہے۔

پرولتاریہ اور پرولتاری انقلاب کے نقطۂنظر سے اینگلس بھی مارکس کی طرح جمہوری مرکزیت، واحد اور ناقابل تقسیم ریپبلک کے علمبردار ہیں۔ وہ وفاقی ریپبلک کو یا تو استثنا یا ترقی کیلئے رکاوٹ یا شاہی سے مرکوز ریپبلک کی طرف عبور، بعض خاص شرائط کے تحت ''آگے کی طرف قدم،، سمجھتے ہیں۔ اور ان مخصوص شرائط کے تحت وہ قومی سوال کو سامنے لاتے ہیں۔

چھوٹی ریاستوں کی رجعت پرست نوعیت پر اور بعض ٹھوس معاملوں میں اس کو قومی سوال کے پردے میں چھپانے پر شدید تنقید کے باوجود اینگلس نے بھی مارکس کی طرح کبھی یہ ذرا کوشش نہیں کی کہ وہ قومی سوال کو نظرانداز کردیں — یہ کوشش جس کے اکثر ہالینڈ اور پولینڈ کے مارکس‌وادی مرتکب ہوتے ہیں جو ''اپنی،، چھوٹی ریاستوں کی تنگ‌نظر قوم‌پرستی کے خلاف قانونی جدوجہد کرتے ہیں۔

حتی کہ برطانیہ میں، جہاں جغرافیائی حالات، مشترکہ زبان اور متعدد صدیوں کی تاریخ ملک کے مختلف چھوٹے حصوں میں قومی سوال کو ''ختم کرتی،، معلوم ہوتی ہے، یہاں بھی اینگلس نے اس واضح واقعہ کو پیش نظر رکھا کہ قومی سوال ابھی تک ماضی کی بات نہیں ہوئی ہے اور اسلئے وہ وفاقی ریپبلک کا قیام ''آگے کی طرف قدم،، سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں اسکا شائبہ بھی نہیں ہے کہ اینگلس نے وفاقی ریپبلک کی خامیوں پر تنقید ترک کردی ہے یا متحد اور مرکوز جمہوری ریپبلک کی انتہائی باعزم جدوجہد اور پروپیگنڈے سے دست‌بردار ہوگئے ہیں۔

لیکن جمہوری مرکزیت سے اینگلس کا مطلب بالکل وہ نہیں ہے جس نوکرشاہی معنی میں اس اصطلاح کو بورژوا اور پیٹی‌بورژوا نظریات‌داں اور انارکسٹ استعمال کرتے ہیں۔ اینگلس کا مرکزیت کا خیال ایسی وسیع خودانتظامی کو خارج نہیں کرتا جو تمام نوکرشاہی

رواجوں اور اوپر سے سارے ''احکام،، جاری کرنے کو بالکل ختم کرتی ہے۔ بشرطیکہ کمیون اور ضلع رضاکارانہ طور پر متحدہ ریاست کی وکالت کریں۔

اینگلس نے ریاست کے بارے میں مارکس‌ازم کے پروگرام‌والے نظریات کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھا ہے: ''... اس طرح، متحد ریپبلک لیکن موجودہ فرانسیسی ریپبلک کے معنی میں نہیں جو بلاشہنشاہ کے سلطنت ہے جو ۱۷۹۸ء میں قائم ہوئی تھی۔ ۱۷۹۲ء سے ۱۷۹۸ء تک ہر فرانسیسی صوبے، ہر کمیون (Gemeinde) کو امریکی نمونے کی مکمل خودانتظامی حکومت حاصل تھی اور یہی ہم کو بھی حاصل ہونا چاہئے۔ خودانتظامی کو کیسے منظم کیا جائے اور ہم نوکرشاہی کے بغیر اس کا انتظام کیسے کریں یہ ہم کو امریکہ اور پہلی فرانسیسی ریپبلک نے دکھایا اور ثابت کیا ہے اور آج بھی کناڈا، آسٹریلیا اور دوسری برطانوی نوآبادیات دکھا رہی ہیں۔ اور اس قسم کی صوبوں (علاقوں) اور کمیونوں کی خودانتظامی حکومت کہیں زیادہ آزاد ہے مثلاً بہ نسبت سوئٹزرلینڈ کی وفاقیت کے جس کے تحت یہ صحیح ہے کہ کینٹن بند کے تعلق سے،، (یعنی مجموعی طور پر وفاقی ریاست کے تعلق سے) ''بہت خودمختار ہے لیکن ضلع (Bezirk) اور کمیون کے تعلق سے بھی خودمختار ہے۔ کینٹن کی حکومتیں ضلع کے گورنر (Bezirk statthalter) اور Prefects مقرر کرتی ہیں جو انگریزی زبان‌والے ملکوں میں بالکل نہیں ہیں اور جن کو ہمیں یہاں مستقبل میں اسی عزم کے ساتھ ختم کرنا چاہئے جیسے پروشیائی Regierungsräte اور Landräte (کمشنروں، ضلع پولیس افسران، گورنروں اور عام طور پر ان افسروں کو جو اوپر سے مقرر کئے گئے ہیں) کو،،۔ اسی کے مطابق اینگلس نے پروگرام میں خودانتظامی حکومت کی دفعہ کے بارے میں مندرجہ‌ذیل الفاظ کی تجویز کی: ''صوبوں (گوبیرنیا یا علاقوں)، ضلعوں اور کمیونوں کی مکمل خودانتظامی عام رائے دہندگی کی بنیاد پر چنے ہوئے

افسران کے ذریعہ؛ ریاست کے مقررہ کردہ سارے مقامی اور صوبائی صاحبان اختیار کی منسوخی۔،،

میں ''پراودا،، (۵۰) (شمارہ ۶۸، ۲۸ مئی ۱۹۱۷ء) میں جس کو کیرینسکی اور دوسرے ''سوشلسٹ،، وزراء کی حکومت نے دبا دیا اس کی طرف اشارہ کر چکا ہوں کہ کیسے اس نکتے پر (ظاہر ہے صرف اسی نکتے پر نہیں) نام نہاد انقلابی جمہوریت کے ہمارے نام‌نہاد سوشلسٹ نمائندے نمایاں طور پر جمہوریت سے پیچھے ہٹ گئے۔ قدرتی بات ہے کہ جن لوگوں نے اپنے کو سامراجی بورژوازی کے ساتھ ''ایتلاف،، کے رشتے میں باندھ رکھا ہے انھوں نے اس تنقید کی طرف سے اپنے کان بند کرلئے۔

اس بات کی طرف توجہ دینا بہت اہم ہے کہ اینگلس نے واقعات کو لیکر ایک انتہائی ٹھیک مثال سے اس تعصب کی تردید کی جو بہت پھیلا ہوا ہے، خصوصاً پیٹی بورژوا ڈیموکریٹوں میں، کہ مرکوز ریپبلک کے مقابلے میں وفاقی ریپبلک کا مطلب زیادہ آزادی ہے۔ یہ غلط ہے۔ اینگلس نے ۱۷۹۸ء — ۱۷۹۲ء کی مرکوز فرانسیسی ریپبلک اور سوئٹزرلینڈ کی وفاقی ریپبلک کے واقعات پیش کرکے اس کی تردید کی ہے۔ حقیقی جمہوری مرکوز ریپبلک نے وفاقی ریپبلک کے مقابلے میں زیادہ آزادی دی ہے۔ دوسرے الفاظ میں سب سے زیادہ مقامی، علاقائی اور دوسری آزادی جس سے تاریخ واقف ہے مرکوز ریپبلک نے دی ہے نہ کہ وفاقی ریپبلک نے۔

اس واقعہ پر، وفاقی اور مرکوز ریپبلک اور مقامی خودانتظامی حکومت کے پورے سوال پر بھی، ہمارے پارٹی پروپیگنڈے اور ایجی‌ٹیشن میں کافی توجہ نہیں دی جاتی تھی اور اب بھی نہیں دی جا رہی ہے۔

۵۔ مارکس کی کتاب ''فرانس میں خانہ‌جنگی،، کا ۱۸۹۱ء کا پیش‌لفظ

''فرانس میں خانہ‌جنگی،، کے تیسرے ایڈیشن کیلئے اپنے پیش لفظ میں (اس پیش لفظ کی تاریخ ۱۸ مارچ ۱۸۹۱ء ہے اور پہلی بار

یہ رسالہ «Neue Zeit» میں شایع ہوا تھا) اینگلس نے ریاست کی طرف رویے کے بارے میں سوالوں پر کچھ دلچسپ سرسری ریمارکوں کے علاوہ کمیون کے دئے ہوئے سبقوں پر ایک بہت ہی اچھا واضح خلاصہ پیش کیا۔ یہ خلاصہ جو ان بیس برسوں کے پورے تجربے سے اور زیادہ گہرا ہوگیا تھا جو کمیون اور مصنف کے درمیان تھے اور جو خاص طور سے جرمنی میں پھیلے ہوئے ''ریاست کے توہم‌آمیز عقیدے،، کے خلاف تھا، زیرغور سوال کے سلسلے میں بجا طور پر مارکس‌ازم کا حرف آخر کہا جا سکتا ہے۔

> اینگلس نے لکھا ہے کہ فرانس میں ہر انقلاب کے بعد مزدور مسلح ہوتے تھے، ''اسلئے مزدوروں کو نہتا کرنا برسراقتدار بورژوا کیلئے پہلا مقدس فریضہ تھا۔ اسی‌لئے مزدوروں کے جیتے ہوئے ہر انقلاب کے بعد نئی جدوجہد ہوتی ہے جو مزدوروں کی شکست پر ختم ہوتی ہے...،، (۵۱)

بورژوا انقلابوں کے تجربے کا یہ خلاصہ بہت ہی جامع اور پرمعنی ہے۔ ریاست کے سوال پر (کیا مظلوم طبقے کے پاس اسلحہ ہیں ؟) دوسری باتوں کے علاوہ معاملے کے سارے مافیہ کو یہاں بہت اچھی طرح سمجھا گیا ہے۔ یہی نچوڑ ہے جس سے بورژوا نظریات سے متاثر پروفیسر اور پیٹی‌بورژوا ڈیموکریٹ اکثر گریز کرتے ہیں۔ ۱۹۱۷ء کے روسی انقلاب میں بورژوا انقلابوں کے اس راز کو فاش کرنے کی عزت (کاوینیاک کی عزت) ''منشویک،، ، '' نیز مارکسی،، تسرےتیلی کو ملی۔ اپنی ۱۱ جون کی ''تاریخی،، تقریر میں تسرےتیلی یہ کہہ اٹھے کہ بورژوازی پیٹروگراد کے مزدوروں کو نہتا کرنےکا عزم رکھتی ہے۔ درحقیقت انھوں نے اس فیصلے کو اپنا اور عام طور پر '' ریاست،، کےلئے ضروری بتاکر پیش کیا !

تسرےتیلی کی ۱۱ جون کی تاریخی تقریر واقعی ۱۹۱۷ء کے انقلاب کی ہر مؤرخ کےلئے اس بات کی جیتی‌جاگتی مثال رہے گی کہ کس طرح جناب تسرےتیلی کی قیادت میں سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں کا اتحاد انقلابی پرولتاریہ کےخلاف ہوکر بورژوازی کی طرف چلا گیا۔

اینگلس کا ایک اور سرسری ریمارک جو ریاست کے سوال کے بارے میں بھی ہے مذہب کے متعلق ہے۔ یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ جرمن سوشل ڈیموکریسی جتنی فرسودہ ہوتی گئی اتنی ہی زیادہ موقع پرست ہوتی گئی، اتنی ہی زیادہ وہ اس مشہور فارمولے کی عامیانہ اور غلط تفسیر میں دھنستی گئی کہ ''مذہب کے نجی معاملہ ہونے کا اعلان کیا جائےگا،،۔ یعنی اس فارمولے کو توڑمروڑ کر یہ معنی نکالے گئے کہ مذہب انقلابی پرولتاریہ کی پارٹی کےلئے بھی نجی معاملہ ہے!! پرولتاریہ کے انقلابی پروگرام کے ساتھ اس مکمل غداری کے خلاف ہی اینگلس نے زوردار احتجاج کیا۔ ۱۸۹۱ء میں انھوں نے اپنی پارٹی میں موقع پرستی کی صرف بہت ہی کمزور ابتدا دیکھی اور اسی‌لئے اس کے بارے میں بہت ہی احتیاط کا اظہار کیا:

''چونکہ تقریباً صرف مزدور یا مزدوروں کے مسلمہ نمائندے کمیون میں تھے اس لئے اس کے فیصلے قطعی طور پر پرولتاری کردار رکھتے تھے۔ یا تو ان فیصلوں میں وہ اصلاحات منظور کی گئی تھیں جو ریپبلکن بورژوازی نے محض اپنی بزدلی کی وجہ سے منظور نہیں کیں اور جو مزدور طبقے کی آزاد سرگرمیوں کےلئے ضروری بنیاد مہیا کرتی ہیں، مثلاً زندگی میں اس اصول کو رائج کرنا کہ ریاست کے تعلق سے مذہب بالکل نجی معاملہ ہے۔ یا کمیون نے ایسے احکام نافذ کئے جو مزدور طبقے کے مفاد میں براہ راست تھے اور جو پرانے سماج کے نظم و نسق کو گہرائی تک کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کرتے تھے...،،

اینگلس نے ''ریاست کے تعلق سے،، کے الفاظ پر عمداً زور دیا ہے جرمن‌موقع پرستی پر براہ‌راست ضرب لگانے کیلئے، جس نے پارٹی کے تعلق سے مذہب کے نجی معاملہ ہونے کا اعلان کرکے انقلابی پرولتاریہ کی پارٹی کو اس انتہائی بھونڈی ''آزاد خیال،، تنگ‌نظری کی سطح تک نیچے گرا دیا جو منکر ہونے کی صورت کو ماننے کیلئے تیار تھی لیکن لوگوں کو بیوقوف بنانےوالی مذہب کی افیون کے خلاف پارٹی کی جدوجہد کے فریضے سے دست‌بردار ہوجاتی تھی۔

جرمن سوشل ڈیموکریسی کے مستقبل کا مؤرخ ۱۹۱۴ء میں اس کی شرمناک ناکامی کی جڑیں تلاش کرتے ہوئے اس سوال پر بہت ہی دلچسپ اور کافی مواد پائےگا جو پارٹی کے نظریاتی لیڈر کاؤتسکی کے مضامین میں گریزپا اعلانات سے شروع ہوتا ہے جن میں موقع پرستی کےلئے پٹوپٹ دروازہ کھولدیا گیا ہے اور ۱۹۱۳ء میں «Los-von-Kirche-Bewegung» (چرچ سے علحدہ ہونے کی تحریک) کی طرف پارٹی کے رویے پر ختم ہوتا ہے۔ (۵۲)

لیکن آئیے ہم دیکھیں کہ کمیون کے ۷۰ سال بعد اینگلس نے مجاہد پرولتاریہ کیلئے اس کے سبقوں کا خلاصہ کیسے پیش کیا ہے۔

یہ ہیں سبق جن کو اینگلس نے صفاول میں جگہ دی ہے:

"... سابق مرکوز حکومت کا وہ ظالم اقتدار، فوج، سیاسی پولیس اور نوکرشاہی جس کی تخلیق نپولین نے ۱۷۹۸ء میں کی تھی اور جس کو اس وقت سے ہر نئی حکومت دل‌پسند آلے کی طرح اپناتی اور اپنے مخالفین کےخلاف استعمال کرتی رہی ہے یہی اقتدار ہے جس کو فرانس میں ہر جگہ اسی‌طرح ختم ہونا تھا جس طرح وہ پیرس میں ختم ہو چکا تھا۔

"بالکل ابتدا سے ہی کمیون کو یہ ماننا چاہئے تھا کہ مزدور طبقہ برسراقتدار ہوکر پرانی ریاستی مشینری کے ذریعہ انتظام نہیں چلا سکتا، کہ‌اپنے تسلط کو نہ کھونے کیلئے جو ابھی حاصل ہوا ہے مزدور طبقے کو، ایک طرف تو ظلم کی اس ساری پرانی مشینری کو ختم کردینا چاہئے جو پہلے اس کے خلاف استعمال ہوتی تھی اور دوسری طرف اپنے نمائندوں اور افسروں کے خلاف ان سب کےلئے بلااستثنا یہ اعلان کرکے کہ ان کو کسی وقت بھی واپس بلایا جا سکتا ہے خود کو محفوظ کرلینا چاہئے ..."

اینگلس نے ایک بار پھر اس پر زور دیا کہ صرف شاہی میں نہیں بلکہ جمہوری ریپبلک میں بھی ریاست ریاست ہی رہتی ہے یعنی

وہ اپنی بنیادی اور امتیازی خصوصیات رکھتی ہے: افسروں، ''سماج کے خادموں،، ، اس کے اداروں کو سماج کے مالکوں میں تبدیل کرنا۔

'' ... ریاست اور ریاست کے اداروں کی سماج کے خادموں سے سماج کے مالکوں میں تبدیلی (تمام پچھلی ریاستوں میں ناگریز تبدیلی) کے خلاف کمیون نے دو بالکل صحیح ذرائع استعمال کئے۔ اول تو اس نے تمام عہدے، انتظامی، عدالتی اور تعلیمی، تمام متعلقہ لوگوں کی عام‌رائے دھندگی سے بھرے جن سے ووٹر عہدے‌دار کو کسی وقت بھی واپس بلا سکتے تھے۔ اور دوسرے اس نے تمام اعلی اور ادنی افسروں کو صرف وہ اجرت دی جو دوسرے مزدوروں کو ملتی تھی۔ کمیون نے سب سے زیادہ تنخواہ ۶ ہزار فرانک* دی۔ اس طرح جاہ و منصب اور کیریرازم کے خلاف ایک معتبر رکاوٹ ان پابندیوں کے علاوہ کھڑی کردی گئی جو نمائندہ اداروں کے مندوبین پر عائد کی گئی تھیں...،،

اینگلس یہاں ایسی دلچسپ حد سے قریب آجاتے ہیں جس پر مستقل جمہوریت ایک طرف سوشلزم میں تبدیل ہوتی ہے اور دوسری طرف سوشلزم کا تقاضہ کرتی ہے۔ کیونکہ ریاست کو ختم کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ریاستی خدمات کے کاموں کو کنٹرول اور حساب کتاب کے ایسے سادہ عوامل میں بدل دیا جائے جو آبادی کی بڑی اکثریت کی دست‌رس اور اختیار میں ہوں اور پھر ہر فرد کےلئے۔ اور کیریرازم کے قطعی خاتمے کا مطالبہ یہ ہے کہ ریاستی ملازمت میں

---

* برائے نام ۲۴۰۰ روبل یا زرتبادلہ کی موجودہ شرح کے مطابق تقریباً ۶ ہزار روبل۔ ان بالشویکوں کا رویہ قطعی ناقابل معافی ہے جو یہ تجویز کرتے ہیں کہ مثلاً شہری دوماؤں کے ممبروں کو ۹ ہزار روبل تنخواہ دی جائے اور یہ نہیں تجویز کرتے کہ ساری ریاست میں ۶ ہزار روبل زیادہ سے زیادہ تنخواہ ہو جو کافی رقم ہے۔ (۵۳)

'' معزز ،، ، خواہ بےنفع عہدوں کو بینکوں اور جوائنٹ کمپنیوں کی بڑی آمدنی‌والی ملازمتوں تک جست لگانے کےلئے استعمال نہ کیا جا سکے جیسا کہ سب بہت ہی آزاد سرمایہ‌دار ملکوں میں متواتر ہوتا ہے۔

بہرحال ، اینگلس نے وہ غلطی نہیں کی جو مثلاً کچھ مارکس‌وادی قوموں کے حق خودارادیت کے سوال کے بارے میں کرتے ہیں جب وہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ سرمایہ‌داری میں یہ ناممکن ہے اور سوشلزم میں بےسود ہوگا۔ یہ بیان جو بظاہر بڑی ہوشمندی کا معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت غلط ہے کسی بھی جمہوری ادارے کے بارے میں دیا جا سکتا ہے اور ان میں سرکاری افسروں کی معتدل تنخواہیں بھی شامل ہیں کیونکہ قطعی طور پر مستقل جمہوریت سرمایہ‌دار نظام میں ناممکن ہے اور سوشلزم کے تحت ساری جمہوریت رفتہ رفتہ مٹ جائے گی۔

یہ صوفی‌ازم ہے جو اس پرانے لطیفے سے مشابہ ہے کہ اگر آدمی کا ایک اور بال ضایع ہوجائےگا تو کیا وہ گنجا ہوجائےگا۔

جمہوریت کو مختتم حدتک ترقی دینا ، اس ترقی کی صورتیں تلاش کرنا اور عمل سے ان کی آزمائش کرنا وغیرہ ، یہ سب سماجی انقلاب کی جدوجہد کے فریضوں میں سے ہے۔ الگ الگ لیکر کسی طرح کی بھی جمہوریت سوشلزم نہیں لا سکتی۔ لیکن حقیقی زندگی میں جمہوریت کبھی '' الگ نہیں لی جائے گی ،، ۔ وہ '' دوسری چیزوں کے ساتھ لی جائے گی ،، ، وہ معاشی زندگی پر بھی اثر انداز ہوگی اور اس کی تبدیلی کو تیز کرے گی اور معاشی ترقی سے خود بھی متاثر ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ یہ ہے زندہ تاریخ کی جدلیات ۔

اینگلس نے آگے چل کر لکھا :

'' . . . سابق ریاستی اقتدار کا دھماکے (Sprengung) سے اڑجانا اور اس کی جگہ پر ایک نئے اور واقعی جمہوری اقتدار کا آنا تفصیل کے ساتھ '' خانہ‌جنگی ،، کے تیسرے باب میں لکھا گیا ہے۔ لیکن یہاں مختصر طور پر اس تبدیلی کی کچھ خصوصیات کا ایک بار پھر ذکر کرنا ضروری تھا کیونکہ جرمنی میں خاص طور سے ریاست میں توہم‌آمیز یقین فلسفے سے گزر کر بورژوازی حتی کہ بہت سے مزدوروں کے عام شعور میں بھی پہنچ گیا

ہے ۔ فلسفیانہ نظرئے کے مطابق ریاست '' نظرئے کی تکمیل ،، ہے یا فلسفیانہ زبان میں زمین پر خدا کی سلطنت ہے ، ریاست ایسا شعبہ ہے جس میں ابدی سچائی اور انصاف کی تکمیل ہو چکی ہے یا ہونا چاہئے ۔ اور اس سے ریاست اور اس سے ہر متعلق چیز کا توہم‌آمیز احترام پیداہوتا ہے جو بہت جلد جڑ پکڑ لیتا ہے کیونکہ لوگ بچپن سے یہ تصور کرنے کے عادی ہوجاتے ہیں کہ ایسے معاملات اور مفادات کی تکمیل اور حفاظت جو سماج میں مشترک ہیں اسکے سوا اور کسی طرح نہیں ہوسکتی جیسے کہ پہلے ہوتی تھی یعنی ریاست اور اسکے اونچی اونچی تنخواہوں والے اعلی عہدےداروں کے ذریعہ ۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ بہت غیرمعمولی جرأت‌آمیز قدم اٹھا رہے ہیں اگر وہ وراثتی شاہی پر یقین سے ہٹ کر جمہوری ریپبلک میں یقین کرنے لگتے ہیں ۔ بہرحال درحقیقت ریاست ایک طبقے کے ہاتھوں دوسرے طبقے کو دبانے کے آلۂ کار کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور جمہوری ریپبلک میں بھی دراصل وہ شاہی سے کم اسکا آلۂ کار نہیں ہے۔ بہترین صورت میں بھی ریاست ایک ایسی برائی ہے جو پرولتاریہ کو وراثت میں ملی ہے جس نے طبقاتی حکمرانی کی جدوجہد میں فتح پائی ہے۔ کمیون کی طرح فتحیاب پرولتاریہ کو اس برائی کے بدترین پہلو امکانی تیزی کے ساتھ کاٹ کر پھینکنا ہوں گے ، یہاں تک کہ نئے ، آزاد سماجی حالات میں نشوونما پائی ہوئی نسل ریاست کے پورے ملبے کو مسترد کر سکے گی ۔،،

اینگلس نے جرمنوں کو انتباہ کیا کہ وہ شاہی کو ریپبلک سے بدلنے کے سلسلے میں عام طور پر ریاست کے سوال میں سوشلزم کے اصولوں کو نہ بھولیں ۔ انکے انتباہ اب تسرےتیلی اور چیرنوف صاحبان کےلئے براہ‌راست سبق ہیں جنھوں نے اپنے '' ایتلاف ،، کے عمل میں ریاست کےلئے توہم‌آمیز یقین اور توہم‌آمیز احترام کا اظہار کیا ہے!

دو اور باتیں : (۱) اگر اینگلس نے کہا ہے کہ جمہوری ریپبلک میں ریاست شاہی سے ''کچھ کم نہیں،، ، ریاست ''ایک طبقے

کے ہاتھوں دوسرے طبقے کو دبانے کا آلۂ کار ،، رہتی ہے تو اسکا یہ کسی طرح مطلب نہیں ہے کہ دباؤ کی صورت سے پرولتاریہ کےلئے کوئی فرق نہیں پڑتا جیسا کہ کچھ انارکسٹ ''پڑھا،، رہے ہیں۔ طبقاتی جدوجہد اور طبقاتی دباؤ کی زیادہ وسیع ، زیادہ آزاد اور زیادہ کھلی ہوئی صورت پرولتاریہ کےلئے عام طور پر طبقات کے خاتمے کی جدوجہد میں بڑی مددگار ہوتی ہے۔

(۲) صرف نئی نسل ہی کیوں ریاست کے پورے ملبے کو مسترد کر سکے گی ؟ اس سوال کا تعلق جمہوریت پر قابو پانے سے ہے جس کی طرف ہم آرہے ہیں۔

۶۔ جمہوریت پر قابو پانے کے بارے میں اینگلس کی رائے

اینگلس نے اس بات پر اپنے خیالات کا اظہار ''سوشل ڈیموکریٹ،، نام کے سائنسی طور پر غلط ہونے کے سوال کے سلسلے میں کیا۔

اپنے ۱۸۷۰ء اور آگے کے برسوں کے مختلف موضوع والے مضامین کے ایک ایڈیشن کےلئے جسمیں زیادہ‌تر ''بین‌اقوامی*،، سوالات کے بارے میں (۵۴) «Internationales aus dem «Volksstaat») مضامین تھے ۳ جنوری ۱۸۹۴ء کے پیش لفظ میں یعنی اپنی موت سے ڈیڑھ سال پہلے لکھے ہوئے پیش‌لفظ میں اینگلس نے لکھا ہے کہ انھوں نے اپنے تمام مضامین میں لفظ ''کمیونسٹ،، استعمال کیا ہے نہ کہ ''سوشل ڈیموکریٹ،، کیونکہ اس زمانے میں فرانس میں پرودھون‌والے اور جرمنی میں لاسال والے (۵۵) اپنے کو سوشل ڈیموکریٹ کہتے تھے۔ اینگلس نے آگے چل کر کہا ہے:

> ''... مارکس اور میرے لئے اسی واسطے یہ قطعی ناممکن تھا کہ ہم اپنے مخصوص نقطۂ‌نظر کے اظہار کےلئے ایسی ڈھیلی ڈھالی اصطلاح استعمال کریں۔ موجودہ زمانے میں حالت مختلف ہے اور یہ لفظ (''سوشل ڈیموکریٹ،،) چل سکتا ہے (mag passieren) چاہے وہ اب بھی صحیح نہ ہو (unpassend، نامناسب)

---

*''عوامی ریاست،، سے بین‌اقوامی موضوعات پر،،۔ (ایڈیٹر)

ایسی پارٹی کےلئے جس کا معاشی پروگرام محض عام طور پر سوشلسٹ نہیں ہے بلکہ براہ‌راست کمیونسٹ ہے اور جسکا مختتم سیاسی مقصد پوری ریاست کو قابو میں لانا ہے، اور اس لئے جمہوریت کو بھی۔ بہرحال، حقیقی (اینگلس کا خط‌کشیدہ) سیاسی پارٹیوں کے نام کبھی پوری طرح ان سے مطابقت نہیں رکھتے ہیں۔ پارٹی ترقی کرتی رہتی ہے جبکہ نام اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔ ،،

ماہر جدلیات اینگلس کو اپنے آخری دن تک جدلیات پر یقین رہا۔ انہوں نے کہا ہے کہ مارکس اور میرے پاس پارٹی کیلئے شاندار اور سائنسی طور پر ٹھیک نام ہے، لیکن اصل پارٹی ہی نہیں تھی یعنی عام پرولتاری پارٹی۔ اب (۱۹ویں صدی کے آخر میں) اصل پارٹی تو ہے لیکن اسکا نام سائنسی طور پر غلط ہے۔ پرواہ نہیں، وہ ''چل سکتا،، ہے، کاشکہ پارٹی ترقی کرے اور اسکے نام کی سائنسی خامی اس سے چھپی نہ ہو اور صحیح سمت میں اسکی ترقی میں رکاوٹ نہ ڈالے!

شاید کوئی مسخرا ہم بالشویکوں کو اینگلس کے طریقے سے یہ کہہ کر تسلی دلانے کی کوشش کرے: ہماری پارٹی حقیقی ہے، وہ شاندار طور سے ترقی کر رہی ہے، حتی‌کہ ''بالشویک،، جیسا بےمعنی اور بھدا نام بھی ''چل‌جائےگا،، حالانکہ وہ اس خالص اتفاقی واقعہ کے سوا اور کچھ نہیں ظاہر کرتا کہ ۱۹۰۳ء کی برسلز — لندن کانگرس میں ہم اکثریت * میں تھے (۵۶)۔ شاید اب جبکہ ہماری پارٹی پر رپبلکن اور ''انقلابی،، پیٹی بورژوا ڈیموکریسی کے جولائی اور اگست کے جبرو تشدد کی وجہ سے ''بالشویک،، نام کو ایسا عوامی اعزاز حاصل ہوگیا ہے اور مذید برآں اس جبر وتشدد نے ہماری پارٹی کی اس زبردست تاریخی پیش قدمی کی نشان‌دھی کی جو اس نے اپنی حقیقی ترقی میں کی ہے تو شاید اب میں بھی اس تجویز پر زور دینے میں جھجکونگا جو میں نے اپریل میں اپنی پارٹی کا نام

---

* روسی میں اکثریت کے معنی ''بالشینستوو،، ہیں اسی لئے بالشویک نام ہوگیا۔ (مترجم)

بدلنے کےلئے پیش کی تھی۔ شاید میں اپنے رفیقوں کے سامنے ''سمجھوتے'' کی تجویز پیش کروں یعنی اپنے کو کمیونسٹ پارٹی کہنے کی لیکن بریکٹ میں لفظ ''بالشویک'' برقرار رکھنے کی۔

لیکن پارٹی کے نام کا سوال نسبتاً کہیں کم اہم ہے بمقابلہ ریاست کی طرف انقلابی پرولتاریہ کے رویے کے سوال کے۔

ریاست کے بارے میں عام مباحثوں میں وہ غلطی برابر کی جاتی ہے جسکے خلاف اینگلس نے یہاں انتباہ کیا ہے اور جس کے بارے میں ہم نے سرسری طور پر پہلے بتایا ہے یعنی یہ برابر فراموش کیا جارہا ہے کہ ریاست کے خاتمے کا مطلب جمہوریت کا خاتمہ بھی ہے، کہ ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے کے معنی ہیں جمہوریت کا رفتہ رفتہ مٹنا۔

پہلی نظر میں یہ دعوی بہت ہی عجیب اور ناقابل فہم معلوم ہوتا ہے۔ دراصل کوئی ہم پر یہ بھی شبہ کر سکتا ہے کہ کہیں ہم ایسے سماجی نظام کی توقع تو نہیں رکھتے ہیں جسمیں اقلیت کو اکثریت کے تحت رکھنے کے اصول کا لحاظ نہ کیا جائیگا کیونکہ جمہوریت کا مطلب تو اسی اصول کو تسلیم کرنا ہے؟

نہیں، جمہوریت اقلیت کو اکثریت کے تحت رکھنے کے ہم‌معنی نہیں ہے۔ جمہوریت ایسی ریاست ہے جو اقلیت کو اکثریت کے تحت رکھنے کو تسلیم کرتی ہے یعنی وہ تنظیم ہے ایک طبقے پر دوسرے طبقے کے، آبادی کے ایک حصے پر دوسرے حصے کے باقاعدہ تشدد کےلئے۔

ہم ریاست کے خاتمے کو اپنا مختتم مقصد بناتے ہیں یعنی تمام منظم اور باقاعدہ تشدد، عوام کے خلاف عام طور پر تمام تشدد کے استعمال کے خاتمے کو۔ ہم ایسے سماجی نظام کےآنے کی توقع نہیں رکھتے جسمیں اقلیت کو اکثریت کے تحت رکھنے کا اصول نہیں برتا جائیگا۔ بہرحال، سوشلزم کےلئے کوشش کرتے ہوئے ہمیں اسکا یقین ہے کہ وہ ترقی کرکے کمیونزم بن جائیگا اور اسی‌لئے عام طور پر کے لوگوں کے خلاف تشدد کرنے، ایک آدمی کو دوسرے کا، آبادی ہ کے ایک حصے کو دوسرے حصے کا ماتحت بنانے کی ضرورت بالکل غائب ہو جائے گی کیونکہ لوگ بغیر تشدد اور بغیر ماتحتی کے سماجی زندگی کی ابتدائی شرائط پر عمل کرنے کے عادی ہو جائیں گے۔

عادت کے اس عنصر پر زور دینے کےلئے اینگلس نئی نسل کا ذکر کرتے ھیں جس کی ''نئے، آزاد سماجی حالات میں نشوونما'' ھوگی، جو ''ریاستی سسٹم کے پورے ملبے کو مسترد کر سکے گی'' — کسی بھی ریاستی سسٹم کو جسمیں جمہوری رپبلکن ریاستی سسٹم بھی شامل ھے۔

اس کی وضاحت کےلئے ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے کی معاشی بنیادوں کے سوال کے تجزئے کی ضرورت ھے۔

پانچواں باب

ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے کی معاشی بنیادیں

کارل مارکس نے اپنی کتاب ''گوتھا پروگرام کی تنقید'' میں نہایت تفصیل سے اس سوال پر بحث کی ھے (ملاحظہ ھو وہ خط جو ۵ مئی ۱۸۷۵ء کو براکے کے نام لکھا گیا تھا اور صرف ۱۸۹۱ء میں «Neue Zeit» کی جلد ۹، شمارہ ۱ میں شائع ھوا اور پھر روسی زبان میں ایک خاص ایڈیشن کی صورت میں نکلا)۔ مارکس کی اس اھم تصنیف کا جو مناظرانہ حصہ ھے اور جس میں لاسال کے نظرئے کی تنقید شامل ھے، یوں کہنا چاھئے کہ وہ اس کے اصل موضوع والے حصے پر غالب آگیا ھے، یعنی کمیونزم کے پروان چڑھنے اور ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے کے درمیان جو تعلق ھے اس کے تجزیے پر۔

۱۔ مارکس نے سوال یوں پیش کیا

کارل مارکس نے براکے کے نام ۵ مئی ۱۸۷۵ء کو اور اینگلس نے ۲۸ مارچ ۱۸۷۵ء کو بیبل کے نام جو خط لکھے (جس سے ھم نے اوپر بحث کی ھے) اگر ان دونوں خطوں کا سرسری نظر سے موازنہ کیا جائے تو یوں لگتا ھے کہ اینگلس کے مقابلے میں مارکس کہیں زیادہ ''ریاست کے حامی'' تھے اور یہ کہ ریاست کے متعلق ان دونوں اھل قلم کے خیالات میں بڑا فرق تھا۔

اینگلس نے بیبل کے سامنے یہ تجویز رکھی ہے کہ ریاست کے متعلق فضول گفتگو قطعی بند کی جائے، یہ لفظ ریاست پروگرام سے بالکل نکال دیا جائے اور اس کی جگہ ''کمیون'' کا لفظ رکھا جائے۔ اینگلس نے یہاں تک کہہ دیا کہ ریاست کے جو معنی ہوتے ہیں، کمیون ان معنوں میں ریاست رہا ہی نہیں۔ لیکن پھر بھی مارکس نے ''کمیونسٹ سماج کی آئندہ کی ریاست'' کا ذکر کیا ہے۔ مطلب یہ کہ گویا کمیونزم قائم ہونے کے بعد بھی ریاست کی ضرورت باقی رہنے کو کارل مارکس نے تسلیم کیا ہے۔

لیکن یہ نتیجہ نکالنا بنیادی طور پر غلط ہوگا۔ ذرا غور سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ریاست اور اس کے مٹنے کے بارے میں مارکس اور اینگلس کے خیالات قطعی ایک سے ہیں۔ مارکس کے جو لفظ اوپر نقل کئے گئے ہیں، وہ صرف اسی ریاست کا حوالہ دے رہے ہیں جو رفتہ رفتہ مٹنے کی حالت میں ہوگی۔

صاف بات ہے کہ قطعی طور سے وہ لمحہ یا وقت مقرر نہیں کیا جا سکتا جب آئندہ چل کر ریاست ''مٹ جائے گی'' خاص کر ایسی حالت میں جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ریاست کا مٹنا بجائے خود ایک طول طویل سلسلہ ہوگا۔ مارکس اور اینگلس کے خیالات میں ظاہراً جو فرق نظر آتا ہے وہ اس وجہ سے کہ ان کے موضوع الگ الگ تھے اور تحریر کا مقصد جداگانہ تھا۔ اینگلس کے سامنے یہ فریضہ تھا کہ وہ صاف طور سے، نقشہ کھینچ کر اور پھیلا کر بیبل کو یہ دکھائیں کہ ریاست کے بارے میں اس وقت کیسے بیہودہ تعصبات پائے جاتے تھے (اور جس میں کافی حد تک لاسال بھی شریک تھا)۔ مارکس نے اس سوال کو محض سرسری طور پر چھیڑا، ان کے پیش نظر ایک اور ہی سوال تھا — یعنی کمیونسٹ سماج کا پروان چڑھنا۔

مارکس کا پورا نظریہ ارتقا کے نظریے کا آج کی سرمایہ‌داری پر اطلاق کرنا ہے۔ اس کی باقاعدہ، مکمل، سوچی سمجھی اور بھرپور شکل میں۔ لہذا قدرتی طور پر مارکس کے سامنے اصل مسئلہ یہ تھا کہ اس نظریے کو دونوں صورتوں پر منطبق کرکے دکھائیں: سرمایہ‌داری کے ہونے والے خاتمے پر اور آئندہ کمیونزم کی آئندہ ترقی پر۔

تو پھر وہ کیا مسالہ ہے جس کی بنیاد پر آئندہ کمیونزم کی آئندہ ترقی کے سوال پر بحث کی جا سکتی ہے؟

اس کی بنیاد یہ ہے کہ سرمایہ‌داری میں ہی اس کا ابتدائی سرچشمہ ہے، وہ تاریخی اعتبار سے سرمایہ‌داری میں سے ہی ابھرے گا اور اس سماجی طاقت کے عمل کے بل بوتے پر ابھرے گا جسے خود سرمایہ‌داری نے جنم دیا ہے۔ مارکس کے ہاں دور دور اس بات کی کوشش نہیں پائی جاتی کہ وہ صرف خیال آرائی سے کام لے رہے ہیں اور جن باتوں کا صحیح علم نہیں ہو سکتا ان کے متعلق محض قیاس دوڑا رہے ہیں۔ کمیونزم کے سوال سے مارکس ٹھیک اسی طرح بحث کرتے ہیں جیسے کوئی قدرتی سائنس داں، کسی نئی حیاتیاتی چیز کے مستقبل پر بحث کرتا ہے، جب اسے معلوم ہو کہ اس کی ابتدا یوں تھی، اور جو تبدیلیاں اس میں رونما ہوتی جا رہی ہیں، ان کا رخ اس اس طرف ہے۔

مارکس نے سب سے پہلے اس الجھاؤ کو دور کیا ہے جو گوتھا پروگرام نے ریاست اور سماج کے سوال میں پیدا کر دیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں :

"... آج کا سماج، سرمایہ دارانہ سماج ہے جو تمام متمدن ملکوں میں قائم ہے۔ یہ قرون وسطی کے تانے بانے سے کم و بیش پاک ہے۔ ہر ملک کے خاص تاریخی حالات نے بھی اس کی صورت میں کچھ کمی بیشی کی ہے۔ یہ زیادہ یا کم ترقی یافتہ ہے۔ اس کے برعکس "آج کی ریاست"، ہر ملک کی سرحدیں گزرنے کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ پروشیائی جرمن سلطنت میں بالکل کچھ اور ہے، سوئٹزرلینڈ میں کچھ اور، انگلینڈ میں اس کی صورت ایک ہے، امریکہ میں اس سے مختلف۔ لہذا "آج کی ریاست"، محض ایک ڈھونگ ہے۔

"مگر شکل و صورت میں طرح طرح کے اختلاف کے باوجود مختلف متمدن ملکوں کی مختلف ریاستیں ایک بات میں مشترک ہیں۔ وہ یہ کہ ان سب کی بنیاد آج کے بورژوا سماج پر ہے — سرمایہ‌دارانہ لحاظ سے کوئی زیادہ ترقی‌یافتہ ہے، کوئی اس سے کم۔ اس لئے

ان میں بعض لازمی خصوصیات مشترک ہیں۔ اسی معنی میں ''آج کی ریاست،، کا ذکر کیا جا سکتا ہے — آنے والے کل کی ریاست کے برخلاف، جب کہ اس کی موجودہ اصل بنیاد، یعنی بورژوا سماج دم توڑ چکا ہوگا۔

''اب سوال یہ اٹھتا ہے: کمیونسٹ سماج میں ریاست کی کیا کایاپلٹ ہو جائے گی؟ دوسرے لفظوں میں یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ کونسے سماجی خدمات تب باقی رہ جائینگے جو آج کی ریاست کی خدمات سے ملتے جلتے ہیں؟ اس سوال کا صرف سائنسی جواب دیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی ہزار بار بھی لفظ ''عوام،، کو لفظ ''ریاست،، کے ساتھ جوڑ کر کہے تب بھی اس مسئلے کے حل میں ایک ذرہ کام نہیں چلے گا...،، (۵۷)

اس طرح سے ''عوامی ریاست،، کی لمبی چوڑی باتوں کا مذاق اڑاتے ہوئے مارکس نے اصل سوال کو قاعدے سے پیش کیا اور ہم کو خبردار کر دیا کہ اس سوال کا سائنسی جواب صرف اسی صورت میں مل سکتا ہے کہ بہت اچھی طرح سے طے شدہ سائنسی مسالہ ہمارے سامنے ہو اور اسی سے کام لیا جائے۔

اول تو وہ اصل حقیقت جو ارتقا کے پورے نظریے نے، عام طور پر پوری سائنس نے ٹھیک ٹھیک ثابت کردی ہے، جسے یوٹوپیاپرست بھلا بیٹھے تھے اور آج کے وہ موقع پرست لوگ بھی بھول گئے ہیں جنہیں سوشلسٹ انقلاب سے ڈر لگتا ہے، وہ حقیقت یہ ہے کہ تاریخی اعتبار سے قطعی طور پر کوئی ایسا خاص مرحلہ یا خاص قسم کا دور ہونا چاہئے جو سرمایہ‌داری سے کمیونزم میں عبور کا مرحلہ یا دور ہوگا۔

۲۔ سرمایہ‌داری سے کمیونزم میں عبور کا مرحلہ

مارکس نے آگے چل کر لکھا ہے:

''... سرمایہ‌دارانہ سماج اور کمیونسٹ سماج کے درمیان ایک ایسا دور پڑتا ہے جو پہلے کے دوسرے میں انقلابی

طور پر تبدیل ہو جانے کا دور ہے۔ اسی دور کے مطابق سیاسی عبوری دور بھی ہوتا ہے جس میں ریاست پرولتاریہ کی انقلابی ڈکٹیٹرشپ کے سوا اور کچھ ہو ہی نہیں سکتی ... ،،

مارکس نے اس رول کا تجزیہ کرکے جو آج کے سرمایہ‌دار سماج میں پرولتاریہ انجام دے رہا ہے، اس سماج کے ارتقا اور پرولتاریہ اور بورژوازی کے اٹل متضاد مفادات کے متعلق معلومات کی بنیاد پر یہ نتیجہ نکالا ہے۔

شروع میں سوال اس طرح پیش کیا گیا تھا: نجات حاصل کرنے کی غرض سے پرولتاریہ کا فرض ہے کہ وہ بورژوازی کا تختہ الٹ دے، سیاسی اقتدار اپنے ہاتھ میں لے اور اپنی انقلابی ڈکٹیٹرشپ قائم کرے۔

اب سوال ذرا مختلف طریقے سے پیش کیا جاتا ہے: سرمایہ‌دارانہ سماج جو کمیونزم کی طرف بڑھتا جا رہا ہے، اس کا کمیونسٹ سماج میں تبدیل ہو جانا اس وقت تک ناممکن ہے جب تک ''ایک سیاسی عبوری دور،، نہ گزارا جائے اور اس دور میں ریاست کی حیثیت صرف پرولتاریہ کی انقلابی ڈکٹیٹرشپ ہوگی۔

تو پھر اس ڈکٹیٹرشپ کا جمہوریت سے کیا رشتہ ہے؟

ہم نے دیکھا کہ ''کمیونسٹ مینی‌فسٹو،، نے دونوں خیالات کو ایک ساتھ رکھا ہے: ''پرولتاریہ کو حکمراں طبقے میں تبدیل کردینا،، اور ''جمہوریت جیتنا،،۔ جو کچھ اب تک کہا جا چکا ہے اس کے پیش نظر زیادہ ٹھیک طور پر یہ بتایا جا سکتا ہے کہ سرمایہ داری سے کمیونزم میں تبدیل ہونے کے دور میں جمہوریت کس طرح تبدیل ہوگی۔

سرمایہ‌دارانہ سماج میں، بشرطیکہ وہ نہایت موافق حالات میں پروان چڑھا ہو، جمہوری ریپبلک میں کم و بیش ایک مکمل جمہوریت موجود ہوتی ہے۔ مگر اس جمہوریت پر ہمیشہ تنگ بندشیں لگی ہوتی ہیں جو سرمایہ‌دارانہ استحصال کی طرف سے لگائی جاتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اصل میں وہ ہمیشہ اقلیت کی جمہوریت بن جاتی ہے۔ وہ صرف ان طبقوں کے لئے جمہوریت رہ جاتی ہے جو

صاحب حیثیت ہوں، جن کے پاس دولت ہو۔ سرمایہ‌دارانہ سماج میں آزادی ہمیشہ قریب قریب ویسی ہی ہوتی ہے جیسی وہ قدیم یونانی ریپبلکوں میں ہوا کرتی تھی، یعنی آزادی ان کے لئے جن کے پاس غلام ہوں۔ سرمایہ‌دارانہ استحصال نے جو حالات بنا رکھے ہیں ان کے کارن آج کے اجرت‌کے غلام غریبی اور محتاجی کے ہاتھوں اس قدر مجبور ہیں کہ انہیں ''جمہوریت کی کچھ ایسی فکر نہیں ہوتی،، ، انہیں '' سیاست میں سر کھپانے کا موقع نہیں ملتا،، ، واقعات کے عام پرسکون دھارے میں آبادی کی بہت بڑی اکثریت سماجی اور سیاسی زندگی کے معاملات میں شریک ہونے سے محروم ہے۔

اس بیان کی سچائی غالباً سب سے زیادہ جرمنی کے معاملے میں کھلتی ہے۔ اس کی صاف وجہ یہ کہ اس ملک میں آئینی جواز بہت کافی عرصے تک قائم‌ودائم رہا ہے، کوئی آدھی صدی (۱۸۷۱ء سے ۱۹۱۴ء تک)، اور اس عرصے میں سوشل ڈیموکریسی کو یہ موقع ملا کہ دوسرے ملکوں سے کہیں زیادہ آگے بڑھے اور '' قانونی سہولتوں،، کو زیادہ استعمال کر سکے۔ اس نے مزدوروں کے اتنے بڑے حصے کو سیاسی پارٹی میں منظم کرلیا کہ دنیا کے کسی اور ملک میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

اب دیکھئے کہ سرمایہ‌دارانہ سماج میں اب تک سیاسی طور پر باشعور اور باعمل اجرت کے غلاموں کا یہ سب سے بڑا حصہ کتنا ہے؟ ایک کروڑ پچاس لاکھ اجرتی مزدوروں میں سے سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے کل دس لاکھ ممبر ہیں، اور کل تیس لاکھ آدمی ٹریڈیونینوں میں منظم ہیں!

ایک حقیر سی اقلیت کے لئے جمہوریت، دولت‌مندوں کے لئے جمہوریت، یہ ہے اصل میں سرمایہ‌دارانہ سماج کی جمہوریت۔ اگر ہم سرمایہ‌دارانہ جمہوریت کی مشینری کو اور ذرا قریب سے دیکھیں تو ہمیں ہر جگہ اور حق انتخاب کی '' چھوٹی موٹی،، ، نام نہاد چھوٹی موٹی تفصیلات تک میں (مثلاً سکونت کی شرطیں اور عورتوں کو ووٹ کا حق نہ دینا وغیرہ)، نمائندہ اداروں کی بناوٹ میں، جلسے جلوس کے حق میں جو واقعی رکاوٹیں کھڑی ہیں (مثلاً یہ کہ پبلک عمارتیں '' بھک‌منگوں،، کے لئے نہیں ہیں)، ان میں اور

روزانہ اخباروں کی خالص سرمایہ‌دارانہ تنظیم میں، غرض ہر مقام پر، ہر طرف جمہوریت کے اوپر بندھن کے بندھن لگے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ پابندیاں، یہ بندھن، یہ شرطیں اور استثنا، یہ رکاوٹیں جو غریب لوگوں پر عائد ہیں، بظاہر معمولی نظر آتی ہیں، خاص کر اس شخص کی آنکھوں کو جسے غریبی اور حاجت‌مندی کا پتہ نہیں ہے اور جس کا کبھی کچلے ہوئے طبقوں سے ان کی عام زندگی میں کوئی قریبی واسطہ نہیں رہا ہے (اور بورژوازی کے نقیبوں اور سیاست‌دانوں کا ننانوے فیصدی نہیں تو کم از کم نو بٹا دس حصہ ضرور اسی قسم کے لوگوں میں آتا ہے)۔ لیکن اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو یہ پابندیاں غریب آدمیوں کو سیاست سے اور جمہوریت میں عملی شرکت کرنے سے محروم کر دیتی ہیں، انہیں اس سے نکال پھینکتی ہیں۔

مارکس نے کمیون کے تجربے کی تشریح پیش کرتے ہوئے یہ کہا کہ دبے کچلے لوگوں کو چند سال میں ایک بار یہ فیصلہ کرنے کا موقع دیا جاتا ہے کہ دبانے کچلنے والے طبقے کے کونسے نمائندے وہ اپنے لئے چنیں جو پارلیمنٹ میں ان کی نمائندگی بھی کریں اور انہیں آئندہ کئی سال تک کچلتے بھی رہیں۔ اس طرح مارکس نے سرمایہ‌دارانہ جمہوریت کا لب لباب نہایت عمدہ طریقے سے پیش کر دیا۔

لیکن اس سرمایہ‌دارانہ جمہوریت سے — جو لازمی طور پر بہت تنگ ظرف ہے اور چپکے چپکے غریبوں کو ایک طرف ڈھکیلتی رہتی ہے اور اس لئے جڑ بنیاد سے مکر و فریب میں بھری ہوئی ہے — آگے کا قدم سادگی کے ساتھ، سیدھا سادہ، اور بغیر کسی رکاوٹ کے ”زیادہ سے زیادہ جمہوریت کی جانب،، نہیں اٹھتا ہے، جیسا کہ لبرل پروفیسر اور پیٹی بورژوا موقع پرست ہمیں یقین دلانا چاہتے ہیں۔ نہیں۔ آگے کی جانب ترقی، یعنی کمیونزم کی طرف بڑھنے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ ہے پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ سے ہو کر گزرنا۔ کیوں کہ سرمایہ‌دارانہ استحصال کرنے‌والوں کی طرف سے جو مزاحمت کی جاتی ہے اس کا نہ تو کوئی اور توڑ ہے، نہ کسی دوسری صورت سے یہ ممکن ہے۔

اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرسپ کا یعنی دبے کچلے لوگوں کے ہراول دستے کا حکمراں طبقے کی حیثیت سے منظم ہونے کا تاکہ وہ استحصال کرنے والوں کو دبا دے، صرف یہ نتیجہ نہیں ہو سکتا کہ جمہوریت پھیل جائے۔ جمہوریت کو بے پناہ وسعت دینے کے ساتھ ساتھ — جب کہ وہ پہلی بار غریبوں کی، عام لوگوں کی جمہوریت بنے گی اور امیروں کی جمہوریت نہیں رہے گی، پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ دبانے والوں، استحصال کرنے والوں اور سرمایہ‌داروں کی آزادی پر بہت سی پابندیاں بھی لگائے گی۔ انسانیت کو اجرتی غلامی سے نجات دلانے کے لئے ان کو دبانا لازمی ہے۔ ان کی مدافعت کو طاقت کے ذریعے کچل دینا چاہئے؛ یہ بات ظاہر ہے کہ جہاں زبردستی ہوگی، جہاں دباؤ اور تشدد سے کام لیا جائے گا وہاں نہ آزادی ہوگی، نہ کوئی جمہوریت۔

اینگلس نے یہ نکتہ بہت خوبی کے ساتھ اپنے اس خط میں واضح کیا ہے جو بیبل کے نام لکھا تھا۔ پڑھنے والوں کو یاد ہوگا کہ اینگلس نے اس میں لکھا ہے ''پرولتاریہ کو ریاست کی ضرورت رہتی ہے، اس کو یہ ضرورت آزادی کے مفادات کےلئے نہیں بلکہ اپنے دشمنوں کو دبائے رکھنے کےلئے ہوتی ہے اور جیسے ہی آزادی کے بارے میں بات کرنا ممکن ہوگا تو ریاست کا اس صورت میں وجود نہیں رہیگا۔'' (۵۸)

عام لوگوں کی بہت بڑی اکثریت کے لئے جمہوریت اور طاقت کا استعمال کرکے مخالفین کو دبانا، یعنی جمہوریت کے دائرے سے عوام کا استحصال کرنےوالوں اور زبردستی کرنےوالوں کو خارج کر دینا، یہ ہے وہ تبدیلی جس سے جمہوریت اس دور میں گزرتی ہے جو سرمایہ‌داری سے کمیونزم میں عبور کا دور ہے۔

صرف کمیونسٹ سماج میں، جب سرمایہ‌داروں کی مدافعت بالکل توڑی جا چکی ہو، جب سرمایہ‌دار بالکل صاف کئے جا چکے ہوں، جب سماج میں طبقے نہ رہ گئے ہوں (مطلب یہ کہ جہاں تک سماجی ذرائع پیداوار کا تعلق ہے، سماج کے ممبروں کا ان سے یکساں رشتہ قائم ہو چکا ہو)، تبھی جا کر ''ریاست کا وجود ختم ہوتا ہے اور صرف اسی صورت میں آزادی کے بارے میں بات کرنا ممکن ہوتا ہے''۔

یہی وہ مقام ہے جب کہ صحیح معنوں میں مکمل جمہوریت کا امکان ہوگا اور وہ قائم ہوگی، ایسی جمہوریت، جس میں کسی قسم کی پابندیاں نہ ہوں گی۔ تبھی یہ صورت پیدا ہوگی کہ خود جمہوریت رفتہ رفتہ مٹنا شروع ہو جائے گی، محض اس معمولی سی وجہ سے کہ جب لوگ سرمایہ‌داری کی غلامی سے آزاد ہو چکے ہوں گے، سرمایہ‌دارانہ استحصال کے ناقابل بیان مظالم سے، دھشت، بےرحمی، بےہودگی اور شرمناک حرکتوں سے نجات پا چکے ہوں گے تو وہ خود ہی سماجی معاملات کے ان ابتدائی اصولوں کی پابندی کرنے کے رفتہ رفتہ عادی ہوتے جائیں گے جو صدیوں سے دنیا کو معلوم ہیں اور ہزاروں سال سے لکھے چلے آرہے ہیں؛ لوگوں کو بغیر کسی زور زبردستی کے، بغیر جبر اور طاقت کے، بغیر حکم حاکم کے اور بغیر اس خاص انتظامی مشینری کے جو لوگوں کو احکام کی پابندی پر مجبور کرتی ہے، اور جس کا نام ریاست ہے، ان سماجی اصولوں کے برتنے کی عادت ہو جائے گی۔

ریاست کے لئے یہ کہنا کہ ''وہ رفتہ رفتہ مٹ جاتی ہے،، عین مناسب ہے کیوں کہ ان لفظوں میں ریاست کا رفتہ رفتہ ختم ہونا اور آپ سے آپ ختم ہونا، دونوں پہلوؤں کا اشارہ ملتا ہے۔ عادت ہی اس طرح اثرانداز ہوسکتی ہے اور میں شک نہیں کہ وہی بالآخر اثرانداز ہوگی، کیونکہ ہم اپنے چاروں طرف لاکھوں بار یہ دیکھتے ہیں کہ لوگ اپنے لئے ضروری سماجی قواعد کے کس آسانی سے عادی ہو جاتے ہیں بشرطیکہ استحصال نہ ہو، اگر کوئی ایسی حرکت نہ ہو جس پر غصہ آئے، جس پر احتجاج یا سرکشی پیدا ہو اور اس کو دبانے کی ضرورت پیش آئے۔

غرض کہ سرمایہ‌دارانہ سماج میں جو جمہوریت ہے وہ لولی لنگڑی، کھوکھلی اور جھوٹی ہے۔ یہ ایسی جمہوریت ہے جو مالداروں کے لئے، تھوڑے سے لوگوں کےلئے ہوتی ہے۔ پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ، وہ عرصہ جب کمیونزم میں آنے کا عبوری دور ہوگا، پہلی بار دنیا کو ایسی جمہوریت سے روشناس کرےگا جو عوام کےلئے ہوگی، بہت بڑی تعداد کےلئے ہوگی اور اسی کے ساتھ مٹھی بھر لوگوں پر، استحصال کرنےوالوں پر حسب ضرورت دباؤ رکھا

جائے گا۔ صرف کمیونزم ہی صحیح معنوں میں مکمل جمہوریت دینے کی اہلیت رکھتا ہے۔ یہ جمہوریت جس قدر مکمل ہوگی اتنی ہی جلدی وہ غیرضروری ہو جائے گی اور خود بخود مٹ جائے گی۔

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے: سرمایہ‌داری میں ریاست اپنے صحیح معنوں میں قائم رہتی ہے یعنی وہ ایک قسم کی مشین ہے جو ایک طبقے کے ہاتھوں دوسرے طبقے کو کچلنے میں کام آتی ہے، طرہ یہ کہ اقلیت کا طبقہ اکثریت کے طبقے کو کچلتا ہے۔ قدرتی بات ہے کہ جب لوٹنے والی اقلیت لوٹی جانے‌والی اکثریت کو دبانے کی ذمہ‌داری اپنے سر لیتی ہے تو اس میں کامران رہنے کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ زور زبردستی میں انتہائی ظالمانہ اور بےرحمانہ حرکتیں کی جائیں، خون کے دریا بہا دئے جائیں جس میں گزرتے ہوئے نسل انسانی غلامی، کسان غلامی اور اجرتی محنت کے حالات میں ہاتھ پاؤں مارتی رہتی ہے۔

آگے چل کر جب سرمایہ‌داری سے کمیونزم میں آنے کا عبوری دور ہوتا ہے تب بھی زور زبردستی کی ضرورت باقی رہتی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اس وقت لوٹی جانے والی اکثریت لوٹنے والی اقلیت کو دبا کر رکھتی ہے۔ ایک خاص قسم کا ڈھانچہ، ایک خاص طرح کی مشین جو دبانے کے کام میں آتی ہے، یعنی ''ریاست،، تب بھی ضروری ہوتی ہے، لیکن اب وہ ایک عبوری ریاست ہوتی ہے، اب وہ صحیح معنوں میں ریاست نہیں ہوتی۔ کیوں کہ کل تک کے اجرتی غلاموں کی اکثریت کے ہاتھوں لوٹنے والوں کی اقلیت کا دبایا جانا نسبتاً اس درجہ آسان، سادہ اور قدرتی عمل ہوتا ہے کہ غلاموں، کمیروں یا اجرتی مزدوروں کی بغاوتوں میں جس قدر خون‌ریزی ہو چکی ہے، اس کے مقابلے میں بہت ہی کم خون‌ریزی کا موقع آتا ہے۔ نسل انسانی کو یہ نئی زور زبردستی اس سے کہیں سستی پڑتی ہے۔ اور چوں کہ اس کے ساتھ ساتھ آبادی کی بہت بڑی اکثریت تک جمہوریت پھیلتی جاتی ہے، اس لئے دباؤ رکھنے کی خاص مشین کو استعمال کرنے کی ضرورت ختم ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ قدرتی بات ہے کہ استحصال کرنے والے طبقے اس وقت تک لوگوں کو دبائے رکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک کہ اس عمل کےلئے

ان کے ہاتھوں میں ایک نہایت ہی پیچیدہ مشینری نہ ہو۔ لیکن جب عام لوگ ان استحصال کرنے والوں کو دبانے پر آتے ہیں تو وہ کسی سادہ ''مشین،، سے بھی یہ کام لے سکتے ہیں، بلکہ کسی بھی ''مشین،، ، کسی بھی خاص انتظامی ڈھانچے کے بغیر یہ عمل انجام دے سکتے ہیں۔ ان کےلئے صرف مسلح عوام کی تنظیم کافی ہوتی ہے (پیش‌بندی کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ مثلاً مزدوروں اور فوجیوں کے نمائندوں کی سوویتیں)۔

آخر میں صرف کمیونزم ہے جو ریاست کو قطعی غیرضروری بنا دیتا ہے کیوں کہ کمیونزم میں کسی کو بھی دبانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ''کسی کو،، سے مطلب یہ کہ کسی طبقے کو، آبادی کے کسی مخصوص حصے سے باقاعدہ جدوجہد نہیں کرنی پڑتی۔ ہم لوگ یوٹوپیائی نہیں ہیں اور ہمیں اس سے ہرگز انکار نہیں ہے کہ بعض افراد کی طرف سے زیادتیوں کا امکان ہوگا اور یہ ناگزیر بھی ہے اور ایسی زیادتیوں کو دبانا بھی ضروری ہوگا۔ لیکن اول تو یہ کہ اس مقصد کےلئے نہ تو دباؤ کی کسی خاص مشین کی ضرورت ہوگی، نہ کسی خاص انتظامی ڈھانچے کی، ہتھیار بند لوگ خود ہی یہ فرض انجام دے لیں گے۔ وہ یہ خدمات اسی سادگی اور مستعدی سے انجام دینگے جیسے آجکل کی سوسائٹی میں بھی ہوتا ہے کہ مہذب لوگوں کا کوئی بھی مجمع جھگڑافساد رفع کرنے میں آڑے آجاتا ہے یا کسی عورت سے اگر دھینگا مشتی کی جائے تو اس کو روکنے کےلئے فوراً کھڑا ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہم جانتے ہیں کہ ان زیادتیوں کا بنیادی سماجی سبب، جن کا مافیہ سماجی میل ملاپ کے قواعد کی خلاف ورزی ہے، دراصل عام لوگوں کا استحصال ہے، ان کی غریبی اور محتاجی ہے۔ اگر یہ بڑا سبب ہٹا دیا جائے تو زیادتیاں لازمی طور پر ''مٹنا،، شروع ہو جائیں گی۔ ہمیں نہیں معلوم کہ زیادتیوں کے دور ہونے کی رفتار اور ان کی ترتیب کیا ہوگی، لیکن یہ ضرور جانتے ہیں کہ ان کا آپ سے آپ خاتمہ ہو جائےگا۔ ان کے مٹنے کے ساتھ ریاست بھی مٹ‌جائے گی۔

خیالی پرواز کئے بغیر مارکس نے زیادہ بھرپور طریقے سے

وہ بتا دیا کہ جو اس مستقبل کے بارے میں آج قطعی طور سے بیان کیا جا سکتا ہے، یعنی کمیونسٹ سماج کے نیچے کے مرحلے اور اوپر کے مرحلے (یا منزلوں اور درجوں) کا فرق کیا ہوگا۔

۳ ۔ کمیونسٹ سماج کا پہلا مرحلہ

مارکس نے اپنی تصنیف '' گوتھا پروگرام کی تنقید،، میں تفصیل سے لاسال کے اس خیال کا رد پیش کیا ہے کہ سوشلزم میں مزدور کو '' اپنی محنت کا پورا حاصل ،، یا '' بلاتخفیف ،، محنت کا پورا صلہ ملے گا۔ مارکس نے بتایا ہے کہ سماج کی پوری مجموعی محنت میں سے ایک حصہ ضرور کاٹ کر ریزرو فنڈ اور ایک اور فنڈ بھی بنانا پڑے گا جو پیداوار کو بڑھانے پھیلانے میں کام آئے گا، جس سے مشین کی '' گھسائی اور ٹوٹ پھوٹ ،، کا خرچ پورا کیا جائے گا، وغیرہ۔ پھر یہ بھی ہے کہ ذرائع استعمال میں سے کاٹ کر ایک ایسا فنڈ رکھنا ہوگا جس سے انتظامی محکموں کے خرچ، اسکولوں، اسپتالوں، بوڑھوں کے بسر اوقات کے لئے مکان وغیرہ کے خرچ چلائے جائیں۔

لاسال نے جو دھندلا، ناصاف اور چلتا جملہ لکھ دیا تھا کہ '' مزدور کو اس کی محنت کا پورا حاصل،، ملے گا، اس کی جگہ مارکس نے زیادہ سنبھال کر، جانچ تول کر ایک واقعی صورت بیان کی ہے کہ اشتراکی سماج کو اپنے معاملات اور انتظامات کیسے چلانے ہوں گے۔ مارکس نے اس سماج کی زندگی کے حالات کا ایک ٹھوس تجزیہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس میں سرمایہ‌داری کا نام و نشان نہ ہوگا۔ انھوں نے لکھا ہے :

'' ہمیں یہاں جس چیز سے بحث ہے،، (مزدور پارٹی کے پروگرام کا تجزیہ کرتے وقت) '' وہ کمیونسٹ سماج ہے، ایسے نہیں جیسے کہ وہ خود اپنی بنیادوں پر بن کر کھڑا ہوا ہو، بلکہ اس کے برخلاف سرمایہ‌دارانہ سماج میں سے تازہ تازہ ابھرا ہو، اور اس طرح، معاشی ہو ، اخلاقی ہو یا ذہنی، ہر

لحاظ سے اس پر اسی پرانے سماج کا جنم داغ باقی ہوگا جس کے بطن سے وہ پیدا ہوا ہے۔ ،،

یہ کمیونسٹ سماج، جو سرمایہ‌داری کے پیٹ سے تازہ تازہ برآمد ہوا ہو اور ہر لحاظ سے اس پر پچھلی سماج کے نشان باقی ہوں، مارکس اسی کو کمیونسٹ سماج کا ''پہلا،، یا نیچے کا مرحلہ کہتے ہیں۔

اس مرحلے میں ہوتا یہ ہے کہ پیداوار کے ذریعے افراد کی ذاتی ملکیت نہیں رہتے، پورے سماج کی ملکیت ہو جاتے ہیں۔ سماج کا ہر ایک فرد جو سماجی ضرورت کے کاموں میں سے اپنے حصے کی کوئی خدمت انجام دیتا ہے، سماج ہی سے اس کی سند پاتا ہے کہ اس نے اتنا کام کیا ہے۔ اور یہ سند دکھا کر وہ سامان ضرورت کے پبلک اسٹور سے کام کی مناسبت سے مقررہ سامان حاصل کر لیتا ہے۔ اس کی محنت کا جتنا صلہ ہونا چاہئے اس کا ایک حصہ پبلک فنڈ کےلئے منہا کر لیا جاتا ہے۔ لہذا ہر ایک کام کرنےوالے کو اس کام کے بقدر جو اس نے سماج کےلئے انجام دیا ہے، معاوضہ مل جاتا ہے۔

بظاہر ''مساوات،، کا اصول حاوی رہتا ہے۔

لیکن لاسال اس سماجی نظام کو نظر میں رکھتے ہوئے (جسے عام طور سے سوشلزم کہا جاتا ہے، لیکن جسے مارکس نے کمیونزم کا پہلا مرحلہ قرار دیا ہے) جب کہتا ہے کہ یہ ''مساویانہ تقسیم،، ہے اور ''سماج کے ہر فرد کو برابر کا حق حاصل ہے کہ وہ محنت کی پیداوار سے برابر کا حصہ پائے،، تو یہیں وہ غلطی کرتا ہے اور مارکس نے اس کی غلطی کا پردہ فاش کر دیا ہے۔

مارکس نے کہا ہے کہ ''برابر کا حق،، یہاں ضرور ملتا ہے، لیکن یہ ابھی تک ''بورژوا حق،، ہے جو سب حقوق کی طرح یہاں بھی نابرابری کی گنجائش قائم رکھتا ہے۔ ہر ایک حق کا مطلب یہ ہے کہ مختلف لوگوں پر جو ایک جیسے نہیں ہیں، ایک دوسرے کے برابر نہیں ہیں، ایک ہی ناپ فٹ کر دی جائے، اسی لئے ''برابر کا حق،، دراصل مساوات کی خلاف‌ورزی ہے اور ناانصافی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ شخص، جس نے دوسرے کے برابر سماجی محنت یا خدمت انجام دی ہے، سماج کی پیداوار سے برابر کا حصہ حاصل کرتا ہے (البتہ اس میں سے مذکورہ پبلک فنڈ منہا کر لیا جاتا ہے)۔

لیکن سب لوگ ایک سے نہیں ہیں: کوئی مضبوط ہے، کوئی کمزور ہے؛ ایک شادی‌شدہ ہے، دوسرا نہیں، ایک کے زیادہ بچے ہیں، دوسرے کے کم، وغیرہ وغیرہ۔ مارکس نے اس سے نتیجہ نکالا ہے:

''... محنت کی مساویانہ ادائگی کرکے اور اس کی وجہ سے سماجی ضروریات کے فنڈ سے برابر کا حصہ پاکر ایک شخص کو واقعی دوسرے کے مقابلے میں زیادہ ملے گا، ایک زیادہ دولت پائے گا، دوسرا کم۔ ان تمام کوتاہیوں کو دور کرنے کےلئے ضروری ہے کہ حق برابر نہ ہو بلکہ نابرابر ہو...''

نتیجہ یہ نکلا کہ کمیونزم کا پہلا مرحلہ انصاف اور مساوات قائم نہیں کر سکے گا: دولت میں فرق اور نامنصفانہ اونچ نیچ پھر بھی باقی رہے گی۔ لیکن آدمی کے ہاتھوں آدمی کا استحصال ناممکن ہوجائے گا کیوں کہ پیداوار کے ذرائع پر، فیکٹریوں پر، مشینوں اور زمین وغیرہ پر ذاتی ملکیت قائم کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ لاسال نے ''مساوات'' اور عام طور سے ''انصاف'' کے جو پیٹی بورژوا اور گول مول جملے لکھے ہیں ان کو سختی سے رد کرتے ہوئے مارکس نے کمیونسٹ سماج کے ارتقا کی راہ بیان کی ہے اور بتا دیا ہے کہ کمیونسٹ سماج شروع میں اس حد تک رہنے پر مجبور ہے کہ ذرائع پیداوار کے ذاتی ملکیت بن‌جانے کی جو ''ناانصافی'' ہے صرف اسی کو ختم کرے، یہ اس کے بس سے باہر ہے کہ فوراً ہی دوسری ناانصافی کو بھی مٹا دے جو استعمال کی چیزوں کی تقسیم میں پائی جاتی ہے جو ''انجام دی ہوئی خدمت یا محنت کے مطابق'' ملتی ہیں (ہر ایک کی ضرورت کے مطابق نہیں)۔

معاشیات کے لچر ماہرین، جن میں بورژوا پروفیسر اور ''ہمارے'' توگان صاحب بھی شامل ہیں، ہمیشہ سے سوشلسٹوں کو اس بات پر

برا بھلا کہتے آئے ہیں کہ یہ لوگ اس کا خیال نہیں رکھتے کہ آدمیوں میں مساوات نہیں ہے اور اس نابرابری کو مٹا دینے کے ''خواب دیکھتے ہیں،،۔ سوشلسٹوں کو یہ طعنہ دینا صرف اتنا ثابت کرتا ہے کہ بورژوا ماہرین نظریات انتہا درجے کے ناواقف لوگ ہیں۔

مارکس نے نہ صرف لوگوں کی اس نابرابری کو، جس سے کوئی چارہ نہیں ہے، بہت ٹھیک ٹھیک پیش نظر رکھا ہے، بلکہ یہ حقیقت بھی مانی ہے کہ ذرائع پیداوار کو ذاتی ملکیت سے نکال کر پورے سماج کی مشترکہ ملکیت بنا دینے سے (جسے عرف عام میں ''سوشلزم،، کہتے ہیں) دولت کی تقسیم کے نقائص دور نہیں ہو جائیں گے اور اس ''بورژوا حق،، کی نابرابری بھی نہیں جائے گی جو اس وقت تک حاوی رہے گا جب تک پیداوار کو ''ہر ایک کی محنت کی مقدار کے حساب سے،، تقسیم کیا جاتا رہے گا۔ اسی سلسلے میں مارکس نے آگے چل کر کہا ہے:

> ''... لیکن یہ کوتاہیاں کمیونسٹ سماج کے پہلے مرحلے میں باقی رہنی لازمی ہیں کیوں کہ یہ وہ زمانہ ہے جب کمیونسٹ سماج سرمایہ‌دارانہ سماج میں سے ایک طویل دردزہ کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ حق کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو سماج کے معاشی نظام اور اس سے منسلک سماجی تہذیبی ارتقا سے بالاتر ہو...،،

چنانچہ ظاہر ہوا کہ کمیونسٹ سماج کے پہلے مرحلے میں (جسے عام طور سے سوشلزم کہا جاتا ہے) ''بورژوا حق،، پورے طور پر مٹایا نہیں جاتا بلکہ صرف جزوی طور پر، جتنا جتنا معاشی انقلاب بڑھتا جاتا ہے، اسی تناسب سے یہ بورژوا حق ختم ہوتا ہے— یعنی صرف ذرائع پیداوار کی حد تک وہ ختم ہوتا ہے۔ ''بورژوا حق،، تسلیم کرتا ہے کہ ذرائع پیداوار افراد کی ذاتی ملکیت ہوتے ہیں۔ سوشلزم انہیں سماج کی مشترکہ ملکیت بنا ڈالتا ہے۔ اس حد تک اور صرف اسی حد تک ''بورژوا حق،، غائب ہوجاتا ہے۔

مگر جہاں تک اس کے دوسرے حصے کا تعلق ہے، ''بورژوا حق،، قائم رہتا ہے۔ سماج کے ممبروں میں سامان کی تقسیم اور محنت کی تقسیم کے معاملے میں یہ ایک ریگولیٹر کا (معین کرنےوالے کا) کام کرتا ہے۔ اشتراکی اصول کہ ''جو کام نہیں کرتا وہ کھائےگا بھی نہیں،، عمل میں آچکتا ہے۔ دوسرا اصول کہ ''جتنی کوئی محنت دے، اتنا ہی وہ صلہ پائے،، یہ بھی عمل میں آچکتا ہے۔ پھر بھی یہ کمیونزم نہیں ہے۔ اور نہ اس سے ''بورژوا حق،، کا خاتمہ ہوتا ہے جو غیر مساوی لوگوں کو نابرابر (واقعی نابرابر) محنت کے بدلے میں برابر کا سامان دیتا ہے۔

مارکس کہتا ہے کہ یہ ایک ''کوتاہی،، یا خامی ہے، لیکن کمیونزم کے پہلے مرحلے میں اس کوتاہی سے بچنے کی کوئی صورت نہیں؛ کیوں کہ اگر ہم محض خیالی پلاؤ پکانے میں نہ لگ جائیں تو ہمیں یہ گمان بھی نہیں کرنا چاہئے کہ سرمایہداری کا تختہ الٹتے ہی لوگ ایک دم حق کے کسی معیار کے بغیر سماج کی خاطر کام کرنے میں جٹ جائیں گے، اور واقعہ یہ ہے کہ سرمایہداری مٹ جانے سے ہاتھ کے ہاتھ اس قسم کی تبدیلی کے معاشی حالات تیار نہیں ہو جاتے ہیں۔

اور ''بورژوا حق،، کے علاوہ اور کوئی پیمانہ یا معیار ہے بھی نہیں۔ اسی لئے ریاست کی بھی ضرورت باقی رہتی ہے جو ذرائع پیداوار کے مشترکہ ملکیت ہونے کی بھی حفاظت کرے اور اسی کے ساتھ محنت کی برابری اور پیداوار کی تقسیم میں مساوات کے قاعدے کی بھی نگہبانی کرتی رہے۔

ریاست صرف اس حد تک مٹتی ہے کہ اب نہ تو سرمایہدار رہتے ہیں، نہ طبقے باقی رہتے ہیں اور اس کے نتیجے کے طور پر کسی طبقے کو کچلا نہیں جا سکتا۔

لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ ریاست بالکل مٹ گئی کیوں کہ اب بھی اس ''بورژوا حق،، کی حفاظت و نگہبانی کا کام باقی رہتا ہے جو اصلی نابرابری کا پابند ہوتا ہے۔ ریاست کے قطعی مٹنے کےلئے ضروری ہے کہ مکمل کمیونزم قائم ہو چکا ہو۔

۴ - کمیونسٹ سماج کا اعلی مرحلہ

مارکس نے کہا ہے :

''... کمیونسٹ سماج کا اعلی مرحلہ یہ ہے کہ جب فرد تقسیم محنت کے غلامانہ بندھنوں سے آزاد ہو چکا ہو ، اور اسی کے ساتھ ذھنی اور جسمانی محنت کے درمیان جو تضاد ہے، وہ دور ہو چکا ہو، جب محنت صرف زندگی بسر کرنے کا ایک ذریعہ نہیں، بلکہ زندگی کا اولین تقاضا بن چکی ہو، جب فرد کے ہر پہلو سے ترقی یافتہ ہوجانے کے ساتھ ساتھ پیداواری قوتیں بھی بڑھ چکی ہوں، اور سماجی دولت کے سارے چشمے رواں ہوں، اس دولت کی افراط ہو رہی ہو، تب جا کر بورژوا حق کی تنگ سرحدیں پوری طرح پار کی جا سکتی ہیں اور سماج اس قابل ہو سکتا ہے کہ اپنے پرچم پر یہ لکھ دے: ''ہر ایک سے اس کی قابلیت کے مطابق اور ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق''۔ ''

صرف اب ہم صحیح طور پر اینگلس کی اس رائےزنی کی داد دے سکتے ہیں جس میں انھوں نے ''آزادی'' اور ''ریاست'' کے لفظوں کو جوڑنے کی بیہودگی کا بےدردی سے مذاق اڑایا ہے۔ جب تک ریاست موجود ہے، آزادی نہیں ہو سکتی اور جب آزادی عام ہوگی تو ریاست نہیں رہےگی۔

ریاست کے مکمل طور پر مٹنے کی معاشی بنیاد کمیونزم کی ترقی کا وہ اعلی مقام ہے جب ذھنی اور جسمانی محنت کے درمیان تضاد ختم ہو چکتا ہے، اور نتیجے میں موجودہ سماجی نابرابری کا ایک بڑا سبب دور ہو جاتا ہے — ایک ایسا سبب جو ذرائع پیداوار کو پرائیویٹ ملکیت سے چھین کر سماجی ملکیت بنا دینے سے اور سرمایہداروں کی بےدخلی سے ہی کسی حالت میں یکدم ختم نہیں ہو سکتا ہے۔

اس بےدخلی سے یہ امکان ضرور پیدا ہوگا کہ پیداواری طاقتیں بےپناہ بڑھ جائیں۔ اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ سرمایہداری کس

قدر ناقابل یقین طریقے سے اس ترقی کی راہ روک رہی ہے، ٹکنیک آج جس درجے کو پہنچ چکی ہے اس کی بدولت کتنی کچھ ترقی کی جا سکتی تھی، تو ہمیں پورے اعتماد سے یہ کہنے کا حق ہو جاتا ہے کہ سرمایہ‌داروں کی بےدخلی کی وجہ سے انسانی سماج کی پیداواری طاقتیں واقعی کہیں سے کہیں پہنچ جائیں گی۔ لیکن یہ بات کہ ترقی کی یہ رفتار کتنی تیز ہوگی، کتنی مدت میں وہ اس منزل تک جا پہنچے گی کہ تقسیم محنت کے بندھن سے اپنا پیچھا چھڑالے، ذہنی اور جسمانی محنت کی مخالفانہ حیثیت کو دور کر دے، اور محنت کرنے کو ''زندگی کا اولین تقاضا،، بنادے، ابھی نہ تو ہم جانتے ہیں، نہ جان سکتے ہیں۔

اسی لئے ہم کو صرف اتنا کہنے کا حق پہنچتا ہے کہ ریاست کا خود بخود مٹ جانا یقینی ہے اور یہ خاص کر جتانا ہے کہ ریاست کے ختم ہونے کا عمل طول طویل ہے، اس کا انحصار کمیونزم کے اعلیٰ مرحلے کی طرف بڑھنے کی رفتار پر ہے۔ ابھی ہم یہ سوال کھلا چھوڑ دیتے ہیں کہ اس عمل میں کتنا وقت لگے گا، اس کی ٹھوس شکل کیا ہوگی کیوں کہ ان سوالوں کا مکمل اور قطعی جواب دینے کا کوئی مسالہ ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔

ریاست کا پوری طرح سے مٹنا اس وقت ممکن ہو جائے گا جب سماج یہ اصول اختیار کرلے: ''ہر ایک سے اس کی قابلیت کے مطابق اور ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق،، یعنی اس وقت جب کہ لوگ باہمی معاملات کے بنیادی اصولوں کی پابندی کرنے کے اتنے عادی ہو چکے ہوں اور ان کی محنت اس قدر پیداواری ہو چکی ہو کہ وہ خوشی سے اپنی اپنی قابلیت کے مطابق کام کرنے لگیں۔ ''بورژوا حق کی تنگ سرحدیں،، جو آدمی کو شائی‌لاک (۵۹) کی سی بےدردی کے ساتھ مول تول کرنے پر مجبور کرتی ہیں کہ کیا ایک نے دوسرے کے مقابلے میں آدھہ گھنٹے زیادہ کام نہیں کیا، کیا ایک کو دوسرے کے مقابلے میں کم تنخواہ نہیں ملی، یہ تنگ سرحدیں ٹوٹ جائیں گی۔ پھر اس کی کوئی ضرورت نہ رہے گی کہ سماج ایسے قاعدے بنائے کہ کس کو سامان کی کتنی مقدار ملنی چاہئے؛ ہر ایک کو آزادی سے ''اپنی اپنی ضرورت کے مطابق،، ملے گا۔

بورژوا نقطۂنظر سے یہ کہہ دینا آسان ہے کہ اس قسم کا سماجی نظام ''محض خیالی پرواز،، ہے۔ اور سوشلسٹوں کا مذاق اڑانا بھی آسان ہے کہ یہ لوگ ایک ایک شخص کی محنت پر کسی قسم کا کنٹرول رکھے بغیر ہر ایک کو یہ حق دئے دے رہے ہیں کہ وہ سماج سے جتنی جی چاہے قیمتی مٹھائیاں، موٹرکاریں اور پیانو وغیرہ وصول کرلے۔ آج بھی ایسے بورژوا ''علما و فضلا،، موجود ہیں جو اس تصور پر دانت نکالتے ہیں اور اس طرح سے اپنی بے علمی کا بھی مظاہرہ کرتے ہیں اور سرمایہداری کی خدمت گزاری کا بھی۔

یہ کیسی جاہلیت ہے! کسی سوشلسٹ کے ذہن تک میں یہ بات نہیں آئی کہ وہ کمیونزم کی ترقی کے اعلی مرحلے کی آمد کا ''وعدہ،، کرتا پھرے؛ بلکہ بڑے بڑے سوشلسٹوں نے آئندہ کبھی کمیونزم کے اعلی مرحلے کے آنے کا تصور کرتے ہوئے اپنے سامنے محنت کی اس پیداواری قوت کو نہیں رکھا جو فی الحال موجود ہے، اور نہ آجکل کے ان تنگ‌نظر لوگوں سے تخمینہ کیا جو پومیالوفسکی کی کہانیوں کے بورساک (۶۰) کی طرح سماجی مال کو یوں ہی خواہ مخواہ تباہ کرتے پھرتے ہیں اور ناممکن چیز کا تقاضا کرتے ہیں۔

کمیونزم کا ''اعلی،، مرحلہ آنے تک سوشلسٹوں کا مطالبہ یہ ہے کہ سماج کی طرف سے اور ریاست کی طرف سے محنت کے پیمانوں پر اور سامان استعمال کے پیمانوں پر سخت سے سخت کنٹرول رہنا چاہئے۔ لیکن اس کنٹرول کی ابتدا یوں ہو کہ سرمایہداروں کو بےدخل کیا جائے، سرمایہداروں پر مزدوروں کا کنٹرول قائم کیا جائے، اور اختیارات کا استعمال دفترشاہی ریاست کے ہاتھ میں نہ ہو بلکہ مسلح مزدوروں کی ریاست کے ہاتھ میں ہو۔

بورژوا نظریاتساز (اور ان کے چیلے تسرےتیلی اور چیرنوف قسم کے لوگ) سرمایہداری کے بھاڑے کے ٹٹو اس کی حمایت کا دم اس طرح بھرتے ہیں کہ آج کی سیاست کے جو سب سے اہم اور دھکتے ہوئے سوال ہیں ان کی جگہ بہت دور مستقبل کے اختلافی خیالات اور مباحثوں کو لے آتے ہیں۔ مثلاً آج کے اہم سوال یہ ہیں کہ سرمایہداروں کو بےدخل کیا جائے اور تمام باشندوں کو ایک بہت بڑے ''سینڈی کیٹ،، یعنی خود ریاست کا ملازم اور کارکن بنا دیا جائے اور اس

سینڈی کیٹ کی تمام کارگزاریوں کو ایک واقعی جمہوری ریاست کے ماتحت کر دیا جائے، جو مزدوروں اور فوجیوں کے نمائندوں کی سوویتوں کی ریاست ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ جب ایک عالم فاضل پروفیسر صاحب، اور ان کی دیکھا دیکھی کوئی ٹٹ‌پونجیا، اور اس کی نقل میں تسرے‌تیلی اور چیرنوف قسم کے لوگ خلاف عقل یوٹوپیا کے طعنے دیتے ہیں، بالشویکوں کے چکنے چپڑے وعدوں کا ذکر کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ سوشلزم کو ''رائج کرنا،، ناممکن ہے، تو ان کے دماغ میں کمیونزم کی یہی اعلی منزل یا اونچا مرحلہ ہوتا ہے، جس کے ''رائج کرنے'' کا نہ تو کسی نے وعدہ کیا ہے، اور نہ خیال کیوں کہ اس کو ''رائج،، نہیں کیا جا سکتا۔

اب یہاں سوشلزم اور کمیونزم کے درمیان علمی فرق کا سوال آتا ہے جسے اینگلس نے ''سوشل ڈیماکریٹ،، نام کی غلطی کے بارے میں مذکورہ بالا بحث کے وقت کسی قدر اٹھایا ہے۔ سیاسی طور پر کمیونزم کے پہلے یا نیچے کے مرحلے اور اعلی مرحلے کا فرق غالباً کسی وقت بہت زبردست ہو سکتا ہے، لیکن فی الحال سرمایہ‌داری میں رہتے ہوئے اس فرق کو شمار کرنا مضحکہ خیز ہوگا اور اسے پہلے نمبر پر رکھنے کی حرکت شاید اکادکا انارکسٹ ہی کر سکتے ہیں (بشرطیکہ انارکسٹوں میں ایسے لوگ باقی رہ گئے ہوں جنھوں نے کروپوتکن، گراو، کورنیلسن اور انارکزم کے دوسرے ''ستاروں،، کی ''پلیخانوف جیسی،، کایاپلٹ سے کچھ نہ سیکھا ہو، کہ وہ انارکزم سے ایک دم سوشل شاونزم یا بقول گے کے جو ایسے چند انارکسٹوں میں ہیں جنھوں نے عزت نفس اور ضمیر کی پاکیزگی کو ابھی تک سنبھالے رکھا ہے، Anarchotrenchism میں مبتلا ہو گئے)۔

لیکن سوشلزم اور کمیونزم کا علمی فرق بہت صاف ہے۔ جسے عام طور سے سوشلزم کہا جاتا ہے، یہ وہی ہے جس کو مارکس نے کمیونسٹ سماج کے ''پہلے،، یا نیچے کے مرحلے سے تعبیر کیا تھا۔ جہاں تک کہ ذرائع پیداوار کے عام مشترکہ ملکیت ہو جانے کا تعلق ہے، لفظ ''کمیونزم،، بھی اس پر صادق آتا ہے، اگر ہم یہ نہ بھول جائیں کہ اس حد میں پہنچ کر مکمل کمیونزم قائم نہیں

ہوتا ہے۔ مارکس کی تشریحات کی زبردست اہمیت یہ ہے کہ یہاں بھی وہ برابر مادی جدلیات سے کام لیتے رہے ہیں، ارتقا کے نظریے کو صادق کرتے آئے ہیں اور کمیونزم کو ایک ایسی چیز بتایا ہے جو سرمایہ‌داری میں سے ابھر کر آتی ہے۔ لفظوں کی خالی خولی موشگافی کرنے کے بجائے (سوشلزم کیا ہے اور کمیونزم کیا ہے؟)، فضول کے بحث مباحثے کے بجائے مارکس نے تجزیہ کیا ہے کہ وہ کونسے حالات ہیں جنھیں کمیونزم کی اقتصادی پختگی کی منزلیں قرار دیا جا سکتا ہے۔

پہلے مرحلے یا پہلی منزل میں کمیونزم اقتصادی طور سے پوری طرح پختہ نہیں ہو سکتا اور سرمایہ‌داری کی روایات سے، اس کے اثرات سے مکمل طور پر پاک نہیں ہو سکتا۔ اسی‌لئے یہ دلچسپ تصویر سامنے آتی ہے کہ کمیونزم کے پہلے مرحلے میں ''بورژوا حق کی تنگ سرحدیں،، قائم رہتی ہیں۔ لازمی بات ہے کہ جہاں تک استعمال کی چیزوں کی تقسیم کا تعلق ہے بورژوا حق قائم رہنے کا مطلب یہ ہے کہ بورژوا ریاست بھی قائم رہے کیوں کہ حق کا وجود ہی نہیں ہوگا جب‌تک کوئی ایسا ڈھانچہ موجود نہ ہو جو حق کے معیاروں کو زندگی میں نافذ کرنے اور ان کی پابندی کرانے کا اختیار رکھتا ہو۔

نتیجہ یہ نکلا کہ کمیونزم میں کچھ عرصے تک نہ صرف بورژوا حق باقی رہتا ہے بلکہ بورژوا طبقے کے بغیر بورژوا ریاست بھی برقرار رہتی ہے۔

ممکن ہے کہ یہ بات بظاہر قول محال معلوم ہوتی ہو یا محض جدلیات کا گورکھ دھندا، جس کا طعنہ مارکس‌ازم کو ایسے لوگوں کی طرف سے اکثر دیا جاتا ہے جنھوں نے کبھی اس نظریے کی غیرمعمولی گہرائی کو سمجھنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔

لیکن حقیقت پوچھئے تو نئے میں پرانے کا باقی رہ جانا روزمرہ کی بات ہے اور زندگی میں ہر قدم پر اس کا سامنا ہوتا ہے، قدرت کے کارخانے میں بھی اور سماج میں بھی۔ مارکس نے یوں ہی یک طرفہ طور سے کمیونزم میں ''بورژوا،، حق کا لفظ نہیں رکھ دیا

ہے، بلکہ یہ جتایا ہے کہ اقتصادی اور سیاسی حیثیت سے یہ صورت اس سماج میں لازمی ہے جو سرمایہ‌داری کے بطن سے پیدا ہوا ہو۔

مزدور طبقہ جب اپنی نجات کےلئے سرمایہ‌داروں سے جدوجہد کر رہا ہو تو جمہوریت کی اس کے نزدیک بہت زبردست اہمیت ہے۔ تاہم جمہوریت ایسی سرحد ہرگز نہیں ہے جس سے آگے قدم نہ رکھنا چاہئے، یہ صرف ایک منزل ہے اس راہ پر جو جاگیرداری سے سرمایہ‌داری کو گئی ہے اور سرمایہ‌داری سے کمیونزم کو۔

جمہوریت کے معنی ہیں مساوات۔ پرولتاری طبقہ جو مساوات کی جدوجہد کررہا ہے، اس کی اور مساوات کے نعرے کی کیا زبردست اہمیت ہے، یہ بات صاف ہو جائے گی اگر ہم صحیح طریقے سے اسے بیان کریں کہ مساوات اور اس کے نعرے کا مطلب ہے طبقوں کا خاتمہ۔ لیکن جمہوریت کے معنی تو صرف ظاہری یا رسمی مساوات کے ہیں۔ پیداوار کے ذرائع کی ملکیت کے معاملے میں سماج کے تمام لوگوں کا حق جیسے ہی برابر ہوجائےگا، یعنی محنت میں اور محنت کے معاوضے میں جوں ہی مساوات قائم ہو جائے گی تو لازمی بات ہے کہ انسانیت کے سامنے اگلا قدم اٹھانے کا مسئلہ درپیش ہوگا اور ظاہری مساوات سے اصلی مساوات کا سوال آئےگا — یوں سمجھئے کہ اس اصول پر عملدرآمد ہوگا کہ ''ہر ایک سے اس کی قابلیت کے مطابق اور ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق،،۔ کن کن منزلوں سے ہوکر، کن عملی تدبیروں کے ذریعے انسانیت اس مقصوداعلی کو پہنچے گی، نہ تو ہمیں یہ معلوم ہے، نہ معلوم ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ جان لینا اہم ہے کہ عام بورژوا تصور انتہائی جھوٹ سے بھرا ہوا ہے گویا سوشلزم کسی مردہ اور باسی چیز کا نام ہے جو سدا کےلئے ایک مقررہ صورت ہے، حالاں کہ حقیقت میں صرف سوشلزم کے تحت تیزرفتار، اصلی اور صحیح معنی میں عوامی ہلچل شروع ہوتی ہے جس میں شروع میں آبادی کی اکثریت آتی ہے اور پھر ساری کی ساری آبادی شریک ہو جاتی ہے اور سماجی اور ذاتی زندگی کے سارے شعبے اس کے ساتھ حرکت میں آجاتے ہیں۔

جمہوریت ریاست کی کئی مختلف شکلوں میں سے ایک شکل ہے۔ چنانچہ ہر قسم کی ریاست کی طرح جمہوریت میں بھی ایک

طرف تو لوگوں کے خلاف باقاعدہ اور باضابطہ تشدد سے کام لیا جاتا ہے اور دوسری طرف ظاہری یا رسمی طور سے وہ شہریوں کی برابری کا دم بھرتی ہے اور کہتی ہے کہ تمام لوگوں کو برابر کا حق ہے کہ وہ ریاست کی بناوٹ اور اسے چلانے کے متعلق فیصلہ کریں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہوتے ہوتے جمہوریت کے ارتقا کی ایک منزل ایسی آتی ہے جب شروع میں وہ اس طبقے کو ایک ساتھ کھڑا کر دیتی ہے جو سرمایہ‌داری کے خلاف انقلابی جنگ کرتا ہے، یعنی پرولتاری طبقہ، اور اسے اس کا موقع دیتی ہے کہ بورژوا بلکہ ریپبلکن بورژوا سرکاری بندوبست، باقاعدہ فوج، پولیس اور دفتری مشینری کے ٹکڑے کردے، اس کے پرخچے اڑا دے اور روئے زمین سے صاف کردے اور اس کی جگہ اپنے لئے زیادہ جمہوری سرکاری بندوبست قائم کرے، مگر ہاں یہ سرکاری مشینری بھی ایسی ہوگی جو مسلح مزدوروں کی صورت میں آئے گی، اور مسلح مزدوروں کی جمعیت بڑھتے بڑھتے ملیشیا کی شکل اختیار کر لے گی جس میں تمام آبادی شریک ہوگی۔

یہاں پہنچ کر ''مقدار کوالٹی میں تبدیل ہو جاتی ہے،،: اس درجے کی جمہوریت درحقیقت بورژوا سماج کی حدوں سے آگے نکل جاتی ہے اور اس کی اشتراکی تعمیر نو کی شروعات بن جاتی ہے۔ اگر سچ‌مچ سبھی لوگ ریاست کا انتظام چلانے میں شریک ہو جائیں تو سرمایہ‌داری اپنا شکنجہ قائم نہیں رکھ سکتی۔ اور سرمایہ‌داری کا آگے بڑھنا خود ہی رفتہ رفتہ اس نوبت کو پہنچتا ہے جس سے وہ حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ واقعی ''سبھی،، لوگ ریاست کا انتظام چلانے میں شریک ہونے کا موقع پا سکیں۔ ان حالات میں سے بعض یہ ہیں: عام تعلیم، جو کئی نہایت ترقی‌یافتہ سرمایہ‌دارانہ ملکوں میں اب بھی رائج ہو چکی ہے، پھر لاکھوں کروڑوں مزدوروں کا بڑے بڑے، بھاری، پیچیدہ اور سماجی بنائے ڈاک تار کے محکموں میں، ریلوے میں، زبردست کارخانوں میں، بڑے پیمانے کے کاروبار، تجارت اور بینکوں وغیرہ میں ''سیکھنا اور ڈسپلن اختیار کرنا،،۔

ان اقتصادی حالات کے پیدا ہونے سے یہ عین ممکن ہوگیا

ہے کہ سرمایہ‌داروں اور ان کی دفترشاہی کا تختہ الٹنے ہی آج کے آج میں پیداوار اور تقسیم کے سارے انتظام کا کنٹرول، محنت اور پیداوار کے حسابات رکھنے کے کام کی ساری ذمہ‌داری مسلح مزدور اپنے ہاتھوں میں لےلیں، اور پوری مسلح آبادی یہ انتظام سنبھال لے۔ (کنٹرول اور حسابات کے سوال کو سائنسی تربیت‌یافتہ انجنیروں اور ماہرین زراعت وغیرہ کے اسٹاف کے مسئلے سے گڈمڈ نہ کرنا چاہئے۔ یہ ماہرین، بھلے آدمی آج سرمایہ‌داروں کا منشا پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں، کل مسلح مزدوروں کے منشا کی پابندی یہ لوگ اور بھی خوبی سے کریں گے۔)

حسابات رکھنا اور کنٹرول یہ ہے وہ اصل چیز جو کمیونسٹ سماج کے پہلے مرحلے میں سہولت سے کام چلانے اور ٹھیک طرح چالو رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ تمام باشندے ریاست کے تنخواہ یافتہ ملازم بن جاتے ہیں اور ریاست مسلح مزدور ہوتے ہیں۔ تمام شہری ایک کل‌قومی ریاستی ''سنڈی کیٹ،، کے ملازم اور مزدور ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے ساری بات کہ وہ برابر کا کام کریں، کام میں اپنا مناسب حصہ پورا کریں اور برابر کا معاوضہ پائیں۔ اس غرض کےلئے جو حساب کتاب رکھنا اور کنٹرول کرنا ہوتا ہے وہ سرمایہ‌داری نے انتہائی آسان بنا دیا ہے اور اس کی کارگزاری غیر معمولی طور پر سادہ کر دی ہے جو کوئی بھی معمولی خواندہ آدمی انجام دے سکتا ہے — کہ صرف نگرانی کرنا اور درج کرنا، حساب کے چار ابتدائی اصول جاننا اس کےلئے کافی ہے اور باقاعدہ رسیدیں جاری کر دینا ہوتا ہے — بس۔ *

---

* جب ریاست کی اہم‌ترین کارگزاری خود مزدوروں کی طرف سے اس قسم کے حساب کتاب اور کنٹرول کی حد تک پہنچتی ہے تب وہ ''سیاسی ریاست،، نہیں رہتی اور ''پبلک کارگزاری کی سیاسی نوعیت ختم ہو جاتی ہے، وہ صرف معمولی سی انتظامی کارگزاری رہ جاتی ہے،، (اینگلس کی ''انارکسٹوں سے بحث مباحثہ،، — حوالے کےلئے ملاحظہ ہو، باب ۴، پیراگراف ۲)۔

جب لوگوں کی بڑی تعداد آزادی کے ساتھ ہر جگہ اس قسم کا حساب کتاب رکھنے لگتی ہے اور ان سرمایہ‌داروں (جو اب مالک نہیں، ملازم بن چکے ہوتے ہیں) اور دانش‌ور حضرات پر جو بعد میں بھی سرمایہ‌دارانہ عادتوں پر قائم رہتے ہیں، اس طرح کا کنٹرول قائم کرنے لگتی ہے تو پھر یہ کنٹرول سب کےلئے واقعی عام اور عوامی ہو جاتا ہے، اس سے بچ کر نکلنے کی کوئی صورت نہیں رہتی اور ''نہ اس سے کوئی مفر،، ہوتا ہے۔

یہ صورت قائم ہونے کے بعد تمام کا تمام سماج ایک ہی دفتر، ایک ہی فیکٹری بن جائےگا جس میں سب کی محنت برابر ہوگی، سب کی تنخواہ یا اجرت برابر ہوگی۔

مگر یہ ''فیکٹری،، کا سا ڈسپلن جو پرولتاریہ سرمایہ‌داروں کو شکست دینے کے بعد، استحصال کرنےوالوں کا تختہ الٹنے کے بعد پورے سماج پر عائد کرےگا، یہ ڈسپلن ہرگز ہمارا آدرش نہیں ہے، ہماری منزل مقصود نہیں ہے۔ یہ بس مجبوری کا ایک قدم ہے اس غرض سے کہ سماج کے بدن سے اچھی طرح وہ نجاست خارج کر دی جائے، وہ گندگی اور کمینگی دور کردی جائے، جو سرمایہ‌دارانہ استحصال کا نتیجہ ہے اور یہ آگے کی طرف بڑھنے کا قدم ہے۔

جس لمحے سے سماج کے تمام لوگ، اور تمام نہ سہی تو ان کی ایک بڑی اکثریت، ریاست کے کام خود چلانا سیکھ لیں گے، اس کام کی ذمہ‌داری خود اٹھالیں گے، سرمایہ‌داروں کی معمولی سی اقلیت پر اور ان شرفا پر جو اپنی سرمایہ‌دارانہ عادتیں باقی رکھنا چاہتے ہیں، اور ان مزدوروں پر، جنھیں سرمایہ‌داری نے بالکل بگاڑ کر رکھ دیا ہے، کنٹرول ''چالو،، کردیں گے، اسی لمحے سے کسی قسم کی گورنمنٹ کی ضرورت قطعی طور پر ختم ہونے لگے گی۔ جمہوریت جتنی مکمل ہوگی، اتنا ہی وہ وقت قریب آتا جائےگا جب جمہوریت کی ضرورت ہی نہ رہے۔ مسلح مزدوروں سے بنی ہوئی ''ریاست،، جتنی زیادہ جمہوری ہوگی — اور وہ ''صحیح معنوں میں ریاست ہوگی ہی نہیں،، — اتنی ہی تیزی سے ریاست کی ہر شکل مٹنی شروع ہوجائے گی۔

کیوں کہ جب سبھی لوگوں کو سماجی پیداوار کے کام چلانے آجائیں گے اور وہ واقعی خود یہ ذمہ‌داریاں ادا کرنے لگیں گے، جب وہ اپنے طور پر حساب کتاب اور کام چوروں پر، شریف زادوں پر، مال غبن کرنےوالوں پر اور اسی قسم کے ''سرمایہ‌داری کی روایات کے محافظوں،، پر نگرانی اور کنٹرول کرنے لگیں گے تو اس عام حساب کتاب اور کنٹرول سے بچ کر نکلنا بےانتہا مشکل اور اتفاقی واقعہ ہو جائےگا، اور غالباً اس پر ایسی فوری اور سخت سزا دی جایا کرے گی (کیونکہ مسلح مزدور عملی لوگ ہوتے ہیں، وہ کوئی جذباتی دانش‌ور نہیں ہوتے اور شرارت کرکے نکل جانے کا شاید ہی کسی کو موقع دینگے) کہ انسان کے باہمی لین‌دین اور سماجی معاملات کے جو بنیادی، سیدھے سادے اصول ہیں ان کی پابندی کرنے کی ضرورت لوگوں کی عادت بن جائے گی۔

تب وہ شاہراہ کھلی ہوگی جس پر کمیونسٹ سماج کا پہلا مرحلہ طے کرکے اس کے اعلی مرحلے یا برتر مقام کی طرف بڑھا جائے اور اسی کے ساتھ ریاست قطعی طور پر مٹ جائے۔

چھٹا باب

موقع پرستوں کے ہاتھوں مارکس‌ازم کی تخریب

ریاست کے سماجی انقلاب سے اور سماجی انقلاب کے ریاست سے تعلق کے سوال پر، عام طور سے انقلاب کے سوال کی طرح دوسری انٹرنیشنل (۱۹۱۴ء — ۱۸۸۹ء) کے نمایاں نظریہ‌دانوں اور پرچارکوں نے بہت کم توجہ کی۔ لیکن موقع‌پرستی کے رفتہ رفتہ بڑھنے کے اس عمل میں، جسکا نتیجہ ۱۹۱۴ء میں دوسری انٹرنیشنل کا خاتمہ ہوا، یہ واقعہ انتہائی کرداری ہے کہ جب یہ لوگ اس سوال سے بالکل دوبدو تھے تو انھوں نے اس سے گریز کرنے کی کوشش کی یا اسکو نظرانداز کردیا۔

عام طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ پرولتاری انقلاب سے ریاست کے تعلق کے سوال پر گریز کا نتیجہ، وہ گریز جس نے موقع‌پرستی کو

فائدہ پہنچایا اور اسکی پرورش کی، مارکس‌ازم کی توڑمروڑ اور اسکی مکمل تخریب ہوا۔

اس افسوس‌ناک عمل کی کردارنگاری کےلئے خواہ وہ مختصر ہی کیوں نہ ہو ہم مارکس‌ازم کے بہت ہی نمایاں نظریہ‌دانوں پلیخانوف اور کاؤتسکی کو لیں گے۔

۱۔ انارکسٹوں کے ساتھ پلیخانوف کا بحث مباحثہ

پلیخانوف نے انارکزم سے سوشلزم کے تعلق کے بارے میں ایک مخصوص پمفلٹ ''انارکزم اور سوشلزم،، لکھا ہے جو ۱۸۹۴ء میں جرمن زبان میں شایع ہوا تھا۔

اس موضوع پر لکھتے ہوئے پلیخانوف نے چالاکی سے انارکزم کے خلاف جدوجہد میں اس انتہائی فوری، اہم اور سیاسی طور پر انتہائی ضروری مسئلے یعنی ریاست سے انقلاب کے تعلق اور عام طور پر ریاست کے سوال سے قطعی گریز کیا ہے! پمفلٹ کے دو واضح حصے ہیں۔ ان میں سے ایک تاریخی اور ادبی ہے اور اشٹرنر اور پرودھون وغیرہ کے خیالات کی تاریخ کے بارے میں قیمتی مواد رکھتا ہے۔ دوسرا حصہ عامیانہ ہے اور اسمیں اس موضوع پر ایک بھدی سی بحث ہے کہ انارکسٹ اور ڈاکو میں فرق نہیں کیا جا سکتا ہے۔

یہ موضوعات کا انتہائی دلچسپ مرکب ہے اور روس میں انقلاب سے ذرا پہلے اور انقلابی زمانے کے دوران پلیخانوف کی ساری سرگرمیوں کا بہت ہی خاص نمونہ ہے۔ ۱۹۱۷ء — ۱۹۰۵ء کے دوران پلیخانوف نے اپنے کو ایسا نیم نظریہ‌پرست اور نیم تنگ‌نظر ظاہر کیا جو بورژوازی کا دم چھلا ہو۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ کیسے انارکسٹوں کے ساتھ بحث‌مباحثے میں مارکس اور اینگلس نے انتہائی تفصیل کے ساتھ ریاست سے انقلاب کے تعلق کے بارے میں اپنے خیالات کی وضاحت کی ہے۔ ۱۸۹۱ء میں مارکس کی کتاب ''گوتھا پروگرام کی تنقید،، شائع کرتےہوئے اینگلس نے لکھا کہ ''ہم،، (یعنی اینگلس اور مارکس) ''اس وقت، (پہلی) انٹرنیشنل کی ہیگ کانگرس (۶۱) کے مشکل سے دو سال بعد، باکونین

اور اسکے انارکسٹوں کے خلاف انتہائی شدید جدوجہد میں مصروف تھے۔ ''

انارکسٹوں نے یہ اعلان کرنے کی کوشش کی تھی کہ گویا پیرس کمیون انکا ''اپنا،، تھا جو انکے نظرئے کی تصدیق کرتا تھا حالانکہ انھوں نے اس سے حاصل کئے ہوئے سبقوں اور ان سبقوں کے مارکس کے تجزئے کو بالکل نہیں سمجھا۔ انارکزم نے کچھ بھی نہیں حتی کہ ٹھوس سیاسی سوالات کا قریبی جواب تک نہیں دیا: کیا پرانی ریاستی مشینری کو توڑنے کی ضرورت ہے؟ اور اس کی جگہ پر کیا لایا جائے؟

لیکن ریاست کے پورے سوال سے بالکل گریز کرکے اور کمیون سے پہلے اور اس کے بعد مارکس‌ازم کے سارے ارتقا کو نظرانداز کرکے ''انارکزم اور سوشلزم،، کی باتیں کرنے کا مطلب ھی ناگزیر طور پر موقع‌پرستی کی طرف مڑ جانا ہے۔ کیونکہ موقع پرستی کو سب سے زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ جن دو سوالوں کا ابھی ذکر ھوا ہے وہ بالکل نہ اٹھائے جائیں۔ یہ موقع‌پرستی کی بجائےخود جیت ہے۔

۲۔ موقع‌پرستوں کے ساتھ کاؤتسکی کا بحث‌مباحثہ

بلاشبہ کاؤتسکی کی تصانیف بمقابلہ دوسری زبانوں کے روسی زبان میں بےشمار شایع ھوئی ھیں۔ بعض جرمن سوشل ڈیموکریٹ مذاق میں یہ بات بلاوجہ نہیں کہتے کہ کاؤتسکی کو جرمنی کے مقابلے میں روس میں زیادہ پڑھا جاتا ہے (ھم بریکٹ میں یہ کہتے ھیں کہ اس مذاق میں اس سے کہیں زیادہ تاریخی مافیہ کی گہرائی ہے جتنی اسکو پھیلانےوالے خیال کرتے ھیں: ۱۹۰۵ء میں دنیا میں بہترین سوشل ڈیموکریٹ ادب کی بہترین تصانیف کا غیرمعمولی بڑا اور بےمثال مطالبہ کرکے اور ان تصانیف کے ترجمے اور ایڈیشن کی ایسی زبردست تعداد پاکر جسکی مثال دوسرے ملکوں میں نہیں ملتی روسی مزدوروں نے، یوں کہنا چاھئے، ایک پڑوسی اور زیادہ ترقی‌یافتہ ملک کے زبردست تجربے کی قلم ھماری پرولتاری تحریک کی نوخیز زمین پر لگائی)۔

مارکس‌ازم کو مقبول بنانے کےعلاوہ کاؤتسکی ھمارے ملک

میں موقع پرستوں کے ساتھ اور برنشٹائن کے ساتھ جو انکا سربراہ تھا بحث‌مباحثے کیلئے خاص طور سے جانا جاتا ہے۔ بہرحال ایک واقعہ ہے جسکو لوگ تقریباً نہیں جانتے ہیں اور جسکو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا ہے اگر ہم اسکی تحقیقات کرتے ہیں کہ کس طرح کاؤتسکی ناقابل یقین شرمناک ذہنی بدحواسی میں جا پڑا اور ۱۹۱۴ء — ۱۹۱۵ء کے زبردست بحران میں سوشل شاونزم کی وکالت کرنے لگا۔ یہ واقعہ اس طرح ہے کہ موقع پرستی کے بہت ہی نمایاں نمائندوں (فرانس میں ملیران اور ژوریس اور جرمنی میں برنشٹائن) کی مخالفت کرنے سے کچھ دن پہلے کاؤتسکی نے کافی تذبذب کا اظہار کیا۔ مارکس‌وادی ''زاریا،، (۶۲) جو ۱۹۰۲ء — ۱۹۰۱ء میں اشٹوٹگارٹ سے شایع ہوتا تھا اور انقلابی پرولتاری نظریات کی وکالت کرتا تھا اس پر مجبور ہوا کہ کاؤتسکی کے ساتھ بحث‌مباحثہ کرے اور اس کی متذبذب، گریزپا تجویز کو ''لوچدار،، کہے جو موقع پرستوں کے ساتھ صلح‌جویانہ تھی اور جس کو کاؤتسکی نے ۱۹۰۰ء میں پیرس کی بین‌اقوامی سوشلسٹ کانگرس میں پیش کیا تھا (۶۳)۔ کاؤتسکی کے جو خطوط جرمن ادب میں شایع ہوئے ان سے بھی برنشٹائن کے خلاف میدان میں آنے سے پہلے کچھ کم تذبذب کا اظہار نہیں ہوتا ہے۔

بہرحال یہ بات بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے کہ موقع پرستوں سے اس کے بحث‌مباحثے میں، سوال کو ترتیب دینے اور اسکی تشریح کے طریقے میں، ہم مارکس‌ازم کے ساتھ کاؤتسکی کی تازہ‌ترین غداری کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے موقع پرستی کی طرف اس کی باقاعدہ گمراہی، خاص طور سے ریاست کے سوال پر اب دیکھ سکتے ہیں۔

ہم موقع پرستی کے خلاف کاؤتسکی کی پہلی اہم تصنیف ''برنشٹائن اور سوشل ڈیموکریٹک پروگرام،، لیتے ہیں۔ کاؤتسکی نے تفصیل کے ساتھ برنشٹائن کی تردید کی ہے۔ لیکن یہ رہی اس کی ایک خصوصیت۔

برنشٹائن اپنی ہیروسترات کی شہرت رکھنےوالی تصنیف ''سوشلزم کی اولیں شرائط،، میں مارکس‌ازم کو ''بلانک‌ازم،، کا ملزم ٹھہراتا ہے (یہ الزام اس وقت سے روس میں موقع پرستوں اور اعتدال‌پرست بورژوازی نے ہزاروں بار انقلابی مارکس‌ازم کے نمائندوں، بالشویکوں کے خلاف دھرایا ہے)۔ اس سلسلے میں برنشٹائن نے خاص طور پر

مارکس کی تصنیف ''فرانس میں خانہ‌جنگی،، پر تفصیلی بحث کی ہے اور، جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، اسکی بہت ناکام کوشش کی ہے، کہ کمیون کے سبقوں کے بارے میں مارکس کے نقطۂنظر کو پرودھون کے نقطۂنظر سے مطابقت دے۔ برنشٹائن نے اس نتیجے کی طرف خاص توجہ دی ہے جس پر مارکس نے ''کمیونسٹ مینی‌فسٹو،، کے ۱۸۷۲ء کے پیش‌لفظ میں زور دیا ہے یعنی ''مزدور طبقہ محض بنی‌بنائی ریاستی مشینری پر قبضہ جماکر اسکو اپنے مقاصد کیلئے نہیں استعمال کر سکتا۔،،

یہ بیان برنشٹائن کو اتنا ''پسند،، آیا کہ اس نے اسکو اپنی کتاب میں کم سے کم تین بار استعمال کیا اور اسکو انتہائی مسخ اور موقع‌پرستانہ ڈھنگ سے پیش کیا۔

جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، مارکس کا مطلب تھا کہ مزدور طبقے کو ساری ریاستی مشینری کو توڑ دینا، پاش پاش کر دینا، دھماکے سے اڑا دینا چاہئے (اینگلس نے جرمن لفظ Sprengung استعمال کیا ہے یعنی دھماکے سے اڑا دینا)۔ لیکن برنشٹائن کے یہاں ایسا ہے گویا کہ مارکس نے ان الفاظ میں مزدور طبقے کو اقتدار پر قبضہ کرتے وقت ضرورت سے زیادہ انقلابی ولولے کےخلاف انتباہ کیا ہے۔

مارکس کے نظرئے کی اس سے زیادہ بھونڈی اور شرمناک توڑمروڑ کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

تو پھر کاؤتسکی نے برنشٹائن کی انتہائی تفصیلی تردید میں کیا کیا؟

وہ اس نکتے پر موقع‌پرستی کے ہاتھوں مارکس‌ازم کی زبردست توڑمروڑ کے تجزئے سے گریز کرگیا۔ اس نے مارکس کی ''فرانس میں خانہ‌جنگی،، پر اینگلس کے پیش لفظ سے وہ اقتباس دےدیا جسکا حوالہ اوپر دیا گیا ہے اور کہا کہ مارکس کے مطابق مزدور طبقہ محض بنی‌بنائی ریاستی مشینری پر قبضہ نہیں کر سکتا لیکن عام طور پر اسکا مالک ہو سکتا ہے اور بس۔ کاؤتسکی نے اس کے بارے میں ایک لفظ نہیں کہا کہ برنشٹائن نے مارکس کے اصل نظرئے کے قطعی برعکس باتیں مارکس سے منسوب کی ہیں، کہ ۱۸۵۲ء سے مارکس نے پرولتاری انقلاب کا یہ فریضہ بنایا کہ وہ ریاستی مشینری کو ''توڑے،،۔

نتیجہ یہ ہوا کہ پرولتاری انقلاب کے فرائض کے سوال پر مارکس‌ازم اور موقع‌پرستی کے درمیان انتہائی نمایاں فرق کو کاؤتسکی نے نظرانداز کردیا!

''پرولتاری ڈکٹیٹرشپ کے‌فرائض کے مسئلے کا حل ہم پورے اطمینان کے ساتھ مستقبل پر چھوڑ سکتے ہیں،، کاؤتسکی نے برنشٹائن کے ''خلاف،، لکھتے ہوئے کہا (صفحہ ۱۷۲، جرمن ایڈیشن)۔

یہ برنشٹائن کے‌خلاف کوئی بحث‌مباحثہ نہیں ہے بلکہ حقیقت میں اسکے‌لئے چھوٹ ہے، موقع‌پرستی کے سامنے ہتیار ڈالنا ہے کیونکہ موقع‌پرستوں کو فی‌الحال اسکے سوا اور کسی بات کی ضرورت نہیں ہے کہ پرولتاری انقلاب کے فرائض کے تمام بنیادی سوالوں کو ''پورے اطمینان کے ساتھ مستقبل پر چھوڑ دیا جائے،،۔

۱۸۵۲ء سے ۱۸۹۱ء تک یا چالیس سال تک مارکس اور اینگلس نے پرولتاریہ کو یہ سکھایا کہ اس کو ریاستی مشینری توڑنا چاہئے۔ مگر ۱۸۹۹ء میں کاؤتسکی نے اس نکتے پر مارکس‌ازم کے ساتھ موقع‌پرستوں کی مکمل غداری سے دوچار ہوتے ہوئے اس سوال کو کہ آیا اس مشینری کو توڑنا ہے یا نہیں اس سوال سے بدل‌دیا کہ کن ٹھوس صورتوں میں اسکو توڑنا ہے اور پھر اس ''مسلمہ،، (اور بےسود) عامیانہ حقیقت میں پناہ لی کہ ٹھوس صورتوں کو پہلے سے نہیں جانا جا سکتا ہے!!

انقلاب کے‌لئے مزدور طبقے کو تربیت دینے کے پرولتاری پارٹی کے فریضے کے بارے میں مارکس اور کاؤتسکی کے رویے کے درمیان ایک زبردست خلیج ہے۔

اب کاؤتسکی کی ایک زیادہ پختہ تصنیف لیتے ہیں جو بڑی حد تک موقع‌پرستانہ غلطیوں کی تردید کے‌لئے ہے۔ یہ اسکا پمفلٹ ''سماجی انقلاب،، ہے۔ اس پمفلٹ میں مصنف نے خاص طور سے ''پرولتاری انقلاب،، اور ''پرولتاری حکومت،، کے سوال کو اپنا خاص موضوع بنایا ہے۔ اس نے بہت ہی بیش‌بہا باتیں لکھی ہیں لیکن اس نے ریاست کے سوال سے گریز کیا ہے۔ پورے پمفلٹ میں مصنف نے

ریاستی اقتدار جیتنے کا چرچا کیا ہے اور بس یعنی اس نے ایسا فارمولا منتخب کیا ہے جو موقع پرستوں کو اس حد تک چھوٹ دیتا ہے کہ وہ ریاستی مشینری کو تباہ کئے بغیر اقتدار پر قبضہ کرنے کے امکان کو تسلیم کرتا ہے۔ مارکس نے ۱۸۷۲ء میں ''کمیونسٹ مینی فسٹو،، کے پروگرام میں جس بات کے ''فرسودہ،، ہونے کا اعلان کیا تھا اسی کی تجدید کاؤتسکی ۱۹۰۲ء میں کرتا ہے۔

پمفلٹ کا ایک حصہ ''سماجی انقلاب کی صورتوں اور اسلحہ،، کے لئے مخصوص ہے۔ یہاں کاؤتسکی نے عوامی سیاسی ہڑتال، خانہ‌جنگی اور ''نوکرشاہی اور فوج جیسے جدید بڑی ریاست کی طاقت کے آلات،، کا ذکر کیا ہے لیکن اسکے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہتا جو کمیون نے مزدوروں کو سکھایا ہے۔ ظاہر ہے کہ اینگلس نے ریاست کے لئے ''توہم‌آمیز احترام،، کے خلاف بلاوجہ انتباہ نہیں کیا تھا خصوصاً جرمن سوشلسٹوں کو۔

کاؤتسکی معاملے کو اس طرح پیش کرتا ہے: فتح‌مند پرولتاریہ ''جمہوری پروگرام کی تکمیل کرتا ہے،، اور اسکے دفعات مرتب کرتا ہے۔ لیکن وہ اس نئے مواد کے بارے میں ایک لفظ نہیں کہتا جو ۱۸۷۱ء نے بورژوا جمہوریت کی جگہ پرولتاری جمہوریت لانے کے بارے میں فراہم کیا ہے۔ کاؤتسکی ایسی ''وزنی،، آوازوالی پیش پا افتادہ باتیں کرکے معاملے سے نبٹ لیتا ہے:

> ''یہ بجائے خود ظاہر ہے کہ ہم موجودہ حالات میں برتری نہیں حاصل کریں گے۔ انقلاب خود طویل اور گہری لڑائیوں کو فرض کرتا ہے جو خود ہمارے موجودہ سیاسی اور سماجی ڈھانچے کو بدل دینگی۔،،

بلاشبہ یہ ''بجائے خود ظاہر ہے،، بالکل اسی طرح ہے جیسے یہ حقیقت کہ گھوڑے جئی کھاتے ہیں اور دریائے والگا بحیرۂ کیسپین میں گرتا ہے۔ صرف افسوس کی بات یہ ہے کہ ''گہری،، لڑائیوں کے بارے میں خالی اور بڑے الفاظ استعمال کرکے انقلابی پرولتاریہ کے لئے ایک بہت ہی اہم سوال سے گریز کیا جاتا ہے یعنی ریاست اور

جمہوریت کے تعلق سے کیا چیز اسکے انقلاب کو پہلے غیرپرولتاری انقلابوں کے مقابلے میں ''گہرا،، بناتی ہے۔

لیکن اس سوال سے گریز کرکے کاؤتسکی عملی طور پر اس انتہائی اہم نکتے پر موقع پرستی کو چھوٹ دیتا ہے حالانکہ زبانی وہ اسکے خلاف سخت جنگ کا اعلان کرتا ہے اور ''انقلاب کے نظرئے،، کی اہمیت پر زور دیتا ہے (اس ''نظرئے،، کی قیمت کیا ہے جبکہ کوئی مزدوروں کو انقلاب کے ٹھوس سبق سکھانے سے ڈرتا ہو؟) یا کہتا ہے کہ ''انقلابی آئیڈیلزم سب سے اہم ہے،، یا اعلان کرتا ہے کہ اب انگریز مزدور ''مشکل سے پیٹی‌بورژوا سے کچھ زیادہ ہیں،،۔

''سوشلسٹ سماج میں،، کاؤتسکی لکھتا ہے ''ایک دوسرے کے ساتھ انتہائی مختلف قسم کے اداروں کا وجود ممکن ہے: نوکرشاہی (؟؟)، ٹریڈیونین، کوآپریٹیو اور نجی اداروں کا،،... ''مثلاً ایسے ادارے ہیں جو بلا نوکرشاہی (؟؟) تنظیم کے نہیں چل سکتے جیسے ریلوے۔ یہاں جمہوری تنظیم مندرجہ‌ذیل صورت اختیار کرسکتی ہے: مزدور مندوبین منتخب کریں جو ایک طرح کی پارلیمنٹ بنالیں جو کام کے قواعد رائج کرے اور نوکرشاہی مشینری کے انتظام کی نگرانی کرے۔ کچھ اداروں کا انتظام ٹریڈیونینوں کے سپرد کیا جا سکتا ہے اور کچھ کوآپریٹیو ادارے بن سکتے ہیں،، (صفحہ ۱۴۸ اور ۱۱۵، روسی ترجمہ، جنیوا میں ۱۹۰۳ء میں شایع ہوا)۔

یہ دلیل غلط ہے۔ یہ ان وضاحتوں کے مقابلے میں پیچھے کی طرف قدم ہے جو مارکس اور اینگلس نے آٹھویں دہائی میں کمیون کے سبقوں کو مثال کے طور پر استعمال کرتے ہوئے دی تھیں۔

جہاں تک نام‌نہاد ضروری ''نوکرشاہی،، تنظیم کا سوال ہے تو ریلوے اور بڑے پیمانے کی مشینی صنعت کے کسی ادارے، کسی فیکٹری، بڑے شاپ یا بڑے پیمانے کے سرمایہ‌دارانہ زرعی ادارے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ ان تمام اداروں کی ٹکنیک ہر ایک کےلئے اپنا مقررہ فریضہ ادا کرنے میں انتہائی سخت ڈسپلن اور انتہائی

صحت کو قطعی طور پر ضروری بناتی ہے، نہیں تو سارے ادارے کا کام رک سکتا ہے یا مشینری یا تیارشدہ سامان خراب ہو سکتا ہے۔ ان تمام اداروں میں مزدور واقعی ''مندوبین منتخب کرینگے جو ایک طرح کی پارلیمنٹ بنائیں گے''۔

لیکن ساری بات کا نچوڑ یہ ہے کہ یہ ''ایک طرح کی پارلیمنٹ'' بورژوا پارلیمانی ادارے کے معنی میں پارلیمنٹ نہیں ہوگی۔ ساری بات کا نچوڑ یہ ہے کہ یہ ''ایک طرح کی پارلیمنٹ'' محض ''کام کے قواعد رائج کرنے اور نوکرشاہی مشینری کے انتظام کی نگرانی'' نہیں کریگی جیسا کہ کاؤتسکی تصور کرتا ہے جسکے فکروخیال بورژوا پارلیمانیت کی حدوں سے آگے نہیں جاتے۔ سوشلسٹ سماج میں مزدوروں کے نمائندوں پر مشتمل ''ایک طرح کی پارلیمنٹ'' درحقیقت ''کام کے قواعد رائج کرے گی اور مشینری کے انتظام کی نگرانی'' کریگی لیکن یہ مشینری ''نوکرشاہی'' نہیں ہوگی۔ سیاسی اقتدار حاصل کرکے مزدور پرانی نوکرشاہی مشینری کو توڑ دینگے، اسکی بنیادوں تک کو پاش پاش کرکے اسکو زمین کے برابر کردیں گے۔ اسکی جگہ وہ ایک نئی مشینری لائیں گے جو انہیں مزدوروں اور ملازمین پر مشتمل ہوگی جن کے نوکرشاہوں میں تبدیل ہونے کے خلاف وہ اقدامات فوراً کئے جائیں گے جنکی مارکس اور اینگلس نے تفصیل کے ساتھ وضاحت کی: (۱) صرف انتخاب نہیں لیکن کسی وقت واپس بلانا بھی؛ (۲) اجرت کا مزدور کی اجرت سے زیادہ نہ بڑھنا؛ (۳) سب لوگوں کے کنٹرول اور نگرانی کے طریقے کو فوراً رائج کرنا تاکہ کچھ وقت کےلئے سب ''نوکرشاہ'' بن جائیں اور اسی لئے کوئی بھی ''نوکرشاہ'' نہ بن سکے۔

کاؤتسکی نے مارکس کے الفاظ پر بالکل غور نہیں کیا: ''کمیون پارلیمانی نہیں بلکہ کام کا جو ادارہ تھا، بیک‌وقت قانون بنانےوالا اور ان کو پورا کرنےوالا بھی''۔ (۶۴)

کاؤتسکی نے اس فرق کو بالکل نہیں سمجھا جو جمہوریت (عوام کےلئے نہیں) کو نوکرشاہی (عوام کےخلاف) سے ملانےوالی بورژوا پارلیمانیت اور پرولتاری جمہوریت کے درمیان ہے جو نوکرشاہی کو جڑوں تک کاٹنے کےلئے فوری اقدامات کریگی اور جو ان اقدامات

کو انجام تک، نوکرشاھی کے بالکل خاتمے تک، عوام کےلئے مکمل جمہوریت کے رائج ھونے تک پہنچا سکے گی۔

کاؤتسکی یہاں ریاست کےلئے اسی پرانے ''توھم‌آمیز احترام،، اور نوکرشاھی پر ''توھم‌آمیز یقین،، کا اظہار کرتا ھے۔

آئیے اب موقع‌پرستوں کے خلاف کاؤتسکی کی آخری اور بہترین تصنیف، اسکا پمفلٹ ''اقتدار کا راستہ،، لیں (جو میرے خیال میں روسی زبان میں نہیں شایع ھوا ھے کیونکہ یہ ۱۹۰۹ء میں نکلا جب ھمارے ملک میں رجعت‌پرستی پورے عروج پر تھی)۔ یہ پمفلٹ آگے کی طرف ایک بڑا قدم ھے کیونکہ یہ برنشٹائن کے خلاف ۱۸۹۹ء کے پمفلٹ کی طرح عام طور پر انقلابی پروگرام کے بارے میں، ۱۹۰۲ء کے پمفلٹ ''سماجی انقلاب،، کی طرح سماجی انقلاب کے واقع ھونے کے وقت کا لحاظ کئے بغیر اس کے فرائض کے بارے میں نہیں کہتا بلکہ ان ٹھوس حالات کے بارے میں بتاتا ھے جو ھم کو یہ ماننے پر مجبور کرتے ھیں کہ ''انقلابوں کا دور،، شروع ھو رھا ھے۔

مصنف وضاحت کےساتھ عام طور پر طبقاتی تضادات میں تیزی اور سامراج کی طرف توجہ دلاتا ھے جو اس صورت‌حال میں خاص طور سے اھم رول ادا کرتا ھے۔ وہ کہتا ھے کہ مغربی یورپ میں ''۱۸۷۱ء — ۱۷۸۹ء کے انقلابی دور،، کےبعد ایسا ھی دور مشرق میں ۱۹۰۵ء میں شروع ھوا۔ ایک عالمی جنگ خطرناک تیزی کے ساتھ قریب آتی جارھی ھے۔ ''پرولتاریہ اب قبل از وقت انقلاب کے بارے میں زیادہ باتیں نہیں کرسکتا،،۔ ''ھم انقلابی دور میں داخل ھوگئے ھیں،،۔ ''انقلابی دور شروع ھو رھا ھے،،۔

یہ بیانات بالکل صاف ھیں۔ کاؤتسکی کا یہ پمفلٹ اس بات کا موازنہ کرنے کا پیمانہ ھونا چاھئے کہ جرمن سوشل ڈیموکریسی نے سامراجی جنگ سے پہلے کیا ھونے کا وعدہ کیا تھا اور وہ (معہ کاؤتسکی کے) جنگ چھڑنے پر قعرمذلت میں جا گری۔ زیرجائزہ پمفلٹ میں کاؤتسکی نے لکھا کہ ''موجودہ صورت‌حال میں یہ خطرہ ھے کہ ھم (یعنی جرمن سوشل ڈیموکریسی) بڑی آسانی سے اس سے زیادہ معتدل معلوم ھوں جتنے واقعی ھم ھیں،،۔ ھوا یہ کہ عملی طور پر

جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی اس سے کہیں زیادہ اعتدال پرست اور موقع پرست نکلی جتنی وہ معلوم ہوتی تھی!

اسی لئے یہ اور زیادہ مثالی ہے کہ حالانکہ کاؤتسکی نے واضح طور پر یہ اعلان کیا کہ انقلابوں کا دور شروع ہوچکا ہے اپنے پمفلٹ میں جو بقول خود اسکے ''سیاسی انقلاب،، ہی کے تجزئے کےلئے وقف تھا اس نے پھر ریاست کے سوال سے بالکل گریز کیا۔

سوال سے اس گریز، خاموشی اور ٹال مٹول نے ملکر موقع پرستی کی طرف مکمل طور سے جانے کو ناگزیر بنادیا جسکے بارے میں ہمیں ابھی بتانا پڑے گا۔

کاؤتسکی نے جرمن سوشل ڈیموکریسی کی طرف سے گویا اعلان کیا: میں انقلابی خیالات پر قائم ہوں (۱۸۹۹ء)۔ میں خاص طور سے پرولتاریہ کے سماجی انقلاب کے ناگزیر ہونے کو تسلیم کرتا ہوں (۱۹۰۲ء)۔ میں انقلابوں کے نئے دور کی آمد کو تسلیم کرتا ہوں (۱۹۰۹ء)۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود میں اس سے مکر رہا ہوں جو مارکس ۱۸۵۲ء میں ہی کہہ چکا تھا کیونکہ ریاست کے تعلق سے پرولتاری انقلاب کے فرائض کا سوال اٹھایا جا رہا ہے (۱۹۱۲ء)۔

اسی طرح یہ سوال پانے کوک کےساتھ کاؤتسکی کے بحث مباحثے میں پیش کیا گیا۔

۳۔ پانے کوک کے ساتھ کاؤتسکی کا بحث مباحثہ

پانے کوک نے ''بائیں بازو کے ریڈیکل،، رجحان کے نمائندے کی حیثیت سے جسمیں روزا لکسمبرگ، کارل رادیک وغیرہ شامل تھے، کاؤتسکی کی مخالفت کی۔ انقلابی طریقہ کار کی وکالت کرتے ہوئے ان کو متحدہ طور پر یہ یقین تھا کہ کاؤتسکی اس ''مرکز،، کی پوزیشن کی طرف جا رہا ہے جو مارکس ازم اور موقع پرستی کے درمیان بےاصول طریقے سے ڈھلمل یقین ہے۔ جنگ نے اس خیال کو بالکل صحیح ثابت کیا جب ''مرکز،، کا رجحان (غلط طریقے پر مارکسی کہلانےوالا) یا ''کاؤتسکی ازم،، نے اپنے آپ کو انتہائی بدحالی میں ظاہر کردیا۔

ریاست کے سوال کے بارے میں اپنے ایک مضمون ''عوامی اقدام اور انقلاب،، میں («Neue Zeit»، ۱۹۱۲ء، تیسواں سال اشاعت ۲،)

پانے کوک نے کاؤتسکی کی پوزیشن کو ''جامد ریڈیکل ازم،، اور ''مجہول انتظار کا نظریہ،، ٹھہرایا۔ پانے کوک نے لکھا کہ ''کاؤتسکی انقلاب کے عمل کو نہیں دیکھنا چاہتا،، (صفحہ ۶۱۶)۔ سوال کو اس طرح پیش کرتے ہوئے پانے کوک اس موضوع کی طرف آتے ہیں جو ہمارے لئے دلچسپ ہے یعنی ریاست کے تعلق سے پرولتاری انقلاب کے فرائض۔ انہوں نے لکھا:

''پرولتاریہ کی جدوجہد محض بورژوازی کے خلاف حصول اقتدار کے لئے جدوجہد نہیں ہے بلکہ ریاستی اقتدار کے خلاف جدوجہد ہے... پرولتاری انقلاب کا مافیہ پرولتاریہ کی طاقت کے حربوں کی مدد سے ریاست کی طاقت کے حربوں کی تباہی اور انکا خاتمہ (Auflösung) ہے۔ جدوجہد صرف اس وقت ختم ہوگی جبکہ اس کے آخری نتیجے میں ریاستی تنظیم بالکل تباہ کردی جائے گی۔ اس وقت حکمراں اقلیت کی تنظیم کو تباہ کرکے اکثریت کی تنظیم اپنی برتری کا مظاہرہ کریگی،، (صفحہ ۵۴۸)۔

پانے کوک نے جس ترتیب سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اسمیں بہت زیادہ خامیاں ہیں۔ لیکن پھربھی اسکے معنی صاف ہیں اور یہ بات دلچسپ ہے کہ کاؤتسکی نے اسکی تردید کیسے کی۔ اس نے لکھا:

''ابھی تک سوشل ڈیموکریٹوں اور انارکسٹوں کے درمیان تضاد یہ رہا ہے کہ اول الذکر ریاستی اقتدار حاصل کرنا چاہتے تھے جبکہ مؤخرالذکر اسکو تباہ کرنا چاہتے تھے۔ پانے کوک دونوں کرنا چاہتا ہے،، (صفحہ ۷۲۳)۔

اگر پانے کوک کا بیان کچھ حد تک ٹھیک اور ٹھوس نہیں ہے (اس کے مضمون کی دوسری خامیوں کا ذکر نہ کرتے ہوئے جنکا تعلق موجودہ موضوع سے نہیں ہے) تو کاؤتسکی نے وہی اصول کا نکتہ لیا ہے جو پانے کوک نے اٹھایا تھا اور اصول کے اسی بنیادی نکتے پر کاؤتسکی نے مارکسی پوزیشن کو بالکل چھوڑ دیا ہے اور موقع پرستی کی طرف بالکل چلا گیا ہے۔ سوشل ڈیموکریٹوں اور انارکسٹوں

کے درمیان فرق کی جو وضاحت کاؤتسکی نے کی ہے وہ بالکل غلط ہے اور اس نے مارکس‌ازم کو بالکل مسخ اور خراب کیا ہے۔

مارکس‌وادیوں اور انارکسٹوں کے درمیان فرق یہ ہے: (۱) اول الذکر ریاست کے مکمل خاتمے کا مقصد سامنے رکھتے ہوئے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مقصد صرف اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب سوشلسٹ انقلاب کے ذریعہ، سوشلزم کے قیام کے نتیجے میں جو ریاست کے رفتہ رفتہ مٹنے کی طرف لے جائیگا طبقات ختم کردئے جائیں گے؛ مؤخرالذکر ریاست کو پورے طور پر فوراً تباہ کرنا چاہتے ہیں اور ان حالات کو نہیں سمجھتے جن میں یہ تباہی ممکن ہے۔ (۲) اول الذکر اسکو ضروری تسلیم کرتے ہیں کہ پرولتاریہ سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے بعد پرانی ریاستی مشینری کو بالکل تباہ کردے اور اسکی جگہ ایک نئی مشینری لائے جو کمیون کی طرح مسلح مزدوروں پر مشتمل ہو۔ مؤخرالذکر ریاستی مشینری کی تباہی پر زور دیتے ہیں لیکن اسکے بارے میں بہت مبہم خیال رکھتے ہیں کہ پرولتاریہ اسکی جگہ پر کیا لائے گا اور کیسے اپنا انقلابی اقتدار استعمال کریگا۔ انارکسٹ اس بات تک سے انکار کرتے ہیں کہ انقلابی پرولتاریہ ریاستی اقتدار استعمال کرے۔ وہ اسکی انقلابی ڈکٹیٹرشپ کو مسترد کرتے ہیں۔ (۳) اول الذکر مطالبہ کرتے ہیں کہ انقلاب کے لئے پرولتاریہ کی تربیت کے واسطے موجودہ ریاست کو استعمال کیا جائے۔ انارکسٹ اسکو مسترد کرتے ہیں۔

اس بحث میں کاؤتسکی کے خلاف پانے کوک ہی مارکس‌ازم کی نمائندگی کرتے ہیں کیونکہ مارکس نے یہی تعلیم دی ہے کہ پرولتاریہ محض اس معنی میں ریاستی اقتدار نہیں جیت سکتا کہ پرانی ریاستی مشینری نئے ہاتھوں میں آجائے بلکہ اس کو اسے توڑنا، پاش‌پاش کرنا چاہئے اور اس کی جگہ نئی مشینری لانا چاہئے۔

کاؤتسکی مارکس‌ازم سے منہ موڑ کر موقع‌پرستی کی طرف چلا جاتا ہے کیونکہ ریاستی مشینری کی یہ تباہی جو موقع‌پرستوں کے لئے قطعی ناقابل قبول ہے اس کی نظر سے بالکل غائب ہوجاتی ہے اور وہ موقع پرستوں کے لئے روزن چھوڑ دیتا ہے کہ وہ ''جیتنے،، کا مطلب محض اکثریت کی حاصلات بتا سکیں۔

مارکس‌ازم کی اپنی تحریف کو چھپانے کیلئے کاؤتسکی رٹوطوطے کا رویہ اختیار کرتا ہے: وہ خود مارکس کا ''حوالہ،، پیش کردیتا ہے۔ ۱۸۵۰ء میں مارکس نے ''ریاستی اقتدار کے ہاتھ میں طاقت کو فیصلہ کن طور پر مرکوز کرنے،، کی ضرورت کے بارے میں لکھا تھا۔ اور کاؤتسکی فاتحانہ انداز میں پوچھتا ہے: کیا پانے کوک ''مرکزیت،، کو تباہ کرنا چاہتا ہے؟

یہ محض اسی طرح کی ایک معمولی چال ہے جیسے برنشٹائن نے مرکزیت کےخلاف وفاقیت کے موضوع پر مارکس‌ازم اور پرودھون‌ازم کے خیالات کو مطابقت دی ہے۔

کاؤتسکی کا ''حوالہ،، کہیں بھی میل نہیں کھاتا۔ مرکزیت پرانی اور نئی ریاستی مشینری دونوں کے ساتھ ممکن ہے۔ اگر مزدور رضاکارانہ اپنی مسلح طاقتوں کو متحد کرلیں تو یہ مرکزیت ہوگی لیکن اسکی بنیاد مرکوز ریاستی مشینری — مستقل فوج، پولیس اور نوکرشاہی کی ''مکمل تباہی،، پر ہوگی۔ مارکس اور اینگلس کی کمیون کے بارے میں بہت مشہور بحث سے کترا کر اور ایسے حوالے کو چن کر جو سوال سے غیرمتعلق ہے کاؤتسکی بالکل دھوکےبازوں والی حرکت کرتا ہے۔ کاؤتسکی آگے چل کر لکھتا ہے:

''...ممکن ہے کہ پانے کوک افسروں کے سرکاری فرائض کو ختم کردینا چاہتا ہے؟ لیکن ریاستی انتظام کی بات تو الگ رہی ہم بلا افسروں کے پارٹی اور ٹریڈیونینوں کا کام نہیں چلا سکتے۔ اور ہمارا پروگرام ریاستی افسروں کو ختم کرنے کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ یہ کہ ان کو عوام کا منتخب کردہ ہونا چاہئے... ہم یہاں اس پر بحث نہیں کر رہے ہیں کہ ''مستقبل کی ریاست،، کی انتظامی مشینری کیا صورت اختیار کریگی بلکہ یہ کہ آیا ہماری سیاسی جدوجہد ریاستی اقتدار کو، قبل اس کے کہ ہم اسے حاصل کریں، ختم کردیگی (لفظی ترجمہ: برخاست کردے گی — Auflöst) (خط کشیدہ کاؤتسکی کا ہے)۔ کون سی وزارت معہ اپنے افسروں کے ختم کی جا سکتی ہے؟،، اسکے بعد تعلیم، انصاف، مالیات اور جنگ

کی وزارتوں کو گنوایا جاتا ہے۔ ''نہیں، حکومت کے خلاف ہماری سیاسی جدوجہد کے نتیجے میں موجودہ وزارتوں میں سے کوئی بھی نہیں ہٹائی جائے گی... میں دہراتا ہوں تاکہ کوئی غلط فہمی نہ ہو: ہم یہاں اس صورت پر نہیں بحث کر رہے ہیں جو فتح یاب سوشل ڈیموکریسی ''مستقبل کی ریاست،، کو دے گی بلکہ یہ کہ کیسے ہمارا حزب مخالف موجودہ ریاست کو بدل رہا ہے،، (صفحہ ۲۵۷)۔

یہ صاف چال ہے۔ پانے کوک نے انقلاب ہی کا سوال اٹھایا۔ ان کے مضمون کا عنوان اور اوپر دیا ہوا اقتباس دونوں اس بات کا صاف اظہار کرتے ہیں۔ ''حزب مخالف،، کے سوال پر چھلانگ کر پہنچنے سے کاؤتسکی انقلابی نقطۂ نظر کو موقع پرستی میں بدل دیتا ہے۔ اسکے کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے: فی الحال ہم حزب مخالف ہیں، اقتدار پر قابض ہونے کے بعد ہم کیا ہوں گے اسکو ہم دیکھیں گے۔ انقلاب غائب ہوگیا! اور موقع پرست بس یہی چاہتے تھے۔

بحث نہ تو حزب مخالف کی بحث ہے اور نہ عام طور پر سیاسی جدوجہد کی بلکہ انقلاب کی ہے۔ انقلاب مشتمل ہے پرولتاریہ کے ''انتظامی مشینری،، اور ساری ریاستی مشینری کے تباہ کرنے اور اسکی جگہ مسلح مزدوروں پر مشتمل نئی مشینری لانے پر۔ کاؤتسکی ''وزارتوں،، کے لئے ''توہم آمیز احترام،، کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن ان کی جگہ پر، مان لیجئے، مکمل اقتدار اور اختیار رکھنے والی مزدوروں اور فوجیوں کے نمائندوں کی سوویتوں کے تحت ماہرین کے کمیشن کیوں نہیں لائے جا سکتے؟

دراصل بات یہ نہیں ہے کہ آیا ''وزارتیں،، باقی رہیں گی یا ''ماہرین کے کمیشن،، یا کوئی اور ادارے قائم کئے جائیں گے۔ یہ بالکل اہم بات نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ آیا پرانی ریاستی مشینری (جو ہزاروں رشتوں سے بورژوازی سے بندھی ہوئی ہے اور ڈھرے کے کام اور جمود میں بالکل غرق ہے) باقی رہے یا اسکو تباہ کرکے اسکی جگہ نئی مشینری لائی جائے۔ انقلاب اس پر مشتمل نہیں ہے کہ نیا طبقہ پرانی ریاستی مشینری کی مدد سے حکم احکام دے اور انتظام

کرے بلکہ اس پر مشتمل ہے کہ یہ طبقہ اس مشین کو توڑ دے اور نئی مشینری کے ذریعہ حکم‌احکام دے اور انتظام کرے۔ کاؤتسکی مارکس‌ازم کے اس بنیادی خیال سے یا تو گریز کرتا ہے یا اسکو بالکل نہیں سمجھتا۔

افسروں کے بارے میں اسکا سوال صاف طور پر دکھلاتا ہے کہ وہ کمیون کے سبقوں اور مارکس کی تعلیمات کے بارے میں نہیں سمجھتا ہے۔ ''ہم بلا افسروں کے پارٹی اور ٹریڈیونینوں کا کام نہیں چلا سکتے...''

ہم سرمایہ‌داری میں، بورژوازی کی حکمرانی میں افسروں کے بغیر کام نہیں چلا سکتے۔ سرمایہ‌داری نے پرولتاریہ کو دبا رکھا ہے، محنت کشوں کو غلام بنا رکھا ہے۔ سرمایہ‌داری میں جمہوریت اجرت کی غلامی کے تمام حالات اور لوگوں کی غریبی اور محتاجی کیوجہ سے محدود، مفلوج، بریدہ اور مسخ‌شدہ ہے۔ اسی‌لئے اور محض اسی‌لئے ہماری سیاسی اور ٹریڈیونین تنظیموں کے عمال سرمایہ‌داری کے حالات کیوجہ سے بد کردار ہوجاتے ہیں (یا یہ کہنا ٹھیک ہوگا کہ بد کردار بننے کا رجحان رکھتے ہیں) اور نوکرشاہ بننے کا رجحان ظاہر کرتے ہیں یعنی عوام سے الگ اور عوام سے بالاتر بن کر فوقی حقوق والے لوگ۔

یہ ہے نوکرشاہی کا نچوڑ اور جب تک سرمایہ‌داروں کو حقوق ملکیت سے محروم نہیں کیا جاتا اور بورژوازی کا تختہ نہیں الٹا جاتا اس وقت تک پرولتاریہ کے عمالوں کی بھی ''نوکرشاہیت،، صاف طور پر ناگزیر ہے۔

کاؤتسکی کا خیال ہے کہ چونکہ سوشلزم میں منتخب کردہ عمال باقی رہیں گے اسلئے افسران بھی باقی رہیں گے اور نوکرشاہی بھی باقی رہے گی! یہی بات غلط ہے۔ مارکس نے کمیون کا حوالہ دیتے ہوئے دکھایا ہے کہ سوشلزم میں عمال ''نوکرشاہ،، نہیں رہیں گے، ''افسر،، نہیں رہیں گے، اسی حد تک نہیں رہیں گے جتنا کہ افسروں کے انتخاب کے اصول کے ساتھ ان کو کسی وقت بھی واپس بلانے کا اصول بھی رائج کیا جائےگا، جتنی زیادہ تنخواہیں عام مزدور کی اجرت کے معیار تک گھٹائی جائیں گی اور جتنے زیادہ پارلیمانی اداروں کی

جگہ ''کام کرنےوالے ادارے یعنی بیک وقت قانونساز اور قوانین کو نافذ کرنےوالے ادارے '' لیں گے (۶۵)۔

درحقیقت پانےکوک کے خلاف کاؤتسکی کی ساری دلیلیں اور خصوصاً اسکی یہ لاجواب دلیل کہ ہم پارٹی اور ٹریڈیونینوں میں بھی افسروں کےبغیر کام نہیں چلا سکتے عام طور پر مارکس‌ازم کےخلاف برنشٹائن کی پرانی ''دلیلوں،، کی تکرار ہے۔ اپنی غدارانہ کتاب ''سوشلزم کی ابتدائی شرائط،، میں برنشٹائن ''ابتدائی،، جمہوریت کے خیالات کے خلاف لڑتا ہے، اس بات کے خلاف جسکو وہ ''کٹر جمہوریت'' کہتا ہے: لازمی احکام، بلا تنخواہ افسران، مجہول مرکزی نمائندہ ادارے وغیرہ۔ اس ''ابتدائی،، جمہوریت کو نادار ثابت کرنے کیلئے برنشٹائن ویب میاں‌بیوی کے پیش کردہ برطانوی ٹریڈیونینوں کے تجربے کا حوالہ دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے (جرمن ایڈیشن، صفحہ ۱۳۷) کہ ''مکمل آزادی کے ساتھ،، ۷۰ سال کے ارتقا کے دوران ٹریڈیونینوں کو یقین ہوگیا کہ ابتدائی جمہوریت بےسود ہے اور وہ اسکی جگہ معمولی جمہوریت لائیں یعنی نوکرشاہی سے متحد پارلیمانیت۔

حقیقت میں ان ٹریڈیونینوں کا ارتقا ''مکمل آزادی کے ساتھ،، نہیں بلکہ مکمل سرمایہ‌دارانہ غلامی میں ہوا جسمیں یہ مانی ہوئی بات ہے کہ رائج برائیوں، تشدد، جھوٹ، ''اعلی،، انتظامی امور سے غریبوں کے اخراج کو چھوٹ دئے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ سوشلزم میں ''ابتدائی،، جمہوریت کی بہت‌سی باتوں کی تجدید لازمی ہوگی کیونکہ مہذب سماج کی تاریخ میں پہلی بار آبادی کی زبردست اکثریت صرف ووٹنگ اور الکشن میں ہی نہیں بلکہ ریاست کے روزمرہ کے انتظام میں خودمختارانہ حصہ لینے کیلئے اٹھےگی۔ سوشلزم میں سب باری باری حکومت میں حصہ لیں گے اور جلد ہی اسکے عادی ہوجائیں گے کہ کوئی حکومت نہیں کرتا۔

مارکس نے اپنی لاجواب تنقیدی تجزیاتی ذہانت سے کمیون کے عملی اقدامات میں وہ موڑ دیکھ لیا جس سے موقع‌پرست ڈرتے ہیں اور اپنی بزدلی کیوجہ سے اسکو تسلیم کرنا نہیں چاہتے کیونکہ وہ قطعی طور پر بورژوازی سے ناتہ نہیں توڑنا چاہتے اور جسکو انارکسٹ نہیں دیکھنا چاہتے کیونکہ یا تو وہ عجلت میں ہیں یا وہ

عوامی پیمانے پر سماجی تبدیلیوں کے حالات کو عام طور پر نہیں سمجھتے۔
"ہمیں پرانی ریاستی مشینری کو تباہ کرنے کا خیال تک نہ کرنا چاہئے، ہم بلا وزارتوں اور افسروں کے کیسے کام چلا سکتے ہیں" — موقع پرست دلیل پیش کرتا ہے جو تنگ نظری سے لبریز ہے اور جو واقعی انقلاب میں، انقلاب کی تخلیقی طاقت میں یقین نہیں رکھتا بلکہ اسکے مہلک خوف میں مبتلا ہے (جیسے ہمارے منشویک اور سوشلسٹ انقلابی اس سے ڈرتے ہیں)۔

"ہمیں صرف پرانی ریاستی مشینری تباہ کرنے کے متعلق سوچنا چاہئے۔ پہلے کے پرولتاری انقلابوں کے ٹھوس سبقوں کی چھان بین کرنے اور یہ تجزیہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں کہ جو کچھ تباہ کیا گیا ہے اسکی جگہ پر کیا لایا جائے اور کیسے" — انارکسٹ دلیل پیش کرتا ہے (درحقیقت بہترین انارکسٹ اور ویسے نہیں جو کروپوتکن اینڈ کمپنی کی تقلید کرتے ہوئے بورژوازی کے دم چھلے بن گئے ہیں)۔ اس لئے انارکسٹ کا طریقۂ کار بھی یاس آمیز بن جاتا ہے اور ٹھوس مسائل کو حل کرنے کا ایسا بے دھڑک جرأت آمیز انقلابی طریقۂ کار نہیں رہتا جو عوامی تحریک کے عملی حالات کا لحاظ کرتا ہے۔

مارکس ہمیں دونوں غلطیوں سے بچنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ ہمیں پوری پرانی ریاستی مشینری کو انتہائی بہادری کے ساتھ تباہ کرنے کے اقدام کی تعلیم دیتے ہیں اور ساتھ ہی وہ ہمیں سوال کو ٹھوس طور پر رکھنا سکھاتے ہیں: اسی طرح زیادہ وسیع جمہوریت فراہم کرنے اور نوکرشاہی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کیلئے فلاں فلاں باتیں رائج کر کے کمیون اس قابل ہوسکا تھا کہ وہ چند ہفتے کی مدت میں نئی، پرولتاری، ریاستی مشینری کی تعمیر شروع کردے۔ ہم کمیون والوں سے انقلابی بہادری کا سبق لیں گے، ہم ان کے عملی اقدامات سے عملی طور پر اہم اور فوری امکانی اقدامات کےلئے خاکہ حاصل کریں گے اور پھر اس رستے پر چل کر ہم نوکرشاہی کی مکمل تباہی تک پہنچ سکیں گے۔ اس تباہی کے امکان کی ضمانت اس سے ہوتی ہے کہ سوشلزم کام

کے دن کو مختصر کردیگا، عوام کو نئی زندگی تک بلند کریگا، آبادی کی اکثریت کےلئے ایسے حالات پیدا کردیگا کہ ہر ایک بلا استثنا اس قابل ہو کہ ''ریاستی کام،، کرسکے اور اسکا نتیجہ عام طور پر ریاست کی ہر شکل کا مکمل طور پر مٹنا ہوگا۔

کاؤتسکی آگے چل کر کہتا ہے:

''... عوامی ہڑتال کا مقصد ریاستی اقتدار کو تباہ کرنا نہیں ہوسکتا۔ اسکا مقصد صرف یہ ہو سکتا ہے کہ کسی خاص مسئلے پر حکومت کی بات مان لے یا پرولتاریہ کی دشمن حکومت کو ایسی حکومت سے بدل دے جو اس سے آگے بڑھکر ملنے کو تیار ہو (entgegenkommende)۔ لیکن کبھی، کسی حالت میں اسکا نتیجہ،، (یعنی دشمن حکومت پر پرولتاریہ کی فتح کا) ''ریاستی اقتدار کی بربادی نہیں ہوسکتا، اسکا نتیجہ صرف یہ ہوسکتا ہے کہ ریاستی اقتدار کے اندر طاقتوں کے توازن میں کچھ تبدیلی (Verschiebung) ہوجائے... ہماری سیاسی جدوجہد کا مقصد ماضی کی طرح اب بھی یہ ہے کہ پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل کرکے اور پارلیمنٹ کو حکومت سے بلند کرکے ریاستی اقتدار جیت لیں،، (صفحات ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۳۲)۔

یہ تو خالص اور انتہائی ذلیل موقع پرستی ہے جو عمل میں انقلاب کی تردید کرتی ہے اور زبانی اسکو تسلیم کرتی ہے۔ کاؤتسکی کے خیالات اس ''حکومت،، سے آگے نہیں جاتے ''جو پرولتاریہ سے آگے بڑھکر ملنے کو تیار ہو،، — یہ بمقابلہ ۱۸۴۷ء کے تنگ‌نظری کی طرف پیچھے قدم ہے جب ''کمیونسٹ مینی‌فسٹو،، نے اعلان کیا تھا: ''حکمراں طبقے کی حیثیت سے پرولتاریہ کی تنظیم،،۔

کاؤتسکی کو اپنا من‌بھاتا ''اتحاد،، شیئدمان، پلیخانوف اور وانڈرویلڈے کے ساتھ مل کر حاصل کرنا ہوگا جو پورے اتفاق کے ساتھ ایسی حکومت کےلئے جدوجہد کرنے کے حق میں ہیں ''جو پرولتاریہ سے آگے بڑھکر ملنے کو تیار ہو،،۔

اور ہم سوشلزم کے ان غداروں سے علحدہ ہوجائیں گے اور ساری

پرانی ریاستی مشینری کی تباہی کےلئے جدوجہد کریں گے تاکہ مسلح پرولتاریہ خود حکومت بن سکے۔ یہ ''دو بڑی مختلف چیزیں ہیں،،۔

کاؤتسکی کو لیگین، ڈیوڈ، پلیخانوف، پوتریسوف، تسرےتیلی اور چیرنوف جیسے لوگوں کی خوشگوار صحبت سے لطف‌اندوز ہونا پڑیگا جو ''ریاستی اقتدار کے اندر طاقتوں کے توازن میں کچھ تبدیلی،، کےلئے، ''پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل کرنے،، کیلئے اور ''پارلیمنٹ کو حکومت سے بلند کرنے،، کےلئے جدوجہد کرنے کو پوری طرح راضی ہیں — یہ بہت ہی نیک مقصد موقع‌پرستوں کیلئے پوری طرح قابل قبول ہے اور جو ہر چیز کو بورژوا پارلیمانی ریپبلک کی حدود میں رکھتا ہے۔

ہم موقع‌پرستوں سے الگ ہوجائیں گے اور سارا طبقاتی شعور رکھنےوالا پرولتاریہ بھی جدوجہد میں ہمارے ساتھ ہوگا، ''طاقتوں کا توازن تبدیل کرنے،، کیلئے نہیں بلکہ بورژوازی کا تختہ الٹنے کیلئے، بورژوا پارلیمانیت کو تباہ کرنے کےلئے، کمیون ٹائپ کی جمہوری ریپبلک کےلئے یا مزدوروں اور فوجیوں کے نمائندوں کی سوویتوں کی ریپبلک کےلئے، پرولتاریہ کی انقلابی ڈکٹیٹرشپ کےلئے۔

* * *

بین‌اقوامی سوشلزم میں کاؤتسکی سے دائیں ایسے رجحانات ہیں جیسے جرمنی میں ''سوشلسٹ ماہنامہ،، (٦٦) (لیگین، ڈیوڈ، کولب اور بہت سے دوسرے معہ اسکینڈینیویا کے اسٹاؤننگ اور برانٹنگ کے)، فرانس اور بلجیم میں ژوریسیسٹ (٦٧) اور وانڈرویلڈے، اطالوی پارٹی کے دائیں بازو کے توراتی، تریویس اور دوسرے لوگ، برطانیہ میں فیبئن اور ''انڈپنڈنٹ،، (''انڈپنڈنٹ لیبر پارٹی،، جو درحقیقت ہمیشہ لبرلوں کی محتاج رہی) (٦٨) اور اسی طرح کے لوگ۔ یہ سب حضرات جو پارلیمانی کام اور اپنی پارٹی کے پریس میں زبردست اور اکثر غالب رول ادا کرتے ہیں، پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ سے صاف انکار کرتے ہیں اور کھلم کھلا موقع‌پرستی کی پالیسی پر گامزن ہوتے ہیں۔ ان حضرات کی نگاہ میں پرولتاریہ کی ''ڈکٹیٹرشپ،، جمہوریت کا ''تضاد،،

ہے!! دراصل ان کے اور پیٹی بورژوا ڈیموکریٹوں کے درمیان کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ دوسری انٹرنیشنل یعنی اسکے سرکاری عہدےداروں کی غالب اکثریت بالکل موقع پرستی میں دھنس گئی ہے۔ کمیون کے تجربے کو نہ صرف نظرانداز کیا گیا ہے بلکہ اسکو مسخ بھی کیا گیا ہے۔ عام مزدوروں کو یہی نہیں سمجھایا جاتا تھا کہ وہ وقت قریب آرہا ہے، جب ان کو میدان عمل میں آنا اور پرانی ریاستی مشینری توڑنا، اسکی جگہ پر نئی لانا اور اس طرح اپنی سیاسی حکمرانی کو سماج کی سوشلسٹ تنظیم نو کی بنیاد بنانا چاہئے۔ ان کو اسکے برعکس سمجھایا جاتا تھا اور ''حصول اقتدار،، کو اس طرح پیش کیا جاتا تھا جو موقع پرستوں کیلئے ہزاروں فرار کے راستے چھوڑ دیتا تھا۔

ریاست سے پرولتاری انقلاب کے تعلق کے سوال کو مسخ کرنا اور نظرانداز کرنا ایسے وقت میں زبردست رول ادا کر سکتا ہے جب سامراجی رقابت کیوجہ سے توسیع شدہ فوجی مشینری رکھنےوالی ریاستیں فوجی عفریت بن گئی ہیں جو لاکھوں آدمیوں کو یہ مسئلہ طے کرنے کیلئے موت کے گھاٹ اتارنے لگی ہیں کہ آیا برطانیہ یا جرمنی، یہ یا وہ مالیاتی سرمایہ دنیا پر حکومت کرتے۔*

---

* کتاب کا مسودہ اس طرح جاری رہتا ہے:

''ساتواں باب

۱۹۰۵ء اور ۱۹۱۷ء کے روسی انقلابوں کا تجربہ

اس باب کے عنوان میں جس موضوع کا اظہار کیا گیا ہے وہ اتنا وسیع ہے کہ اس کے بارے میں جلدوں پر جلدیں لکھی جا سکتی ہیں اور لکھی جانی چاہئیں۔ ظاہر ہے کہ اس پمفلٹ میں صرف تجربے کے سب سے اہم سبقوں کے بارے میں، جو ریاستی اقتدار کے تعلق سے انقلاب میں پرولتاریہ کے فرائض سے براہ راست متعلق ہیں، اپنے کو محدود کرنا پڑےگا۔،، (یہاں پہنچ کر مسودے کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ایڈیٹر)

پہلے ایڈیشن کےلئے پس‌لفظ

یہ پمفلٹ اگست اور ستمبر ۱۹۱۷ء میں لکھا گیا تھا۔ میں نے اگلے یعنی ساتویں باب ''۱۹۰۵ء اور ۱۹۱۷ء کے روسی انقلابوں کا تجربہ،، کےلئے منصوبہ بنالیا تھا۔ لیکن عنوان کے علاوہ مجھے اس باب کی ایک سطر بھی لکھنے کا وقت نہیں ملا: سیاسی بحران اسمیں ''خلل انداز،، ہوا — ۱۹۱۷ء کے اکتوبر انقلاب کی ابتدا۔ ایسی ''خلل‌اندازی،، صرف خوشگوار ہی ہو سکتی ہے لیکن پمفلٹ کا دوسرا حصہ (''۱۹۰۵ء اور ۱۹۱۷ء کے روسی انقلابوں کا تجربہ،،) لکھنے کا کام غالباً طویل مدت کےلئے ملتوی کرنا پڑےگا۔ ''انقلاب کا تجربہ کرنا،، اسکے بارے میں لکھنے کے مقابلے میں کہیں زیادہ خوشگوار اور کارآمد ہے۔

پیٹروگراد — مصنف

۳۰ نومبر ۱۹۱۷ء

اگست—ستمبر ۱۹۱۷ء میں لکھا گیا۔ پہلے ایڈیشن کے لئے پس لفظ ۳۰ ویں ستمبر ۱۹۱۷ء کو لکھا گیا۔ دوسرے باب کا تیسرا پیراگراف ۱۷ دسمبر ۱۹۱۸ء سے پہلے لکھا گیا۔ ۱۹۱۸ء میں پیٹروگراد میں اشاعت گھر ''ژیزن ای زنانیا،، (''زندگی اور علم،،) نے الگ کتاب میں شائع کیا

لینن کا مجموعۂ تصانیف پانچواں ایڈیشن، جلد ۳۳، صفحات ۱۲۰ — ۱

تشریحی نوٹ

۱ - ''سامراج — سرمایہ‌داری کی آخری منزل،، نامی کتاب جنوری — جون ۱۹۱۶ء میں زوریخ میں ''پاروس،، اشاعت گھر کےلئے لکھی گئی جو دسمبر ۱۹۱۵ء میں پیٹروگراد میں قائم کیا گیا تھا۔

ولادیمیر ایلیچ لینن نے سرمایہ‌دار نظام کے ارتقا کے نئے مظاہر کا ذکر پہلی عالمی جنگ سے کافی پہلے سے کیا ہے۔ انھوں نے خاص طور سے اسکی ایسی خصوصیات کی تشریح و تجزیہ کیا جو سامراجی دور کےلئے کرداری ہیں۔ لینن نے بڑی توجہ سے سرمایہ‌داری کے بارے میں جدیدترین ادب کی تلاش کی اور اسکا مطالعہ کیا۔

لینن نے سرمایہ‌دار نظام کے ارتقا میں اجارےدارانہ منزل کی ہمہ‌پہلو تحقیقات پہلی عالمی جنگ سے کی۔ ''سامراج — سرمایہ‌داری کی آخری منزل،، (''سامراج کے بارے میں نوٹ‌بکیں،،) کی تیاری کیلئے تقریباً ۵۰ forms کا مواد تھا اور اسکےلئے ۱۴۸ کتابوں سے (جن میں ۱۰۶ جرمن، ۲۳ فرانسیسی، ۱۷ انگریزی کتابیں اور ۲ روسی ترجمے تھے) اور ۲۳۲ مضامین سے اقتباس لئے گئے ہیں۔

۱۹۱۷ء کے وسط میں یہ کتاب ''سامراج — سرمایہ‌داری کی جدید ترین منزل (مقبول‌عام مقالہ)،، کے نام سے لینن کے پیش‌لفظ کے ساتھ، جس پر ۲۶ اپریل ۱۹۱۷ء کی تاریخ تھی، شائع ہوئی۔ صفحہ ۹

۲ - یہاں ذکر سوویت روس اور چار طاقتوں کے اتحاد (جرمنی، آسٹریا ہنگری، بلغاریہ اور ترکی) کے درمیان صلح کے معاہدے کا ہے جس پر بریست‌لیتوفسک میں ۳ مارچ ۱۹۱۸ء کو دستخط ہوئے اور سوویتوں کی چوتھی کل‌روس غیرمعمولی کانگرس نے ۱۵ مارچ ۱۹۱۸ء کو اسکی تصدیق کی۔ سوویت روس کےلئے اس صلح کی شرائط بہت

ھی سخت تھیں ۔ معاھدے کے مطابق پولینڈ، تقریباً تمام بالٹک علاقے اور بیلوروس کے ایک حصے کو جرمنی اور آسٹریا ھنگری کے کنٹرول میں رھنا تھا اور یوکرین کو سوویت روس سے علحدہ ھوکر جرمن ریاست کا ماتحت بنتا تھا ۔ ترکی کو کارس، باتومی اور ارداگان کے شہر دئے گئے تھے ۔ اگست ۱۹۱۸ء میں جرمنی نے سوویت روس پر ایک ضمنی معاھدے اور مالیاتی سمجھوتے کیلئے دباؤ ڈالا جس میں نئے لوٹنےوالے مطالبات تھے ۔

جرمنی میں نومبر ۱۹۱۸ء کے انقلاب کے بعد جس نے شاھی حکومت کا تختہ الٹ دیا ۱۳ نومبر ۱۹۱۸ء کو کل‌روس مرکزی انتظامیہ کمیٹی نے اس قزاقانہ اور ناجائز بریست‌لیتوفسک معاھدے کے کالعدم ھونے کا اعلان کردیا ۔ صفحہ ۱۳

۳ - ۱۹۱۸ء — ۱۹۱۴ء کی عالمی سامراجی جنگ ختم کرنےوالے صلح نامۂ ورسائی پر ۲۸ جون ۱۹۱۹ء کو ایک طرف ریاستھائے متحدہ امریکہ، سلطنت برطانیہ، فرانس، اٹلی، جاپان اور ان طاقتوں کے دستخط ھوئے جو جنگ میں ان کے ساتھ تھیں اور دوسری طرف جرمنی کے دستخط ھوئے ۔ صلح نامۂ ورسائی نے سرمایہ‌دار دنیا کی دوبارہ تقسیم کو مستحکم کرنے کے مقصد کو فاتح طاقتوں کے حق میں رکھا اور اسی طرح ملکوں کے درمیان تعلقات کا ایسا نظام قائم کرنے میں بھی مضبوطی پیدا کی جس کا مقصد سوویت روس کا گلا گھونٹنا اور ساری دنیا میں انقلابی تحریک کی تباھی تھا ۔ صفحہ ۱۳

۴ - ''ولسن‌ازم،، — یہ صدر ریاستھائے متحدہ امریکہ (۱۹۱۳ء — ۱۹۲۱ء) کے نام پر ھے ۔ اپنی صدارت کے پہلے سال میں ولسن نے کئی قانون (زیادہ آمدنی پر زیادہ انکم ٹیکس کا قانون اور ٹرسٹوں کے خلاف قانون، وغیرہ) نافذ کئے جن کو نعرےبازانہ انداز میں ''نئی آزادی،، کے دور کا نام دیا ۔ امریکی سامراج کی لوٹ کھسوٹ کرنےوالی خارجہ پالیسی کو ولسن اور اس کے حامیوں نے ''جمہوریت،، اور ''قوموں کی انجمن ،، کے مکارانہ نعروں اور جملوں سے چھپایا ۔ سوویت اقتدار کے پہلے دن سے ولسن نے سوویت روس کے خلاف مداخلت کی

تنظیم اور حوصلہ‌افزائی کی۔ سوویت حکومت کی پرامن پالیسی نے تمام ملکوں کے لوگوں پر جو گہرا اثر ڈالا تھا اس کا توڑ کرنے کی غرض سے ولسن نے نعرے‌بازانہ ''امن کا پروگرام،، پیش کیا جسمیں ''۱۴ نکات،، رکھے۔ یہ پروگرام ریاستہائے متحدہ امریکہ کی جارحانہ پالیسی کی پردہ‌پوشی کا ھی کام کرتا تھا۔ امریکی پروپیگنڈے اور یورپ کے بورژوا پریس نے ولسن کے گرد مجاھد امن کا جھوٹا ھالہ بنایا۔ پھربھی ولسن اور اس کے حامیوں کی مکارانہ پیٹی‌بورژوا لفاظی کا بھانڈا بہت جلدھی امریکہ کی رجعت‌پرست مزدوردشمن اندرونی پالیسی اور جارحانہ بیرونی پالیسی کیوجہ سے پھوٹ گیا۔ صفحہ ۱۳

۵۔ دوسری انٹرنیشنل کا بازیل مینی‌فسٹو ۲۵ نومبر ۱۹۱۲ء کو بین‌اقوامی غیرمعمولی سوشلسٹ کانگرس میں منظور ھوا جو ۲۴ — ۲۵ نومبر ۱۹۱۲ء کو بازیل میں ھوئی۔ مینی‌فسٹو نے قوموں کو عالمی جنگ کے خطرے سے متنبہ کیا جو سر پر منڈلا رھی تھی اور اس جنگ کے قزاقانہ مقاصد کو بےنقاب کر کے تمام ملکوں کے مزدوروں سے امن کے لئے اٹل جدوجہد کرنے اور ''پرولتاریہ کی بین‌اقوامی یکجہتی کی طاقت سے سرمایہ‌دار سامراجیت،، کا مقابلہ کرنے کی اپیل کی۔ بازیل مینی‌فسٹو میں اشٹوٹگارٹ کانگرس (۱۹۰۷ء) کی قرارداد کا لینن کا پیش کیا ھوا نکتہ بھی شامل تھا جو اس بارے میں تھا کہ سامراجی جنگ ھونے کی صورت میں سوشلسٹوں کو چاھئے کہ وہ جنگ کے پیدا کئے ھوئے معاشی اور سیاسی بحران کو سوشلسٹ انقلاب کی جدوجہد کے لئے استعمال کریں۔

دوسری انٹرنیشنل کے لیڈروں نے اس مینی‌فسٹو کے حق میں جنگ کے خلاف رائے دی لیکن جنگ شروع ھونے پر انھوں نے بازیل مینی‌فسٹو کو بھی بین اقوامی سوشلسٹ کانگرسوں کے ان فیصلوں کی طرح بھلادیا جو جنگ کے خلاف جدوجہد کے لئے تھے اور اپنی اپنی سامراجی حکومتوں کی حمایت کی۔ صفحہ ۱۴

۶۔ دوسری انٹرنیشنل — سوشلسٹ پارٹیوں کی بین‌اقوامی انجمن جو ۱۸۸۹ء میں قائم کی گئی۔ سامراجی دور کی ابتدا سے اس میں

زیادہ سے زیادہ موقع پرست رجحانات اوپر آتے گئے۔ جب ۱۹۱۴ء میں عالمی جنگ شروع ہوئی تو دوسری انٹرنیشنل کے موقع پرست لیڈروں نے اپنے اپنے ملکوں کی بورژوا حکومتوں کی سامراجی پالیسی کی کھلم کھلا حمایت کی۔ دوسری انٹرنیشنل ٹوٹ پھوٹ گئی۔ صفحہ ۱۴

۷۔ لینن کا مطلب یہاں دوسری (برن‌والی) انٹرنیشنل سے ہے جو برن میں سوشلسٹ پارٹیوں کی کانفرنس میں فروری ۱۹۱۹ء میں مغربی یورپ کے سوشلسٹ پارٹیوں کے لیڈروں کی قیادت میں دوسری انٹرنیشنل کی جگہ قائم ہوئی جس کا وجود پہلی عالمی جنگ کی ابتدا سے ختم ہوگیا تھا۔ برن کی انٹرنیشنل عملی طور پر بین‌اقوامی بورژوازی کی خادم تھی۔ صفحہ ۱۵

۸۔ ''جرمنی کی انڈپنڈنٹ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی'' — مرکزیت پسندوں کی پارٹی اپریل ۱۹۱۷ء میں قائم ہوئی۔ ''انڈپنڈنٹ'' لوگوں نے مرکزیت‌پسند جملوں کا نقاب ڈالکر سوشل شاونسٹوں کے ساتھ ''اتحاد'' کا پرچار کیا اور طبقاتی جدوجہد سے انکار کی حدتک گر گئے۔ پارٹی کا بنیادی حصہ کاؤتسکی کی تنظیم ''محنتی دوستی'' پر مشتمل تھا۔

اکتوبر ۱۹۲۰ء میں شہر ہالے کی ''انڈپنڈنٹ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی'' کی کانگرس میں پھوٹ پڑگئی اور اس کا کافی بڑا حصہ دسمبر ۱۹۲۰ء میں جرمنی کی کمیونسٹ پارٹی سے مل گیا۔ دائیں بازو کے عناصر نے ''جرمنی کی انڈپنڈنٹ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی'' کے پرانے نام سے الگ پارٹی بنائی جو ۱۹۲۲ء تک رہی۔ صفحہ ۱۶

۹۔ تیسری انٹرنیشنل، یعنی کمیونسٹ انٹرنیشنل — بین‌اقوامی انقلابی پرولتاریہ کی تنظیم تھی جس نے مختلف ملکوں کی کمیونسٹ پارٹیوں کو اپنے میں متحد کرلیا۔ یہ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۴۳ء تک رہی۔

تیسری انٹرنیشنل کا قیام مزدور تحریک میں پھوٹ پڑنے کے بعد تاریخی ضرورت بن گیا جو پہلی عالمی جنگ کی ابتدا میں سوشلزم

کے کاز کے ساتھ دوسری انٹرنیشنل کے موقع پرست لیڈروں کی غداری اور دوسری انٹرنیشنل کی تباہی کی وجہ سے ہوا۔ کمیونسٹ انٹرنیشنل کے قیام میں لینن نے نمایاں رول ادا کیا۔

کمیونسٹ انٹرنیشنل کی پہلی کانگرس ۲ سے ۶ مارچ ۱۹۱۹ء تک ماسکو میں ہوئی۔ کانگرس نے ساری دنیا کے پرولتاریہ کے لئے مینی‌فسٹو منظور کیا جسمیں بتایا گیا تھا کہ کمیونسٹ انٹرنیشنل، مارکس اور اینگلس کے ان نظریات کی وارث ہے جنکا اظہار ''کمیونسٹ پارٹی کے مینی فسٹو،، میں کیا گیا ہے۔

کمیونسٹ انٹرنیشنل نے تمام ملکوں کے محنت کشوں کے درمیان رابطہ بحال اور مضبوط کیا، بین‌اقوامی مزدور تحریک میں موقع پرستی کو بےنقاب کرنے، نوخیز کمیونسٹ پارٹیوں کو مضبوط بنانے اور بین‌اقوامی کمیونسٹ تحریک کی حکمت‌عملی اور طریقۂ کار مرتب کرنے میں مدد دی۔

مئی ۱۹۴۳ء میں کمیونسٹ انٹرنیشنل کی انتظامی کمیٹی نے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہوئے کہ مزدوروں کے اتحاد کی تنظیمی شکل جو گذرے ہوئے تاریخی دور کے تقاضوں کے مطابق تھی اب اپنی ضرورت کو پورا کر چکی ہے، کمیونسٹ انٹرنیشنل کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ صفحہ ۱۶

۱۰۔ منشویک — روسی سوشل ڈیموکریسی میں موقع پرست رجحان، بین‌اقوامی موقع پرستی کا ایک رجحان۔ لینن کے ''اسکرا،، کے مخالفین نے روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی دوسری کانگرس (۱۹۰۳ء) میں اس کی تشکیل کی۔ اس کانگرس میں پارٹی کے مرکزی اداروں کے انتخاب میں لینن کے حامیوں کو اکثریت (بالشینستوو) کے ووٹ ملے اور یہ لوگ بالشویک کہلائے اور موقع پرست اقلیت (منشینستوو) میں آئے اور منشویک کہلائے۔

منشویکوں نے پارٹی کے انقلابی پروگرام، انقلاب میں پرولتاریہ کی قیادت، اور مزدور طبقے اور کسانوں کے اتحاد کی مخالفت کی۔ وہ اعتدال‌پرست بورژوازی سے سمجھوتے کے حق میں تھے۔

۱۹۰۷ء — ۱۹۰۵ء کے انقلاب کی ناکامی کے بعد منشویکوں نے

یہ کوشش کی کہ پرولتاریہ کی غیرقانونی انقلابی پارٹی کو ختم کردیں۔ جنوری ۱۹۱۲ء میں پارٹی کی چھٹی کل روس کانفرنس میں منشویک — انسدادپسندوں (liquidators) کو روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی سے نکال دیا گیا۔

۱۹۱۷ء میں منشویکوں کے نمائندوں نے بورژوا عارضی حکومت میں شرکت کی اور عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کی فتح کے بعد منشویکوں نے دوسری انقلاب‌دشمن پارٹیوں کے ساتھ ملکر سوویت اقتدار کے خلاف جدوجہد کی۔ صفحہ ۱۶

۱۱۔ سوشلسٹ انقلابی پارٹی — روس کی پیٹی‌بورژوا پارٹی جو ۱۹۰۱ء کے آخر اور ۱۹۰۲ء کی ابتدا میں مختلف نرودنک گروپوں اور حلقوں کے اتحاد کی وجہ سے ظہور میں آئی۔

سوشلسٹ انقلابی پرولتاریہ اور کسانوں کے درمیان کا طبقاتی فرق نہیں دیکھتے تھے، کسانوں کے اندر طبقاتی تفریق اور تضاد کی پردہ‌پوشی کرتے تھے اور انقلاب میں پرولتاریہ کے رہنما رول سے انکار کرتے تھے۔

پہلی عالمی جنگ کے برسوں میں سوشلسٹ انقلابیوں کی اکثریت نے سوشل شاونزم کی پوزیشن اختیار کی۔

۱۹۱۷ء میں فروری کے بورژوا جمہوری انقلاب کی کامیابی کے بعد سوشلسٹ انقلابی منشویکوں کے ساتھ ملکر انقلاب‌دشمن بورژوا جاگیردار عارضی حکومت کے زبردست حامی تھے اور ان کے لیڈر (کیرینسکی، اوکسین‌تیف اور چیرنوف) اس حکومت میں شریک ہوئے۔ سوشلسٹ انقلابی پارٹی نے کسانوں کے اس مطالبے کی حمایت سے انکار کردیا کہ جاگیرداری کو ختم کردیا جائے اور اس کی حمایت کی کہ زمین پر جاگیرداروں کی ملکیت برقرار رہے۔ عارضی حکومت میں سوشلسٹ انقلابی وزرا نے ان کسانوں کے خلاف تعزیراتی دستے بھیجے جنھوں نے جاگیرداروں کی زمین پر قبضہ کر لیا تھا۔

غیر ملکی جنگی مداخلت اور خانہ جنگی کے برسوں میں سوشلسٹ انقلابیوں نے انقلاب‌دشمن تباہ‌کن اقدامات کئے، سرگرمی کے ساتھ مداخلت کرنےوالوں اور سفیدگارڈوں کی حمایت کی، انقلاب‌دشمن سازشوں

میں حصہ لیا اور سوویت ریاست اور کمیونسٹ پارٹی کے کارکنوں کے خلاف دہشت‌آمیز کارروائیاں منظم کیں۔ صفحہ ۱۶

۱۲۔ اسپارٹاک‌والے — جرمنی کے بائیں بازو کے سوشل ڈیموکریٹوں کی انقلابی تنظیم کے ممبر تھے۔ ''اسپارٹاک،، نامی گروپ کی تشکیل پہلی عالمی سامراجی جنگ کی ابتدا میں کارل لیبکنیخت، روزا لکسمبرگ، فرانس میرنگ، کلارا تسیتکین، مارخلیفسکی، ایوگی‌هیس (تیشکا) اور و۔ پیک نے کی۔ اسپارٹاک والے عوام میں انقلابی پروپیگنڈا کرتے تھے، جنگ کے خلاف عام جلسے منظم کرتے تھے اور هڑتالوں کی رهنمائی کرتے تھے، پہلی عالمی جنگ کے سامراجی کردار اور سوشل ڈیموکریسی کے موقع پرست لیڈروں کی غداری کو بےنقاب کرتے تھے۔ پھر بھی ان لوگوں نے نظریات اور سیاست کے مسائل میں سنگین غلطیاں کیں: انھوں نے مزدور طبقے کی جدوجہد میں پرولتاری پارٹی کے رهنما رول کا ٹھیک اندازہ نہیں لگایا اور موقع پرستوں سے الگ ہونے سے ڈرتے رہے، مزدور طبقے اور کسانوں کے اتحاد کی ضرورت اور قومی تحریک آزادی کی اهمیت کو نہیں سمجھے، علحدہ ہونے اور خودمختار ریاست کی تشکیل کرنے کی حدتک قوموں کے حق خودارادیت کی مخالفت کی۔

اپریل ۱۹۱۷ء میں اسپارٹاک‌والے مرکزیت پسند ''جرمنی کی انڈپنڈنٹ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی،، میں شامل ہوگئے لیکن اسمیں اپنی تنظیم کی خودمختاری قائم رکھی۔ نومبر ۱۹۱۸ء میں جرمنی میں انقلاب کے زمانے میں انھوں نے ''اسپارٹاک یونین،، بنائی اور ۱۴ دسمبر ۱۹۱۸ء کو اپنا پروگرام شایع کیا اور ''انڈپنڈنٹوں،، سے علحدہ ہو گئے۔ اپنی تاسیسی کانگرس میں جو ۳۰ دسمبر ۱۹۱۸ء سے یکم جنوری ۱۹۱۹ء تک ہوئی اسپارٹاک والوں نے جرمنی کی کمیونسٹ پارٹی کی بنیاد ڈالی۔ صفحہ ۱۶

۱۳۔ وارسائی‌والے — اس فرانسیسی انقلاب‌دشمن بورژوا حکومت کے حامی تھے جس کا صدرمقام تیئر کی قیادت میں ۱۸۷۱ء کے پیرس کمیون کی فتح کے بعد وارسائی کو بنایا گیا۔ کمیون کے دباؤ کے

وقت ورسائی‌والوں‌نے کمیون کے حامیوں کے خلاف شدیدترین جبروتشدد کیا - ۱۸۷۱ء کے بعد ''وارسائی‌والوں،، کا مطلب بدترین انقلاب‌دشمن سمجھا جانے لگا - صفحہ ۱۷

۱۴ - ۱۸۹۸ء کی ہسپانوی امریکی جنگ دنیا کی دوبارہ تقسیم کے لئے پہلی سامراجی جنگ تھی -

امریکی سامراجی چاہتے تھے کہ وہ وسطی امریکہ میں اسپین کی نوآبادیوں — کیوبا، پوایرتوریکو اور اسی‌طرح اسپین کے ماتحت جزائر فلیپائن پر قبضہ جمائیں - اس جنگ کا یہ نتیجہ ہوا کہ اسپین کو اپنی بہت ہی اہم نوآبادیوں سے ہاتھ دھونا پڑا - فلیپائن، پوایرتوریکو اور دوسرے جزیرے ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ہاتھ آئے - کیوبا کی خودمختاری کا اعلان کر دیا گیا لیکن عملی طور پر اس کو ریاستہائے متحدہ امریکہ کی نیم نوآبادی میں تبدیل کر دیا گیا -

انگریزوں اور بوئیروں کی جنگ (اکتوبر ۱۸۹۹ء — مئی ۱۹۰۲ء) — دو جنوبی افریقی ریپبلکوں ٹرانسوال اور اورینج فری‌اسٹیٹ کے خلاف برطانیہ کی نوآبادیاتی قبضہ گیر جنگ جسمیں یہ دونوں ریپبلکیں خودمختاری سے محروم ہو گئیں اور برطانیہ کی نوآبادیاں بن گئیں - صفحہ ۱۸

۱۵ - یہاں مطلب جرمن سوشل ڈیموکریٹوں کی خیمنیتس کانگرس کی اس قرارداد سے ہے جو سامراج اور جنگ کی طرف سوشلسٹوں کے رویے کے بارے میں ۲۰ ستمبر ۱۹۱۲ء کو منظور کی گئی - اس قرارداد میں سامراجی سیاست کی مذمت کی گئی اور امن کی جدوجہد کی اہمیت پر زور دیا گیا - صفحہ ۱۸

۱۶ - «Die Bank» — جرمن ماہرین‌مالیات کا رسالہ جو برلن سے ۱۹۰۸ء سے ۱۹۴۳ء تک شایع ہوتا رہا - صفحہ ۳۵

۱۷ - گریونڈیر کے شرمناک واقعات اس دور میں ہوئے جب پچھلی صدی کی آٹھویں دہائی کی ابتدا میں جرمنی میں جوائنٹ اسٹاک

کمپنیوں کی تاسیس (جرمن لفظ گریونڈیر (gründer) کا مطلب ہے تاسیس) تیزی سے بڑھ رہی تھی۔ جوائنٹ اسٹاک کمپنیوں کے قیام میں اضافے کیوجہ سے اسٹاک اکسچینج میں آراضی اور کاغذات زر کی مجنونانہ سٹےبازی اور دھوکےبازی کا لین‌دین ہونے لگا جس سے نورژوا کاروباریوں کی دولت میں خوب اضافہ ہوا۔ صفحہ ۴۸

۱۸ - یہاں لینن کا مطلب پلیخانوف سے ہے۔ صفحہ ۶۰

۱۹ - پروداوگول — ''دونیتس‌بیسن کے معدنیاتی ایندھن کی تجارت کرنیوالی روسی‌فرم،، کا مختصر نام ہے جو ۱۹۰۶ء میں قائم ہوئی تھی۔ پرودامیت — ''روسی دھاتساز کارخانوں کی بنائی ہوئی چیزوں کی فروخت کے لئے فرم،، ۱۹۰۱ء میں قائم کی گئی۔ صفحہ ۶۵

۲۰ - فرانسیسی پناما اسکینڈل — فرانس میں یہ محاورہ اس وقت رائج ہوا جب ۱۸۹۳ء — ۱۸۹۲ء میں اس بات کا انکشاف کیا گیا کہ سرکاری اور سیاسی کارکن، افسران اور اخبار اس فرانسیسی کمپنی کے ہاتھ بکے ہوئے ہیں جو نہر پناما کی تعمیر کر رہی ہے، اور ان سے غلط فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔ صفحہ ۷۱

۲۱ - انسدادپرستی — منشویکوں میں انتہاپسند دائیں بازو کا موقع پرست رجحان جو روسی‌سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی میں پہلے روسی انقلاب کی ناکامی کے بعد ۱۹۱۲ء — ۱۹۰۸ء میں پیدا ہوا۔ انسدادپسندوں نے مارکس‌وادی پارٹی کے پروگرام اور طریقۂ کار سے انکار کر دیا اور کوشش کی کہ پرولتاری انقلابی پارٹی کا انسداد کرکے اپنی اصلاح‌پرست پارٹی منظم کی جائے جسکی سرگرمیوں کو زار کی حکمرانی کے حالات کی حدود میں رکھا جائے جس کا مطلب یہ تھا کہ عملی طور پر پرولتاریہ کی پارٹی کا انسداد ہو سکے۔ صفحہ ۱۳۷

۲۲ - فیبئن سوسائٹی — انگلستان کی اصلاح‌پرست تنظیم جو ۱۸۸۴ء میں قائم کی گئی تھی۔ اسکو یہ نام روم کے جنرل فیبی میکسم

(تیسری صدی ق - م) سے ملا - اس جنرل کا دوسرا نام ''کونک‌تاتر،، بھی تھا جسکے معنی ہیں ''سست،، کیونکہ اس نے ہانی‌بال کے خلاف جنگ کرنے میں فیصلہ‌کن رویے سے منہ چرایا - اس سوسائٹی کے ممبر زیادہ تر بورژوا دانشوروں کے نمائندے — عالم، ادیب اور سیاسی کارکن (سڈنی اور بیٹرس ویب، ریمزے میکڈانلڈ اور برنارڈ شا وغیرہ) تھے - وہ پرولتاریہ کی طبقاتی جدوجہد اور سوشلسٹ انقلاب کی ضرورت کو نہیں مانتے تھے اور یقین کرتے تھے کہ صرف چھوٹی چھوٹی اصلاحیں کرکے اور رفتہ رفتہ سماج کی نئی تشکیل کرکے سرمایہ‌دار نظام سے سوشلزم تک پہنچنے کا امکان ہے - ۱۹۰۰ء میں یہ سوسائٹی لیبر پارٹی میں مل گئی - صفحہ ۱۳۸

۲۳ - لینن کا مطلب یہاں نام نہاد ''مختتم سمجھوتے،، سے ہے جس پر ۷ ستمبر ۱۹۰۱ء کو سامراجی طاقتوں (برطانیہ، آسٹریا ہنگری، بلجیم، فرانس، جرمنی، اٹلی، جاپان، روس، ہالینڈ، اسپن اور ریاستہائے متحدہ امریکہ) اور چین کے درمیان ۱۹۰۱ء — ۱۸۹۹ء کی بوکسر بغاوت کے دباؤ کے نتیجے میں دستخط ہوئے تھے - اس سے غیرملکی سرمائے کو چین کا استحصال اور لوٹ کھسوٹ کرنے کا نیا امکان ملا - صفحہ ۱۵۱

۲۴ - بوکسر بغاوت — ۱۹۰۱ء - ۱۸۹۹ء میں چین میں سامراج‌دشمن عوامی بغاوت جو ''ای — ہے — تسیوآن،، (''گھونسا انصاف اور اتحاد و اتفاق کے نام پر،،) جماعت نے کی - اس بغاوت کو سامراجی طاقتوں کے متحدہ تعزیراتی دستوں نے جرمن جنرل والدیرزی کی قیادت میں انتہائی ظلم کے ساتھ دبا دیا - بغاوت کو دبانے میں جرمنی، جاپان، برطانیہ اور روس کے سامراجیوں نے حصہ لیا - چین کو مجبور ہوکر ۱۹۰۱ء میں نام نہاد ''مختتم سمجھوتے،، پر دستخط کرنے پڑے جسکے مطابق چین غیرملکی سامراج کی نیم‌نوآبادی بن گیا - صفحہ ۱۵۲

۲۵ - فاشودا — مشرقی سوڈان کی ایک جگہ جہاں ستمبر ۱۸۹۸ء میں انگریز اور فرانسیسی نوآبادکاروں کے درمیان فوجی تصادم

کیوجہ سے بین‌اقوامی صورت حال میں شدید بحران پیدا ہو گیا جس نے برطانیہ اور فرانس کے درمیان سوڈان پر تسلط کےلئے جدوجہد اور افریقہ کا حصہ بانٹ کرنےکی عکاسی کی۔ صفحہ

۲۶۔ کتاب ''ریاست اور انقلاب۔ ریاست کا مارکسی نظریہ اور انقلاب میں پرولتاریہ کے فریضے،، لینن نے اپنی پوشیدگی کی حالت میں اگست — ستمبر ۱۹۱۷ء میں لکھی جبکہ وہ بورژوا عارضی حکومت کی تلاش سے بچنے کےلئے پوشیدہ تھے۔

۱۹۱۶ء کی خزاں اور ۱۹۱۷ء کی ابتدا میں زوریخ کے قیام کے دوران لینن نے ریاست کے مسئلے پر مارکس اور اینگلس کی تخلیقات کا گہرا مطالعہ کیا۔ انھوں نے ایک نیلی جلدوالی کاپی بک میں جس پر ''ریاست کے بارے میں مارکس‌ازم،، کا عنوان تھا باریک تحریر میں نوٹ لکھے۔ اس کاپی میں مارکس اور اینگلس کی تخلیقات کے اقتباس اور کاؤتسکی، پانےکوک اور برنشٹائن کی کتابوں اور مضامین سے بھی حوالے معہ اپنے تنقیدی ریمارکوں، نتائج اور تعمیمات کے لینن نے دئے ہیں۔ اس میں وہ مواد جمع کیا گیا ہے جسکی بنا پر لینن نے اپنی لاجواب کتاب ''ریاست اور انقلاب،، لکھی ہے، پھر بھی وہ سب مواد نہیں استعمال کیاجا سکا جو اس کاپی بک میں جمع کیا گیا تھا۔

منصوبے کے مطابق ''ریاست اور انقلاب،، کو سات ابواب پر مشتمل ہونا چاہئے تھا لیکن آخری یعنی ساتواں باب ''۱۹۰۵ء اور ۱۹۱۷ء کے روسی انقلابوں کا تجربہ،، لینن نے نہیں لکھا۔ صرف اس باب اور ''خاتمے،، کے خاکے محفوظ رہ گئے ہیں جو تفصیل سے مرتب کئے گئے تھے۔ یہ کتاب ۱۹۱۸ء میں شایع ہوئی۔

''ریاست اور انقلاب،، کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۱۹ء میں شایع ہوا جس کے دوسرے باب میں مصنف نے نئے پیراگراف ''مارکس نے ۱۸۵۲ء میں اس سوال کو کیسے پیش کیا،، کا اضافہ کیا۔

لینن کی کتاب ''ریاست اور انقلاب،، کی سوویت یونین اور غیر ممالک میں وسیع پیمانے پر اشاعت ہوئی۔ صفحہ ۱۶۳

۲۷۔ نیچے صفحات ۱۷۱، ۱۷۳، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸ پر لینن نے اسی تصنیف کا حوالہ دیا ہے۔ صفحہ ۱۶۹

۲۸ - قدیم قبائلی (یا جرگےوالی) تنظیم — ابتدائی برادری کا نظام یا تاریخ انسانی میں پہلا سماجی معاشی نظام ہے۔ قبائلی برادری ان خونی رشتہداروں کی جمعیت تھی جو خانہداری اور سماجی تعلقات سے مربوط تھے۔ ابتدائی برادری کے نظام میں پیداواری تعلقات کی بنیاد ذرائع پیداوار پر سماجی ملکیت اور پیداوار کی مساوی تقسیم تھی۔ یہ پیداواری طاقتوں کی ترقی کے نیچے معیار اور اس دور میں ان کے کردار سے بنیادی طور پر مطابقت رکھتی تھی۔ صفحہ ۱۷۱

۲۹ - پیرس کمیون — مزدور طبقے کی انقلابی حکومت جو پرولتاری انقلاب کیوجہ سے ۱۸۷۱ء میں پیرس میں قائم ہوئی۔ یہ تاریخ عالم میں پرولتاری ڈکٹیٹرشپ کی پہلی حکومت تھی۔ وہ ۷۳ دن تک — ۱۸ مارچ سے ۲۸ مئی ۱۸۷۱ء تک قائم رہی۔ صفحہ ۱۷۵

۳۰ - ''بوناپارٹازم'' — (دو فرانسیسی بوناپارٹ شہنشاہوں کے نام پر) ایسی حکومت کو کہتے ہیں جو اپنے کو ہر پارٹی سے بےتعلق دکھانے کی کوشش کرتی ہے اور سرمایہدار پارٹیوں اور مزدور پارٹیوں کی جدوجہد سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ عملی طور پر وہ سرمایہداروں کی خدمتگذار ہوتی ہے۔ اور مزدوروں کو وعدوں اور چھوٹی چھوٹی بخششوں کے ذریعہ سب سے زیادہ دھوکا دیتی ہے۔'' (لینن)۔ صفحہ ۱۷۶

۳۱ - ۱۶۴۸ء — ۱۶۱۸ء کی تیس سالہ جنگ — پہلی کل یورپی جنگ، جو یورپی ریاستوں کے مختلف گروہوں کے درمیان شدید تضاد کا نتیجہ تھی اور جس نے پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک لوگوں کے درمیان جدوجہد کی شکل اختیار کرلی۔ جرمنی اس جدوجہد کا خاص میدان اور فوجی لوٹ کھسوٹ اور جنگ کے شرکا کے قبضہ گیر دعوؤں کا نشانہ بنا۔ اس جنگ کا خاتمہ ویسٹفالین معاہدے سے ہوا جس نے جرمنی کے سیاسی انتشار کو اور زیادہ کر دیا۔ صفحہ ۱۸۵

۳۲ - گوتھا پروگرام — جرمنی کی سوشلسٹ لیبر پارٹی کا پروگرام جو ۱۸۷۵ء میں ان دو جرمن سوشلسٹ پارٹیوں کی گوتھا کانگرس میں

منظور کیا گیا جو اس وقت تک الگ تھیں اور اس کانگرس میں متحد ہوگئیں - یہ پارٹیاں تھیں : ائیزیناخ والوں کی (جس کے رہنما بیبل اور و - لیبکنیخت تھے اور یہ مارکس اور اینگلس کے خیالات سے متاثر تھے) اور لاسال کے حامیوں کی (دیکھئے نوٹ نمبر ۵۵) - پروگرام میں بہت سے خیالات گڈمڈ تھے اور وہ موقع پرستانہ تھا کیونکہ انتہائی اہم مسائل پر ائیزیناخ والوں نے لاسال کے حامیوں کو بہت چھوٹ دے دی اور ان کے فارمولوں کو منظور کر لیا - کارل مارکس نے اپنی تصنیف ''گوتھا پروگرام کی تنقید،، اور اینگلس نے بیبل کے نام خط (۲۸ — ۱۸ مارچ ۱۸۷۵ء) میں گوتھا پروگرام کے مسودے پر شدید تنقید کی اور اس کو ۱۸۶۹ء کے ائیزیناخ والوں کے پروگرام کے مقابلے میں نمایاں طور پر پیچھے کی طرف قدم کہا - صفحہ ۱۸۶

۳۳ - یہاں لینن کا مطلب روس میں ۲۷ فروری (۱۲ مارچ) ۱۹۱۷ء کے بورژوا جمہوری انقلاب سے ہے جس کی وجہ سے مطلق العنان حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور بورژوا عارضی حکومت کی تشکیل ہوئی - صفحہ ۱۹۵

۳۴ - سیاہ‌صد — شاہ‌پرست جتھے تھے جنکو زار کی پولیس نے انقلابی تحریک کے خلاف جدوجہد کے لئے قائم کیا تھا - صدسیاہ انقلابیوں کو قتل کرتے تھے، ترقی‌پسند دانش‌وروں پر حملے کرتے تھے اور یہودیوں کے قتل عام منظم کرتے تھے - صفحہ ۱۹۵

۳۵ - کانسٹی‌ٹیوشنل (آئینی) ڈیموکریٹک پارٹی (کیڈیٹ) — روس میں لبرل شاہ‌پرست بورژوازی کی یہ نمایاں پارٹی اکتوبر ۱۹۰۵ء میں قائم ہوئی - اس میں بورژوازی کے نمائندے، زیمستوو کے وہ کارکن جو زمیندار تھے اور بورژوا دانش‌ور شامل ہوئے - کیڈیٹوں نے آئینی شاہ‌پرستی سے زیادہ اور کوئی مطالبہ نہیں کیا - پہلی عالمی جنگ کے دوران کیڈیٹوں نے سرگرمی کے ساتھ زارشاہی کی قبضہ‌گیر خارجہ پالیسی کی حمایت کی - فروری ۱۹۱۷ء کے بورژوا جمہوری انقلاب کے زمانے میں انھوں نے شاہی حکومت کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی - بورژوا

عارضی حکومت میں رہنمائی کی پوزیشن حاصل کرکے کیڈیٹوں نے عوام‌دشمن، انقلاب‌دشمن سیاست کو جاری رکھا۔ صفحہ ۱۹۵

۳۶ - ۲ (۱۵) مارچ ۱۹۱۷ء کے اعلان میں عارضی حکومت نے آئین ساز اسمبلی کے قیام کے بارے میں اعلان کیا جسکے لئے انتخاب کی تاریخ ۱۷ (۳۰) ستمبر ۱۹۱۷ء مقرر کی گئی۔ لیکن جلد ھی انتخاب کے ۱۲ (۲۵) نومبر تک ملتوی کرنے کا اعلان ھوا۔ آئین‌ساز اسمبلی کا افتتاح سوویت حکومت نے ۵ (۱۸) جنوری ۱۹۱۸ء کو پیٹروگراد میں کیا۔ انتخاب ووٹوں کی ان فہرستوں کے ذریعہ ھوا جو عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب سے پہلے تیار کی گئی تھیں۔ چونکہ آئین‌ساز اسمبلی نے سوویتوں کی دوسری کانگرس کے ان فرمانوں کی تصدیق سے انکار کر دیا جو امن، زمین کے بارے میں اور اقتدار کو سوویتوں کے حوالے کرنے کے بارے میں تھے اسلئے کل روس مرکزی انتظامیہ کمیٹی نے ۶ (۱۹) جنوری ۱۹۱۸ء کو یہ آئین‌ساز اسمبلی برخاست کر دی۔ صفحہ ۱۹۶

۳۷ - «Die Neue Zeit» (''نیا زمانہ،،) — جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا نظریاتی رسالہ جو اشٹوٹگارٹ سے ۱۸۸۳ء سے ۱۹۲۳ء تک نکلتا رھا۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء تک اسکا ایڈیٹر کاؤتسکی تھا، پھر کونوف ایڈیٹر ھوا۔ اس رسالے میں پہلی بار مارکس اور اینگلس کی بعض تصانیف شایع ھوئیں۔ اینگلس اپنے مشوروں کے ذریعہ رسالے کے ادارتی بورڈ کو مدد دیتے تھے اور کئی بار انھوں نے ایسی تحریروں پر تنقید کی جو اس رسالے میں شایع ھوئی تھیں اور مارکس‌ازم سے ھٹی ھوئی تھیں۔ «Die Neue Zeit» میں انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کی ابتدا میں جرمن اور عالمی مزدور تحریک کے نمایاں کارکنوں نے کام کیا۔ ان میں آ۔ بیبل، و۔ لیبکنیخت، ر۔ لکسمبرگ، ف۔ میرنگ، کلارا تسیتکین، گ۔ پلیخانوف وغیرہ شامل تھے۔ انیسویں صدی کی آخری دھائی میں اینگلس کے انتقال کے بعد اس رسالے میں باقاعدگی کے ساتھ ترمیم‌پرستوں کے مضامین شایع ھونے لگے جن میں برنشٹائن کے سلسلےوار مضامین تھے جنھوں نے مارکس‌ازم کے خلاف

ترمیم‌پرستی کی مہم کا آغاز کیا۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران رسالے نے مرکزیت‌پسند (Centrist) پوزیشن اختیار کرلی اور عملی طور پر سوشل شاونسٹوں کی حمایت کی۔ صفحہ ۱۹۹

۳۸۔ یہاں پرتگال میں ۱۹۱۰ء کا انقلاب پیش‌نظر ہے جسکی وجہ سے بادشاہ کو نکال باہر کیا گیا۔ اور ۵ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو پرتگال کے ریپبلک ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔
یہاں ترکی میں ۱۹۰۸ء کے انقلاب سے بھی مطلب ہے جس نے ۱۸۷۶ء کا دستور بحال کیا اور پارلیمنٹ قائم کی۔ صفحہ ۲۰۵

۳۹۔ نیچے صفحات ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۲، ۲۲۳ پر لینن نے اسی تصنیف کا حوالہ دیا ہے۔ صفحہ ۳۰۸

۴۰۔ ''دیلو نارودا،، — روزانہ اخبار جو سوشلسٹ انقلابیوں کا ترجمان تھا۔ یہ پیٹروگراد میں مارچ ۱۹۱۷ء سے جولائی ۱۹۱۸ء تک شایع ہوتا رہا۔ اس اخبار نے ملک کا دفاع کرنے اور سمجھوتہ کرنے کی پالیسی اختیار کی اور بورژوا عارضی حکومت کی حمایت کی۔ صفحہ ۲۱۴

۴۱۔ دیکھئے اینگلس کی کتاب ''رہائشی مکانوں کا سوال،،۔ نیچے صفحات ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷ پر لینن نے اسی تصنیف کا حوالہ دیا ہے۔ صفحہ ۲۲۵

۴۲۔ بلانکیسٹ — فرانسیسی سوشلسٹ تحریک میں ایک رجحان کے نمائندے جسکے لیڈر نمایاں انقلابی اور فرانسیسی یوتوپیائی کمیونزم کے ممتاز نمائندے لوئی آگسٹ بلانک (۱۸۸۱ء - ۱۸۰۵ء) تھے۔
جیسا کہ لینن نے لکھا ہے بلانکیسٹ ''یہ توقع رکھتے تھے کہ انسانیت کی اجرتی غلامی سے نجات پرولتاریہ کی طبقاتی جدوجہد کے ذریعہ نہیں ہوگی بلکہ چند دانش‌وروں کی سازشوں کے ذریعہ ہوگی۔ ،، انقلابی پارٹی کی سرگرمیوں کی جگہ مٹھی بھر خفیہ سازش کرنےوالوں کی کارروائیوں کو لے کر انھوں نے اس ٹھوس صورت حال کا اندازہ نہیں

لگایا جو بغاوت کی فتح کے لئے ضروری ہوتی ہے اور عوام سے اپنا ناتہ توڑ لیا۔ صفحہ ۲۲۷

۴۳۔ یہاں ذکر مارکس کے آرٹیکل ''سیاسی آزادہ روی،، اور اینگلس کے آرٹیکل ''اختیار کے بارے میں،، کا ہے۔ صفحہ ۲۲۸

۴۴۔ دیکھئے کارل مارکس کی تصنیف ''گوتھا پروگرام کی تنقید،،۔ صفحہ ۲۳۳

۴۵۔ دیکھئے اینگلس کا بیبل کے نام خط، ۲۸ — ۱۸ مارچ ۱۸۷۵ء۔ صفحہ ۲۳۴

۴۶۔ جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا ایرفورٹ پروگرام اکتوبر ۱۸۹۱ء میں شہر ایرفورٹ کی کانگرس میں منظور کیا گیا۔ یہ پروگرام گوتھا پروگرام (۱۸۷۵ء) کے مقابلے میں ایک قدم آگے کی طرف تھا۔ اس پروگرام کی بنیاد پیداوار کے سرمایہ‌دارانہ طریقے کی ناگزیر تباہی اور اس کی جگہ پر سوشلسٹ طریقے کے آنے کے بارے میں مارکس‌ازم کی تعلیم تھی۔ اس میں مزدور طبقے کی سیاسی جدوجہد پر زور دیا گیا تھا اور پارٹی کو اس جد وجہد میں رہنمائی کا رول دیا گیا تھا وغیرہ۔ لیکن ایرفورٹ پروگرام میں موقع‌پرستی کو سنگین چھوٹ بھی دی گئی تھی۔ ایرفورٹ پروگرام کے مسودے پر اینگلس نے اپنی تصنیف ''۱۸۹۱ء کے سوشل ڈیموکریٹک پروگرام کے مسودے پر تنقید،، میں نکتہ‌چینی کی۔ لینن کے خیال میں سب سے بڑی خامی یہ تھی کہ ایرفورٹ پروگرام موقع‌پرستی کو بزدلانہ چھوٹ دیکر پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کے بارے میں خاموش رہا۔ صفحہ ۲۳۶

۴۷۔ اینگلس ''۱۸۹۱ء کے سوشل ڈیموکریٹک پروگرام کے مسودے پر تنقید،،۔ نیچے، صفحات ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۳، ۲۴۴ پر لینن نے اسی تصنیف کا حوالہ دیا ہے۔ صفحہ ۲۳۷

۴۸ - ۱۸۷۸ء میں جرمنی میں بسمارک کی حکومت نے سوشلسٹوں کے خلاف ہنگامی قانون نافذ کیا جس کا مقصد مزدور اور سوشلسٹ تحریک سے جدوجہد تھا۔ اس قانون کے مطابق سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی ساری تنظیمیں، عام مزدور تنظیمیں اور مزدوروں کا پریس ممنوع قرار دیا گیا اور سوشلسٹ لٹریچر ضبط کر لیا گیا۔ ڈیڑھ ہزار سے زیادہ سوشل ڈیموکریٹوں کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ لیکن جبر و تشدد سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کو نہیں توڑ سکا جس کی سرگرمیوں کی غیرقانونی حالت میں تنظیم‌نو کی گئی۔ ملک کے باہر پارٹی کا مرکزی ترجمان اخبار چھپتا تھا اور جرمنی میں خفیہ طور پر سوشل ڈیموکریٹک تنظیمیں اور جتھے پھر نمودار ہوئے جنکی سربراہ پارٹی کی غیرقانونی مرکزی کمیٹی تھی۔ ساتھ ہی پارٹی نے عوام سے تعلقات مضبوط کرنے کے قانونی امکانات کو وسیع پیمانے پر استعمال کیا اور اس‌کا اثر متواتر بڑھتا گیا۔ مارکس اور اینگلس نے جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کو بڑی مدد دی۔ ۱۸۹۰ء میں بڑھتی ہوئی عام مزدور تحریک کے دباؤ سے سوشلسٹوں کے خلاف یہ ہنگامی قانون منسوخ کیا گیا۔ صفحہ ۲۳۹

۴۹ - یہاں ۱۸۶۶ء کی آسٹریائی پروشیائی جنگ اور ۱۸۷۰ء — ۱۸۷۱ء کی فرانسیسی پروشیائی جنگ سے مطلب ہے جنہوں نے جرمنی کو پروشیائی عسکریت‌پرستوں کی قیادت میں متحد کیا۔ صفحہ ۲۴۱

۵۰ - ''پراودا،، — بالشویکوں کا قانونی اور روزانہ اخبار۔ اس کا پہلا شمارہ پیٹرسبرگ سے ۲۲ اپریل (۵مئی) ۱۹۱۲ء کو نکلا تھا۔ اس اخبار کی اشاعت کا ذریعہ خود مزدوروں کا چندہ تھا اور وہ چالیس ہزار شایع ہوتا تھا۔ بعض شماروں کی اشاعت ساٹھ ہزار تک بھی پہنچ جاتی تھی۔ روزانہ مزدور اخبار کی اشاعت کو لینن نے عظیم تاریخی کام کہا جو پیٹرسبرگ کے مزدوروں نے کیا تھا۔ ''پراودا،، نے پارٹی اور عوام کے درمیان وسیع پیمانے پر بہروقت تعلقات قائم رکھے۔ اخبار کے گرد مزدور نامہ‌نگاروں کی ایک بڑی فوج جمع ہو گئی۔ لینن اس اخبار کے رہنما تھے۔ وہ تقریباً روزانہ اسمیں لکھتے تھے،

اسکے ایڈیٹوریل بورڈ کو ہدایات دیتے تھے اور اس کی فکر رکھتے تھے کہ اخبار کی اسپرٹ مجاہدانہ اور انقلابی رہے۔

زارشاہی پولیس مستقل طور سے ''پراودا،، کے پیچھے پڑی رہتی تھی۔ ۸ (۲۱) جولائی ۱۹۱۴ء کو اخبار بند کردیا گیا۔ ''پراودا،، ۱۹۱۷ء میں فروری کے بورژوا جمہوری انقلاب کے بعد پھر جاری کیا گیا۔ عارضی حکومت بھی اس کے پیچھے پڑی رہی اور اخبار کو کئی بار اپنا نام بدلنا پڑا۔ ۲۷ اکتوبر (۹ نومبر) ۱۹۱۷ء سے اخبار اپنے پرانے نام ''پراودا،، سے مستقل طور سے نکلنے لگا۔ صفحہ ۲۴۴

۵۱ - نیچے، صفحات ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۶ پر لینن نے اسی تصنیف کا حوالہ دیا ہے۔ صفحہ ۲۴۵

۵۲ - Los-von-Kirche-Bewegung (چرچ سے علحدہ ہونے کی تحریک) یا Kirchenaustrittsbewegung (چرچ کو چھوڑنے کی تحریک) پہلی عالمی جنگ سے پہلے جرمنی میں بڑے پیمانے پر پھیل گئی۔ اس تحریک سے سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے تعلقات کی بحث کے دوران جرمن سوشل ڈیموکریسی کے نمایاں لیڈروں نے سوشل ڈیموکریٹ گیورے کو منہ‌توڑ جواب نہیں دیا جو کہتا تھا کہ پارٹی کو اس تحریک کی طرف غیرجانبدارانہ رویہ اختیار کرنا چاہئے کہ چرچ کو چھوڑا جائے اور پارٹی کے ممبروں کو ممانعت ہونی چاہئے کہ وہ پارٹی کی طرف سے مذہب اور چرچ کے خلاف پروپیگنڈا کریں۔ صفحہ ۲۴۷

۵۳ - لینن نے امکانی شرح تنخواہ کے جن اعداد کا حوالہ دیا ہے وہ ۱۹۱۷ء کے دوسرے نصف حصے کے کاغذی نوٹوں میں دئے گئے ہیں۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران روس میں کاغذی روبل کافی کم قیمت تھا۔ صفحہ ۲۴۸

۵۴ - «Der Volksstaat» (''عوامی ریاست،،) — اس اخبار کا نام ہے جو جرمن سوشل ڈیموکریسی (ائیزیناخ‌والوں کی پارٹی) کا ترجمان تھا اور لائپزگ سے و۔ لیبکنیخت کی ایڈیٹری میں ۱۸۷۶ء — ۱۸۶۹ء

تک نکلتا رہا۔ مارکس اور اینگلس بھی اس اخبار کے کام میں معاون تھے۔ صفحہ ۲۵۱

۵۵۔ لاسال‌والے — جرمن پیٹی‌بورژوا سوشلسٹ لاسال کے حامی اور پیرو اور کل جرمن مزدور یونین کے ممبر جو ۱۸۶۳ء میں لائپزگ کی مزدور انجمنوں کی کانگرس میں قائم کی گئی تھی۔ اسکا پہلا صدر لاسال تھا جس نے یونین کا پروگرام اور بنیادی طریقۂ کار مرتب کیا۔ عام حق رائے دہی کے لئے جدوجہد کل جرمن مزدور یونین کا سیاسی پروگرام تھا اور ریاست کی امداد سے قائم کی ہوئی پیداواری کام کرنےالے مزدوروں کی انجمنوں کا قیام اس کا معاشی پروگرام تھا۔ اپنی عملی سرگرمیوں میں لاسال‌والوں نے بسمارک کی عظیم طاقت‌والی سیاست کی حمایت کی۔ مارکس اور اینگلس نے لاسال‌والوں کے نظرئے، طریقۂ کار اور تنظیم کے اصولوں پر کئی بار سخت تنقید کی اور کہا کہ جرمنی کی مزدور تحریک میں یہ موقع پرستی کا رجحان ہے۔ صفحہ ۲۵۱

۵۶۔ یہاں پیش‌نظر روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی دوسری کانگرس ہے جو ۱۷ جولائی سے ۱۰ اگست (۳۰ جولائی سے ۲۳ اگست) ۱۹۰۳ء تک ہوئی۔ اس کا پہلا اجلاس برسلز میں ہوا۔ پولیس کے پیچھے پڑنے کیوجہ سے اس کا اجلاس لندن منتقل ہوگیا۔ یہاں پارٹی کے مرکزی اداروں کے انتخاب میں لینن کے حامیوں کو اکثریت میں ووٹ ملے اور وہ بالشویک کہلانے لگے اور موقع پرستوں کو اقلیت میں ووٹ ملے اور وہ منشویک کہلائے۔ صفحہ ۲۵۲

۵۷۔ دیکھئے کارل مارکس کی تصنیف ''گوتھا پروگرام کی تنقید،،۔ نیچے، صفحات ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۶۵، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۷۰ پر لینن نے اسی تصنیف کا حوالہ دیا ہے۔ صفحہ ۲۵۷

۵۸۔ دیکھئے اینگلس کا ''بیبل کے نام خط،،۔ (۲۸ — ۱۸ مارچ ۱۸۷۵ء)۔ صفحہ ۲۶۱

۵۹۔ شائی‌لاک — مشہور انگریز ڈرامہ‌نگار شیکسپیئر کی کامیڈی ''مرچنٹ‌آف‌وینس،، کا ایک کردار جو سخت اور سنگدل

سود خور تھا ۔ اس نے اپنے تمسک میں یہ بے رحمانہ شرط رکھی تھی کہ بروقت قرض ادا نہ ہونے پر وہ قرضدار کے جسم سے ایک پونڈ گوشت کاٹ لیگا۔ صفحہ ۲۷۱

۶۰ - بورساک — مذہبی تعلیم‌گاہوں کے طالب علم جنکے رسوم روسی مصنف پومیالوفسکی نے اپنی تصنیف ''بورسا کے خاکے،، میں لکھے ہیں ۔ بورسا — زارشاہی روس میں مذہبی تعلیم گاہوں کی اقامت گاہیں ۔ صفحہ ۲۷۲

۶۱ - پہلی انٹرنیشنل — تاریخ میں پرولتاریہ کی بڑی تعداد کی بین‌اقوامی انقلابی تنظیم جس کی بنیاد مارکس نے ۱۸۶۴ء میں ڈالی ۔ پہلی انٹرنیشنل نے مزدوروں کی بین‌اقوامی تنظیم اور سوشلزم کے لئے پرولتاریہ کی بین‌اقوامی جدوجہد کی بنیاد ڈالی ۔ یہی پہلی انٹرنیشنل کا واقعی سارا مقصد تھا ۔ حقیقی طور پر اس کا وجود ۱۸۷۲ء میں ختم ہو گیا تھا لیکن سرکاری طور پر یہ ۱۸۷۶ء کو ختم کردی گئی ۔

پہلی انٹرنیشنل کی ہیگ کانگرس ۲ سے ۷ ستمبر ۱۸۷۲ء تک ہوئی ۔ کانگرس میں برسوں کی اس جدوجہد کی تکمیل ہوئی جو مارکس اور اینگلس اور ان کے ساتھیوں نے ہر قسم کے پیٹی‌بورژوا گروہوں کے خلاف کی تھی ۔ انارکسٹ لیڈر باکونین، گیلیوم وغیرہ پہلی انٹرنیشنل سے نکال دئے گئے ۔

ہیگ کانگرس کے فیصلوں سے، جس کا سارا کام مارکس اور اینگلس کی براہ‌راست رہنمائی اور ان کی سرگرم شرکت سے ہوا، انارکسٹوں کے پیٹی‌بورژوا نظریات پر مارکس‌ازم کی فتح ہوئی اور آئندہ کے لئے مزدور طبقے کی خودمختار قومی سیاسی پارٹیوں کے قیام کی بنیاد ڈالی گئی ۔ صفحہ ۲۸۰

۶۲ - ''زاریا،، — مارکسی سائنسی سیاسی رسالہ ۱۹۰۱ء — ۱۹۰۲ء میں اشٹوٹگارٹ سے ''اسکرا،، اخبار کے ادارتی پورڈ سے قانونی طورپر شایع ہوتا رہا ۔ یہ رسالہ بین‌اقوامی اور روسی موقع‌پرستی پر نکتہ‌چینی کرتا تھا اور مارکس‌ازم کی نظریاتی بنیادوں کا حامی تھا ۔ صفحہ ۲۸۲

۶۳ - یہاں ذکر دوسری انٹرنیشنل کی پانچویں بین اقوامی کانگرس کا ہے جو ۲۳ سے ۲۷ ستمبر ۱۹۰۰ء تک پیرس میں ہوئی - بنیادی سوال ''سیاسی اقتدار کا حصول اور بورژوا پارٹیوں سے اتحاد،، پر جس کا تعلق والدیک — روسو کی رجعت پرست حکومت میں ملیران کی شرکت سے تھا، کانگرس کی اکثریت نے کاؤتسکی کی تجویز کو منظور کیا - تجویز میں کہا گیا تھا کہ ''انفرادی طور پر کسی سوشلسٹ کی بورژوا حکومت میں شرکت کو سیاسی اقتدار کے حصول کی نارمل ابتدا نہیں سمجھا جاسکتا بلکہ اس کو کٹھن صورت حال سے جدوجہد کرنیکا مخصوص اور وقتی ذریعہ سمجھا جاسکتا ہے،،- بعد میں بورژوازی سے اپنے اتحاد کو صحیح قرار دینے کےلئے موقع پرست اکثر قرارداد کی اس دفعہ کا حوالہ دیتے تھے - صفحہ ۲۸۲

۶۴ - دیکھئے مارکس کی تصنیف ''فرانس میں خانہ جنگی،،- صفحہ ۲۸۷

۶۵ - دیکھئے مارکس کی تصنیف ''فرانس میں خانہ جنگی،،- صفحہ ۲۹۵

۶۶- ''سوشلسٹ ماہنامہ،، — («Sozialistische Monatshefte»)—جرمن موقع پرستوں کا خاص ترجمان رسالہ اور بین اقوامی ترمیم پرستی کے ترجمانوں میں سے تھا - یہ برلن سے ۱۸۹۷ء سے ۱۹۳۳ء تک شایع ہوتا رہا اور پہلی عالمی جنگ (۱۹۱۸ء — ۱۹۱۴ء) کے دوران اس نے سوشل شاونسٹ رویہ اختیار کیا - صفحہ ۲۹۸

۶۷ - ژوریسیسٹ — فرانسیسی سوشلسٹ ژوریس کے حامی جو فرانسیسی سوشلسٹ تحریک کے دائیں اور اصلاح پرست بازو کا لیڈر تھا - ''تنقید کی آزادی،، کے مطالبے کے بہانے ژوریسیسٹ مارکس ازم کے بنیادی اصولوں میں ترمیم چاہتے تھے اور بورژوا کے ساتھ پرولتاریہ کے طبقاتی تعاون کی وکالت کرتے تھے - ۱۹۰۲ء میں انھوں نے فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی قائم کی جس کی پوزیشن اصلاح پرست تھی - صفحہ۲۹۸

۶۸ - برطانوی انڈپنڈنٹ لیبر پارٹی (Independent Labour Party)—
۱۸۹۳ء میں یہ اصلاح پرست تنظیم ''نئی ٹریڈ یونینوں،، کے لیڈروں نے ہڑتالوں کی بڑھتی ہوئی جدوجہد اور بورژوا پارٹیوں سے برطانوی مزدور طبقے کے چھٹکارے کی تحریک زور پکڑنے کے حالات میں بنائی۔ اس پارٹی میں ''نئی ٹریڈیونینوں،، اور متعدد پرانی ٹریڈیونینوں کے ممبر، دانش‌وروں اور پیٹی بورژوازی کے نمائندے شامل ہو گئے جو فیبئن لوگوں (Fabians) کے زیر اثر تھے۔ بورژوا پارٹیوں سے سیاسی خودمختاری کا دعوی کرتے ہوئے حقیقت میں یہ پارٹی ''صرف سوشلزم سے تو بالکل 'خودمختار، تھی لیکن اعتدال‌پرستی کی بالکل محتاج تھی،، (لینن)۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران اس نے مرکزیت‌پرست پوزیشن اختیار کی اور بعد میں سوشل شاونزم تک پہنچ گئی۔ صفحہ ۲۹۸

ناموں کا اشاریہ

الف

آریستوفان (سال پیدائش تقریباً ۴۴۶ قبل مسیح اور سال وفات ۳۸۵ قبل مسیح) — قدیم یونان کا نمایاں کامیڈی لکھنے والا - صفحہ ۸۰

اسپکٹیٹر — دیکھئے ناحیمسن - م - ای -

اسپینسر (Spenser)، ہربرٹ (۱۹۰۳ء — ۱۸۲۰ء) — برطانوی فلسفی، ماہر نفسیات و سماجیات - اسپینسر کے رجعت فلسفیانہ اور سماجی خیالات نے اس کو برطانوی بورژوازی کا ایک بہت ہی مقبول نظریہ‌داں بنادیا - صفحہ ۱۷۲

استرووے، پ - ب - (۱۹۴۴ء — ۱۸۷۰ء) — روسی بورژوا ماہر معاشیات اور صحافی - ۱۹۰۵ء میں آئینی جمہوری (کیڈیٹ) پارٹی کے قیام سے ہی اس کی مرکزی کمیٹی کا ممبر رہا - پہلی عالمی سامراجی جنگ (۱۹۱۸ء — ۱۹۱۴ء) کی ابتدا سے جارحانہ روسی سامراج کا ایک نظریہ‌داں - اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد سوویت اقتدار کا سخت دشمن اور ورانگل کی انقلاب‌دشمن حکومت کا ممبر - انتقال وطن کر گیا - صفحہ ۲۰۵

اسٹاؤننگ (Stauning)، توروالد آگسٹ ماری‌نوس (۱۹۴۲ء — ۱۸۷۳ء) — ڈنمارک کا ریاستی کارکن، ڈنمارک کی سوشل ڈیموکریسی اور دوسری انٹرنیشنل کے دائیں بازو کا ایک لیڈر اور صحافی - عالمی سامراجی جنگ کے دوران اس نے سوشل شاونسٹ پوزیشن

اختیار کی۔ ۱۹۲۰ء — ۱۹۱۶ء میں ڈنمارک کی بورژوا حکومت میں وزیر ہوا۔ صفحات ۲۱۲، ۲۹۸

اسٹیڈ (Stead) ، ولیم ٹامس (۱۹۱۲ء — ۱۸۴۹ء) — برطانوی صحافی۔ صفحہ ۹۷

اسکوبیلیف، م۔ ای۔ (۱۹۳۹ء — ۱۸۸۵ء) — روسی سوشل ڈیموکریٹ — منشویک، عالمی سامراجی جنگ کے دوران مرکزیت‌پرست رہا۔ فروری ۱۹۱۷ء کے بورژوا ڈیموکریٹک انقلاب کے بعد پیٹروگراد کی سوویت کا نائب صدر اور مرکزی انتظامیہ کمیٹی کے پہلے اجلاس کا نائب صدر ہوا۔ مئی سے اگست ۱۹۱۷ء تک عارضی حکومت میں وزیر محنت رہا۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد منشویکوں سے علحدہ ہو گیا۔ صفحات ۱۳۷، ۱۷۷، ۲۱۴

اشٹرنر (Stirner) ، ماکس (۱۸۵۶ء — ۱۸۰۶ء) — جرمن فلسفی، بورژوا انفرادیت‌پرستی اور انارکزم کا ایک نظریہ‌داں۔ صفحہ ۲۸۰

اکسیلروڈ، پ۔ ب۔ (۱۹۲۸ء — ۱۸۵۰ء) — ایک منشویک لیڈر تھا۔ ۱۹۰۰ء سے اخبار ''اسکرا'' کے ایڈیٹوریل بورڈ کا ممبر رہا۔ فروری ۱۹۱۷ء کے بورژوا جمہوری انقلاب کے بعد اس نے بورژوا عارضی حکومت کی حمایت کی۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کی مخالفت کی اور انتقال وطن کرکے سوویت روس کے خلاف مسلح مداخلت کے لئے پروپیگنڈا کیا۔ صفحہ ۱۳۷

آگاد (Agahd) ، اے — جرمن پیٹی‌بورژوا ماہر معاشیات۔ صفحات ۶۳، ۶۵، ۱۳۱

آگینالڈو (آگوی‌نالڈو) (Aguinaldo) ایمیلیو (سال پیدائش ۱۸۶۹ء) — فلپائن کا سیاسی کارکن۔ ہسپانوی حکمرانی کے خلاف فلپائن کے عوام کی بغاوت میں حصہ لیا۔ فلپائن ریپبلک کی تشکیل کے بعد ۱۸۹۹ء میں اس کا صدر ہوا۔ بعد میں آگینالڈو نے فلپائن میں امریکی سیاست پر عمل کیا۔ صفحہ ۱۳۰

اوکسین‌تیف، ن۔ د۔ (۱۹۴۳ء — ۱۸۷۸ء) — سوشلسٹ انقلابی پارٹی کا ایک لیڈر اور اس کی مرکزی کمیٹی کا ممبر۔ روس میں

فروری ۱۹۱۷ء کے بورژوا جمہوری انقلاب کے بعد کسانوں کے مندوبین کی کل روس کونسل کی انتظامیہ کمیٹی کا صدر ہوا اور بورژوا عارضی حکومت میں کئی ذمےدار عہدوں پر کام کیا۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد انقلابدشمن بغاوتوں کے ناظموں میں سے تھا اور پھر بیرون ملک چلا گیا۔ صفحات ۱۷۷، ۲۱۳

اوویِنس (Owens)، میخائیل جوزیف (۱۹۲۳ء — ۱۸۵۹ء) — بوتلیں تیار کرنے والی مشین کا امریکی موجد اور اس کے بعد اس شعبے میں صنعتکار۔ صفحہ ۱۲۵

ایڈورڈ ہفتم (۱۹۱۰ء — ۱۸۴۱ء) — برطانوی بادشاہ (۱۹۰۱ء — ۱۹۱۰ء)۔ صفحہ ۷۲

ایشویگے (Eschwege)، لیودویگ — جرمن پیٹیبورژوا ماہر معاشیات۔ صفحات ۷۰، ۷۲، ۱۴۱

اینگلس (Engels)، فریڈرک (۱۸۹۵ء — ۱۸۲۰ء) — سائنسی کمیونزم کے بانیوں میں سے تھے۔ بیناقوامی پرولتاریہ کے لیڈر اور معلم، کارل مارکس کے دوست اور ساتھی۔ صفحات ۱۳۵، ۱۴۵، ۱۶۸ — ۱۶۵، ۱۸۸ — ۱۷۱، ۱۹۳، ۱۹۷، ۲۰۲، ۲۲۵، ۲۵۲ — ۲۳۵، ۲۶۱، ۲۷۰، ۲۷۳، ۲۷۷، ۲۸۰، ۲۸۷ — ۲۸۳، ۲۹۲

— ب —

باکونین، م۔ اَ۔ (۱۸۷۶ء — ۱۸۱۴ء) — نرودازم اور انارکزم کا ایک نظریہدان۔ جرمنی میں ۴۹ — ۱۸۴۸ء کے انقلاب میں حصہ لیا۔ پہلی انٹرنیشنل میں حصہ لیا جہاں مارکسازم کی بہت سخت مخالفت کی۔ کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس نے باکونین کے خلاف سخت جدوجہد کی اور مزدور تحریک کے مخالف پیٹیبورژوا تعصب کی حیثیت سے باکونین ازم کا پردہ چاک کیا۔ ۱۸۷۲ء میں نفاق ڈالنےوالی سرگرمیوں کی وجہ سے باکونین کو پہلی انٹرنیشنل سے نکال دیا گیا۔ صفحات ۲۲۱، ۲۵۳، ۲۸۰

باؤیر (Bauer) ، اوٹو (۱۸۸۲ء — ۱۹۳۸ء) — آسٹریائی سوشل ڈیموکریسی کے دائیں بازو اور دوسری انٹرنیشنل کا ایک لیڈر۔ ۱۹۱۸ء — ۱۹۱۹ء میں آسٹریائی بورژوا ریپبلک کا وزیر خارجہ تھا۔ آسٹریائی مزدور طبقے کی انقلابی سرگرمیوں کو دبانے میں اس نے سرگرم حصہ لیا۔ صفحہ ۱۴

براکے (Bracke) ، ولہلم (۱۸۴۲ء — ۱۸۸۰ء) — جرمن سوشلسٹ۔ جرمنی میں سوشل ڈیموکریٹک مزدور پارٹی (۱۸۶۹ء) کے بانیوں اور لیڈروں میں سے تھا۔ صفحات ۲۳۳، ۲۵۴

برانٹنگ (Branting) ، کارل یالمر (۱۸۶۰ء — ۱۹۲۵ء) — سویڈن کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا لیڈر اور دوسری انٹرنیشنل کے رہنماؤں میں سے تھا۔ برانٹنگ موقع پرست تھا۔ صفحات ۲۱۲، ۲۹۸

برنشٹائن (Bernstein) ، ایڈورڈ (۱۸۵۰ء — ۱۹۳۲ء) — جرمن سوشل ڈیموکریسی کے انتہاپسند موقع پرست بازو اور دوسری انٹرنیشنل کا لیڈر، ترمیم پرستی اور اصلاح پرستی کا نظریہ‌داں۔ مارکس ازم کے انقلابی مافیہ کو رد کرتے ہوئے برنشٹائن نے ایسی اصلاحات کی جدوجہد کو مزدور تحریک کا واحد فریضہ قرار دیا جن کا مقصد سرمایہ‌دار نظام میں مزدوروں کی معاشی حالت ''بہتر'' بنانا ہو۔ صفحات ۱۵، ۲۱۰، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۸۳، ۲۸۸، ۲۹۵

بریشکو — بریشکوفسکایا، اے۔ کے۔ (۱۸۴۴ء — ۱۹۳۴ء) — سوشلسٹ انقلابیوں کی پارٹی کی ناظموں اور لیڈروں میں تھی اور اسکے انتہاپسند دائیں بازو میں شامل تھی۔ فروری ۱۹۱۷ء کے بورژوا جمہوری انقلاب کے بعد اس نے بورژوا عارضی حکومت کی حمایت کی اور اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد سوویت حکومت کی مخالفت کرتی رہی۔ صفحہ ۱۶۴

بسمارک (Bismarck) ، اوٹو ایڈورڈ لیوپولڈ (۱۸۱۵ء — ۱۸۹۸ء) — پروشیا اور جرمنی کا ریاستی کارکن اور مدبر۔ ۱۸۷۱ء — ۹۰ میں سلطنت جرمنی کا چانسلر تھا۔ صفحہ ۱۷۶

بوخارین، ن۔ ای۔ (۱۹۳۸ء — ۱۸۸۸ء) — صحافی اور ماہرمعاشیات۔ ۱۹۰۶ء سے روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کا ممبر رہا۔ بہت سے مسائل میں اس نے لینن کی مخالفت کی — مثلاً ریاست، پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ اور قوموں کے حق خودارادیت وغیرہ کے بارے میں۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد وہ برابر پارٹی کی لیننی پالیسی کی مخالفت کرتا رہا۔ ۱۹۱۸ء میں بریسٹ کی صلح پر بحث کے دوران میں وہ ''بائیں بازو کے کمیونسٹوں،، کے پارٹی دشمن گروپ کا لیڈر تھا۔ ۱۹۲۰ء — ۱۹۲۱ء میں پارٹی میں ٹریڈیونینوں پر بحث کے دوران اس نے ابتدا میں «Buffer» کی پوزیشن اختیار کی اور پھر تروتسکی کے لینن‌دشمن گروپ میں شامل ہو گیا۔ ۱۹۲۸ء میں پارٹی کے دائیں بازو کے حزب‌مخالف کا لیڈر بنا۔ ۱۹۲۹ء میں مرکزی کمیٹی کے سیاسی بیورو اور کمیونسٹ انٹرنیشنل کی انتظامیہ کمیٹی کی مجلس صدارت سے نکالا گیا اور ۱۹۳۷ء میں پارٹی‌دشمن سرگرمیوں کی وجہ سے پارٹی سے خارج کر دیا گیا۔ صفحہ ۵۴

بیبل (Bebel)، آگسٹ (۱۹۱۳ء — ۱۸۴۰ء) — جرمن سوشل ڈیموکریسی اور دوسری انٹرنیشنل کا ایک نمایاں کارکن۔ پہلی انٹرنیشنل کا بھی ممبر تھا۔ ۱۸۶۹ء میں اس نے و۔ لیبکنیخت کے ساتھ ملکر جرمن سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی بنیاد ڈالی (ائیزیناخ والوں کی)۔ صفحات ۲۳۳، ۲۳۶، ۲۵۳، ۲۵۵، ۲۶۱

بیرار (Bérard)، وکٹر (۱۹۳۱ء — ۱۸۶۴ء) — فرانسیسی پیٹی بورژوا ماہرمعاشیات، صحافی اور ماہر لسانیات۔ صفحہ ۱۴۱

بیئر (Beer)، ماکس (سال پیدائش ۱۸۶۴ء) — سوشلزم کا جرمن تاریخداں۔ جرمن سوشل ڈیموکریسی کے بائیں بازو میں تھا۔ صفحہ ۹۷

باؤیر (Bauer) ، اوٹو (۱۹۳۸ء — ۱۸۸۲ء) — آسٹریائی سوشل ڈیموکریسی کے دائیں بازو اور دوسری انٹرنیشنل کا ایک لیڈر۔ ۱۹۱۹ء — ۱۹۱۸ء میں آسٹریائی بورژوا ریپبلک کا وزیر خارجہ تھا۔ آسٹریائی مزدور طبقے کی انقلابی سرگرمیوں کو دبانے میں اس نے سرگرم حصہ لیا۔ صفحہ ۱۴

براکے (Bracke) ، ولہلم (۱۸۸۰ء — ۱۸۴۲ء) — جرمن سوشلسٹ۔ جرمنی میں سوشل ڈیموکریٹک مزدور پارٹی (۱۸۶۹ء) کے بانیوں اور لیڈروں میں سے تھا۔ صفحات ۲۳۳، ۲۵۴

برانٹنگ (Branting) ، کارل یالمر (۱۹۲۵ء — ۱۸۶۰ء) — سویڈن کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا لیڈر اور دوسری انٹرنیشنل کے رہنماؤں میں سے تھا۔ برانٹنگ موقع پرست تھا۔ صفحات ۲۱۲، ۲۹۸

برنشٹائن (Bernstein) ، ایڈورڈ (۱۹۳۲ء — ۱۸۵۰ء) — جرمن سوشل ڈیموکریسی کے انتہاپسند موقع‌پرست بازو اور دوسری انٹرنیشنل کا لیڈر، ترمیم‌پرستی اور اصلاح‌پرستی کا نظریہ‌داں۔ مارکس ازم کے انقلابی مافیہ کو رد کرتے ہوئے برنشٹائن نے ایسی اصلاحات کی جدوجہد کو مزدور تحریک کا واحد فریضہ قرار دیا جن کا مقصد سرمایہ‌دار نظام میں مزدوروں کی معاشی حالت ''بہتر،، بنانا ہو۔ صفحات ۱۵، ۲۱۰، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۸۳، ۲۸۸، ۲۹۵

بریشکو — بریشکوفسکایا، اے۔ کے۔ (۱۹۳۴ء — ۱۸۴۴ء) — سوشلسٹ انقلابیوں کی پارٹی کی ناظموں اور لیڈروں میں تھی اور اسکے انتہاپسند دائیں بازو میں شامل تھی۔ فروری ۱۹۱۷ء کے بورژوا جمہوری انقلاب کے بعد اس نے بورژوا عارضی حکومت کی حمایت کی اور اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد سوویت حکومت کی مخالفت کرتی رہی۔ صفحہ ۱۶۴

بسمارک (Bismarck) ، اوٹو ایڈورڈ لیوپولڈ (۱۸۹۸ء — ۱۸۱۵ء) — پروشیا اور جرمنی کا ریاستی‌کارکن اور مدبر۔ ۹۰ — ۱۸۷۱ء میں سلطنت جرمنی کا چانسلر تھا۔ صفحہ ۱۷۶

بوخارین، ن۔ ای۔ (۱۹۳۸ء — ۱۸۸۸ء) — صحافی اور ماہرمعاشیات۔ ۱۹۰۶ء سے روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کا ممبر رہا۔ بہت سے مسائل میں اس نے لینن کی مخالفت کی — مثلاً ریاست، پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ اور قوموں کے حق خودارادیت وغیرہ کے بارے میں۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد وہ برابر پارٹی کی لیننی پالیسی کی مخالفت کرتا رہا۔ ۱۹۱۸ء میں بریسٹ کی صلح پر بحث کے دوران میں وہ ''بائیں بازو کے کمیونسٹوں،، کے پارٹی دشمن گروپ کا لیڈر تھا۔ ۱۹۲۰ء — ۱۹۲۱ء میں پارٹی میں ٹریڈیونینوں پر بحث کے دوران اس نے ابتدا میں «Buffer» کی پوزیشن اختیار کی اور پھر تروتسکی کے لینن‌دشمن گروپ میں شامل ہو گیا۔ ۱۹۲۸ء میں پارٹی کے دائیں بازو کے حزب‌مخالف کا لیڈر بنا۔ ۱۹۲۹ء میں مرکزی کمیٹی کے سیاسی بیورو اور کمیونسٹ انٹرنیشنل کی انتظامیہ کمیٹی کی مجلس صدارت سے نکالا گیا اور ۱۹۳۷ء میں پارٹی‌دشمن سرگرمیوں کی وجہ سے پارٹی سے خارج کر دیا گیا۔ صفحہ ۵۴

بیبل (Bebel) ، آگسٹ (۱۹۱۳ء — ۱۸۴۰ء) — جرمن سوشل ڈیموکریسی اور دوسری انٹرنیشنل کا ایک نمایاں کارکن۔ پہلی انٹرنیشنل کا بھی ممبر تھا۔ ۱۸۶۹ء میں اس نے و۔ لیبکنیخت کے ساتھ ملکر جرمن سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی بنیاد ڈالی (آئیزیناخ والوں کی)۔ صفحات ۲۳۳، ۲۳۶، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۶۱

بیرار (Bérard) ، وکٹر (۱۹۳۱ء — ۱۸۶۴ء) — فرانسیسی پیٹی بورژوا ماہرمعاشیات، صحافی اور ماہر لسانیات۔ صفحہ ۱۴۱

بیئر (Beer) ، ماکس (سال پیدائش ۱۸۶۴ء) — سوشلزم کا جرمن تاریخداں۔ جرمن سوشل ڈیموکریسی کے بائیں بازو میں تھا۔ صفحہ ۹۷

پالچینسکی، پ۔ ای۔ (سال انتقال ۱۹۳۰ء) — انجنیر ، ''پروداو گول،، نامی سینڈیکیٹ کا ناظم، بینکوں کے حلقوں سے قریبی تعلقات رکھتا تھا۔ فروری ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے بعد بورژوا عارضی حکومت میں شامل ہوا اور صنعت کاروں کی توڑپھوڑ کی ہمت افزائی کی۔ صفحہ ۱۷۷

پانے کوک (Panneckock) ، انتونی (۱۹۶۰ء — ۱۸۷۳ء) — ہالینڈ کا سوشل ڈیموکریٹ۔ عالمی سامراجی جنگ کے دوران انٹرنیشنلسٹ۔ ۱۹۲۱ء — ۱۹۱۸ء میں ہالینڈ کی کمیونسٹ پارٹی میں شریک ہوا اور کمینٹرن کے کام میں حصہ لیا۔ انتہائی بائیں بازو کا شدید گروہبند رویہ اختیار کیا۔ صفحات ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳

پرودھون (Proudhon) ، پیئر ژوزیف (۱۸۶۵ء — ۱۸۰۹ء) — فرانسیسی صحافی، ماہر معاشیات و سماجیات، پیٹی بورژوازی کا نظریہدان اور انارکزم کے بانیوں میں سے ایک۔ صفحات ۲۲۰، ۲۳۰، ۲۵۶، ۲۶۹، ۲۸۰، ۲۸۳

پلیخانوف، گ۔ و۔ (۱۹۱۸ء — ۱۸۵۶ء) — روسی اور بین اقوامی مزدور تحریک کا نمایاں کارکن اور روس میں مارکس ازم کا پہلا پرچارک۔

روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی دوسری کانگرس کے بعد پلیخانوف نے موقع پرستی سے سمجھوتے کا رویہ اختیار کیا اور اس کے بعد منشویکوں میں شامل ہو گیا۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران (۱۹۱۸ء — ۱۹۱۴ء) اس نے سوشل شاونزم کا رویہ اختیار کیا۔ فروری ۱۹۱۷ء کے بورژوا جمہوری انقلاب کے بعد بورژوا عارضی حکومت کی حمایت کی۔ عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کا مخالف رہا۔ صفحات ۱۶۳، ۲۰۲، ۲۰۵، ۲۱۲، ۲۲۰، ۲۸۰، ۲۹۸

پوتریسوف، ا۔ ن۔ (۱۹۳۴ء — ۱۸۶۹ء) — منشویکوں کا ایک لیڈر۔ رجعت‌پرستی کے برسوں میں liquidation کا نظریہ‌داں۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد وطن کے باہر چلا گیا اور سوویت روس کے خلاف کارروائیاں کرتا رہا۔ صفحات ۹۸، ۱۳۷، ۱۶۴، ۲۹۸

پومیالوفسکی، ن۔ گ۔ (۱۸۶۳ء — ۱۸۳۵ء) — روسی ادیب اور ڈیموکریٹ۔ صفحہ ۲۷۲

پیئش (Paish) ، جارج (۱۹۵۷ء — ۱۸۶۷ء) — برطانوی بورژوا ماہر معاشیات اور اعداد و شمار، پیسی فسٹ۔ عالمی معیشت اور سیاست کے مسائل پر کئی کتابوں کا مصنف۔ صفحہ ۸۲

— ت —

تریویس (Treves) ، کلاؤدیو (۱۹۳۳ء — ۱۸۶۸ء) — اطالوی سوشلسٹ پارٹی کا ایک اصلاح‌پرست لیڈر۔ صفحہ ۲۹۸

تسرےتیلی، ای۔ گ۔ (۱۹۵۹ء — ۱۸۸۲ء) — منشوازم کا ایک لیڈر۔ فروری ۱۹۱۷ء کے بورژوا جمہوری انقلاب کے بعد پیٹروگراد سوویت کی انتظامیہ کمیٹی اور مرکزی انتظامیہ کمیٹی کے پہلے اجلاس کا ممبر۔ مئی ۱۹۱۷ء میں بورژوا عارضی حکومت میں شامل ہوا اور بالشویکوں پر جبر و تشدد کی ہمت افزائی کی۔ اکتوبر انقلاب کے بعد جارجیا کی انقلاب دشمن منشویک حکومت کے رہنماؤں میں سے تھا۔ پھر انتقال وطن کر گیا۔ صفحات ۱۶۴، ۱۷۷، ۲۱۴، ۲۳۵، ۲۵۰، ۲۷۳ — ۲۷۲، ۲۹۸

توراتی (Turati) ، فیلیپو (۱۹۳۲ء — ۱۸۵۷ء) — اٹلی کی مزدور تحریک کا اصلاح پرست کارکن۔ اٹلی کی سوشلسٹ پارٹی (۱۸۹۲ء) منظم کرنے والوں میں سے تھا۔ پرولتاریہ اور بورژوازی کے درمیان طبقاتی تعاون کی سیاست پر گامزن رہا۔

پہلی عالمی جنگ کے دوران مرکزیت پرست رویہ اختیار کیا۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کی طرف اس کا رویہ دشمنی کا تھا اور اس نے اطالوی محنت کشوں کی انقلابی تحریک کی مخالفت کی۔ صفحہ ۲۹۸

توگان — برانوفسکی، م۔ ای۔ (۱۹۱۹ء — ۱۸۶۵ء) — روسی بورژوا ماہر معاشیات۔ ۱۹۰۵ء — ۱۹۰۷ء کے انقلابی دور میں دستوری جمہوری (کیڈیٹ) پارٹی کا ممبر۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد یوکرین میں سرگرم انقلاب دشمن۔ صفحہ ۲۶۷

— ٹ —

ٹومس (Thomas) ، آلبیر (۱۹۳۲ء — ۱۸۷۸ء) — فرانسیسی سیاسی کارکن اور سماجی اصلاح پرست۔ ۱۹۱۰ء سے سوشلسٹ پارٹی کے پارلیمانی گروپ کا ایک لیڈر ہو گیا۔ صفحہ ۱۳

— ج —

جیفین (گفن)، رابرٹ — معاشیات اور اعداد و شمار کا برطانوی ماہر اور اعداد و شمار کے کئی رسالوں کا معاون کارکن۔ صفحہ ۱۲۶

— چ —

چھےایدزے، ن۔ س۔ (۱۹۲۶ء — ۱۸۶۳ء) — منشویزم کا لیڈر تھا۔ ۱۹۱۷ء میں مزدوروں اور فوجیوں کے نمائندوں کی پیٹروگراد سوویت کا صدر اور مرکزی انتظامیہ کمیٹی کے پہلے اجلاس کا صدر ہوا۔ بورژوا عارضی حکومت کی سرگرمی سے حمایت کی۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد جارجیا کی انقلاب دشمن منشویک حکومت کی تشکیل میں سرگرمی سے حصہ لیا اور پھر جارجیا کی آئین‌ساز اسمبلی کا صدر منتخب ہوا۔ ۱۹۲۱ء میں جارجیا میں منشویک حکومت کے تختے کے خاتمے کے بعد اور سوویت حکومت کے قیام پر پیرس بھاگ گیا۔ صفحہ ۱۳۷

چھینکیلی، ا۔ ای۔ (سال پیدائش ۱۸۷۴ء) — سوشل ڈیموکریٹ، منشویک۔ فروری ۱۹۱۷ء کے بورژوا جمہوری انقلاب کے بعد ماورائے قفقاز میں بورژوا عارضی حکومت کا نمائندہ تھا۔

۱۹۲۱ء — ۱۹۱۸ء میں جارجیا کی منشویک حکومت میں وزیر خارجہ ہوا۔ انتقال وطن کرلیا۔ صفحہ ۱۳۷

چیرشکی (Tschierschky) ، زیگفرید (سال پیدائش ۱۸۷۲ء) — جرمن بورژوا ماہر معاشیات۔ صفحہ ۳۵

چیرنوف، و ۔ م ۔ (۱۹۵۲ء — ۱۸۷۶ء) — سوشلسٹ انقلابیوں کی پارٹی کا ایک لیڈر اور نظریہ‌داں۔ مئی — اگست ۱۹۱۷ء میں بورژوا عارضی حکومت کا وزیر زراعت ہوا اور ان کسانوں کے خلاف سخت دباؤ کی پالیسی چلائی جو زمینداروں کی زمین پر قبضہ کر لیتے تھے۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد سوویت‌دشمن بغاوتوں کے ناظموں میں سے تھا۔ ۱۹۲۰ء میں بیرون ملک چلا گیا اور وہاں سے سوویت‌دشمن کارروائیاں جاری رکھیں۔ صفحات ۱۶۴، ۱۷۷، ۲۱۴، ۲۵۰، ۲۷۲، ۲۹۸

چیمبرلین (Chamberlain) ، ژوزیف (۱۹۱۴ء — ۱۸۳۶ء) — برطانوی ریاستی سیاسی کارکن، نوآبادیاتی قبضہ گیر پالیسی پر سرگرمی سے عامل تھا اور ۱۹۰۲ء — ۱۸۹۹ء کی برطانوی بوئرجنگ کا ایک خاص ناظم تھا۔ صفحہ ۹۷

— د —

داویدوف، ل ۔ ف — پیٹرسبرگ میں کریڈٹ کے شعبے کا ڈائرکٹر اور بینکر تھا۔ صفحہ ۷۳

دری‌او (Driault) ، ژ ۔ ایڈورڈ — فرانسیسی بورژوا مؤرخ۔ صفحہ ۱۰۸

دنیکن، ا ۔ ای ۔ (۱۹۴۷ء — ۱۸۷۲ء) — زار کا جنرل تھا۔ روس میں خانہ‌جنگی کے دوران سفیدگارڈ تحریک کے سربراہوں میں سے تھا اور جنوبی روس میں سوویت‌دشمن مسلح طاقتوں کا کمانڈر انچیف تھا۔ سوویت فوج کے ہاتھوں شکست کے بعد وہ بیرون ملک چلا گیا۔ صفحہ ۱۶

دیشانیل (Deschanel) ، پول (۱۹۲۲ء — ۱۸۵۵ء) — فرانسیسی ریاستی کارکن اور صحافی۔ صفحہ ۸۱

— ڈ —

ڈیزرائیلی (Disraeli) ، بنجمین، کاؤنٹ بیکن‌سفیلڈ (۱۸۰۴ء — ۱۸۸۱ء) — برطانوی رجعت‌پرست ریاستی کارکن، کنسرویٹیو پارٹی کا لیڈر اور نمودار ہوتی ہوئی سامراجی بورژوازی کا نظریہ‌داں۔ صفحہ ۹۷

ڈیوڈ (David) ، ایڈورڈ (۱۹۳۰ء — ۱۸۶۳ء) — جرمن سوشل ڈیموکریسی کے دائیں بازو کے لیڈروں میں سے تھا۔ صفحات ۹۸، ۱۶۳، ۲۱۲، ۲۹۸

ڈیورنگ (Dühring) ، ایوگینی (۱۹۲۱ء — ۱۸۳۳ء) — جرمن فلسفی اور ماہر معاشیات۔ فلسفے، سیاسی معاشیات اور سوشلزم کے مسائل کے بارے میں ڈیورنگ کے گمراہ کن خیالات پر اینگلس نے اپنی کتاب ''اینٹی ڈیورنگ، سائنس میں الٹ پلٹ، جو جناب ایوگینی ڈیورنگ کی تخلیق ہے،، (۱۸۷۸ء — ۱۸۷۷ء) میں سخت نکتہ چینی کی۔ صفحات ۱۸۱، ۱۸۵، ۲۲۷

— ر —

رادیک۔ ک۔ ب۔ (۱۹۳۹ء — ۱۸۸۵ء) — ۱۹ ویں صدی کی آخری دھائی کی ابتدا سے گالیشیا، پولینڈ اور جرمنی کی سوشل ڈیموکریٹک تحریکوں میں شرکت کی۔ عالمی سامراجی جنگ کے دوران انٹرنیشنلسٹ پوزیشن اختیار کی لیکن مرکزیت‌پرستی کی طرف ڈانواں ڈول ہوا۔ قوموں کے حق خودارادیت کے بارے میں غلط رویہ اختیار کیا۔ ۱۹۱۷ء میں بالشویک پارٹی میں شامل ہوا اور بریست معاہدے پر بحث کے دوران ''بائیں بازو کا کمیونسٹ،، رہا۔ ۱۹۲۳ء سے تروتسکی کے حزب مخالف کا سرگرم کارکن تھا اور اس وجہ سے پارٹی سے نکالا گیا۔ صفحہ ۲۸۹

راک‌فیلر (Rockefeller) ، جان ڈیویسن (۱۹۳۷ء — ۱۸۳۹ء) — ریاستہائے متحدہ امریکہ میں مالیاتی بادشاہوں کے خاندان کا بانی۔ ۱۸۷۰ء میں ''اسٹینڈرڈآئیل،، نامی بہت بڑے تیل کے ٹرسٹ کی بنیاد ڈالی۔ راک‌فیلر خاندان کے ممبر ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ایک بہت بڑے تجارتی بینک ''چیئز نیشنل بینک،، کے مالک ہیں۔ اسکے علاوہ راک‌فیلر خاندان کے افراد ریاستہائے متحدہ امریکہ کے دوسرے بڑے بینک ''نیشنل سٹی بینک آف نیویارک'' کے بھی سربراہوں میں سے ہیں۔ راک‌فیلر کا خاندان ریاستہائے متحدہ امریکہ کی خارجہ اور داخلہ پالیسی میں فیصلہ کن رول ادا کرتا ہے۔ صفحات ۵۰، ۸۸، ۸۹

روبانووچ، ای۔ ا۔ (۱۹۲۰ء — ۱۸۶۰ء) — سوشلسٹ انقلابیوں کا ایک لیڈر۔ بین‌اقوامی سوشلسٹ بیورو کا ممبر۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد سوویت اقتدار کا دشمن۔ صفحہ ۱۶۴

روتشیلڈ — مغربی یورپ کے بہت بڑے مالیاتی بادشاہوں کا خاندان۔ صفحہ ۸۷

روڈس (Rhodes) ، سیسل جان (۱۹۰۲ء — ۱۸۵۳ء) — برطانوی رجعت پرست ریاستی اور سیاسی کارکن، برطانوی نوآبادیاتی نظام کی سیاست پر سرگرمی سے عمل کرنے والا اور سامراجی توسیع کا پرچارک۔ برطانیہ کے لئے جنوبی افریقہ کے وسیع علاقے پر قبضے کا ناظم جو اس کے نام سے رھوڈیشیا کہلایا۔ صفحات ۹۸، ۱۰۶

روسانوف، ن۔ س۔ (سال پیدائش ۱۸۵۹ء) — صحافی، نرودازم کا پیرو، بعد میں سوشلسٹ انقلابی ہوگیا۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد انتقال وطن کر گیا۔ صفحہ ۲۱۴

ریسر (Riesser) ، جیکب (۱۹۳۲ء — ۱۸۵۳ء) — جرمن ماہر معاشیات اور بینکر۔ صفحات ۳۹، ۴۱، ۴۳، ۴۹، ۵۸، ۱۵۳، ۱۵۸، ۱۶۰

رینادیل (Renaudel) ، پیئر (۱۸۷۱ء — ۱۹۳۵ء) — فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی کا ایک اصلاح پرست لیڈر۔ صفحات ۱۶۴، ۲۱۲

— ز —

زین زینوف، و۔ ای۔ (سال پیدائش ۱۸۸۱ء) — سوشلسٹ انقلابیوں کی پارٹی کے رہنماؤں میں سے تھا اور اس کی مرکزی کمیٹی کا ممبر بھی۔ ۱۹۱۷ء میں پیٹروگراد سوویت کی انتظامیہ کمیٹی کا ممبر ہوا اور بورژوا بلاک کا حامی ہو گیا۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد بیرون ملک چلا گیا۔ صفحہ ۲۱۴

زیودیکوم (Südekum) آلبرٹ (۱۸۷۱ء — ۱۹۴۴ء) — جرمن سوشل ڈیموکریسی کے موقع پرست لیڈروں میں سے تھا اور ترمیم پرست بھی۔ عالمی سامراجی جنگ کے دوران سخت سوشل شاونسٹ ہو گیا۔ صفحہ ۹۸

— ژ —

ژوریس (Jaurès) ، ژاں (۱۸۵۹ء — ۱۹۱۴ء) — فرانسیسی اور بین اقوامی سوشلسٹ تحریک کا ممتاز کارکن، مؤرخ۔ موقع پرست فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی کا ناظم۔ سامراجی ظلم وتشدد اور حصول مقبوضات کی جنگوں کے خلاف، جمہوریت، عوامی آزادی اور امن کی حمایت میں کام کیا۔ امن کے لئے اور جنگ کے بڑھتے ہوئے خطرے کے خلاف ژوریس کی جدوجہد سامراجی بورژوازی کے غصے کا سبب بنی۔ عالمی سامراجی جنگ شروع ہونے سے پہلے رجعت پرستوں کے گرگوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ صفحات ۲۸۲، ۲۹۸

— س —

سارتوری‌اوس فون والٹیرس‌ہاؤزین (Sartorius von Waltershausen) آگسٹ (سال پیدائش ۱۸۵۲ء) — جرمن بورژوا ماہر معاشیات، عالمی معیشت اور سیاست کے مسائل پر کتابوں کا مصنف۔ صفحہ ۱۲۷

سامبا (Sembat) ، مارسیل (۱۹۲۲ء — ۱۸۶۲ء) — فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی کا ایک اصلاح پرست لیڈر اور اخبارنویس۔ اگست ۱۹۱۴ء سے ستمبر ۱۹۱۷ء تک فرانس میں سامراجی ''حکومت برائے قومی دفاع،، میں پبلک خدمات کا وزیر رہا۔ صفحات ۲۱۲، ۲۱۵

سوپان (Supan)، الیکساندر (۱۹۲۰ء — ۱۸۴۷ء) — جرمن جغرافیہ داں، گوتس اور بریسلاف یونیورسٹیوں کا پروفیسر۔ صفحات ۹۳، ۹۸

سیمینس (Siemens) ، گیورگ (۱۹۰۱ء — ۱۸۳۹ء) — ایک بہت بڑا صنعت کار اور جرمنی کا مالیاتی بادشاہ۔ ۱۸۷۰ء میں ''جرمن بینک،، کی بنیاد ڈالی اور اس کا ڈائرکٹر تھا۔ پروشیائی ایوان نائبین اور ریشتاغ کا ممبر تھا۔ صفحہ ۶۰

سین سائمن (Saint-Simon) ، آنری کلود (۱۸۲۵ء — ۱۷۶۰ء) — عظیم فرانسیسی سوشلسٹ یوتوپیا پرست۔ صفحات ۱۶۲، ۱۶۳

— ش —

شتاؤس (Stauss) ، ایمیل گیورگ (سال پیدائش ۱۸۷۷ء) — جرمن فنانسیر، بینکر۔ صفحہ ۸۸

شولتسے گےویرنیتس، گیرھارٹ (۱۹۴۳ء — ۱۸۶۴ء) — جرمن بورژوا ماہرمعاشیات۔ اپنی تصانیف میں اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ سرمایہ‌دار سماج میں سماجی سمجھوتے کا امکان ہے۔ صفحات ۳۹، ۴۲، ۴۹، ۵۰، ۵۶، ۵۸، ۱۰۷، ۱۲۷، ۱۳۲، ۱۶۱

شیلڈر (Schilder)، زیگمنڈ (سال وفات ۱۹۳۲ء) — جرمن ماہر معاشیات۔ صفحات ۸۰، ۱۰۳، ۱۲۷

شیئدمان (Scheidemann) ، فلیپ (۱۹۳۹ء — ۱۸۶۵ء) — جرمن سوشل ڈیموکریسی کے انتہاپرست موقع‌پرست دائیں بازو کا

ایک لیڈر - نومبر ۱۹۱۸ء کے جرمن انقلاب کے وقت اسپارٹاک والوں کے خلاف غارت گر ایجی ٹیشن کی ہمت افزائی کی۔ ۱۹۱۹ء میں حکومت کا سربراہ بنا اور ۱۹۲۱ء — ۱۹۱۸ء میں جرمن مزدور تحریک کو قتل و غارت کے ذریعہ دبانے والوں میں سے تھا۔ صفحات ۱۶، ۱۶۴، ۲۱۲، ۲۱۵، ۲۹۷

— ف —

فوگیل شٹیئن (Vogelstein) ، تیودور — جرمن ماہر معاشیات۔ صفحہ ۹۱

فیلکیر (Völker) — جرمن سرکاری افسر جو بعد میں جرمن فولادی صنعت کی فرموں کا سربراہ ہوا۔ صفحہ ۷۲

— ک —

کارنیجی (Carnegie) ، اینڈریو (۱۹۱۹ء — ۱۸۳۵ء) — امریکی ارب پتی جو اسکاٹ لینڈ میں پیدا ہوا اور ۱۸۴۸ء میں منتقل ہو کر امریکہ گیا تھا۔ ۱۹۰۱ء میں کارنیجی نے اپنے کارخانوں کو مورگن کے اسٹیل ٹرسٹ سے متحد کر لیا۔ صفحہ ۱۳۳

کالوبر (Calwer) ، ریہارڈ (۱۹۲۷ء — ۱۸۶۸ء) — ممتاز جرمن ماہر معاشیات اور جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی میں اصلاح پرستی اور ترمیم پرستی کا نمائندہ۔ صفحہ ۱۱۹

کاؤتسکی (Kautsky) ، کارل (۱۹۳۸ء — ۱۸۵۴ء) — جرمن سوشل ڈیموکریسی اور دوسری انٹرنیشنل کا ایک لیڈر۔ پہلے مارکس وادی تھا، بعد میں مارکس ازم سے غداری کر کے مزدور تحریک کے لئے ایک انتہائی خطرناک موقع پرست رجحان — مرکزیت (کاؤتسکی ازم) کا نظریہ داں بن گیا۔ صفحات ۱۰، ۱۵، ۱۸، ۳۴، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۲۱، ۱۳۶، ۱۴۰، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴،

۱۴۵، ۱۵۶، ۱۶۰، ۱۶۵، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۵، ۱۹۴،
۲۰۰، ۲۱۲، ۲۳۶، ۲۴۷، ۲۸۰ — ۲۹۸

کروپ (Krupp) — جرمنی میں دھاتساز جنگی کنسرن کے مالکوں کا خاندان اور جرمن سامراج کے لئے اسلحہ کا بنیادی ذخیرہ۔ کنسرن کے رہنماؤں نے پہلی اور دوسری عالمی جنگ کی تیاریوں میں سرگرمی سے حصہ لیا جس کے نتیجے میں انہوں نے بڑا نفع کمایا۔ یالٹا اور پوٹسڈام کے ۱۹۴۵ء کے فیصلوں کے مطابق اس کنسرن کے جنگی کارخانوں کو بند کرنا تھا لیکن مغربی جرمنی میں ان فیصلوں کو پورا نہیں کیا گیا اور کروپ خاندان کے کارخانے جرمن فیڈرل ریپبلک کی انتقام‌پرست فوج کے لئے اب بھی اسلحہ بنا رہے ہیں۔ صفحات ۸۱، ۱۴۸

کروپوتکن، پ۔ ا۔ (۱۹۲۱ء — ۱۸۴۲ء) — انارکزم کا ایک بڑا کارکن اور نظریہ داں، شہزادہ۔ طبقاتی جدوجہد اور پرولتاری ڈکٹیٹرشپ کے بارے میں مارکس کی تعلیمات کا مخالف تھا۔ عالمی سامراجی جنگ کے دوران شاونسٹ ہوگیا۔ ۱۹۱۷ء میں وطن واپس آکر انارکزم پر قائم رہا۔ صفحات ۲۷۳، ۲۹۶

کورنیلسن (Cornelissen)، کرسٹیان — ہالینڈ کا انارکسٹ اور کروپوتکن کا پیرو۔ مارکس‌ازم کے مخالفین میں سے تھا۔ صفحہ ۲۷۳

کوگیلمان (Kugelmann)، لیودویگ (۱۹۰۲ء — ۱۸۳۰ء) — جرمن سوشل ڈیموکریٹ اور مارکس کا دوست تھا۔ ۱۸۴۸ء — ۱۸۴۹ء کے جرمن انقلاب میں حصہ لیا اور پہلی انٹرنیشنل کا ممبر تھا۔ صفحات ۲۰۳، ۲۰۴

کولب (Kolb)، ولہلم (۱۹۱۸ء — ۱۸۷۰ء) — جرمن سوشل ڈیموکریٹ، انتہا پسند موقع‌پرست اور ترمیم‌پرست۔ صفحہ ۲۹۸

کولچاک، ا۔ و۔ (۱۹۲۰ء — ۱۸۷۳ء) — زار کے بیڑے کا امیرالبحر، شاہ پرست، ۱۹۱۹ء — ۱۹۱۸ء میں روسی انقلاب‌دشمنی

کا ایک بڑا رہنما اور اتحاد ثلاثہ کا فرستادہ تھا۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد امریکہ اور اتحاد ثلاثہ کی حمایت پر اس نے روس کی حکومت کا سربراہ ہونے کا اعلان کردیا اور جنگی بورژوا جاگیردارانہ ڈکٹیٹرشپ کی اورال، سائبیریا اور مشرق بعید میں قیادت شروع کر دی۔ سرخ فوج کی ضربوں اور انقلابی چھاپہ ماروں کی تحریک میں اضافے نے کولچاک کے حامیوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ صفحہ ۱۶

کونوف (Cunow) ، ہنریخ (۱۹۳۶ء — ۱۸۶۲ء) — دائیں بازو کا جرمن سوشل ڈیموکریٹ، مؤرخ، ماہر سماجیات و علم الاقوام۔ پہلے مارکس‌ازم کی طرف آیا پھر ترمیم پرست ہوگیا اور مارکس ازم کی تردید کرنے لگا۔ صفحہ ۱۱۶

کیرینسکی، ا۔ ف۔ (سال پیدائش ۱۸۸۱ء) — سوشلسٹ انقلابی، عالمی سامراجی جنگ کے برسوں میں وہ سخت سوشل شاونسٹ ہو گیا۔ فروری ۱۹۱۷ء کے بورژوا جمہوری انقلاب کے بعد وہ انصاف، جنگ اور بحری محکموں کا وزیر ہوا اور بعد کو بورژوا عارضی حکومت میں وزیر اعظم اور کمانڈر انچیف بنا۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد اس نے سوویت حکومت کے خلاف جدوجہد کی اور ۱۹۱۸ء میں بیرون ملک بھاگ گیا۔ صفحات ۱۷۶، ۲۴۴

کیسٹنیر (Kestner) ، فریتس — جرمن ماہر معاشیات۔ صفحات ۳۲ — ۳۴

— گ —

گراو (Grave) ، ژاں (۱۹۳۹ء — ۱۸۵۴ء) — فرانسیسی پیٹی‌بورژوا سوشلسٹ اور انارکزم کے نظریہ‌دانوں میں سے تھا۔ صفحہ ۲۷۳

گومپیرس (Gompers) ، سیموئیل (۱۹۲۴ء — ۱۸۵۰ء) — امریکی ٹریڈیونین تحریک کا کارکن اور امریکی لیبر فیڈریشن کے بانیوں میں سے تھا۔ سرمایہ‌داروں سے طبقاتی تعاون کی پالیسی پر

عمل کرتا تھا اور مزدور طبقے کی انقلابی جدوجہد کا مخالف تھا۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران سوشل شاونزم کا حامی ہو گیا۔ صفحہ ۱۵

گوینیر (Gwinner) ، آرتھر (۱۹۳۱ء — ۱۸۵۶ء) — بڑا جرمن مالیاتی کاروباری۔ ۱۸۹۴ء سے ۱۹۱۹ء تک ''جرمن بینک،، کا ڈائرکٹر رہا۔ صفحہ ۸۸

گے، الیکساندر (۱۹۱۹ء — ۱۸۷۹ء) — روسی انارکسٹ جو اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد سوویت حکومت کا حامی ہو گیا۔ صفحہ ۲۷۳

گید (Guesde) ، ژول (۱۹۲۲ء — ۱۸۴۵ء) — فرانسیسی سوشلسٹ تحریک اور دوسری انٹرنیشنل کا ایک ناظم و رہنما۔ پہلی عالمی سامراجی جنگ کی ابتدا سے اس نے سوشل شاونزم کا رویہ اختیار کیا اور فرانس کی بورژوا حکومت میں شامل ہو گیا۔ صفحہ ۱۶۴

—ل—

لاسال (Lassalle) ، فیردیناند (۱۸۶۴ء — ۱۸۲۵ء) — جرمن پیٹی بورژوا سوشلسٹ۔ جرمن مزدور تحریک میں ایک قسم کی موقع پرستی — لاسال ازم کا بانی۔ صفحات ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۶۵، ۲۶۶

لانسبرگ (Lansburgh) ، الفریڈ (سال پیدائش ۱۸۷۲ء) — جرمن بورژوا ماہر معاشیات۔ صفحات ۷۲، ۱۲۸، ۱۳۱، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۸

لکسمبرگ (Luxemburg) ، روزا (۱۹۱۹ء — ۱۸۷۱ء) — بین اقوامی مزدور تحریک کی ممتاز کارکن اور دوسری انٹرنیشنل کے بائیں بازو کی لیڈروں میں سے تھیں۔ ان کا شمار پولینڈ کی سوشل ڈیموکریٹک تحریک کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ ۱۸۹۷ء

سے انھوں نے جرمن سوشل ڈیموکریٹک تحریک میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ سامراجی جنگ کی ابتدا سے ہی انھوں نے بین اقوامیت کا رویہ اختیار کیا۔ وہ ''انٹرنیشنل،، گروپ کے قیام کے محرکوں میں سے تھیں جس کا نام بدل کر ''اسپارٹاک،، ہوا اور اس کے بعد ''اسپارٹاک یونین،،۔ جرمنی میں نومبر ۱۹۱۸ء کے انقلاب کے بعد روزا لکسمبرگ جرمن کمیونسٹ پارٹی کی تاسیسی کانگرس میں حصہ لیا۔ جنوری ۱۹۱۹ء میں ان کو گرفتار کر لیا گیا اور شیئدمان کی حکومت کے حکم کے مطابق ان کو سزائے موت دی گئی۔ صفحہ ۲۸۹

لنکن (Lincoln) ، ابراھم (۱۸۶۵ء — ۱۸۰۹ء) — ممتاز امریکی ریاستی کارکن، صدر ریاستہائے متحدہ امریکہ (۱۸۶۵ء — ۱۸۶۱ء)۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں خانہ جنگی کے دوران ایسی متعدد بورژوا جمہوری تبدیلیاں عوام کے اثر سے کیں جو جنگ کو انقلابی طریقوں سے چلانے کی طرف لے جانے والی تھیں۔ اپریل ۱۸۶۵ء میں لنکن کو غلام مالکوں کے ایک ایجنٹ نے قتل کر دیا۔ صفحہ ۱۴۱

لیبکنیخت (Liebknecht) ، ولہلم (۱۹۰۰ء — ۱۸۲۶ء) — جرمن اور بین‌اقوامی مزدور تحریک کا ایک نمایاں کارکن۔ جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے بانیوں اور لیڈروں میں سے تھا۔ پہلی انٹرنیشنل کی سرگرمیوں اور دوسری انٹرنیشنل کی تنظیم میں اس نے زوروں کے ساتھ حصہ لیا۔ صفحات ۲۳۶، ۲۳۸

لیزس (Lysis) لیتائیر (Letailleur) ، ایوگینی — فرانسیسی بورژوا ماہر معاشیات اور مالیات اور سیاست پر کئی کتابوں کا مصنف۔ صفحات ۶۶، ۶۷

لیفمان (Liefmann) ، رابرٹ (۱۹۴۱ء — ۱۸۷۴ء) — جرمن بورژوا ماہر معاشیات اور پروفیسر ، معاشی اور سماجی مسائل پر کئی کتابیں لکھیں۔ صفحات ۳۵، ۳۶، ۳۹، ۵۶، ۵۸، ۹۱، ۹۲

لیگین (Legien) ، کارل (۱۸۶۱ء — ۱۹۲۰ء) — دائیں بازو کا جرمن سوشل ڈیموکریٹ، جرمن ٹریڈیونین لیڈروں میں سے تھا اور ترمیم‌پرست تھا ۔ صفحات ۱۶۳، ۲۱۲، ۲۱۵، ۲۹۸

لینن، و ۔ ای ۔ (اولیانوف، و ۔ ای ۔) (۱۸۷۰ء — ۱۹۲۴ء) ۔ صفحہ ۱۷

لیوی (Levy) ، گیرمان (سال پیدائش ۱۸۸۱ء) — جرمن بورژوا ماہر معاشیات اور پروفیسر ۔ مالیاتی سرمائے کے مسائل کے متعلق کئی کتابوں کا مصنف ۔ صفحہ ۲۳

— م —

مارتوف، ل ۔ (تسیدربام، یو ۔ او ۔) (۱۸۷۳ء — ۱۹۲۳ء) — منشوازم کا ایک لیڈر ۔ فروری ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے بعد منشویکوں، انٹرنیشنلسٹوں کے گروپ کا سربراہ تھا ۔ اکتوبر انقلاب کے بعد سوویت یونین کے کھلے دشمنوں کے کیمپ میں شامل ہو گیا اور ۱۹۲۰ء میں انتقال وطن کر لیا ۔ صفحات ۱۳۷، ۱۵۹

مارکس (Marx) ، کارل (۱۸۱۸ء — ۱۸۸۳ء) — سائنسی کمیونزم کے بانی، ممتاز مفکر، بین‌اقوامی پرولتاریہ کے لیڈر اور معلم ۔ صفحات ۲۳، ۲۴، ۳۶، ۱۳۶ — ۱۳۵، ۱۶۲، ۱۶۵، ۱۷۱، ۱۷۸، ۱۸۱، ۲۰۷ — ۱۸۴، ۲۱۵ — ۲۰۹، ۲۲۵ — ۲۱۹، ۲۲۸، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۴۰، ۲۴۲، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۶۰، ۲۷۰ — ۲۶۴، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۹۶ — ۲۸۱

ماسلوف، پ ۔ پ ۔ (۱۸۶۷ء — ۱۹۴۶ء) — ماہرمعاشیات اور سوشل ڈیموکریٹ ۔ زرعی مسئلے پر کئی کتابیں لکھیں جن میں مارکس وادی پولیٹکل اکانومی کی بنیادی باتوں میں ترمیم کرنے کی کوشش کی ۔ ۱۷ — ۱۹۰۳ء میں منشویک رہا ۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد سیاسی سرگرمیوں سے علحدہ ہو گیا اور معلمی اور سائنسی کاموں میں لگ گیا ۔ صفحات ۹۸، ۱۳۷

مورگن (Morgan) ، جان پیرپونٹ (۱۸۶۷ء — ۱۹۴۳ء) — امریکی ارب پتی، ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ایک بڑے بینکروں کے گھرانے کا سربراہ جس کی بنیاد ۱۹ ویں صدی کے وسط میں رکھی گئی تھی۔ مورگن کا بینکروں کا گھرانہ امریکی مالیاتی سرمائے کے سب سے زیادہ رجعت‌پرست اور جارحیت‌پسند حلقوں کا سربراہ ہے جو ریاستہائے متحدہ امریکہ کی سامراجی سیاست کا تعین کرتے ہیں۔ صفحہ ۵۰

موریس (Morris) ، ہنری ک۔ (سال پیدائش ۱۸۶۸ء) — امریکی مؤرخ اور تاریخ اور معاشیات کی کئی کتابوں کا مصنف۔ صفحہ ۹۵

مونتیسکے (Montesquieu) ، شارل لوئی (۱۶۸۹ء — ۱۷۵۵ء) — نمایاں فرانسیسی بورژوا ماہر سماجیات اور معاشیات اور مصنف، ۱۸ ویں صدی کی بورژوا تعلیمات کا حامی اور آئینی شاہ‌پرستی کا نظریہ‌داں۔ صفحہ ۲۲۲

میخائیلوفسکی، ن۔ ک۔ (۱۸۴۲ء — ۱۹۰۴ء) — اعتدال‌پرست نرودازم کا ممتاز نظریہ‌داں، صحافی، ادبی ناقد، فلسفۂ ثبوتیت کا قائل تھا۔ صفحہ ۱۷۲

میرنگ (Mehring) ، فرانس (۱۸۴۶ء — ۱۹۱۹ء) — جرمنی کی مزدور تحریک کا ممتاز کارکن۔ جرمن سوشل ڈیموکریسی کے بائیں بازو کا ایک لیڈر اور نظریہ‌داں۔ انٹرنیشنلزم کی مستقل حمایت کرتا رہا اور اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کا خیرمقدم کیا۔ انقلابی ''اسپارٹاک یونین،، کا ایک رہنما تھا اور جرمنی کی کمیونسٹ پارٹی کے قیام میں نمایاں رول ادا کیا۔ صفحہ ۱۹۹

میکڈانلڈ (Mac Donald) ، جیمس ریمزے (۱۸۶۶ء — ۱۹۳۷ء) — برطانوی سیاست داں، آزاد مزدور پارٹی اور لیبر پارٹی کے بانیوں اور لیڈروں میں سے تھا۔ انتہائی موقع‌پرست سیاست پر عمل پیرا رہا۔ عالمی سامراجی جنگ کی ابتدا میں امن‌پرست پوزیشن اختیار کیا، پھر سامراجی بورژوازی کی کھلم کھلا

حمایت کرنے لگا۔ ۱۹۲۰ء — ۱۹۱۸ء میں سوویت روس میں مداخلت کے خلاف برطانوی مزدوروں کی جدوجہد میں گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ صفحہ ۱۳

میلران (Millerand) ، الیکساندر ایتین (۱۹۴۳ء — ۱۸۵۹ء) — فرانسیسی سیاسی کارکن۔ ۱۹ ویں صدی کی دسویں دھائی میں سوشلسٹوں میں شامل ہوا، فرانسیسی سوشلسٹ تحریک میں موقع پرست رجحان کا سربراہ رہا۔ ۱۸۹۹ء میں رجعت پرست بورژوا حکومت میں شامل ہو گیا اور پیرس کمیون کے قاتل جنرل گالیفے کے ساتھ مل کر کام کرنے لگا۔ صفحات ۱۵، ۲۸۲

— ن —

ناحیمسن، م۔ ای۔ (اسپکٹیٹر) (سال پیدائش ۱۸۸۰ء) — ماہر معاشیات، صحافی اور مرکزیت پرست۔ صفحات ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۸

نپولین اول (بوناپارٹ) (۱۸۲۱ء — ۱۷۶۹ء) — ممتاز فرانسیسی سپاہ سالار، فرانسیسی ریپبلک کا پہلا چانسلر (۱۸۰۴ء — ۱۷۹۹ء) اور فرانس کا شہنشاہ (۱۴ — ۱۸۰۴ء اور ۱۸۱۵ء)۔ صفحہ ۱۹۲

نپولین سویم (بوناپارٹ لوئی، لوئی نپولین) (۱۸۷۳ء — ۱۸۰۸ء) — ۱۸۷۰ء — ۱۸۵۲ء میں فرانس کا شہنشاہ رہا۔ نپولین اول کا بھتیجا تھا۔ ۱۸۴۸ء کے انقلاب کی شکست کے بعد فرانسیسی ریپبلک کا صدر چنا گیا۔ ۲ دسمبر ۱۸۵۱ء کی رات کو حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ صفحات ۱۹۲، ۱۹۳

نوسکے (Noske) ، گوستاف (۱۹۴۶ء — ۱۸۶۸ء) — جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا ایک موقع پرست لیڈر۔ ۲۰ — ۱۹۱۹ء میں وزیر جنگ رہا۔ برلن کے مزدوروں کے تشدد اور ک۔ لیبکنیخت اور ر۔ لکسمبرگ کے قتل کا ناظم تھا۔ صفحہ ۱۶

نیٹمارک (Neymarck) ، الفریڈ — فرانسیسی بورژوا ماہر معاشیات اور اعداد و شمار۔ صفحات ۷۳، ۷۴، ۱۴۱

وانڈرویلڈے (Vandervelde) ، ایمیل (۱۹۳۸ء — ۱۸۶۶ء) — بلجیم کی مزدور پارٹی کا لیڈر، دوسری انٹرنیشنل کے بین‌اقوامی سوشلسٹ بیورو کا صدر اور انتہاپسند موقع پرست۔ صفحات ۱۶۳، ۲۱۲، ۲۱۵، ۲۹۷، ۲۹۸

ولہلم ثانی (ھوھین زولرن) (۱۹۴۱ء — ۱۸۵۹ء) — جرمن شہنشاہ اور پروشیا کا بادشاہ (۱۹۱۸ء — ۱۸۸۸ء)۔ صفحہ ۷۲

ویڈیمیئر (Weydemeyer) ، ایوسیف (۱۸۶۶ء — ۱۸۱۸ء) — جرمن اور امریکی مزدور تحریک کا نمایاں کارکن۔ مارکس اور اینگلس کا دوست اور ہم خیال۔ ''کمیونسٹوں کی یونین،، کا ممبر تھا۔ جرمنی میں ۴۹ — ۱۸۴۸ء کے انقلاب میں شرکت کی اور انقلاب کی شکست کے بعد انتقال وطن کرکے امریکہ چلا گیا جہاں شمالیوں کی طرف سے خانہ جنگی میں حصہ لیا۔ صفحہ ۱۹۹

— ہ —

ھاوےمیئر (Havemeyer) ، جان ک۔ (۱۹۲۲ء — ۱۸۳۳ء) — امریکی صنعت کار، ایک بہت بڑے شکر ٹرسٹ کا مالک اور ریلوے اور دوسرے کمپنیوں کا حصے دار۔ صفحہ ۶۶

ھائنڈمان (Hyndman) ، ھنری میئرس (۱۹۲۱ء — ۱۸۴۲ء) — برطانوی سوشلسٹ اور اصلاح پرست۔ صفحات ۱۵، ۱۶۴

ھل (Hill) ، ڈیوڈ جین (۱۹۳۲ء — ۱۸۵۰ء) — امریکی مؤرخ اور مدبر۔ صفحہ ۱۵۳

ھنڈرسن (Henderson) ، آرتھر (۱۹۳۵ء — ۱۸۶۳ء) — برطانوی لیبر پارٹی اور برطانوی ٹریڈیونین تحریک کا ایک لیڈر۔ ۱۹۱۰ء — ۱۹۰۸ء اور ۱۹۱۷ — ۱۹۱۴ء میں لیبر پارٹی

کے پارلیمانی گروپ کا صدر رہا۔ عالمی سامراجی جنگ کے دوران سوشل شاونزم کا حامی ہو گیا۔ صفحہ ۲۱۲

هوبسن (Hobson) ، جان ایٹ کینسن (۱۹۴۰ء — ۱۸۵۹ء) — برطانوی ماہر معاشیات، بورژوا اصلاح پرستی اور امن‌جوئی (pacifism) کا حامی اور سامراجیت کا وکیل۔ صفحات ۹، ۱۶، ۱۸، ۹۶، ۱۱۵، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۳۴ — ۱۲۸، ۱۳۸، ۱۴۱، ۱۵۰

هیگل (Hegel) ، جارج ولہلم فریڈرک (۱۸۳۱ء — ۱۷۷۰ء) — ممتاز جرمن فلسفی — عینیت پرست۔ صفحہ ۱۶۸

هیلڈبرانڈ (Hildebrand) ، گیرہارڈ — جرمن سوشل ڈیموکریٹ، ماہر معاشیات اور صحافی۔ ۱۹۱۲ء میں اپنی موقع پرستی کی وجہ سے پارٹی سے نکال دیا گیا۔ صفحہ ۱۳۲

هیلفرڈنگ (Hilferding) ، روڈولف (۱۹۴۱ء — ۱۸۷۷ء) — جرمن سوشل ڈیموکریسی اور دوسری انٹرنیشنل کے موقع پرست لیڈروں میں سے تھا۔ عالمی سامراجی جنگ کے دوران اس نے سوشل سامراجیوں سے یکجہتی کی حمایت کی۔ صفحات ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۵۷، ۶۵، ۶۶، ۶۹، ۱۰۶، ۱۲۴، ۱۴۳، ۱۵۴

هیوسمانس (Huysmans) ، کامیل (سال پیدائش ۱۸۷۱ء) — بلجیم کی مزدور تحریک کا ایک سینئیر کارکن، ۱۹ — ۱۹۰۴ء میں دوسری انٹرنیشنل کے بین‌اقوامی سوشلسٹ بیورو کا سکریٹری تھا اور مرکزپرست پوزیشن اختیار کی۔ وہ متواتر بلجیم کی حکومت میں شامل رہا۔ آخری برسوں میں اس نے سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کے ساتھ سوشلسٹ پارٹیوں کے تعلقات قائم کرنے اور بین‌اقوامی مزدور تحریک کی یکجہتی کی بحالی کے لئے کوشش کی۔ صفحہ ۱۶۰

هیوبنر (Hübner)، اوٹو — «Geographisch — statistische Tabellen aller Länder der Erde» نامی اعداد و شمار اور جغرافیائی سالانہ رسالے کا مرتب اور شایع کرنے والا۔ صفحہ ۱۰۰

ہیئمان (Heymann)، ہانس گدیون — جرمن بورژوا ماہر معاشیات۔ صفحات ۲۲، ۵۹

ہیئنیگ (Heinig) ، کورت (۱۹۵۶ء — ۱۸۸۶ء) — جرمن سوشل ڈیموکریٹ، ماہر معاشیات اور صحافی۔ صفحہ ۸۵

— ی —

یئڈیلس (Jeidels) ، اوٹو — جرمن ماہر معاشیات۔ صفحات ۳۵، ۳۶، ۵۲، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۸۳، ۸۷

پڑھنے والوں سے

دارالاشاعت ترقی آپ کا بہت شکر گذار ہوگا اگر آپ ہمیں اس کتاب کے ترجمے، ڈیزائن اور طباعت کے بارے میں اپنی رائے لکھیں ۔ اس کے علاوہ بھی اگر آپ کوئی مشورہ دے سکیں تو ہم ممنون ہوں گے ۔

ہمارا پتہ: زوبوفسکی بلوار ۔ نمبر ۲۱
ماسکو ، سوویت یونین
21, Zubovsky Boulevard, Moscow, USSR